بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات

الفصل الرابع فی حمل الجنازة

(جنازہ اٹھانے کا بیان)

www.ahlehaq.org

الفصل الخامس فیما یتعلق بالقبر والدفن

(قبر اور دفن کا بیان)

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

الفصل السادس فی البناء علی القبور

(قبر پکی کرنے اور اس پر قبہ بنانے کا بیان)

الفصل السابع فی إلقاء الریاحین وغیرها علی القبور

(قبروں پر پھول، چادر ڈالنے اور روشنی کا بیان)

www.ahlehaq.org

باب زيارة القبور

(زیارتِ قبور کا بیان)

باب إهداء الثواب للميت

(میت کے ایصالِ ثواب کا بیان)

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

فصل فی التلاوة عند القبر

(قبر پر تلاوت کا بیان)

فصل فی أطعمة الأسبوع والأربعين وغيرها

(میت کے سوئم، چہلم وغیرہ کے کھانوں کا بیان)

باب المتفرقات

www.ahlehaq.org

باب أحكام الشهيد

(شہید کے احکام کا بیان)

کتاب الزکوٰۃ

باب وجوب الزکاۃ

(وجوب زکوٰۃ کا بیان)

www.ahlehaq.org

باب الزكاة في الذهب والفضة والفلوس الرائجة

(سونے، چاندی اور نوٹ [illegible])

www.ahlehaq.org

باب زكاة العروض

(سامان تجارت پر زکوٰۃ واجب ہونے کا بیان)

باب زكاة المواشی

(جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان)

باب العشر والخراج

(عشر و خراج کا بیان)

فصل فی اراضی الھند

(ہندوستان کی زمینوں میں عشر کا بیان)

باب أداء الزكاة

(زکوٰۃ کی ادائیگی کا بیان)

www.ahlehaq.org

باب مصارف الزکاۃ

(زکوۃ کے مصرف کا بیان)

www.ahlehaq.org

فصل فی صرف الزکوٰۃ فی المدارس

(مدارس میں زکوٰۃ دینے کا بیان)

www.ahlehaq.org

باب صدقة الفطر ومصارفها

(صدقۂ فطر اور اس کے مصارف کا بیان)

باب الصدقات النافلة

(صدقات نافلہ کا بیان)

9

باب المتفرقات

☆ ☆ ☆

www.ahlehaq.org

الفصل الرابع فی حمل الجنازة

(جنازہ اٹھانے اور لے جانے کا بیان)

جنازہ کو کس رفتار سے لیکر چلنا چاہیے؟

سوال [۴۱۵۵]: جنازہ لے کر کس رفتار سے چلنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جنازہ لے کر پوری رفتار سے چلنا چاہیے، لیکن دوڑنا نہیں چاہیے جس سے جنازہ منتشر ہو جائے (جیسا کہ غیر مسلم لے جاتے ہیں) اتنا آہستہ نہ جائیں جیسا کہ یہاں دستور ہے کہ بہت آہستہ آہستہ چلتے ہیں، جہاں کسی نے پورا قدم اٹھایا سب نے منع کرنا شروع کردیا کہ آہستہ چلو، گویا کہ جنازہ کو بیمار تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس کو چٹان لے جارہے ہیں، حدیث پاک میں جنازہ کو تیز لے کر چلنے کا حکم ہے، یہی حکم فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: قال سألنا نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم عن المشي مع الجنازة؟ فقال: "ما دون الخبب، إن يكن خيراً تعجل إليه، وإن يكن غير ذلك، فبعداً لأهل النار، والجنازة متبوعة ولا تتبع، ليس معها من تقدمها". (سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب الإسراع بالجنازة: ۲/۹۷، امدادیه ملتان)

"(ويسرع بها بلا خبب) أي عدو سريع". (الدر المختار). "(قوله: بلا خبب) وحد التعجيل المسنون أن يسرع به بحيث لا يضطرب الميت على الجنازة للحديث: "أسرعوا بالجنازة" (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۲۳۱، سعيد)

"والإسراع بالجنازة أفضل من الإبطاء ... لكن ينبغي أن يكون الإسراع دون الخبب". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل: والكلام في حمله على الجنازة الخ: ۲/۴۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۳۵، رشيديه)

سے قبر تک چالیس قدم گنے جاتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کو چالیس قدم کندھا دینا بعض روایات میں منقول ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جنازہ کا ہلکا بھاری ہونا

سوال[۴۱۵۸]: بعض جنازہ جب اٹھاتے ہیں تو ہلکا ہوتا ہے، کچھ دور چلنے کے بعد کافی بھاری ہو جاتا ہے اور بعض جنازے بالکل ہلکے پھلکے ہوتے ہیں، اس میں کوئی وجہ ہو تو جواب سے نوازیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض جنازے میں ملائکہ شرکت فرماتے ہیں اور اس کو اٹھاتے ہیں اتنا تو حدیث میں ہے، ممکن ہے اس میں غور کرنے سے آپ کا مسئلہ بھی کچھ حل ہو جائے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) "(وكذا حمل الجنازة وضع) ندباً (مقدمها) ...... عشر خطوات لحديث: "من حمل جنازة أربعين خطوة، كفرت عنه أربعين كبيرة"". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۳۱، سعيد)

"وينبغي أن يحمل من كل جانب عشر خطوات، لما روي في الحديث: "من حمل جنازة أربعين خطوة، كفرت أربعين كبيرة"". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، الجنائز، فصل: والكلام في حمله على الجنازة: ۲/۴۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۳۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الرابع في حمل الجنازة: ۱/۱۶۲، رشيديه)

(۲) "لما مات سعد بن معاذ رضي الله تعالى عنه وكان رجلاً جسيماً جزلاً ...... فقال صلى الله تعالى عليه وسلم: "والذي نفسي بيده! لقد كانت الملائكة تحمل سريره". عن نافع قال: بلغني أنه شهد سعد بن معاذ سبعون ألف ملك، لم ينزلوا إلى الأرض قبل ذلك". الحديث. (الطبقات الكبرى لابن سعد، طبقات البدريين من الأنصار، مناقب سعد بن معاذ: ۳/۴۳۰، دار صادر بيروت) ......

- "عن ثوبان رضي الله تعالىٰ عنه قال: خرجنا مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في جنازة فرأى ناساً ركباناً فقال: "ألا تستحيون أن ملائكة الله على أقدامهم وأنتم على ظهور الدواب"؟ (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ماجاء في كراهية الركوب خلف الجنازة: ١/١٩٦، سعيد)

قال الملا علي القاري تحت هذا الحديث: "حديث ثوبان يدل على أن الملائكة تحضر الجنازة، والظاهر أن ذلك عام مع المسلمين بالرحمة و مع الكفار باللعنة، قال أنس رضي الله تعالىٰ عنه: مرت جنازة برسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقام، فقيل: إنها جنازة يهودي؟ فقال: "إنما قمنا للملائكة". (مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب المشي بالجنازة و الصلاة عليها، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ١٦٧٢): ٣/٢٠٩، رشيديه)

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس طرح ایک متقی شخص اپنی حیات میں بندوں کے لئے رحمت و آرام کا باعث تھا ایسی طرح موت کے بعد بھی ہو، اور جس طرح ایک فاسق و فاجر شخص اپنی زندگی میں لوگوں کے لئے ایذا رسانی اور تکلیف کا باعث تھا اسی طرح بعد الوفات بھی وہ اپنی حیات کی ایک جھلک کے طور پر لوگوں پر بوجھ بن جائے، جیسا کہ ذیل کی حدیث اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔

"عن أبي قتادة بن ربعي الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه أنه كان يحدث أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مُرّ عليه بجنازة فقال: "مستريح أو مستراح منه" قالوا: يا رسول الله! ما المستريح والمستراح منه؟ قال: "العبد المؤمن يستريح من نصب الدنيا وأذاها إلى رحمة الله، و العبد الفاجر يستريح منه العباد والبلاد والشجر و الدواب". (صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب سكرات الموت: ٢/٩٦٣، قديمي)

قال الحافظ ابن حجرؒ: "أن يكون المراد براحة العباد منه لما يقع لهم من ظلمه وراحة الأرض منه لما يقع عليها من غصبها ومنعها من حقها و صرفه في غير وجهه وراحة الدواب مما لايجوز من اتعابها. والله أعلم". (فتح الباري، كتاب الرقاق، باب سكرات الموت: ١١/٣٦٣، قديمي)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب تمني الموت، (رقم الحديث: ١٦٠٣): ٤/٩٩، ٢٧ رشيديه)

جنازہ اٹھانے سے گناہوں کی معافی

سوال[۴۱۵۹]: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو آدمی جنازہ لے کر چالیس قدم چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ کتب فقہ میں اس کی صورت لکھی ہے۔ اب اگر جتنے آدمی جنازہ کے اندر گئے ہیں سب کے بعد دیگرے جنازہ لے کر چالیس قدم چلے اب ہر ایک آدمی کے چالیس چالیس گناہ معاف ہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ویستحب أن یحملها من کل جانب عشر خطوات لما روی عنه علیه الصلاة والسلام أنه قال: "من حمل جنازة أربعین خطوة کفرت عنه أربعین کبیرة" رواه أبوبکر النجار". کبیری، ص: ۵۹۲(۱)۔ اس عبارت کا مقتضی یہی ہے کہ ہر وہ شخص جو کہ ۴۰ قدم جنازہ اٹھا کر چلے گا اس کے ۴۰ کبیرہ گناہ معاف ہوں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جنازہ لیجاتے وقت رخ کس طرف ہو؟

سوال[۴۱۶۰]: میت کو غسل دے کر گورستان کی طرف جو مشرق کی جانب ہے اٹھا کر جب جنازہ لے جاتے ہیں تو پاؤں میت کے کس طرف کریں؟ اگر خلاف معتاد آگے کو کریں تو رخ میت کا قبلہ کے مخالف جانب ہوگا، اگر سر آگے حسب معتاد کریں تو رخ میت کا قبلہ کو ہوگا۔ میت کو کس طرح سے جانا چاہیے؟

---

(۱) (الحلبي الکبیر، فصل في الجنائز، الخامس في الحمل: ۵۹۲، سهیل اکیڈمی لاهور)

"وینبغي أن یحمل من کل جانب عشر خطوات لما روي في الحدیث: "من حمل جنازة أربعین خطوة کفرت أربعین کبیرة". (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، الجنائز، فصل والکلام في حمله علی الجنازة: ۲/۴۳، رشیدیه)

(وکذا في الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/ ۲۳۳، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۳۸، رشیدیه)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً ومصلیاً:

مذکورہ صورت بلاتردد جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

میت کو قبرستان لیجاتے وقت پیر آگے کرنا

سوال[۴۱۰۶]: اگر کسی مقام پر قبرستان آبادی سے بطرف قبلہ ہو تو میت کو لیجاتے وقت پیر آگے رکھنے کی طرف رکھنے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیر آگے کرنا خلاف سنت ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

عورت کی میت کو گھر سے کس رخ سے نکالی جائے؟

سوال[۴۱۲۳]: کسی عورت کی میت کو گھر سے پیروں کی جانب سے نکالیں یا سر کی جانب سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سر کی جانب سے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وفی حالۃ المشی بالجنازۃ یقدم الرأس". (التاتارخانیۃ، کتاب الصلاۃ، الجنائز، نوع آخر من ھذا الفصل فی حمل الجنازۃ: ۲/۱۵۱، إدارۃ القرآن کراچی)

"وفی حالۃ المشی بالجنازۃ یقدم الرأس، کذا فی المضمرات". (الفتاویٰ العالمکیریۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الرابع فی حمل الجنازۃ: ۱/۱۶۲، رشیدیہ)

(۲) (راجع الحاشیۃ المتقدمۃ)

(۳) "وفی حالۃ المشی بالجنازۃ یقدم الرأس". (التاتارخانیۃ، کتاب الصلاۃ، الجنائز، نوع آخر من ھذا الفصل فی حمل الجنازۃ: ۲/۱۵۱، إدارۃ القرآن کراچی)

"وفی حالۃ المشی بالجنازۃ یقدم الرأس، کذا فی المضمرات". (الفتاویٰ العالمکیریۃ، الباب =

عورت کے جنازہ کو نامحرم چھو سکتا ہے یا نہیں؟

سوال[۴۱۹۳]: کیا عورت کے جنازہ کو غیر محرم چھو سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چھو سکتا ہے: "لأن بعد ما وضعت في نعشها فلا مانع بأخذ الغير"(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

جنازہ کے ساتھ ننگے سر چلنا

سوال[۴۱۹۴]: جنازہ کے ساتھ ننگے سر چلنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جنازے کے ساتھ ننگے سر نہیں جانا چاہیے کہ یہ غیر مسلموں کا طریقہ ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الرابع في حمل الجنازة: ۱/۱۶۲، رشیدیہ)

(۱) چونکہ ہر مسلمان (خواہ مرد ہو یا عورت) کی تجہیز وتکفین بصورتِ جنازہ نماز ادا کرنا تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، اور جنازہ اٹھانے کے لئے اس کا چھونا ناگزیر ہے، اس لئے اجنبی کا چھونا بھی جائز ہے۔

"(والصلاة عليه) صفتها (فرض كفاية) بالإجماع ... (كدفنه) وغسله وتجهيزه، فإنها فرض كفاية". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۲۰۷، سعيد)

"(الصلاة عليه) كتكفينه ودفنه وتجهيزه (فرض كفاية) مع عدم الانفراد بالخطاب بها". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، أحكام الجنائز، فصل: الصلاة عليه، ص: ۵۸۰، قديمي)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۲۰۳، امدادیہ ملتان)

"ويكره كشف رأسه بين الناس وما ليس بعورة وما جرت العادة بستره". (غنية الطالبين للشيخ عبد القادر جيلاني رحمه الله تعالى: ۱/۳۰)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے (فتاویٰ رحیمیہ، کتاب الحظر والاباحة، میت کے ساتھ ننگے سر چلنا کیسا ہے؟: ۱۰/۵۵، دارالاشاعت کراچی)

جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہونا

سوال[۴۶۲۵]: نماز جنازہ پڑھنے کے بعد جب جنازہ قبرستان جاتا ہے اس وقت بازار میں لوگ ملتے ہیں بعض دوکاندار کام میں لگے ہوتے ہیں وہ نعش کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، کچھ دور تک جنازہ کے ساتھ چلتے ہیں پھر واپس ہو جاتے ہیں۔ یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ گنہگار قرار پائے گا یا نہیں؟ اپنی ضرورتِ شدیدہ کی بناء پر واپس ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یا قبرستان تک جانا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسلم میت کو غسل، کفن دینا، جنازہ کی نماز پڑھنا، اس کو قبرستان پہنچانا، دفن کرنا یہ سب چیزیں میت کے حقوق ہیں جو مسلمانوں پر لازم ہیں، مگر ان کا لزوم ایسا نہیں جیسا فرض نمازوں کا لزوم ہے کہ ہر شخص پر فرضِ عین ہے، بلکہ جو لوگ میت کے گھر والے ہیں ان پر لازم ہے، پھر پڑوس والوں پر ہے، پھر دیگر اہلِ محلہ پر اور اہلِ بستی پر ہے پھر اور سب پر ہے، جہاں تک علم وقدرت ہو۔ اگر گھر والوں نے ان سب چیزوں کو پورا کردیا تو سب کے ذمہ سے لزوم ساقط ہو جائے گا، اگر اہلِ محلہ اور اہلِ بستی نے پورا کردیا تو گھر والوں سے ساقط ہو جائے گا، اگر کسی نے نہیں کیا تو سب گنہگار ہوں گے، جو شخص گھر والوں کے کرنے پر دوسرے لوگ بھروسہ اور کفایت نہ کریں بلکہ ان کی ہمدردی اور اعانت حسبِ وسعت لازم ہے۔

اگر جنازہ لے جایا جارہا ہو اور کوئی شخص اپنے کام میں مشغول ہو اس کو مناسب ہے کہ کام چھوڑ کر جنازہ کے اہتمام کے لئے کھڑا ہو جائے اور قبرستان تک جائے، دفن وغیرہ میں شرکت کرے(۱)، لیکن اگر کام ضروری ہے جس کو پھر نہیں کرسکتا تو نماز جنازہ پڑھ کر جنازہ کے ولی سے اجازت لے کر واپس آجائے، اگر نماز کے لئے جانے کو بھی وقت میں گنجائش نہیں مشغولی زیادہ ہے تب بھی یہ ترکِ فرض کا مجرم نہیں، البتہ یہ طریقہ بنانا مکروہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ چل کر اس کی نماز پڑھ کر واپس چلا آئے اور دفن کے لئے قبرستان نہ جائے، اگر ایسی ضرورت پیش آئے کہ جنازہ کے ولی سے معذرت کر کے چلا آئے تو مضائقہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۹۰ھ۔

---

(۱) "عن البراء بن عازب رضي الله تعالى عنه قال: أمرنا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بسبع ونهانا عن سبع: أمرنا باتباع الجنائز وعيادة المريض". الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الأمر

= بدائع الصنائع: ۱/۲۹۹، قدیمی)

"(والصلاة عليه) صفتها (فرض كفاية) بالإجماع، فيكفر منكرها؛ لأنه أنكر الإجماع (كدفنه) وغسله وتجهيزه، فإنها فرض كفاية". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۲۰۷، سعيد)

"(الصلاة عليه) ككفنه و دفنه و تجهيزه (فرض كفاية) مع عدم الانفراد بالخطاب". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، أحكام الجنائز، فصل: الصلاة عليه، ص: ۵۸۰، قديمي)

"قال: (وهي فرض كفاية): أي الصلاة عليه ...... وكذا تكفينه فرض على الكفاية ..... وكذا غسله و دفنه فرض على الكفاية". (تبيين الحقائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۱/۵۸۶، سعيد)

واضح رہے کہ اگر میت کے تجہیز و تکفین میں شرکت کا ارادہ نہیں بلکہ میت کے لئے احتراماً کھڑے ہوتے ہیں تو اس کی اجازت نہیں ہے:

"أنه سمع علي ابن أبي طالب رضي الله تعالى عنه برحبة الكوفة وهو يقول: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أمرنا بالقيام في الجنازة، ثم جلس بعد ذلك، وأمرنا بالجلوس". (مسند أحمد، مسند علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه، رقم الحديث: ۶۲۴، ۱/۱۳۴، دار إحياء التراث العربي)

"ولا يقوم أحد للجنازة إذا مرت به إلا إذا أراد أن يشهد، وعليه الجمهور. وما ورد في الأحاديث الصحيحة من القيام لها منسوخ بما روي عن علي رضي الله تعالى عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أمرنا بالقيام". الحديث. (الحلبي الكبير، فصل في الجنائز، الخامس في الحمل، ص: ۵۹۳، سهيل اكيڈمی لاہور)

"وأما القاعد على الطريق إذا مرت به أو القاعد على القبر، فلا يقوم لها". (تبيين الحقائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۱/۵۸۳، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، الجنائز، فصل: والكلام في حمله على الجنازة: ۲/۳۵، رشيديه)

(۲) "قال: وله أن يأذن لغيره ..... يأذن للناس بالانصراف بعد الصلوة قبل الدفن؛ لأنه لا ينبغي لهم أن ينصرفوا إلا بإذنه". (تبيين الحقائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۱/۵۸۶، سعيد)

"وهو أن يأذن للناس في الانصراف بعد الصلوة قبل الدفن؛ لأنه لا ينبغي لهم أن ينصرفوا إلا بإذنه". (رد المحتار، باب الجنائز، مطلب: تعظيم أولي الأمر واجب: ۲/۲۲۲، سعيد)

کافر کا مسلم اور مسلم کا کافر کے جنازہ کے ساتھ چلنا

سوال [۴۰۱۶]: آج دنیا میں رواج ہے کہ کافر مسلمانوں کے جنازہ کے ساتھ قبرستان جاتے ہیں بلکہ پایہ بھی پکڑ لیتے ہیں، اسی طرح مسلمان کافر کے جنازہ کے ساتھ جاتے ہیں اور ارتھی بھی پکڑتے ہیں(۱)، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

پڑوسی کافر بیمار ہو تو اس کی عیادت کرنا اور اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا تو ثابت ہے(۲)، لیکن ارتھی پکڑنا اور اس کو جلانے کے لئے مرگھٹ جانا ثابت نہیں(۳)، اس سے بچنا لازم ہے، اسی طرح سے برعکس(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۹۳ھ۔

---

(۱) "ارتھی: ہندوؤں کا جنازہ"۔ (فیروز اللغات، تحت لفظ: ارتھی، ص: ۸۲، فیروز سنز لاہور)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالى عنه أن غلاماً ليهود كان يخدم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فمرض، فأتاه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يعوده، فقال: "أسلم" فأسلم. وقال سعيد بن المسيب عن أبيه: لما حضر أبو طالب، جاءه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم". (صحيح البخاري، باب عيادة المشرك، كتاب المرضى: ۲/۸۴۷، قديمي)

قال الملا علي القاري تحت هذا الحديث: "فيه دلالة على جواز عيادة الذمي. في الخزانة: لا بأس بعيادة اليهودي، واختلفوا في عيادة المجوسي وعيادة الفاسق، والأصح أنه لا بأس به". (مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض وثواب المرض، (رقم الحديث: ۱۵۷۴): ۴/۸۳، رشيديه)

"(قوله: وجاز عيادته): أي عيادة مسلم ذمياً نصرانياً أو يهودياً ... وصح أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عاد يهودياً مرض بجواره". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة: ۵/۳۴۸، رشيديه)

(۳) "مرگھٹ: ہندوؤں کے مردے جلانے کی جگہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲۳۲، فیروز سنز لاہور)

(۴) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه أنه لما مات —

غیر مسلم کی تجہیز وتکفین میں شرکت

سوال[۴۱۶۷]: ۱..... ہمارے یہاں مسلم آبادی بہت کم ہے جس کی وجہ سے ہم لوگوں کو ہندوؤں کے ساتھ تعلقات رکھنے پڑتے ہیں۔ اب عرض یہ ہے کہ ہم لوگوں میں سے کسی کی موت ہو جاتی ہے تب ہمارے دوست ہندو لوگ قبر پر جاتے ہیں اور ہمارے ساتھ مٹی وغیرہ میت کو دیتے ہیں۔ اسی لئے اگر کسی ہندو بھائی کی موت ہو جاتی ہے تب ہم کو بھی ان کے ساتھ مردہ گھاٹ جانا پڑتا ہے اور لکڑی وغیرہ دینی پڑتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان کے مردہ کے ساتھ ہمارا جانا جائز ہے یا نہیں اور ہے تو کہاں تک؟

ایضاً

سوال[۴۱۶۸]: ۲..... اب ہم اپنی میت کے لئے بھی معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہندو لوگ جو کہ ہمارے مردے کے ساتھ قبر پر جاتے ہیں اور مٹی دیتے ہیں، ان کے لئے بھی اور ہمارے لئے بھی علمائے دین کیا فرماتے ہیں اور کیا حکم ہے؟

— عبداللہ بن أبي ابن سلول دُعي له رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ليصلي عليه، فلما قام رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وثبت إليه، فقلت: يا رسول الله! أتصلي على ابن أبي؟ وقد قال يوم كذا وكذا كذا وكذا، أعدد عليه قوله، فتبسم رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فقال: "أخر عني يا عمر"! فلما أكثرت عليه، قال: "إني خيرت، فاخترت لو أعلم أني إن زدت على السبعين يغفر له، لزدت عليها". قال: فصلى عليه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، ثم انصرف فلم يمكث إلا يسيراً حتى نزلت الآيتان من براءة: ﴿ولا تصل على أحد منهم مات أبداً ولا تقم على قبره﴾..... ﴿وهم فاسقون﴾..... قال: فعجبت بعد من جرأتي على رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم يومئذ. والله ورسوله أعلم". (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب ما يكره من الصلاة على المنافقين: ۱/۱۸۲، قديمي)

"ويغسل المسلم ويكفن قريبه) كخاله (الكافر الأصلي)..... عند الاحتياج، فلو له قريب فالأولى تركه لهم..... وليس للكافر غسل قريبه المسلم".

"وليس للكافر: أي إذا لم يكن للمسلم قريب مسلم، فيولي تجهيزه المسلم، ويكره أن يدخل الكافر في قبر قريبه المسلم ليدفنه". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۲۳۰، ۲۳۱، سعيد)

جنازہ کے ساتھ رفع صوت بالذکر کی کراہت کی وجہ

سوال [۲۱۶۹]: ہر کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کے ساتھ چلنے والوں کو رفع صوت بالذکر کرنا مکروہ ہے، اس کی کراہت کی وجہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شامی نے منتقی سے روایت نقل کی ہے: "عن النبي صلی اللہ تعالی علیه وسلم أنه کره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنازة والزحف والتذکیر اھ". رد المحتار (۱)۔

اس کی تصریح کے بعد کسی علت کو معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۸۹ھ۔

جنازہ کے ساتھ زور سے کلمہ پڑھتے ہوئے چلنا

سوال [۲۱۷۰]: جنازہ کے ساتھ بلند آواز کے کلمہ شریف یا قرآن پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مکروہ ہے، فتاویٰ عالمگیری: ۱/۱۶۲ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع: ۶/۳۹۸، سعید)

"ویکره رفع الصوت بالذکر لما روي عن قیس بن عبادة رضي اللہ تعالی عنه أنه قال: کان أصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم یکرهون الصوت عند القتال وعند الجنازة والذکر، ولأنه تشبه بأهل الکتاب، فکان مکروهاً". (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، الجنائز، فصل: الکلام في حمله: ۲/۶۰، رشیدیه)

"ویکره رفع الصوت بالذکر وقراءة القرآن وغیرهما في الجنازة". (البحر الرائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۳۶، رشیدیه)

(۲) "وعلی متبعي الجنازة الصمت، ویکره لهم رفع الصوت بالذکر وقراءة القرآن". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الرابع في حمل الجنازة: ۱/۱۶۲، رشیدیه)

"ویکره رفع الصوت بالذکر لما روي عن قیس بن عبادة رضي اللہ تعالی عنه أنه قال: کان

ہے اور معصیت کبیرہ ہے(۱) اس کو فی الامکان توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے(۲)۔

قبر میں میت کے ساتھ شجرہ رکھنا ثابت نہیں، نیز یہ اندیشہ ہے کہ میت کے جسم سے کچھ مواد نکلے جس سے وہ شجرہ بھی ملوث ہو جائے اس لئے شجرہ وغیرہ بھی نہیں رکھنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۰/۱۴۰۹ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

= الإسراع بتجهيزه كله من حين يموت "ولم يسرعوا به إلى قبره" هو تأكيد وإشارة إلى سنة الإسراع في الجنازة". (مرقاة المفاتيح، باب دفن الميت: ۴/۱۱۶، رقم الحديث: ۱۷۰۴، رشيديه)

(۱) "وأما الرقص والتصفيق والصريخ وضرب الأوتار والصنج والبوق الذي يفعل بعض من يدعي التصوف، فإنه حرام بالإجماع؛ لأنها زي الكفار، كما في سكب الأنهر". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوٰة، قبيل باب ما يفسد الصلوٰة، ص: ۳۲۹، قديمي)

(وكذا في ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۴/۲۲۳، غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في اللبس: ۶/۳۴۹، سعيد كراچي)

(۲) حتی الامکان ہر قسم کے گناہ اور معصیت سے بچنا چاہئے کیونکہ ہر وقت اس کا خطرہ ہے کہ ایسے الفاظ کا ارتکاب ہو جائے جن کو کفر میں شمار کیا جاتا ہے: "ومنها أن استحلال المعصية صغيرة كانت أو كبيرة كفر، إذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية، وكذا الاستهانة بها كفر، بأن يعدها هينة سهلة، ويرتكبها من غير مبالاة بها، ويجريها مجرى المباحات في ارتكابها". (شرح الفقه الأكبر للقاري، مطلب: استحلال المعصية الخ، ص: ۱۵۴، قديمي)

ہر ایسے الفاظ کے ارتکاب سے سلب ایمان کا خطرہ ہونے کی بنا پر توبہ استغفار اور احتیاطاً تجدید نکاح ضروری ہے:

"ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يوجب التكفير، لا ينفعه فتوى المفتي، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته". (التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر: ۵/۴۵۸، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲/۲۸۳، رشيديه)

الفصل الخامس فیما یتعلق بالقبر والدفن

(قبر اور دفن کا بیان)

قبر کھودنے کا مشروع طریقہ

سوال [۱۶۰۱]: قبر کھودنے کا مسنون طریقہ کون سا ہے؟ ایک صورت یہ ہے کہ میت کی مقدار یا اس سے کچھ زائد حساب سے قبر تقریباً [illegible] کھود کر پھر اس کے درمیان میں اور ایک گڑھا نصف قدم زائد کھودتے ہیں اور اس میں نعش رکھ کر حصہ اولیٰ میں بانس رکھ کر مٹی ڈالتے ہیں اور یہ طریقہ ہمارے وطن میں صدیوں سے چلا آرہا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اول نصف قد یا اس سے زائد قبر کھودے اور پھر نیچے ایک گڑھا شق کھودے جس میں مردہ کو رکھا جائے اور بانس یا ایک دم متصل ڈالے کہ میت تک تھوڑا سا معمولی فاصلہ رہے، پھر بانس ڈالے، یہ دونوں صورتیں جو لکھی گئی ہیں صندوقی قبر کی ہے، کیونکہ ہمارے ملک میں مٹی اکثر نرم ہوتی ہے، بغلی قبر نہیں کھودی جاتی۔ اب سوال یہ ہے کہ شریعت میں قبر صندوقی کی کون سی صورت مسنون ہے؟ براہ کرم تفصیل سے جواب مدلل دے کر مشکور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دوسری صورت صحیح ہے، یعنی قبر کے اوپر کا حصہ ایک قامت یا نصف قامت ہو، اس کے بعد پھر ایک گڑھا ہو جس میں میت کو سہولت سے لٹایا جاسکے اور جو تختہ یا بانس وغیرہ اس پر رکھا جائے جو میت کے حق میں چھت کے درجہ میں ہے وہ میت کے جسم سے مس نہ کرے، پھر جب مٹی ڈالی جائے گی وہ مٹی اوپر کے حصہ میں آجائے گی اور جو مٹی گڑھا سے نکالی تھی وہ زمین سے اوپر ڈھلکا یا قبر بنے گی جس سے قبر زیادہ سے زیادہ ایک بالشت اونچی رہے گی، زیادہ اونچی نہیں رہے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۹/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "(وحفر قبره) في غير دار (مقدار نصف قامة) فإن زاد فحسن (ويلحد ولا يشق)". (الدر المختار)

قبر کا مسنون طریقہ اور اس کی شکلیں

سوال [۳۱۴۶]: قبر کھودنے کی کتنی شکلیں ہیں؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلی قبر ہے؟ آیا بغلی قبر اس طرح سے ہوتی ہے کہ مردہ کی لمبائی کے مطابق قبر کھودی جاتی ہے اور اس قبر کی بغل میں ایک گڑھا کھودا جاتا ہے اور مردہ کو اس میں رکھنے کے بعد کسی طرح سے اس کو بند کر دیتے ہیں کہ مردہ خود تو اس میں بیٹھ سکتا ہے اور ذکر وغیرہ کر سکتا ہے۔ تو کیا اس طرح سے مردہ کو دفن کرنا درست ہے؟ میں نے ایک حدیث میں دیکھا ہے کہ ”مردہ کو جب قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب قریب غروب ہے، پس مردہ بیٹھتا ہے اور اپنی دونوں آنکھیں ملتا ہے گویا کہ ابھی خواب سے اٹھا ہے، الخ“۔ تو اس صورت میں حدیث کا کیا مطلب ہے؟ مدلل مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قبر کا یہ طریقہ اعلیٰ طریقہ ہے اور جہاں بغلی مذکور نہ بن سکے ہو شق بھی درست ہے، وہ اس طرح کہ قد کے برابر گہری قبر کھود کر کچھ حصہ اس میں ایسا بنایا جائے جس میں میت کو رکھ جائے اور اس پر تختہ یا بانس رکھ کر بوریہ وغیرہ ڈال کر مٹی ڈال دی جائے، میت کا جسم بغلی اور شق دونوں کو شامل (۱)۔ یہ بات صحیح ہے کہ قبروں پر فرشتے آکر

= ”(قوله: ويلحد)؛ لأنه السنة، وصفته أن يحفر القبر، ثم يحفر في جانب القبلة منه حفيرة، فيوضع فيها الميت، ويجعل ذلك كالبيت المسقف“. (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في دفن الميت: ۲/۲۳۴، سعيد)

”والسنة هو اللحد دون الشق، وصفة اللحد أن يحفر القبر بتمامه، ثم يحفر في جانب القبلة منه حفيرة، فيوضع فيه الميت. وروى الحسن بن زياد عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى: طول القبر على قدر طول الإنسان وعرضه قدر نصف قامته، كذا في المضمرات“. (الفتاوى العالمكيرية، الفصل السادس في القبر والدفن والنقل من مكان إلى آخر: ۱/۱۶۵، ۱۶۶، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۳۸، رشيدية)

(۱) ”ويحفر قبره في غير دار مقدار نصف قامة، فإن زاد فحسن، ويلحد ولا يشق، إلا في أرض رخوة“. (الدر المختار). ”قوله: مقدار نصف قامة“ أو إلى حد الصدر، وإن زاد إلى مقدار قامة فهو أحسن

قوله: ويلحد؛ لأنه السنة وصفته أن يحفر القبر، ثم يحفر في جانب القبلة منه حفيرة، فيوضع =

ولایشق بحفیرة فی وسط القبر یوضع فیها المیت بعد أن یبنی حافتاه باللبن أو غیره، ثم یوضع المیت بینهما، ویسقف علیه باللبن أو الخشب، ولایصح الشق للمیت إلا فی أرض رخوة، فلابأس به فیها، ولا باتخاذ التابوت، وأوصی کثیر من الصحابة أن یرموا فی التراب من غیر لحد ولاشق، وقال: لیس أحد أحق أولی بالتراب من الآخر ... مات فی سفینة، غسل وکفن وصلی علیه وألقی فی البحر إن لم یکن قریب من البر". مراقی الفلاح مع الطحطاوی، ص: ۳۸۴(۱)، در مختار: ۱/ ۹۳۴(۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ۱/ ۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۴/ محرم/ ۶۰ھ۔

---

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب أحکام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها، ص: ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۱۲، قدیمی)

"عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال النبی صلی اللہ علیه وسلم: "اللحد لنا والشق لغیرنا" (جامع الترمذی، أبواب الجنائز، باب ما جاء فی قول النبی صلی اللہ علیه وسلم: "اللحد لنا الخ": ۱/ ۲۰۳، سعید)

(۲) "(وحفر قبره) فی غیر دار (مقدار نصف قامة، فإن زاد فحسن. (ویلحد ولایشق) إلا فی أرض رخوة (ولابأس باتخاذ التابوت) ولو من حجر أو حدید (له عند الحاجة) کرخاوة الأرض ویسن أن یفرش فیها التراب. مات فی سفینة، غسل وکفن وصلی علیه وألقی فی البحر الخ". (الدر المختار).

"(قوله: مقدار نصف قامة) أو إلی حد الصدر، وإن زاد إلی مقدار قامة فهو أحسن .....

(قوله: ویلحد) لأنه السنة، وصفته أن یحفر القبر، ثم یحفر فی جانب القبلة منه حفیرة، فیوضع فیها المیت، ویجعل ذلک کالبیت المسقف، حلیة. (قوله: ولایشق) وصفته أن یحفر فی وسط القبر حفیرة، فیوضع فیها المیت". (رد المحتار، باب صلوة الجنائز، مطلب فی دفن المیت: ۲/ ۲۳۳، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل الخ: ۱/ ۱۶۵، ۱۶۶، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/ ۳۳۸، رشیدیه)

www.ahlehaq.org

قبر کے صندوق کی گہرائی

سوال [۴۱۷۹]: قبر کے صندوق کی گہرائی کتنی ہونی چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ویحفر القبر نصف قامة أو إلی الصدر وإن زید کان أحسن؛ لأنه أبلغ في الحفظ" اهـ. مراقی الفلاح: ۱/۳۳۴(۱)۔ قبر کا صندوق کم از کم نصف قبر کے برابر گہرا ہونا چاہیے، سینہ کے برابر گہرا ہو تو بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبر میں لحد کی جہت

سوال [۴۱۸۰]: قبروں میں جو عموماً لحد قبلہ کے قریب جانب کھودی جاتی ہے بضرورت یا بلاضرورت لحد جانب کھودنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مستحب یہ ہے کہ لحد جانب قبلہ میں ہو، "وصفته أن یحفر القبر، ثم یحفر في جانب القبلة منه حفیرة فیوضع فیها المیت" شامی(۲)۔ لیکن اگر میت کو جانب قبلہ کے خلاف میں (غفلت یا کسی عذر

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب أحكام الجنائز، فصل في حملها ودفنها، ص: ۶۰۷، قديمي)

"(ويحفر قبره) في غير دار (مقدار نصف قامة، فإن زاد فحسن)". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۲۳۴، سعيد)

"واختلفوا في عمق القبر: فقيل: قدر نصف القامة، وقيل: إلى الصدر، وإن زادوا فحسن". (البحر الرائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۳۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في الدفن والنقل إلخ: ۱/۱۶۶، رشيديه)

(۲) (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۲۳۴، سعيد)

"وهو أن يحفر حفيرة، ثم يحفر في جانب القبلة منه حفيرة، يوضع فيها الميت، ويجعل ذلك —

سے) رکھ دیا اور مٹی ڈال دی گئی تو پھر قبر کھود کر اصلاح کی ضرورت نہیں: "ولو وضع الميت لغير القبلة أو على شقه الأيسر أو جعل رأسه موضع رجليه، وأهيل عليه التراب، لم ينبش". عالمگیری (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۸/ ذی قعدہ/ ۵۳ھ۔

بغلی قبر کھودنا افضل ہے یا درمیانی؟

سوال [۴۱۸۱]: بغلی قبر کھودنا اچھا ہے یا درمیانی؟ ہم لوگ اکثر درمیانی قبر کھودتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغلی قبر بنانا افضل ہے، درمیانی بنانا بھی جائز ہے، کذا فی الدر المختار (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۱/۹۳ھ۔

= كما ليست المصحف". (البحر الرائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته الخ: ۳۳۸/۲، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في الدفن والنقل الخ: ۱۶۵/۱، رشيدية)

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في الدفن والنقل الخ: ۱۶۷/۱، رشيدية)

"وإذا دفن الميت مستدبر القبلة وأهالوا التراب عليه، فإنه لا ينبش ليجعل مستقبل القبلة". (البحر الرائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۳۳۹/۲، رشيدية)

"(قوله لا ينبش ليوجه إليها) أي لو دفن مستدبراً لها وأهالوا التراب، لا ينبش؛ لأن التوجه إلى القبلة سنة والنبش حرام". (رد المحتار، باب الجنائز، مطلب في دفن الميت: ۲۳۶/۲، سعيد)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "اللحد لنا، والشق لغيرنا". (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ماجاء في قول النبي صلى الله عليه وسلم: "اللحد لنا" الخ: ۲۰۳/۱، سعيد) =

www.ahlehaq.org

۲- عبارتِ درمختار "ینبغي کونه علی شقه الأیمن" میں لفظ "ینبغی" سے کیا ثابت ہوتا ہے وجوب یا سنت یا ندب، اور جو کچھ بھی ثابت ہو تو وہ متفق علیہ یا مختلف فیہ؟ اور اس کے خلاف عمل کرنے سے کیا وعید لازم آئے گی اور "وضع علی شقه الأیمن" کی کیا صورت ہے؟ یا شق ایمن زمین کے متصل ہو اور شق ایسر آسمان کی طرف اٹھا ہوا ہو، مثل دیوار کے کیسی صورت ہونی چاہیے؟

۳- جب مردہ کو علی شقه الأیمن رکھنا سنت ہے تو ہندوستان وغیرہ کے بعض علاقوں میں زمین نرم ہونے کی وجہ سے بجواز کی بناء پر میدانی قبر کھودی جاتی ہے اور اس کے درمیان میں میت کو رکھنے کے لیے ہاتھ بھر یا اس سے چوڑا اس کے لیے کھودا جاتا ہے، اس کی کیا ضرورت ہے؟ جب چھوٹی سی نالی کھود کر سنت کی بناء پر کروٹ پر مردہ کو رکھ سکتے ہیں تو کیوں یہ چوڑا گڑھا کھود کر تکلیف اٹھائی اور سنت چھوڑ کر جہل کی طرف چلے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- کوئی مدافع نہیں ہے، علامہ شامی نے درمختار کی تائید میں ہدایہ کی عبارت پیش کی ہے(۱)۔

۲- سنت ہے: "وذكر في المحيط: الاضطجاع للمريض أنواع: أحدها في حالة الصلاة، وهو أن يستلقي على قفاه. والثاني: إذا قرب من الموت أن يضطجع على الأيمن، واختير الاستلقاء. والثالث في حالة الصلوة على الميت تضجيع على قفاه معترضاً للقبلة. والرابع في اللحد يضطجع على شقه الأيمن، ووجهه إلى القبلة، هكذا توارثت السنة"(۲)۔

اور اس میں کسی کا اختلاف نظر سے نہیں گذرا، بلا عذر قصداً خلافِ سنت کرنا موجبِ حرمانِ شفاعت

---

(۱) "(قوله: وجاز الاستلقاء) اختاره مشايخنا بما وراء النهر؛ لأنه أيسر لخروج الروح" (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۱۸۹، سعيد)

(۲) (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۲۹۹، رشيديه)

"قال محمد رحمه الله تعالى في الجامع الصغير أيضاً: ويوجه المريض للقبلة كما يوجه القبلة في اللحد، وأراد به المريض الذي قرب موته حيث أمر أن يفعل به ما يفعل بالميت، وهذا لأنه في معنى تلقين الميت، قال عليه السلام: "لقنوا موتاكم"، وأراد به الذي قرب موته. واختار أهل بلادنا الاستلقاء، فإنه أسهل لخروج الروح" (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، كتاب الصلاة، الفصل الحادي والثلاثون في صلاة المريض: ۲/۱۶۹، مكتبه غفاريه)

باعث عتاب ہے(۱)۔

"وضع علی شقه الأیمن" کی صورت یہ ہے کہ شق ایسر زمین سے متصل رہے اور شق ایمن آسمان کی طرف مائل بشرق رہے اور میت کو شرقی حصۂ لحد سے سہارا دیا جائے اور چہرہ قبلہ کی جانب ہو جائے:

"ویوضع فی القبر علی شقه الأیمن مستقبل القبلة، کذا فی الخلاصة". عالمگیریة(۲)، هکذا فی الخانیة(۳) وغیرها من کتب الفقه۔

۳... جسم سے جو کچھ زائد عرض میں قبر کھودی جاتی ہے اور بالکل جسم کے مساوی نہیں کھودی جاتی وہ اس وجہ سے کہ میت کو اس میں رکھنے میں سہولت رہے کیونکہ دو تین آدمی قبر میں اولاً اترتے ہیں ان کے کھڑے ہونے کیلئے بھی جگہ کی ضرورت ہے، اگر وہ جگہ زائد نہ رکھی جائے تو بجز اس کے کہ میت کو اوپر ہی سے چھوڑ

---

(۱) "ترک السنة المؤکدة قریب من الحرام، ویستحق حرمان الشفاعة لقوله علیه السلام: "من ترک سنتی لم ینل شفاعتی" (رد المحتار، کتاب الطهارة، أرکان الوضوء، مطلب فی السنة وتعریفها: ۱/۱۰۴، سعید)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطهارة، فصل فی سنن الوضوء، ص: ۲۴، قدیمی)

(۲) (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن الخ: ۱/۱۶۶، رشیدیه)

(۳) "ویوضع فی القبر علی جنبه الأیمن مستقبل القبلة". (فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، باب فی غسل المیت وما یتعلق به الخ: ۱/۱۹۳، رشیدیه)

"وضع علی شقه الأیمن" میں کتابت ہے کہ جو طریقہ تحریر کیا ہے غلطی کاتب سے بجائے "ایمن" کے "ایسر" اور بجائے "ایسر" کے "ایمن" لکھا گیا ہے، جس کی بناء پر تعبیر عام عبارات کے خلاف ہے، کیونکہ اگر میت کو شق ایسر پر لٹا کر شق ایمن آسمان کی طرف مائل کیا جائے تو اس صورت میں استقبال قبلہ کیسے ہوگا معلوم نہیں ہوتا، اور غلطی کاتب پر حضرت مفتی صاحب کے دو جملے دلالت کرتے ہیں: ایک جواب نمبر: ۲ میں جملہ "اور میت کو شرقی حصہ لحد سے سہارا دیا جائے اور چہرہ قبلہ جانب ہو جائے" اور دوسرا جواب نمبر: ۳ میں جملہ: "اس لئے قبر میں داخل کرنے سے پہلے ہی اس کی شق ایسر کو آسمان کی طرف کر دینا اور شق ایمن کو زمین کی جانب کر دینا ... الخ"۔

لہذا میت کی شق ایمن کو زمین کے ساتھ لگا کر شق ایسر کو آسمان کی طرف مائل کر دیا جائے۔

دیا جائے، بلکہ اس تنگ میں ٹھونس دیا جائے کوئی صورت نہ ہوگی، اور ظاہر ہے کہ میت کو قبر میں رکھنے سے قبر بحالت استلقاء ہوتی ہے اس لیے قبر میں داخل کرنے سے پہلے ہی اس کی شق الیسریٰ کو زمین کی طرف کر دینا اور شق الیمنیٰ کو عرش کی جانب کرنا ہاتھوں میں لئے ہوئے بہت مشکل ہے۔

پھر دو پہلو چھوڑنے اور ٹھونسنے میں احترام باقی نہیں رہتا بلکہ بے حرمتی ہوتی ہے، اس لیے کچھ تو اندر قبر چوڑی بنائی جاتی ہے تاکہ اتارنے اور رکھنے میں سہولت رہے، بخلاف لحد کے کہ اندر اس کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ جس وقت جانب قبلہ لحد میں داخل کیا جاتا ہے اسی وقت ہی خود بخود اس کی وضع مستقر ہو جاتی ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، ۱۱/ ۱/ ۹۰ھ۔

جوابات صحیح ہیں۔

حدیث میں "اوسعوا واعمقوا" بھی آیا ہے (۲) اس لیے چھوٹی بالکل نہ ہونا چاہیے، ورنہ خلاف سنت متوارثہ اور حدیث "اوسعوا" کے خلاف ہوگی۔

سعید احمد غفرلہ، ۱۲/ محرم/ ۹۰ھ۔ صحیح: عبداللطیف۔

---

(۱) الحديث بتمامه: "عن هشام بن عامر قال: جاءت الأنصار إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم أحد فقالوا: أصابنا قرح وجهد فكيف تأمر؟ قال: "احفروا وأوسعوا". الحديث. (سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب في تعميق القبر: ۲/ ۱۰۲، ۱۰۳، امدادیه ملتان)

"(وحفر قبره) في غير دار (مقدار نصف قامة) فإن زاد فحسن الخ". (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/ ۲۳۴، سعيد)

"وحفر عمق القبر قدر نصف قامة إلى صدر الرجل أو وسط القامة، فإن زاد فهو أفضل، وإن عمقوا مقدار قامة فهو أحسن الخ" (الحلبي الكبير، فصل في الجنائز، السادس في الدفن الخ، ص: ۵۹۶، سهيل اكيدمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في الدفن الخ: ۱/ ۱۶۶، رشيديه)

(۲) (سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب في تعميق القبر: ۲/ ۱۰۲، ۱۰۳، امدادیه ملتان)

میت کو قبر میں رکھنے کا طریقہ

سوال[۴۱۸۵]: میت کو قبر میں رکھنے کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شمال کی طرف سر جنوب کی طرف پیر، داہنی کروٹ قبلہ کی طرف چہرہ ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۶/۹۰ھ۔

طریق مشروع کے خلاف میت کو قبر میں رکھ کر اس کے اوپر مٹی ڈالنا

سوال[۴۱۸۶]: مندرجہ ذیل مسئلہ میں علمائے کرام کی کیا رائے ہے؟

مشہور و دیگر چند مقامات پر عرصہ دراز سے یہ رواج ہے کہ میت کو قبر میں اتار کر اس کے کفن اور جسم پر ہی مٹی ڈال دی جاتی ہے، اس کا پورا امکان ہے کہ۔۔ مٹی کے نیچے دب کر چند دن میں ہی نعش بگڑ جاتی ہے اور عوام دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ انسان مٹی سے بنا ہے اور مٹی ہی میں مل جاتا ہے اس لئے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، مگر بہت سے حضرات کو میت کے ساتھ اس سلوک میں احترام میت کے خلاف ایک انسانیت سوز حرکت نظر آتی ہے۔ اس بارے میں شریعت حقہ کی کیا ہدایت ہے؟ امید ہے کہ جلد سے جلد جواب باصواب سے نوازیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ خلاف شریعت بھی ہے(۲) میت کو دفن کرنے کی صورت حدیث شریف سے جو ثابت ہے وہ یہ

---

(۱) "(ويوجه إليها) وجوباً، وينبغي كونه على شقه الأيمن، ولا ينبش ليوجه إليها". (الدر المختار، باب الجنائز، مطلب في دفن الميت: ۲/۲۳۵، ۲۳۶، سعيد)

"(ووجه إلى القبلة) بذلك أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم ويكون على شقه الأيمن الخ".

(البحر الرائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته عليه: ۲/۳۳۹، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في الدفن والنقل الخ: ۱/۱۶۶، رشيدية)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا —

ہے کہ قبر بنا کر اس میں میت کو رکھا جائے اور اس طرح مٹی ڈالی جائے کہ میت پر نہ پڑے، اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ ہے کہ لحد بنا کر اس میں میت کو رکھ دیا جائے اور کچی اینٹیں لگادی جائیں تا کہ میت لحد میں محفوظ ہو جائے، پھر مٹی ڈال دی جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ شق بنا کر اس میں میت کو رکھ کر اس پر تختہ رکھ کر میت کو محفوظ کر دیا جائے پھر مٹی ڈالی جائے، غرض میت پر مٹی نہ ڈالی جائے۔ مسئلہ جب شریعت میں منصوص ہو تو پھر اس کے مقابلہ میں قیاس کرنا اور ایسی علت تجویز کرنا جس سے نص ہی بے عمل رہ جائے جائز نہیں، غلط ہے خلاف اصول ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۲/۹۲ھ۔

قبر میں کفن کے تینوں بند کھولنا اور میت کو قبلہ کی طرف کروٹ دینا

سوال [۴۱۸۷]: جنازہ قبر میں رکھنے کے بعد بند تینوں کھول دیئے جائیں، نیز میت کو چہرہ بطرف قبلہ

= مالیس منہ، فهو رد". (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب: إذا اصطلحوا على صلح جور، فهو مردود: ۱/۳۷۱، قدیمی)

"وعرّفها الشمني بأنها (أي البدعة) ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة ۱/۵۶۰، سعيد)

(۱) "والسنة هو اللحد دون الشق، كذا في محيط السرخسي. وصفة اللحد أن يحفر القبر بتمامه ثم يحفر في جانب القبلة منه حفيرة، فيوضع فيه الميت، كذا في المحيط، ويجعل ذلك كالبيت المسقف، كذا في البحر الرائق. فإن كانت الأرض رخوة، فلا بأس بالشق، كما في فتاوى قاضي خان. صفة الشق أن تحفر حفيرة كالنهر وسط القبر، ويُبنى جانباه باللبن وغيره، ويوضع الميت فيه ويسقف . . . ويوضع في القبر على جنبه الأيمن مستقبل القبلة، كذا في الخلاصة. وتحلّ العقدة، ويسوى اللبن والقصب لا الآجرّ والخشب، ويسجى قبرها لا قبره، ويهال التراب". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في الدفن إلخ. ۱/۱۶۵، ۱۶۶، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الجنائز، مطلب في دفن الميت: ۲/۲۳۳، سعيد)

کروٹ کافی ہے یا تمام جسم کی کروٹ دلا دی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تینوں بند کھول دیئے جائیں، تمام جسم قبلہ کی طرف کروٹ دیدیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

قبر میں میت کو کروٹ دینا

سوال [۴۱۸۹]: قبر میں مردہ کو چت لٹا کر صرف چہرہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے یا اس کو قدرے داہنی کروٹ پر کر دیا جائے کہ پورا رخ قبلہ کی طرف ہو جائے، کونسی صورت بہتر ہے؟

قدرت اللہ، مکانی اندونیشیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کو کروٹ دے کر قبلہ رخ کیا جاوے، صرف چہرہ قبلہ کی طرف پھرانے پر کفایت نہ کی جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبر میں میت کو قبلہ رو کرنا

سوال [۴۱۹۰]: قبر میں دو تین طرف مٹی ڈال کر میت کو ایک طرف اٹھایا جائے تاکہ رخ قبلہ کی طرف ہو جائے، یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قبر میں میت کو داہنی کروٹ ہاتھ سے دی جائے کہ جس سے چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے، خواہ مٹی کا سہارا

(۱) "ويوضع في القبر على جنبه الأيمن مستقبل القبلة، وتحل العقدة الخ" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في الدفن والنقل الخ: ۱/۱۶۶، رشيديه)

"(و) يستحب (أن يدخل من قبل القبلة ... ويوجه إليها) وجوباً، وينبغي كونه على شقه الأيمن، ولا ينبش ليوجه إليها (وتحل العقدة) الخ" (الدر المختار، باب صلاة الجنائز: ۲/۲۳۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۳۴، رشيديه)

(۲) (راجع، ص: ۴۱، رقم الحاشية: ۱)

دے کر تھوڑا قبلہ کی دیوار سے سہارا دے کر، اور یہی صورت بہتر ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ۔

قبر میں میت کا سر کدھر ہو اور پاؤں کدھر؟

سوال [۴۰۱۰]: میت کو کس طرح لٹایا جائے اور پاؤں کی سمت کون سی ہو؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

قبر میں میت کو اس طرح لٹایا جائے کہ سر شمال کی طرف ہو اور پیر جنوب کی طرف ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

میت کو قبر میں رکھتے وقت کی دعاء

سوال [۴۰۱۱]: مٹی دیتے وقت کوئی مسنون دعاء ہو تو تحریر فرمائیے۔

---

(۱) "ویوجه إليها وجوباً، وينبغي كونه على شقه الأيمن". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز، مطلب في دفن الميت: ۲/۲۳۲، سعيد)

"ويوضع في القبر على جنبه الأيمن مستقبل القبلة". (كتاب الصلوة، الفصل السادس في الدفن والنقل الخ: ۱/۱۶۶، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۳۹، رشيديه)

(۲) جب کہ میت کو قبر میں رکھ کر دائیں کروٹ دیدیا جائے کہ قبلہ رخ اس زمین سے کہیں کہیں نوادرشی امیر تحان کی طرف ہو کر قبلہ رو کیا جاتا ہے اسی صورت میں ان کا طرح سر شمال کی طرف اور پیر جنوب کی طرف ہوتے ہیں "ويوجه إليها وجوباً وينبغي كونه على شقه الأيمن". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلوة الجنائز، مطلب في دفن الميت: ۲/۲۳۲، سعيد)

"ويوضع في القبر على جنبه الأيمن مستقبل القبلة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل السادس في الدفن والنقل الخ: ۱/۱۶۶، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۳۹، رشيديه)

الجواب حامداً و مصلیاً:

﴿منها خلقنٰکم، وفیها نعیدکم، ومنها نخرجکم تارۃً أخریٰ﴾(۱)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عورت کو اس کا شوہر قبر میں اتار سکتا ہے یا نہیں؟

سوال[۴۱۱۲]: شوہر کی حیات میں اگر عورت کا انتقال ہو جائے تو مرحومہ علاقۂ شوہریت سے نکل جاتی ہے یا نہیں اور مردہ کا تخلیہ نامحرم ہونا درست ہے یا نہیں؟ نیز حقیقی محرم جیسے باپ، بھائی، بیٹا وغیرہ کی موجودگی میں شوہر مذکور مرحومہ کو قبر میں اتار سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انتقال سے نکاح ختم ہو جاتا ہے(۲) ہاتھ نہیں لگا سکتا، البتہ دیکھنا درست ہے(۳)۔ جب محرم باپ

---

(۱) "قال في البحر: وسنة ... ويقول في الحثية الأولى: ﴿منها خلقناكم﴾ وفي الثانية: ﴿وفيها نعيدكم﴾ وفي الثالثة: ﴿ومنها نخرجكم تارةً أخرى﴾". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/ ۲۳۶، سعيد)

"ويستحب لمن شهد دفن الميت أن يحثو في قبره ثلاثا..... ويقول: في الحثية الأولى: ﴿منها خلقناكم﴾ وفي الثانية: ﴿وفيها نعيدكم﴾ وفي الثالثة: ﴿ومنها نخرجكم تارةً أخرى﴾". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في الدفن الخ: ۱/ ۱۶۶، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، أحكام الجنائز، فصل في حملها ودفنها، ص: ۶۱۰، قديمي)

(۲) "إذا ماتت، فلا يغسلها لانتهاء ملك النكاح لعدم المحل، فصار أجنبياً". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/ ۱۹۹، سعيد)

"إذا ماتت المرأة حيث لا يغسلها الزوج، لأن هناك انتهى ملك النكاح لانعدام المحل، فصار الزوج أجنبياً الخ". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، الجنائز، فصل: وأما بيان فيمن يغسل: ۲/ ۳۳، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في الجنائز، ص: ۶۰۳، سهيل اكيڈمی)

(۳) "ويمنع زوجها من غسلها ومسها، لا من النظر إليها على الأصح". (الدر المختار، باب الجنائز: ۲/ ۱۹۸، سعيد)

بھائی وغیرہ موجود ہوں تو وہ مقدم ہیں ورنہ قبر میں اتاریں، شوہر کو بھی اتارنا اور جنازہ کو ہاتھ لگانا درست ہے(۱)۔

عورت کی قبر میں غیر محرم کا اتارنا

سوال[۴۱۹۳]: عورت کی قبر میں غیر محرم مرد دفنانے اتر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر یہ ہے کہ محرم قبر میں میت کو رکھنے کیلئے اترے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ رکھتے وقت کفن کا کچھ حصہ کھل جاتا ہے اور میت کے جسم پر ہاتھ لگ جاتا ہے، اگر محرم نہ ہو تو پھر دوسرے اہلِ دیانت وتقویٰ اس کو قبر میں رکھیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۰/۱۳۹۹ھ۔

میت کو قبر میں اتارتے وقت لانگ باندھنا

سوال[۴۱۹۴]: میت کو قبر میں اتارتے وقت لانگ باندھنا ضروری سمجھتے ہیں، زنانی میت کیلئے اس کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں، تہبند باندھے ہوئے میت کو قبر میں اتارنے کو بے پردہ سمجھ کر ناجائز کہتے ہیں، مطابق شرع شریف فیصلہ تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناف سے گھٹنوں کا حصہ تک چھپانا ضروری ہے، اس کو کسی کے سامنے کھولنا منع ہے، جو کپڑا اتنا حصہ (ناف سے گھٹنوں تک) چھپالے اس کو باندھ کر میت کو قبر میں رکھنا بالکل درست ہے، لانگ (۳) باندھنے میں کچھ حصہ

---

(۱) "وذو الرحم المحرم أولیٰ بإدخال المرأة من غيرهم، كذا في الجوهرة النيرة. وكذا ذو الرحم غير المحرم أولیٰ من الأجنبي، فإن لم يكن فلا بأس للأجانب وضعها، كذا في البحر الرائق". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن الخ: ۱/۱۶۶، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، فصل: السلطان أحق بصلاته، تحت قول الكنز: ويقول واضعه باسم الله الخ: ۲/۳۳۹، رشيديه)

(۲) (راجع الحاشية السابقة)

(۳) "لانگ: دھوتی کا وہ حصہ جو آگے لٹکا رہتا ہے اور جسے پیچھے کی طرف اُڑس لیتے ہیں"۔ (فیروز اللغات، اردو، تحت لفظ "ل" ص: ۱۱۴۵، فیروز سنز لاہور)

مخصوص بدن کا کھل ہی جاتا ہے، اس لئے خیال مذکور کی اصلاح کی جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

لنگی پہن کر میت کو قبر میں اتارنا

سوال [۴۵۰۴]: اپنے رواج کے مطابق زید لنگی پہن کر میت قبر میں اتارتا ہے اور اس کو مباح جانتا ہے، وجہ مباح ہونے کی یہ پیش کرتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لنگی پہنتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر نقش کو اپناتے تھے، پس اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لنگی کا استعمال کرتے اور قبر میں اترتے تھے۔ ایسی صورت میں لنگی پہن کر قبر میں اترنا کیسا ہے؟ نیز یہ عقیدہ مستحسن صحیح ہے یا باطل؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید اپنے اس عمل اور ماخذ کی وجہ سے مستحق اعتراض نہیں اور نیت صحیح ہونے کی وجہ سے مستحق اجر ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۹/۱/۹۵ھ۔

---

(۱) "عن علي رضي الله تعالیٰ عنه أن النبي صلی الله علیه وسلم قال: "لا تبرز فخذك، ولا تنظر إلی فخذ حي ولا ميت". (سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب في ستر الميت عند غسله، رقم الحديث: ۳۱۴۰، ص: ۲/۴۹۲، امدادیہ ملتان)

"والرابع (ستر عورته) ووجوبه عام في الخلوة علی الصحيح ... (وهي للرجل ما تحت سرته إلی ما تحت ركبته)". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۳، سعید)

"واعلم أن ستر العورة خارج الصلاة بحضرة الناس واجب إجماعاً ... وهي من تحت سرته إلی تحت ركبته الخ". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۶۸، رشیدیه)

وكذا في الفتاوی العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الأول في الطهارة وستر العورة: ۱/۵۸، رشیدیه)

(۲) لنگی کو ازار بھی کہا جاتا ہے۔ "عن أبي بردة رضي الله تعالیٰ عنه قال: أخرجت إلينا عائشة رضي الله تعالیٰ عنها كساءً ملبداً وإزاراً غليظاً، فقالت: قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم في هذين". (شمائل الترمذي، باب ما جاء في صفة إزار رسول الله صلی الله علیه وسلم، ص: ۸، سعید)

عورت کیلئے دفن کے وقت پردہ

سوال[۴۱۹۶]: عورت کی قبر پر پردہ کرنا رات اور دن کو کس وقت شرعاً کیسا ہے اور کیوں کیا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جنازہ کے ساتھ نامحرم بھی ہوتے ہیں اس لئے پردہ کیا جاتا ہے تاکہ قبر میں رکھتے وقت بدن کے حجم کو نامحرم نہ دیکھیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۲/۵۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۸/صفر/۵۶ھ۔　　جواب صحیح ہے۔ سعید احمد غفرلہ۔

ایضاً

سوال[۴۱۹۷]: اگر عورت کا جنازہ ہو تو قبر میں اتارتے وقت کیا پردہ ضروری ہوگا؟

"ولبس الإزار والرداء، قال الواقدي: كان رداءه وبرده طول ستة أذرع في ثلاثة وشبر، وإزاره من نسج عمان طول أربعة أذرع الخ". (زاد المعاد لابن قيم الجوزية، فصل في ملابسه صلى الله عليه وسلم، ص: ۳۵، دار الفكر، بيروت)

(وكذا في جمع الوسائل في شرح الشمائل للملا علي القاري رحمه الله تعالى، باب ما جاء في صفة إزار رسول الله صلى الله عليه وسلم: ۱/۲۰۱، إدارة تاليفات اشرفية)

(۱) "وقد رويت أنها (أي فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم) اغتسلت لما حضرها الموت وتكفنت وأمرت علياً أن لا يكشفها إذا توفيت وأن يدرجها في ثيابها كما هي ويدفنها ليلاً". (أسد الغابة في معرفة الصحابة لابن الأثير الجزري، رقم: ۷۱۷۵، مناقب فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، ۶/۲۲۹، دار الفكر، بيروت)

"(قوله: ويسجى قبرها) أي بثوب ونحوه استحباباً حال إدخالها القبر حتى يسوى اللبن على اللحد". (رد المحتار، باب الجنائز، مطلب في دفن الميت: ۲/۲۳۹، سعيد)

"(ويسجى قبرها لا قبره)؛ لأن مبنى حالهن على الستر والرجال على الكشف الخ". (البحر الرائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۳۰، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب الجنائز: ۱/۲۷۵، مكتبة غفارية)

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اس پر مستقل ایک رسالہ لکھا مگر کوئی دلیلِ صریح اس کے ثبوت میں نقل نہیں کی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ایضاً

سوال [۴۱۹۹]: از تاج الدین صاحب تھان والے قصبہ موہا کے لوگ حنفی ہیں بروقت دفنِ میت قبر پر اذان دیتے ہیں، یہ طریقہ حال ہی میں لوگوں نے ایجاد کیا ہے، کہتے ہیں کہ ہمارے پیر کا حکم ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟ پیر صاحب بھی حنفی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قبر پر اذان دینا ثابت نہیں، فقہ حنفی کی معتبر کتاب رد المحتار: ۱/ ۲۵۸ میں اس کو بعض شافعیہ سے نقل کر کے خود شافعیہ سے اس کی تردید نقل کی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ایضاً

سوال [۴۲۰۰]: ہمارے یہاں مردے کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دی جاتی ہے، یہاں کے امام نے بہشتی زیور، شامی وغیرہ کتب کے حوالہ سے بتایا کہ قبر پر اذان دینا درست نہیں، لیکن بعض لوگوں نے دفتر آستانہ دہلی سے اس بارے میں فتویٰ منگایا، اس میں درمختار اور فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے قبر پر اذان دینے کو جائز لکھا ہے۔ صحیح کیا ہے؟ مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مسئلہ کتبِ احناف میں کتبِ شافعیہ سے نقل کر کے لکھا ہے اور کتبِ شافعیہ میں اس کی تردید بھی لکھی

---

(۱) "رأيت في كتب الشافعية أنه قد يسن الأذان لغير الصلاة ... قيل: وعند إنزال الميت القبر قياساً على أول خروجه للدنيا، لكن رده ابن حجر في شرح العباب". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/ ۳۸۵، سعيد)

"فلا أذان للوتر ولا للجنازة الخ". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/ ۴۴۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان: ۱/ ۵۳، رشيديه)

www.ahlehaq.org

ہے۔ براہِ راست کتبِ احناف اس سے ساکت ہیں (۱)۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اس پر مستقل ایک رسالہ لکھا مگر کوئی دلیل صریح اس کے ثبوت میں نقل نہیں کی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تلقین کی قسمیں اور کونسی قسم جائز ہے؟

سوال [۴۲۰۰]: تلقین کی کتنی قسمیں ہیں؟ قرآن اور حدیث کی رو سے کون سی تلقین جائز ہے؟ ہمارے یہاں یہ بھی رواج ہے کہ دفن وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد قبر ہی کے نزدیک جشن وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں اور کچھ قرآن کی آیتیں پڑھ کر بخش دیتے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟ غزال خیشاوی

الجواب حامداً ومصلیاً:

تلقین اس وقت کریں جبکہ مرض الموت میں مبتلا ہو، آثار سے معلوم ہوتا ہو کہ عنقریب انتقال ہونے والا ہے، حدیث شریف سے ثابت ہے (۲)، وہ اس طرح کہ مریضِ محتضر کے نزدیک کلمہ شریف پڑھا جائے تاکہ وہ بھی پڑھ لے اور اس کا دنیا سے جاتے وقت سب سے آخری بات "لا إله إلا الله محمد رسول الله" ہو، کذا فی رد المحتار (۳)۔ پھر جس وقت بعد انتقال، غسل، کفن، نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد اس

---

(۱) "ورأيت في كتب الشافعية أنه قد يسن الأذان لغير الصلاة ... قيل: وعند إنزال الميت القبر قياساً على أول خروجه للدنيا، لكن رده ابن حجر في شرح العباب". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۸۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان: ۱/۵۳، رشيديه)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لقنوا موتاكم لا إله إلا الله". (الصحيح لمسلم، كتاب الجنائز، باب في تلقين المحتضر بلا إله إلا الله: ۱/۳۰۰، قديمي)

"عن معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من كان آخر كلامه لا إله إلا الله دخل الجنة". (سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب في التلقين: ۲/۸۹، إمداديه)

(۳) "(ويلقن) ندباً، وقيل: وجوباً (بذكر الشهادتين الخ)". (الدر المختار). "(قوله: ويلقن الخ) لقوله صلى الله عليه وسلم: "لقنوا" الخ". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲/۱۹۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۲۹۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الأول في المحتضر: ۱/۱۵۷، رشيديه)

www.ahlehaq.org

کو لحد میں رکھا جائے تو رکھتے وقت پڑھے: "بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"۔ یہ دونوں تلقین تو ثابت ہیں(۱)، پھر دفن کرنے (مٹی ڈالنے) کے بعد بھی بعض روایت میں تلقین کا ذکر ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

"یا فلان بن فلان! اذکر دینك الذی کنت علیه من شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله، وأن الجنة حق، والنار حق، وأن البعث حق، وأن الساعة آتية لاريب فيها، وأن الله يبعث من في القبور، وأنك رضيت بالله رباً وبالإسلام ديناً وبمحمد صلى الله عليه وسلم نبياً وبالقرآن إماماً وبالكعبة قبلةً وبالمؤمنين إخواناً". ردالمحتار (۲)۔ سورۂ بقرہ کا اول وآخر پڑھنا بھی

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان: "إذا أدخل الميت القبر" قال، وقال أبو خالد: "إذا وضع الميت في لحده" قال مرةً: "بسم الله وبالله وعلى ملة رسول الله" وقال مرة: "بسم الله وبالله وعلى سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم". (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء مايقول إذا أدخل الميت قبره: ۱/۲۰۳، سعيد)

"وأن يقول واضعه: بسم الله وبالله وعلى ملة رسول الله صلى الله عليه وسلم ويوجه إليها". (الدر المختار، باب صلاة الجنائز، مطلب في دفن الميت: ۲/۲۳۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن الخ: ۱/۱۶۶، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۳۴، رشيدية)

(۲) (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في التلقين بعد الموت: ۲/۱۹۱، سعيد)

"وأما التلقين بعد الدفن ... والذي عليه الجمهور أن المراد من الحديث مجازه كما ذكرنا، حتى إن من استحب التلقين بعد الموت لم يستدل به إلا على تلقينه عند الاحتضار ... وإنما لا ينهى عن التلقين بعد الدفن؛ لأنه لا ضرر فيه بل فيه نفع، فإن الميت يستأنس بالذكر". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في الجنائز، ص: ۵۸۶، سهيل اكيدمي، لاهور)

"واضح رہے کہ تلقین بعد الموت کے بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، بعض جواز اور بعض عدم جواز کے قائل ہیں، ایسے دور فساد میں اعتقادی قباحتوں کی وجہ سے احتراز اولیٰ اور افضل ہے"۔ (احسن الفتاویٰ، باب الجنائز: ۴/۲۵۳، سعید)

(الفتاوى الرحيمية، كتاب الجنائز، باب ما يتعلق بالدفن: ۵/۹۹، دار الاشاعت)

اس وقت مروی ہے(۱)۔

جشن وغیرہ کا اہتمام اور میلہ لگانا ہرگز ثابت نہیں (۲)، اس سے پورا پرہیز کیا جائے، دعائے مغفرت ودعائے تثبیت فی الجواب کرکے وہاں سے رخصت ہوجائیں (۳)، وہاں ایصالِ ثواب کرتے رہا کریں مگر اس

= "وأما التلقين بعد الموت، فلا يلقن عندنا في ظاهر الرواية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الأول في المحتضر: ۱/۱۵۷، رشيديه)

"فإن حقيقته التلقين بعد الموت، وقد اختلفوا فيه. وقولهم: إنه مجاز تسمية الشيء باسم ما يؤول إليه قول لا دليل عليه؛ لأن الأصل الحقيقة. ولذا أطال المحقق في فتح القدير في رده. وفي المجتبى: وإذا قالها مرةً كفاه، ولا يكثر عليه مالم يتكلم بعد ذلك، الخ". (البحر الرائق، كتاب الجنائز، ۲/۲۹۹، رشيديه)

وانظر للتفصيل: (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۱۰۴، ۱۰۵، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۱) "عن عبد الله ابن عمر رضي الله تعالى عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: "إذا مات أحدكم فلا تحبسوه، وأسرعوا به إلى قبره، وليقرأ عند رأسه فاتحة البقرة وعند رجليه بخاتمة البقرة". (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب دفن الميت: ۱/۱۴۹، قديمي)

"وكان ابن عمر رضي الله تعالى عنه يستحب أن يقرأ على القبر بعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها ..... فقد ثبت أنه عليه الصلوة والسلام قرأ أول سورة البقرة عند رأس الميت وآخرها عند رجليه". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۳۷، ۲۴۲، سعيد)

(۲) "ويكره عند القبر كل مالم يعهد من السنة، والمعهود منها ليس إلا زيارتها، الخ". (البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته، قبيل باب الشهيد: ۲/۳۴۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في الدفن الخ: ۱/۱۶۶، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل في الدفن، قبيل باب الشهيد: ۲/۱۴۲، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۳) "عن عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال: "استغفروا لأخيكم واسألوا له بالتثبيت، فإنه الآن يسئل". (سنن أبي داود، كتاب=

میں غیر ثابت امور کے اختلاط سے بچتے رہیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۵/۹۳ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۵/۹۳ھ۔

تلقین بعد الدفن

سوال[۴۲۰۲]: تلقین بعد دفن میت کے صحابہ یا تابعین سے ثابت ہے یا نہیں؟ اکثر فقہاء نے اس کے پڑھنے کی نفی اس کے عمل کی اجازت دی ہے جیسا کہ مظاہر حق، مأۃ مسائل، اربعین وغیرہ (مظاہر حق، ا: کتاب الایمان، باب اثبات عذاب قبر)(۲)۔ تلقین بعد دفن میت کے اکثر حنفی مذہب سے ثابت نہیں ہے لیکن

= الجوهرة، باب الاستغفار عند القبر للميت في وقت الاحتضار: ۱/۱۰۲، امداديه)

"وجلوس ساعة بعد دفنه لدعاء وقراءة بقدر ما ينحر الجزور ويفرق لحمه". (الدر المختار، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۳۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن والنقل الخ: ۱/۱۶۶، رشيديه)

(۱) "يقول: أنبأنا ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن سعد ابن عبادة أخا بني ساعدة توفيت أمه وهو غائب عنها، فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إن أمي توفيت وأنا غائب عنها، فهل ينفعها شيء إن تصدقت به عنها؟ قال: "نعم" قال: فإني أشهدك أن حائطي المخراف صدقة عليها". (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب الإشهاد في الوقف والوصية والصدقة: ۱/۳۸۶، قديمي)

"صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير: بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرها ... والأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب في القراءة للميت وإهداء الخ: ۲/۲۴۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيديه)

(۲) (مظاهر حق، كتاب الإيمان، باب إثبات عذاب القبر: ۱/۳۰، دار الإشاعت كراچی)

www.ahlehaq.org

اکثر شافعیہ وحنفیہ کے نزدیک مستحب ہے۔ ایک حدیث حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی سے ذکر کی ہے۔ سیوطیؒ نے جمع الجوامع میں حدیث طبرانی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کھڑا ہو ایک شخص سرہانے اور کہے کہ فلاں بن فلاں اور کہا جائے کہ پروردگار تیرا خدا تعالیٰ ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر تیرے ہیں، اور اسلام دین تیرا ہے اور قرآن امام تیرا ہے، جب یہ کہتا ہے تو پکڑ لیتا ہے منکر نکیر ایک دوسرے کا ہاتھ اور کہتا ہے کہ باہر نکل کیونکہ حق تعالیٰ نے اسے تلقین کی ہے"۔ اگر میت کا نام نہ معلوم ہو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بنت حوا یا ابن" دم کہو"۔ عمل و جواز کس پر ہے، محدث دہلویؒ نے کیا تحریر کیا ہے سب آدمی جانے کے بعد کرے یا دو چار آدمی کی موجودگی میں کرے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مسئلہ فرع ہے مسئلہ سماعِ موتی کی، جن حضرات کے نزدیک ثابت ہے وہ تلقین بعد دفن کے قائل ہیں، جن کے نزدیک ثابت نہیں وہ قائل نہیں۔ سماعِ موتی کے متعلق صحابہ میں بھی اختلاف تھا اور بعد میں بھی اختلاف رہا۔ حنفیہ کے دونوں قسم کے قول موجود ہیں: قاضی خان، ظہیر الدین، صاحب الغیاث، صاحب الحقائق، صفار، یہ سب فقہاء حنفی ہیں، تلقین بعد دفن کے قائل ہیں۔ جو روایت آپ نے لکھی ہے اس سے اور اس قسم کی دوسری روایات سے استدلال کرتے ہیں، کما فی الشلبی حاشیۃ الزیلعی: ۱/۲۳۴ (۱) اور طریقِ تلقین کا وہی

---

(۱) "قوله: (يلقن لظاهر ما رويناه الخ) ونسب إلى أهل السنة والجماعة وخلافه إلى المعتزلة، كما قال قاضي خان: إن كان التلقين لاينفع لايضر أيضاً، فيجوز. قال في الحقائق: قال صاحب الغياث: سمعت أستاذي قاضي خان يحكي عن ظهير الدين المرغيناني أنه لقن بعض الأئمة بعد دفنه وأوصاني بتلقينه، فلقنته بعد ما دفن. ثم نقل صاحب مانقله أولاً عن قاضي خان وعزوه في المنظومة في باب الشافعي: ويحسن التلقين والتسميع. قال في الحقائق: ذكر الإمام الزاهد الصفار في التلخيص أن تلقين الميت مشروع؛ لأنه تعاد إليه روحه وعقله ويفهم مايلقن. قلت: ولفظ التسميع يخرج على هذا، وصورته أن يقول: يافلان بن فلان ..... وعلى قول المعتزلة لايفيد التلقين بعد الموت؛ لأن الإحياء عندهم مستحيل".

(حاشية الإمام الشيخ الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱/۲۳۴، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۱۰۴، ۱۰۵، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

ہے جو آپ نے نقل کیا ہے، کما فی مراقی الفلاح، ص: ۳۰۷ (۱)۔

تلقین میت سے خاص طور پر حنفیہ اور معتزلہ منکر ہیں مراقی الفلاح (۲) مجمع الأنہر (۳) در منتقی (۴) جوہرۃ نیرۃ (۵) تبیین الحقائق (۶) میں دونوں قول نقل کئے ہیں، فتاویٰ عالمگیری ۱/۱۵۷ میں عینی اور معراج الدرایہ سے عدم تلقین کو ظاہر الروایہ نقل کیا ہے (۷)۔ سب کا حاصل یہ ہے کہ خود تلقین نہ کرے، اگر کوئی دوسرا کرے تو اس کو منع نہ کرے، دو چار آدمیوں کی موجودگی میں بھی اجتناب معلوم نہیں ہوتا۔ حدیث

---

(۱) "(ويلقنه) بعد ما وضع (في القبر مشروع) لحقيقة قوله صلى الله عليه وسلم: "لقنوا موتاكم شهادة أن لا إله إلا الله". أخرجه الجماعة إلا البخاري، ونسب إلى أهل السنة والجماعة. (وقيل: لايلقن) في القبر ونسب إلى المعتزلة. (وقيل: لايؤمر به ولاينهى عنه)، وكيفيته أن يقال: يافلان بن فلان! اذكر دينك الذي كنت عليه في دار الدنيا شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله. ولاشك أن اللفظ "لايجوز" إخراجه عن حقيقته لايدل، فيجب تعيينه ...... الخ". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، ص: ۵۶۰، ۵۶۱، قديمي)

(۲) (راجع مراقي الفلاح، المصدر السابق)

(۳) "واختلفوا في تلقينه بعد الموت عند الوضع في القبر، قيل: يلقن؛ لأنه يعاد روحه وعقله ويفهم مايلقن، وبه قال الشافعي رحمه الله تعالى ...... وقيل: لايؤمر به ولاينهى. وقال أكثر الأئمة والمشايخ: لايجوز، الخ". (مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۱/۲۶۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۴) "ولايلقن بعد الموت، وإن فعل لاينهى عنه". (الدر المنتقى في شرح الملتقى على هامش مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱/۲۶۳، مكتبه غفاريه)

(۵) "وأما تلقين الميت في القبر، فمشروع عند أهل السنة؛ لأن الله تعالى يحييه في القبر وصورته ...... وقال بعضهم: لايلقنه، بل: أنه يلهمه الله حتى يجيب كما ألهم عيسى عليه السلام في المهد".

(الجوهرة النيرة على مختصر القدوري، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱/۱۲۳، مكتبه حقانيه ملتان)

(۶) "واختلفوا في تلقينه بعد الموت فقيل: يلقن لظاهر مارويناه، وقيل: لايلقن، وقيل: لايؤمر ولاينهى".

(تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱/۵۶۱، سعيد)

(۷) "وأما التلقين بعد الموت، فلايلقن عندنا في ظاهر الرواية، كذا في العيني شرح الهداية ومعراج الدراية" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الأول في المحتضر: ۱/۱۵۷، رشيديه)

www.ahlehaq.org

دہلوی بھی تلقین کے قائل ہیں، کذا فی شرح سفر السعادۃ، ص: ۱۵۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تلقین بعد الدفن اور کفن پر عہد نامہ لکھنا

سوال [۴۲۰۳]: بہار شریعت میں ہے ۱... "شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ میت کے منہ کے سامنے قبلہ کی جانب طاق کھود کر اس میں رکھیں، بلکہ درمختار میں کفن پر عہد نامہ کو جائز کہا ہے اور فرمایا ہے کہ اس سے مغفرت کی امید ہے"۔

۲... "قبر کا طواف تعظیمی منع ہے، اگر برکت کے لئے گرد پھرے تو حرج نہیں، مگر عوام منع کئے جاویں"۔

۳۔ "دفن کے کچھ دیر بعد مردہ کو تلقین کرنا مشروع ہے، بلسنت کے لئے" جو بہرہ۔ یہ جو اکثر کتابوں میں یہ اضافہ کیا ہے، ردالمحتار۔ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اس کو مٹی دے چکو تو تم میں ایک شخص قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر کہے: یافلاں بن فلانہ وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا، پھر کہے: یافلاں بن فلانہ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا، پھر کہے: یافلاں بن فلانہ، مردہ کہے گا: ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم کرے گا، مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہ ہوگی، پھر: "اذکر ما خرجت علیہ من الدنیا شہادۃ أن لا إلہ إلا اللہ وأن محمداً عبدہ ورسولہ، وأنک رضیت باللہ رباً، وبالإسلام دیناً، وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیاً، وبالقرآن إماماً"۔(۲) نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے: چلو ہم اس کے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے"۔

اس حدیث کو طبرانی کبیر میں اور ضیاء نے احکام میں اور دوسرے محدثین نے روایت کیا۔ بعض اجلۂ تابعین فرماتے ہیں کہ جب قبر پر مٹی برابر کر چکے اور لوگ واپس جاویں تو مستحب سمجھا جاتا ہے میت سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر یہ کہا جاوے: "فلان بن فلان قل: لا إلہ إلا اللہ" تین بار، پھر کہا جاوے: "ربی اللہ ودینی الإسلام ونبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... درمختار میں عہد نامہ لکھنے کو جائز کہا ہے، مگر کوئی دلیل شرعی جواب کے لئے پیش نہیں کی، شامی نے

---

(۱) (لم نظفر علیہ)

(۲) (رد المحتار، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في التلقين بعد الموت: ۲/۱۹۱، سعید)

www.ahlehaq.org

اس کو رد کیا ہے: "وقدمنا قبیل باب المیاہ عن الفتح أنه تکرہ کتابة القرآن وأسماء اللہ تعالیٰ علی الدراھم والمحاریب والجدران وما یفرش، وما ذاك إلا لاحترامه وخشیة وطئه ونحوہ مما فیه إھانة الخ" (۱)۔ اس کے بعد نقل کیا ہے: "إن من یکتب علی جبھة المیت بغیر مداد بالأصبع المسبحة: بسم اللہ الرحمن الرحیم، وعلی الصدر: لا إله إلا اللہ محمد رسول اللہ، وذلك بعد الغسل قبل التکفین، اھ" (۲)۔ قبر میں طاق بنا کر اسماء مع ادب رکھنے کی بھی گنجائش ہے۔

۲..... طواف قبر سے اگر چہ برکت ہی مقصود ہو، عوام وخواص سب کو منع کیا جائے گا، خواص کے لئے استثناء کہاں ہے: "ولا یطوف: أی یدور حوله (بقعة الشریفة)؛ لأن الطواف من مختصات الکعبة المنیفة فیحرم حول قبور الأنبیاء والأولیاء، ولا عبرة بما یفعله الجھلة ولو کانوا فی صورة المشایخ والأولیاء والعلماء، وھکذا فی البحر والنھر، اھ". شرح مناسك (۳)۔

۳..... دفن کے بعد تلقین فرع ہے مسئلہ سماع موتیٰ کی، اور اس میں ہمارے ائمہ ثلاثہ سے کوئی صحیح تصریح روایت منقول نہیں، جو حضرات سماع موتیٰ کے قائل ہیں وہ تلقین کے بھی قائل ہیں (۴)، چنانچہ تنویر میں ہے: "ولا یلقن بعد تلحیدہ، اھ" (۵)۔ درمختار میں ہے: "وإن فعل لا ینھیٰ عنه، اھ" (۶)۔ شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں فریقین کے دلائل بیان کئے ہیں (۷)۔ شامی کے کلام کا حاصل بھی یہی ہے کہ کسی جانب تشدد نہیں

---

(۱) (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، قبیل باب الشھید: ۲/۲۴۶، ۲۴۷، سعید)

(۲) (رد المحتار، راجع المصدر)

(۳) (إرشاد الساري إلی مناسك الملا علي القاري، باب زیارة سید المرسلین، فصل: ولیغتنم أیام مقامه بالمدینة المشرفة، ص: ۵۲۹، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۴) "وعندی أن مبنی ارتکاب ھذا المجاز عند أکثر مشایخنا ھو أن المیت لا یسمع عندھم علی ما صرحوا به فی کتاب الأیمان ..... الخ". (فتح القدیر، باب الجنائز: ۲/۱۰۴، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)

(۵) "ولا یلقن بعد تلحیدہ" (تنویر الأبصار متن الدر المختار، باب صلاة الجنازة: ۲/۱۹۱، سعید)

(۶) (الدر المختار شرح تنویر الأبصار، باب صلاة الجنازة: ۲/۱۹۱، سعید)

(۷) (فتح القدیر، باب الجنائز: ۲/۱۰۴، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

چاہئے(۱)۔ طریقہ تلقین ردالمحتار، شامی، فتح القدیر میں منقول ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

میت کے کان میں کچھ کہنا اور بوسہ دینا

سوال[۴۰۲۱]: زید انتقال کر گیا، اس کو قبر میں اتارتے وقت "بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ" نہیں پڑھا گیا اور قبر میں رکھ دینے کے بعد اس کے کان میں کوئی دعا پڑھا اور اس کو بوسہ دیا، تو یہ از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قبر میں رکھتے وقت "بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ" اگر نہیں پڑھا تو گناہ نہیں ہوا، ایک مستحب ترک ہوگیا(۳)، اس وقت کان میں کچھ کہنا ثابت نہیں۔ قبر میں رکھ کر بوسہ دینا بھی ثابت نہیں، نہ سنت و مستحب

---

(۱) "وقد أطال في الفتح في تأييد حمل موتاكم في الحديث على حقيقته مع التوفيق بين الأدلة على أن الميت يسمع الخ ... قلت: وما في ط عن الزيلعي من نسبته إليه، وإنما الذي فيه قيل: يلقن لظاهر ما رويناه، وقيل: لا، وقيل: لا يؤمر به ولا ينهى عنه. اهـ. وظاهر استدلاله للأول اختياره، فافهم". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في التلقين بعد الموت: ۲/۱۹۱، سعيد)

(۲) "ويكفي قوله: يا فلان، يا فلان بن فلان، اذكر ما كنت عليه، وقل: رضيت بالله رباً وبالإسلام ديناً وبمحمد نبياً". (الدر المختار، باب صلاة الجنازة: ۲/۱۹۱، سعيد)

(وكذا في رد المحتار تحته)

(وكذا في فتح القدير، باب الجنائز: ۲/۱۰۴، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۳) "(ومستحبه) ويسمى مندوباً وأدباً وفضيلة، وهو ما فعله النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مرة وتركه أخرى، وما أحبه السلف" (الدر المختار). "وحكمه الثواب على الفعل وعدم اللوم على الترك" (رد المحتار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة، مطلب لا فرق بين المندوب والمستحب الخ: ۱/۱۲۳، سعيد)

"وفي شرح الهداية: هو أي المستحب: ما فعله النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مرة وتركه أخرى، ولم يواظب عليه، وحكمه الثواب بفعله، وعدم اللوم على تركه". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، فصل من آداب الوضوء الخ، ص: ۴۴، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة، مستحبات الوضوء: ۱/۵۱، رشيديه)

کوترک کرنا اور غیر ثابت کو اختیار کرنا نہیں چاہئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، ۱۲/۱/۱۴۰۰ھ۔

میت کو لحد میں رکھ کر بانس وغیرہ رکھ کر مٹی ڈالی جائے

سوال [۴۲۰۰]: قبر میں نعش رکھ کر کبھی پوری مٹی بدن پر ڈال دیتے ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ بانس وغیرہ دینا مٹی ڈالنے کا واجب ہے یا مستحب ہے؟ بچوں میں عموماً ایسا ہی کیا جاتا ہے کہ بچوں کا صندوق لیے بغیر پوری مٹی ان پر ڈال دی جاتی ہے، وہ کچھ ضروری نہیں سمجھا جاتا ہے۔ اس کی ابتداء (ومنها خلقنٰکم الخ) پڑھ کر لوگ مٹی کو ٹوکری میں رکھ کر سر کی جانب سے رکھتے ہوئے پیر تک ختم کرتے ہیں، پھر تختہ اوپر رکھتے ہیں یا بغیر بانس کے مٹی ڈال دیتے ہیں، کیا شرعی طریقہ ہے؟ آیت مذکورہ یاد ہونے پر ضرور کوئی بھی دعا پڑھ کر مٹی دیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر تختہ رکھے میت کے اوپر مٹی ڈالنے کی اجازت نہیں، بچہ ہو یا بڑا، سب کیلئے یہی حکم ہے، لحد بنائیں پھر اس کو کچی اینٹ وغیرہ سے بند کریں، یا شق بنا کر تختہ یا بانس رکھیں تب مٹی ڈالیں (۲)۔ آیت

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمي)

"وإنها (أي البدعة) ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعيد)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "حرم الله مكة، فلم تحل لأحد قبلي، ولا تحل لأحد بعدي، أحلت لي ساعة من نهار، لا يختلى خلاها، ولا يعضد شجرها" فقال العباس رضي الله تعالى عنه: إلا الإذخر لصاغتنا وقبورنا، فقال: "إلا الإذخر". الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الإذخر والحشيش في القبر: ۱/۱۸۰، قديمي)

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "اللحد لنا، والشق لغيرنا" —

﴿ومنها نخرجكم﴾ کا پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود۔

قبر میں میت کا منہ دکھانا

سوال [۴۲۰۲]: قبر کے اندر یا قبر کے باہر قبرستان میں مردہ کا چہرہ دکھانا کیسا ہے؟ شرع میں اس کی کیا اصلیت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرع میں اس کی کوئی اصل نہیں، یہ اہتمام کہ بعض جگہ قبر میں رکھنے کے بعد کفن کھول کر چہرہ دکھایا جاتا ہے بے اصل ہے، شریعت میں اس کی کوئی تاکید نہیں (۲)، کفن کا بند لگا دینے کے بعد چہرہ کھولنا مناسب

= (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في قول النبي صلى الله عليه وسلم: اللحد لنا: ١/٢٠٣، سعيد)

"(ويحفر قبره) ... (ويلحد ولا يشق) إلا في أرض رخوة ... (ويسوى اللبن عليه والقصب لا الآجر) المطبوخ". (رد المحتار، باب الجنائز، مطلب في دفن الميت: ٢/٢٣٣، ٢٣٦، سعيد)

"(ويحفر القبر ويلحد) لحديث السنن مرفوعاً ... (ويسوى اللبن عليه والقصب) لأنه جعل على قبره عليه الصلاة والسلام اللبن وطن من قصب الخ". (البحر الرائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ٢/٣٣٨، ٣٣٩، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن الخ: ١/١٦٥، ١٦٦، رشيدية)

(١) "ويقول في الحثية الأولى: ﴿منها خلقناكم﴾ وفي الثانية ﴿وفيها نعيدكم﴾ وفي الثالثة ﴿ومنها نخرجكم تارةً أخرى﴾". (رد المحتار، باب الجنائز، مطلب في دفن الميت: ٢/٢٣٧، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن الخ: ١/١٦٦، رشيدية)

(٢) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد"". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ١/٣٧١، قديمي)

www.ahlehaq.org

زچہ اور بچہ دونوں مر گئے تو ساتھ دفن ہوں یا الگ الگ؟

سوال [۴۲۰۸]: ایک عورت کی عند الولادت موت ہوگئی، ساتھ ہی بچہ کا بھی انتقال ہوگیا، اب کیا اس عورت کو اور بچہ کو ایک قبر میں دفن کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کر سکتے ہیں تو بچہ خواہ زندہ ہو یا مردہ دونوں صورت میں جائز ہے؟ اور اگر نہیں کر سکتے ہیں تو کیوں؟ نیز اگر بچہ پیدا ہوا ہے تو اس کو ماں کے ساتھ دفن کریں گے یا نہیں؟ نیز مردہ بچہ کو اس کی ماں کے جنازہ کے ساتھ شریک کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو بچہ زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا اور اس کی ماں بھی مر گئی تو دونوں کے جنازہ کی نماز ایک ساتھ پڑھنا درست ہے (۱)، مگر دونوں کو الگ الگ دفن کرنا چاہیے، بچہ کو ماں کی قبر میں دفن نہ کیا جائے (۲)۔ اگر بچہ مردہ پیدا ہوا تھا تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی (۳)، دفن اس کو بھی الگ کیا جائے ماں کے ساتھ نہیں (۴)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/۹/۱۳۹۹ھ۔

— [illegible]: "عن نافع قال: بلغني أنه شهد سعد بن معاذ رضي الله تعالى عنه سبعون ألف ملك لم ينزلوا إلى الأرض" الحديث. (الطبقات الكبرى لابن سعد، طبقات البدريين من الأنصار، سعد بن معاذ رضي الله تعالى عنه: ۳/۴۳۰، دار صادر بيروت)

"عن ثوبان رضي الله تعالى عنه قال: خرجنا مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في جنازة فرأى ناساً ركباناً فقال: "ألا تستحيون إن ملائكة الله على أقدامهم وأنتم على ظهور الدواب". (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في كراهية الركوب خلف الجنازة: ۱/۲۰۲، سعيد)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى تحت هذا الحديث: "حديث ثوبان يدل على أن الملائكة تحضر الجنازة، والظاهر أن ذلك عام مع المسلمين بالرحمة ومع الكفار باللعن" الخ. (مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب المشي بالجنازة والصلاة عليها، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۱۶۶۷: ۴/۱۴۰، رشيدية)

(۲) "عن أبي مالك رضي الله تعالى عنه: أمر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم [illegible]
فوضع [illegible] عليهم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم [illegible]

وعاشرهم وصلى عليهم سبع صلوات حتى صلى على سبعين وفيهم حمزة رضي الله تعالى عنه في كل صلوة صلاها". (مراسيل أبي داود، في الصلوة على الشهداء، ص: ۱۸، سعيد)

"وإذا اجتمعت الجنائز فإفراد الصلوة أولى". (الدر المختار على تنوير الأبصار، باب الجنائز: ۲/۲۱۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الجنائز: ۲/۳۲۸، رشيدية)

"لو اجتمعت الجنائز يتخير الإمام إن شاء صلى على كل واحد على حدة، وإن شاء صلى على الكل دفعةً بالنية على الجميع". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس: ۱/۱۶۵، رشيدية)

(۲) "ولا يدفن اثنان في قبر واحد إلا لضرورة". (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، فصل في الدفن: ۲/۱۰۳، مصطفى البابي الحلبي، بمصر)

"ولا يدفن اثنان أو ثلاثة في قبر واحد إلخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في الدفن: ۱/۱۶۶، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في دفن الميت: ۲/۲۳۳، سعيد)

(۳) "عن جابر رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "الطفل لا يصلى عليه، ولا يرث، ولا يورث حتى يستهل"". (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في ترك الصلوة على الطفل: ۱/۲۰۰، سعيد)

(۴) قال في الصحيح: "ومن استهل صلى عليه، وإلا لا" وأفاد بقوله: "وإلا لا" أنه إذا لم يستهل لا يصلى عليه، ويلزم منه أن لا يغسل ولا يرث ولا يورث ولا يسمى الخ". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الجنائز: ۲/۳۳۰، رشيدية)

"ومن ولد فمات، يغسل ويصلى عليه إن استهل، وإلا غسل وسمي وأدرج في خرقة ودفن ولم يصل عليه". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الجنائز: ۲/۲۲۷، ۲۲۸، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الجنائز: ۱/۵۸۱، دار الكتب العلمية، بيروت)

www.ahlehaq.org

کیا گیا اس وقت کفن کے تین نمبر موجود تھے، انہوں نے فرمایا کہ آپ سے معلوم ہوتا ہے کہ قد میں بڑی ہے، اس لئے بیاڈی لائن میں قبر کھودی جائے، چنانچہ قبر کھودی گئی، صفائی ہو رہی تھی کہ سکریٹری صاحب نے پہونچ کر قبر کی صفائی سے روک دیا اور کہا کہ کسی حالت میں اس میں دفن نہیں ہونے دیں گے، پکائی لائن میں دوسری قبر کھودی جائے۔

اب میرے پاس کوئی چارہ کار نہیں تھا، گھر والوں کو خبر دیا، وہ سکریٹری صاحب کے پاس گئے اور عاجزی وانکساری سے کہا کہ جمعہ کا وقت ہو گیا، غسل کر کے جنازہ مسجد کو لے جانا ہے جو کچھ ہوا خواہ مخواہ ہوا، ہم لوگ بہت پریشان ہیں۔ اب دفن ہونے دیجئے۔ اس پر سکریٹری صاحب نے سخت الفاظ میں جواب دیا کہ میرا آرڈر ہے قبر بند کر دی جائے گی۔ بہرحال بعد نماز جمعہ جنازہ کی نماز ہوئی اور لاش قبرستان پہونچایا گیا، تو ایک شخص سکریٹری صاحب کا ہی قبر میں جا کھڑا ہوا اور کہا دفن نہیں ہونے دیں گے۔ تمام عوام اس پر ناراض ہو کر بضد ہو گئی کہ اسی قبر میں دفن ہو کر رہے گا اور اس شخص کو دھکے دے کر قبر سے نکالا، اس وقت سکریٹری صاحب بھی جذبات میں آ گئے اور دفن سے روکا تو چند سنجیدہ اشخاص نے سکریٹری صاحب کو پکڑ کر قبرستان سے باہر کر دیا۔ اب سکریٹری صاحب سے بہت اندیشہ ہے کہ کسی وقت کشت وخون نہ ہو، ان کا ہر وقت سوال رہتا ہے کہ میرا آرڈر ہے کیا میرا حکم قبول کیا جائے۔ ایسی صورت میں علماء دین کیا فتویٰ دیتے ہیں؟ تحریر فرمایا جائے۔

حبیب الرحمٰن شیوجی پورا [illegible]

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ پابندی کہ بیاڈی قبریں الگ لائن میں ہوں اور پکائی قبریں الگ لائن میں ہوں، کوئی شرعی حکم نہیں، اس پر اتنا زور دینا بھی غلط ہے(۱)، اگر قبروں کی خوشنمائی کیلئے یہ لائن بندی کی تجویز کی گئی ہے تب بھی اس کا قد

---

(۱) "من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، رقم الحديث: ۹۴۶: ۳/۳۱، رشيدية)

"الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع". (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۳، سهيل اكيدمي)

طول ہو، یہ کی قبر سابق قبروں کے مناسب ہے، گو گہری کم ہو(۱)۔ اس سب کے باوجود جب کہ سیکریٹری صاحب سے معذرت کی گئی اور عاجزی کے ساتھ کہا گیا کہ جمعہ کا وقت ہو گیا ہے، سہو ہو گیا ہے، اس وقت سب پریشان ہیں، قبر تیار ہو گئی، دفن ہونے دیجئے، بات کو نہیں بڑھانا چاہئے، آئندہ احتیاط کی جائے گی، تاہم سیکریٹری صاحب کو بھی بلند اخلاق سے پیش آنے اور درگذر کرنے کی ضرورت تھی، موجودہ صورت میں ان کی ضد ہرگز مناسب نہیں، ان کو چاہئے کہ وہ بات ختم کردیں اور معافی دیدیں(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۴/۱۴ھ۔

اپنی زندگی میں اپنی قبر کھدوانا، یا پکی بنوانا اور اس میں دفن کرنے کی وصیت کرنا

سوال [۴۲۱۱]: ۱.... اپنی زندگی میں اپنی قبر کھدوا لینا یا پکی بنوا لینا کیسا ہے؟

۲.... والد صاحب نے اپنی ضد پر پکی قبر بنوائی، بعد وفات ہم لوگ قبرستان میں دفن کریں اور پکی قبر کو مسمار کردیں تو کیا حکم ہے؟

۳.... ہماری سوتیلی ماں کو بھی وصیت کردی ہے کہ ہمارے جنازہ کو اس پکی قبر میں دفن کرانا، ورنہ ہم قیامت میں دامن گیر ہوں گے۔

---

(۱) "(وحفر قبره) في غير دار (مقدار نصف قامة) فإن زاد فحسن الخ". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، ۲/۲۳۳، ۲۳۴، سعيد)

"وروى الحسن بن زياد عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى: طول القبر على قدر طول الإنسان، وعرضه قدر نصف قامته، كذا في المضمرات". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن والنقل الخ، ۱/۱۶۶، رشيدية)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في الجنائز، السادس في الدفن، ص: ۵۹۴، سهيل اكيدمي، لاهور)

(۲) قال الله تعالى: ﴿لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة﴾ (سورة الأحزاب: ۲۱)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إنما بعثت لأتمم صالح الأخلاق". (مسند أحمد، مسند أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، رقم الحديث: ۸۹۳۹، ۳/۸۰، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

۳..... اگر ہم لوگ والد کی میت کو قبرستان لے جائیں اور ہماری سوتیلی والدہ والد کے حکم کے مطابق ضد کرکے میت کو پکی قبر میں دفن کرائیں تب ہم لوگوں کو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اپنی زندگی میں قبر کھدوالینا درست ہے (۱) مگر پکی قبر کی اجازت نہیں (۲)، نیز قبرستان میں آبادی سے الگ مردہ کو دفن کرنا چاہئے (۳)۔

---

(۱) "ومن حفر قبراً لنفسه، فلا بأس به، ويؤجر عليه، كذا في التاتارخانية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في الدفن الخ: ۱/۱۶۶، رشيديه)

"ومن حفر قبراً لنفسه قبل موته، فلا بأس به، ويؤجر عليه، هكذا عمل عمر بن عبد العزيز والربيع بن خثيم وغيرهم". (التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز، نوع آخر من هذا الفصل في القبر والدفن: ۲/۱۷۲، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل: الجنائز، الثامن في المتفرقات، ص: ۶۰۱، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: نهى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن تجصص القبور، وأن يكتب عليها، وأن يبنى عليها، وأن توطأ". قال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في كراهية تجصيص القبور والكتابة عليها: ۱/۲۰۳، سعيد)

"(ولا يجصص) للنهي عنه، (ولا يطين، ولا يرفع عليه بناء) الخ". (الدر المختار، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۳۷، سعيد)

"ويسنم القبر قدر الشبر، ولا يربع ولا يجصص الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر الخ: ۱/۱۶۶، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، الجنائز، فصل في سنة الدفن: ۲/۶۵، رشيديه)

(۳) "(ولا ينبغي أن يدفن) الميت (في الدار ولو) كان (صغيراً) لاختصاص هذه السنة بالأنبياء". (الدر المختار). "(قوله: في الدار)......بل ينقل إلى مقابر المسلمين، ومقتضاه أنه لا يدفن في مدفن خاص كما يفعله من يبني مدرسة ونحوها، ويبني له بقربها مدفناً الخ". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في دفن الميت: ۲/۲۳۵، سعيد)

۲… پکی قبر میں دفن نہ کریں، اس کو مسمار کردیں اور قبرستان میں کسی قبر میں دفن کریں(۱)۔

۳… وہ بھی اس وصیت پر عمل نہ کریں، اس کی وجہ سے قیامت میں ان کا کچھ نہیں بگڑے گا(۲)۔

۴… آپ نمبر:۲ کے موافق عمل کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۸۸ھ۔

اپنے لئے قبر کھود کر اس میں ذکر کرنا

سوال[۴۲۱۴]: اپنے لئے قبر کھود کر رکھنا اور صبح وشام قبر کے اندر جاکر ذکر وغیرہ کرنا کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنی مملوکہ زمین میں اپنے لئے قبر کھودنا بھی درست ہے(۳)۔ اگر موت کی اہمیت اور قبر کے حالات

= "ولا يدفن صغير ولا كبير في البيت الذي كان فيه، فإن ذلك خاص بالأنبياء، بل ينقل إلى مقابر المسلمين". (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، فصل في الدفن: ۲/۱۴۱، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في الجنائز، الثامن في المتفرقات، ص: ۶۰۷، سهيل اكيدمي، لاهور)

(۱) (راجع، ص: ۸۶، رقم الحاشية: ۲)

(۲) "وكذا الوصية بأن يكفن في ثوب كذا، أو يدفن في موضع كذا، الخ". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب: تعظيم أولي الأمر واجب: ۲/۲۴۰، سعيد)

"ولو أوصى بأن يحمل بعد موته إلى موضع كذا، ويدفن هناك ... ووصيته بالحمل باطلة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الألفاظ التي تكون وصية والتي لاتكون، الخ: ۶/۹۵، رشيدية)

(۳) "ومن حفر قبراً لنفسه، فلابأس به، ويؤجر عليه. كذا في التاتارخانية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس، الخ: ۱/۱۶۶، رشيدية) =

www.ahlehaq.org

کے استغفار کے لئے وہاں جاکر ذکر و تلاوت بھی کرلیا کرتے ہیں کہ وہاں نورِ قبر ہو جائے تب بھی مضائقہ نہیں (۱) مگر اس کو حکمِ شرعی تصور کرتے ہوئے لازم سمجھنا غلط ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۹۲ھ۔

دور اور نزدیک دفن کرنے میں فرق

سوال [۴۲۱۳]: اپنے رشتہ داروں کی قبروں کے قریب دفن کرنے اور دور دوسری کسی اجنبی قبرستان میں دفن کرنے میں کوئی کسی قسم کا فرق پڑتا ہے؟

= "ومن حفر قبراً لنفسه قبل موته، فلا بأس به، ويؤجر عليه، هكذا عمل عمر بن عبد العزيز والربيع بن خثيم وغيرهم". (التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني والثلاثون: الجنائز، ۲/۱۷۲، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في الجنائز، الثامن في المتفرقات، ص: ۶۰۷، سهيل اكيدمي، لاهور)

(۱) "وبزيارة القبور ولو للنساء لحديث: "كنت نهيتكم عن زيارة القبور، ألا فزوروها" ويقرأ يس، وفي الحديث: "من قرأ الإخلاص أحد عشر مرة، ثم وهب أجرها للأموات، أعطي من الأجر بعدد الأموات"". (الدر المختار)

"(قوله وبزيارة القبور): أي لا بأس بها، بل تندب، كما في البحر عن المجتبى ... ويقرأ من القرآن ما تيسر له من الفاتحة وأول البقرة إلى المفلحون وآية الكرسي وآمن الرسول، وسورة يس وتبارك الملك وسورة التكاثر والإخلاص اثني عشر مرة الخ". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في زيارة القبور: ۲/۲۴۲، ۲۴۳، سعيد)

(۲) "من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، رقم الحديث: ۹۴۶، ۳/۲۶، رشيدية)

"الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع". (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيدمي، لاهور)

غیر کی زمین میں میت کو دفن کرنا

سوال[۴۲۱۵]: بلا اجازت زبردستی دوشخص میت کو کسی دوسرے کی زمین پر دفن کر دیا گیا تو ازروئے شریعت مطہرہ کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا اجازتِ مالک اس کی زمین میں میت دفن کرنا جائز نہیں، گناہ ہے۔ مالک کو حق ہے کہ دفن کرنے والوں سے کہے کہ اپنی میت کو یہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کر دو، ورنہ ہم یہاں ہل چلا کر قبر کو برابر کر دیں گے اور زمین میں کھیتی کر دیں گے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۲/۸۹ھ۔

کسی کی زمین میں اپنی میت کو دفن کرنا

سوال[۴۲۱۶]: کریم اللہ خان صاحب کا ایک پرائیوٹ ذاتی خاندانی ملکیت کا قبرستان ہے، اس قبرستان میں صرف ان کے ہی خاندان کے مردے دفن ہوتے رہے ہیں، لیکن کسی ہمدردی سے زید کو اس شرط پر

= میں دفن کرنا درست ہے۔ "(ويحكم بإسلامه) ومشروط أيضاً أن يصلي في الوقت (مع جماعة) مؤتماً متمماً الخ" (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۵۳، سعيد)

"وإن قال: أنا مسلم على دين الحق، لم يكن مسلماً، فإن لم يصل حتى صلى بجماعة كان مسلماً الخ". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الرابع في المرتد ومايصير الكافر به مسلماً: ۶/۳۱۲، رشيدية)

(۱) "قال رحمه الله تعالى: (إلا أن تكون الأرض مغصوبة) فيخرج لحق صاحبها إن شاء، وإن شاء سواه مع الأرض وانتفع به زراعة أو غيرها" (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱/۵۸۸، دار الكتب العلمية بيروت)

"(ولا يخرج منه) بعد إهالة التراب (إلا) لحق آدمي (كأن تكون الأرض مغصوبة أو أخذت بشفعة) ويخير المالك بين إخراجه ومساواته بالأرض، كما جاز زرعه والبناء عليه إذا بلي وصار تراباً، زيلعي". (الدر المختار، باب الجنائز: ۲/۲۳۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۴۱، رشيدية)

www.ahlehaq.org

اپنے مردے دفن کرنے کی اجازت دیدی تھی کہ وہ بغیر اجازت منتظم ومتولی اپنے مردے دفن نہ کرے۔ اب جگہ کم ہونے کی وجہ سے موجودہ منتظم ومتولی قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے، ایسی صورت میں بلا اجازت جبراً غیر ملکیت زید کے ورثاء کو مردے دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور مردے اور ان کے ورثاء پر کوئی مواخذہ یا عذاب تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر قبرستان مملوک ہے، وقف عام نہیں تو کسی کو اپنا مردہ بغیر اجازت مالک وہاں دفن کرنا درست نہیں، اگر زید کے ورثاء بلا اجازت مالک وہاں دفن کریں گے تو ناجائز فعل کے مرتکب ہوں گے، مالک کو اختیار ہوگا کہ اپنی زمین کو خالی کرنے کا مطالبہ کرے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۱۸ھ۔

بلا اجازت مالک اس کی زمین میں دفن کرنا

سوال [۴۲۱۷]: زید کے مرجانے کے بعد ورثاء یا مریدین نے بکر (مالک) وسرکاری زمین میں بغیر بکر اور سرکار سے اجازت لئے ہوئے زید کو دفن کردیا، چند ماہ بعد جب بکر یا آپ زمین یا سرکار کو معلوم ہوا کہ بغیر سرکاری اجازت کے زید کی نعش کو دفن کردیا گیا ہے اور پختہ قبر وگنبد بھی زید کا بنادیا گیا ہے تو کیا بکر وسرکار کو قانونی حق حاصل ہے کہ زید کو اپنی زمین میں جہاں دفن ہے قبر کھود کر اس کو نکال دے اور اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا اور عام مسلمان اس نعش کو کسی قبرستان میں دفن کردیں، یا بعد دفن کرنے کے چند ماہ بعد بکر وسرکار کو حق حاصل ہے کہ زید کی لاش قبر سے جو اس کی مملوکہ زمین میں ہے نکال دے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں مالک زمین کو اختیار حاصل ہے کہ نعش کو باہر نکال دے، یا قبر کو زمین کے برابر کردے، اگر نعش کو باہر نکال دیا تو عام مسلمانوں کو چاہیے کہ زید کی مملوکہ زمین، یا عام موقوفہ قبرستان میں دفن

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "غیر کی زمین میں میت کو دفن کرنا")

۲..... چک بندی گاؤں والوں نے قبرستان کے لئے زمین علیحدہ کردی، دو چار میت اس جگہ دفن بھی ہوگئیں، باقی ابھی خالی پڑی ہے۔ تو اس کی آمدنی مسجد مدرسہ میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... چمار کی زمین میں بلا اجازت وبلا مرضی میت دفن کرنا ظلم اور غصب ہے، جبکہ وہ زمین مولیٰ بخش کی ملک میں آگئی ہے تو اس کو اختیار ہے کہ جن لوگوں نے اپنی اپنی میت کو دفن کیا ہے وہ ان سے کہہ دے کہ یہاں سے اپنے میت کو نکال کر دوسری جگہ دفن کردو، ورنہ میں یہاں کھیتی کروں گا، پھر اس کو کھیتی کرنا مکان بنانا سب درست ہے:

" ولا يخرج منه بعد إهالة التراب إلا لحق آدمي بأن تكون الأرض مغصوبةً أو أخذه بشفعة، ويخير المالك بين إخراجه ومساواته بالأرض، كما جاز زرعه. والبناء عليها إذا بلى وصار تراباً"۔ زیلعی(۱) ودرمختار: ۱/۸۳۹(۲)۔

۲..... گاؤں والوں نے جو زمین قبرستان کے لئے وقف کرائی وہ قبرستان کی ہوگئی، اس کی آمدنی کو اسی قبرستان کی حفاظت اور ضروریات وغیرہ میں (مثلاً چہار دیواری کرادیں) صرف کیا جائے اور دیگر مصارف میں صرف نہ کریں: "قولهم: شرط الواقف كنص الشارع "المعنى للمفهوم والدلالة". كذا في الدر المختار على هامش رد المحتار: ۳/۴۷۵"(۳)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۸۹ھ۔

---

(۱) "قال رحمه الله تعالى: (إلا أن تكون الأرض مغصوبة) فيخرج لحق صاحبها إن شاء، وإن شاء سوّاه مع الأرض وانتفع به زرعه أو غيرها". (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱/۵۸۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (الدر المختار، باب الجنائز: ۲/۲۳۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۴۱، رشيديه)

(۳) (رد المحتار، كتاب الوقف: ۴/۴۳۳، سعيد)

"أجمعت الأمة أن من شروط الواقفين ما هو صحيح معتبر يعمل به". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/۳۱۱، رشيديه)

دفنِ میت سے روکنا

سوال[۴۲۱۹]: ایک شخص جو کہ حاجی بھی ہو اور اپنے آپ کو باشرع ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہو اور اپنے آپ کو سید بھی کہتا ہو، وہ اگر کسی ایک مسلمان کی میت کو دفن ہونے سے عملاً روکنے کی کوشش کرے اور دوسرے مسلمانوں کو اس میں شریک ہونے سے روکے اور ان کو خدا ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کو ان کے بچوں کی قسمیں دلا کر میت میں شریک ہونے سے خود اس نے اور اس کے سب گھر والوں نے روکا، اگر میت کی قبر کھودنے والوں کو بھی روکا اور ان کو ڈرایا دھمکایا یا پولیس تھانہ جا کر میت کے وارثوں پر جھوٹا الزام لگایا کہ اس کو زہر دے کر مارا گیا ہے۔ تو علمائے دین ایسے شخص (سید الحاج محمد شفیق) اور ان کے گھر والوں پر کیا حکم شرع عائد کرتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ کس وجہ سے حاجی صاحب مذکور نے ایسا کیا، اس خاص میت میں کیا بات تھی، موت تو اور لوگوں کو بھی آتی ہے، کیا ہر کسی کی میت میں لوگوں کو شریک نہیں ہونے دیتے اور دفن کرنے سے روکتے ہیں؟ اگر ایسا ہی ہے تو جس جس میت کو دفن نہ ہونے دیا اور لوگوں کو شرکت سے روکا اس وقت ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا، غرض جب تک بات صاف نہ ہو اس کا حکم کیا لکھا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۸/۱۰ ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۸/۱۰ ھ۔

---

(۱) "كان أبو حنيفة رحمه الله تعالى ربما لايجيب عن مسئلة سئل، وقال: لأن يحظى الرجل عن فهم حزه من أن يصيب بغير فهمه". (تنقيح الفتاوى الحامدية، كان أبو حنيفة رحمه الله تعالى ربما لايجيب الخ: ۲/ ۳۰۰، مكتبه ميمنه مصر)

"الرابعة: من آداب المفتي ليتأمل الرقعة تأملاً شافياً وآخرها آكد ... وإذا وجد كلمة مشتبهة سأل المستفتي عنها ونقطها وشكلها، وكذا إن وجد لحناً فاحشاً أو خطأ يحيل المعنى أصلحه الخ". (شرح المهذب للنووي الملحق بشرح عقود رسم المفتي، فصل في آداب الفتوى، ص: ۱۴۰، مير محمد كتب خانه)

لاش دو سال بعد دفن کرنا

سوال [۴۲۲۰]: دو سال بعد لاش کو اسلامی طریقہ پر دفن کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتنی تاخیر کی اجازت نہیں (۱)، اگر غلطی سے اتنی تاخیر کردی گئی تب بھی اسلامی طریقہ پر دفن کریں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۵ھ۔

پرانی قبر میں سر ملا تو اس کا کیا کیا جائے؟

الاستفتاء [۴۲۲۱]: تالاب کھودتے کھودتے چار ہاتھ کھودنے کے بعد انسان کا سر ملا، معلوم

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه يبلغ به صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "أسرعوا بالجنازة، فإن تك خيراً تقدموها إليه، وإن تك شراً تضعوها عن رقابكم". (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ماجاء في الإسراع بالجنازة: ۱/۱۹۶، سعيد)

"ويندب دفنه في جهة موته وتعجيله الخ". (الدر المختار). "(قوله: وتعجيله) أي تعجيل جهازه عقب تحقق موته، ولذا كره تأخير صلاته ودفنه ليصلي عليه جمع عظيم بعد صلاة الجمعة". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۳۹، سعيد)

"قال رحمه الله تعالى: (ويعجل به بلا خبب) أي يسرع بالميت وقت المشي بلا خبب، وحده أن يسرع به بحيث لا يضطرب الميت على الجنازة الخ". (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱/۵۸۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۳۱، رشيديه)

(۲) "میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے، اگر کوئی دفن نہ کرے تو سارے مسلمان گنہگار ہوں گے"

"دفن الميت فرض على الكفاية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في الدفن: ۱/۱۶۵، رشيديه)

"(والصلاة عليه) صفتها (فرض كفاية) (كدفنه وغسله وتجهيزه، فإنها فرض كفاية". (الدر المختار، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۰۷، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل: والكلام في الدفن الخ: ۲/۶۰، رشيديه)

میت کے ساتھ قرآن پاک دفن کرنا

سوال[۴۴۴۴]: خورجہ میں ایک عورت کا انتقال ہوگیا تو اس کی قبر میں قرآن پاک دفن کیا ہے جبکہ مولانا صاحب بھی موجود تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی عورت کے انتقال پر قرآن پاک اس کے ساتھ دفن کرنا شرعی حکم نہیں، غلط طریقہ ہے، اگر اس کے اوپر رکھدیا ہے تو جسم کے پھٹنے سے بے ادبی بھی ہوگی جس کی ہرگز اجازت نہیں(۱)۔ اگر کوئی عالم ایسے وقت میں موجود ہو تو اس کو نکیر کرنا چاہیے، کسی مصلحت سے وہ نکیر نہ کرے تو یہ جواز کا فتویٰ نہیں ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۲/۱۰/۹۲ھ۔

= حرمة إذا وجدت في قبورهم كحرمة عظام المسلمين حتى لا تكسر الخ" (البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۴۱، ۳۴۲، رشیدیه)

"عن عبد الرحمن بن كعب أن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما أخبره أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يجمع بين الرجلين من قتلى أحد". (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب دفن الرجلين أو الثلاثة في قبر واحد: ۱/۱۷۹، قدیمی)

(۱) "وقد أفتى ابن الصلاح بأنه لا يجوز أن يكتب على الكفن يس والكهف ونحوهما خوفاً من صديد الميت ...... عن الفتح: أنه تكره كتابة القرآن وأسماء الله على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرش، وما ذاك إلا لاحترامه وخشية وطئه ونحوه مما فيه إهانة، فالمنع هنا بالأولى مالم يثبت عن المجتهد أو ينقل فيه حديث ثابت". (رد المحتار، باب الجنائز، مطلب فيما يكتب على كفن الخ: ۲/۲۴۶، سعيد)

"الاستفسار: قد تعارف في بلادنا أنهم يلقون على قبر الصلحاء ثوباً مكتوباً فيه سورة الإخلاص هل فيه بأس؟ الاستبشار: هو استهانة بالقرآن، لأن هذا الثوب إنما يلقى تعظيماً للميت، ويصير هذا الثوب مستعملاً مبتذلاً، وابتذال كتاب الله من أسباب عذاب الله". (فتاوى اللكنوي المسماة نفع المفتي والسائل بجمع متفرقات المسائل، ما يتعلق بتعظيم اسم الله واسم حبيب الله الخ، ص: ۴۰۳، دار ابن حزم، بیروت)

(۲) "ولا يغتر في المشايخ أنهم فعلوا مثل ما يفعل أهل زماننا من أهل الفسق والذين لا علم لهم بأحكام =

قرآن کریم کے اوراق کو قبر میں رکھنا

سوال[۴۲۲۴]: ایک شخص نے قرآن کے بوسیدہ اوراق مختلف جگہوں سے گرے پڑے اٹھائے اور انہیں پاک وصاف کرکے رکھ دیا۔ اب وہ وصیت کرنا چاہتے ہیں کہ میرے پاس میری قبر میں کسی جگہ رکھ دئے جائیں، یہ وصیت اس کی پوری کرنا درست ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

قبر میں طاق بنا کر پاک وصاف کپڑے میں رکھ دئے جائیں کہ ان پر مٹی نہ گرے، نہ میت کے بدن کے ساتھ متصل ہوں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۶/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۲۶/۳/۹۲ھ۔

مسجد کی بوسیدہ چٹائی قبر میں رکھنا

سوال[۴۲۲۵]: یہاں پر عام دستور ہے کہ مسجد کی بوسیدہ چٹائی قبر میں ڈال دیتے ہیں اور پھر اس کے عوض میں نئی چٹائی خرید کر رکھ جاتے ہیں۔ کیا یہ دستور جائز ہے یا نہیں؟

= الشرع، وإنما يتمسك بأمثال أهل الدين". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء واللهو الخ: ۳۵۲/۵، رشيدية)

(۱) قبر میں سے الگ جگہ پر طاق بنا کر رکھنے میں میت کے بدن سے متصل نہیں ہوتے، اسی وجہ سے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے قبر میں الگ جگہ پر قرآن کریم کے مقدس اوراق کو دفن کرنے کی اجازت دی ہے۔ "المصحف إذا صار بحال لا يقرأ فيه، يدفن كالمسلم". (الدر المختار) "(قوله: كالمسلم) فإنه مكرم، وإذا مات وعدم نفعه، وكذلك المصحف، فليس في دفنه إهانة له، بل ذلك إكرام خوفاً من الامتهان". (رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب: يطلق الدعاء على ما يشمل الثناء: ۱۷۷/۱، سعيد)

"المصحف إذا صار خلقاً لا يقرأ منه، ويخاف أن يضيع، يجعل في خرقة طاهرة ويدفن، ودفنه أولى من وضعه موضعاً يخاف أن يقع عليه النجاسة أو نحو ذلك، ويلحد له؛ لأنه لو شق ودفن يحتاج إلى إهالة التراب عليه، وفي ذلك نوع تحقير، إلا إذا جعل فوقه سقف بحيث لا يصل التراب إليه، فهو حسن". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ: ۳۱۹/۵، رشيدية)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً ومصلیاً:

قبر میں میت کے نیچے چٹائی بچھانا مکروہ ہے، کذا فی الطحطاوی (۱)، مسجد میں اگر کسی نے چٹائی لاکر بچھادی اور اب وہ بوسیدہ ہوگئی اور مسجد میں استعمال کے قابل نہ رہی تو بچھانے والے اصل مالک کو اختیار ہے کہ جو چاہے کرے، کذا فی الفتاوی الہندیہ (۲) اگر مسجد کے پیسے سے خریدی گئی تو اس کو مسجد کے کسی کام میں لائیں یا فروخت کرکے پیسہ مسجد میں خرچ کردیں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۵/۸۹ھ۔

میت کے دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا

سوال [۴۲۲۶]: یہاں رواج ہے کہ مردے کو دفن کرنے کے بعد مٹی ڈالنے کے بعد اس کے اوپر لوٹے سے تین مرتبہ پانی ڈالتے ہیں مثل تین لکیر کے، سر سے پاؤں تک ڈالتے ہیں اور کچھ آیات پڑھتے ہیں۔ اس کی اصل کہاں تک ہے؟ اس کو ضروری کہنا کیسا ہے؟

---

(۱) "ویکرہ إلقاء الحصیر في القبر". (حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، أحکام الجنائز، فصل في دفنها الخ، ص: ۶۱۰، قدیمی)

"وأما الحصیر المتخذ من البردي، فالقاؤه في القبر مکروه". (التاتارخانیة، کتاب الصلاة، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز، نوع آخر من هذا الفصل في القبر والدفن: ۲/۱۶۸، إدارة القرآن، کراچي)

(وکذا في البحر الرائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۴۱، رشیدیه)

(۲) "وذکر أبو اللیث في نوازله: حصیر المسجد إذا صار خلقاً واستغنی أهل المسجد عنه، وقد طرحه إنسان إن کان الطارح حیاً فهو له، وإن کان میتاً ولم یدع له وارثاً أرجو أن لا بأس بأن یدفع أهل المسجد إلی فقیر أو ینتفعوا به في شراء حصیر آخر للمسجد، والمختار أنه لا یجوز لهم أن یفعلوا ذلک بغیر أمر القاضي". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الوقف، الباب الحادي عشر في المسجد، الفصل الأول فیما یصیر به مسجداً وفي أحکامه الخ: ۲/۴۵۸، رشیدیه)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الوقف، فصل من بنی مسجداً الخ: ۵/۴۲۳، رشیدیه)

(وکذا في فتاوی قاضي خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً الخ: ۳/۲۹۴، رشیدیه)

(۳) (راجع الحاشیة المتقدمة)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً ومصلیاً:

دفن کرنے کے بعد قبر پر کچھ پانی ڈال دینا تاکہ مٹی منتشر نہ ہو جائے مستحب ہے: "لا بأس برش الماء عليه، بل ينبغي أن يندب؛ لأنه صلى الله تعالى عليه وسلم فعله بقبر سعد رضي الله تعالى عنه كما رواه ابن ماجة، وبقبر ولده إبراهيم كما رواه أبو داود في مراسيله، وأمر به في قبر عثمان بن مظعون رضي الله تعالى عنه كما رواه البزار" الخ. شامی: ۲/۲۳۷، سعید(۱)۔

دفن کے بعد سر کی جانب سورۂ بقرہ کا اول اور پیر کی جانب اس کا آخر پڑھنا بھی حدیث شریف سے ثابت ہے جیسا کہ مشکوۃ شریف میں ہے(۲)۔ اگر یہ بھی مستحب ہے، فرض کی طرح التزام بے اصل ہے(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۸۹ھ۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۳۷، سعید)

"وعن عبد الله بن محمد بن علي بن عمر عن أبيه رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رش على قبر ابنه إبراهيم رضي الله تعالى عنه" (مراسيل أبي داود، ما جاء في الحفار، في الدفن: ص۲۰، سعيد)

"ولا بأس برش الماء عليه: أي القبر" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن الخ: ۱/۱۶۶، رشيدية)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، الجنائز، فصل في سنة الدفن: ۲/۵۳، رشيدية)

(۲) "عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: سمعت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "إذا مات أحدكم فلا تحبسوه، وأسرعوا به إلى قبره، وليقرأ عند رأسه فاتحة البقرة وعند رجليه بخاتمة البقرة" الخ. (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب دفن الميت: ۱/۱۴۹، قديمي)

"وكان ابن عمر رضي الله تعالى عنهما يستحب أن يقرأ على القبر بعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها ..... فقد ثبت أنه عليه الصلاة والسلام قرأ أول سورة البقرة عند رأس الميت وآخرها عند رجليه" (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۴۳، سعيد)

(۳) "من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر" (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، رقم الحديث: ۹۴۶: ۳/۳۱، رشيدية)

"الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع" (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيدمي لاهور)

www.ahlehaq.org

دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا، پھول پتی ڈالنا

سوال [۴۴۲۲]: میت کی قبر کی سوار کرکے قبر پر پانی چھڑکنا اور پھول پتی ڈالنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پانی چھڑکنا مستحب ہے، کہ قبر کی مٹی جم جائے منتشر نہ ہو(۱)، پھول ڈالنا ثابت نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۲/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/۹۳ھ۔

قبر میں خوشبو چھڑکنا

سوال [۴۴۲۳]: قبر کے اندر کیوڑہ، گلاب وغیرہ خوشبو کا بوقت دفن چھڑکنا کیسا ہے، شرع میں اس کی کیا اصلیت ہے؟

---

(۱) "عن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علي عن أبيه رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رش على قبر ابنه إبراهيم رضي الله تعالى عنه". (مراسيل أبي داؤد مع سنته، في الجنائز على الثقل، ص: ۱۸، سعيد)

"(ولا بأس برش الماء عليه) حفظاً لترابه عن الاندراس". (الدر المختار). "(قوله: ولا بأس برش الماء عليه) بل ينبغي أن يندب، لأنه صلى الله تعالى عليه وسلم فعله بقبر سعد، كما رواه ابن ماجة وبقبر ولده إبراهيم كما رواه أبو داؤد في مراسيله. وأمر به في قبر عثمان بن مظعون رضي الله تعالى عنه، كما رواه البزار الخ". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۳۷، سعيد)

"ولا بأس برش الماء عليه: أي القبر". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في الدفن الخ: ۱/۱۶۶، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، الجنائز، فصل في سنة الدفن: ۲/۶۵، رشيديه)

(۲) "وقال العيني رحمه الله تعالى: إن إلقاء الرياحين ليس بشيء الخ". (فيض الباري، كتاب الجنائز، فصل الجريد على القبر: ۲/۴۸۹، خضر راه بک ڈپو دیوبند)

"وكذلك ما يفعله أكثر الناس من وضع ما فيه رطوبة من الرياحين والبقول ونحوهما على القبور ليس بشيء الخ". (عمدة القاري، كتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله، بيان استنباط الأحكام: ۳/۱۲۱، مطبعة منيريه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ویوضع الحنوط فی القبر؛ لأنه علیه الصلوة والسلام فعل ذلک بابنه إبراهیم، حموی عن الروضة". فتح المعین: ۳۴۶/۱(۱)۔ خوشبو قبر میں ڈالنا ثابت ہے، البتہ قبر میں میت کو رکھ کر میت پر عرق گلاب چھڑکنا بدعت ہے، طحطاوی شرح مراقی الفلاح، ص: ۳۳۳(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

حفاظت کے لئے قبر پر کانٹے رکھنا

سوال [۴۲۲۰]: قبر کو جانوروں کے کھودنے اور کھا جانے کے ڈر سے قبر پر کانٹے دار کٹی ڈالنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کانٹے حفاظت کے لئے اوپر رکھ دیئے جائیں تو مضائقہ نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۹۳ھ۔

---

(۱) (فتح المعين على شرح الكنز لملا مسكين للعلامة محمد أبي السعود المصري، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۳۴۶/۱، سعيد)

(۲) "وذكر ابن الحاج في المدخل: أنه ينبغي أن يجتنب ما أحدثه بعضهم من أنهم يأتون بماء الورد، فيجعلونه على الميت في قبره، فإن ذلك لم يرو عن السلف رضي الله تعالى عنهم، فهو بدعة، قال: يكفيه من الطيب ما عمل له وهو في البيت، فنحن متبعون لا مبتدعون، فحيث وقف سلفنا وقفنا". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، أحكام الجنائز، فصل في حملها ودفنها، ص: ۶۰۸، قديمي)

(۳) "وقد اعتاد أهل مصر وضع الأحجار حفظاً للقبور عن الاندراس والنبش، ولا بأس به". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، أحكام الجنائز، فصل في حملها ودفنها الخ، ص: ۶۱۱، قديمي)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۳۸۲/۱، دار الفكر، بيروت)

www.ahlehaq.org

قبر میں بیری کی ٹہنی ڈالنا

سوال [۴۰۲۰]: تختہ لگانے کے بعد قبر میں بیری کی ٹہنی ڈالنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فقہ کی کتب میں اس کو نہیں دیکھا، اگر یہ چیز ثابت ہوتی تو فقہاء ضرور لکھتے، فتاویٰ رشیدیہ میں اس کو روافض کا شعار لکھا ہے(۱)، لہذا اس سے بچنا چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

قبر میں بیری کی شاخ

سوال [۴۰۲۱]: عموماً لوگ میت کے دفن کے وقت بیری کی لکڑی رکھ دیتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ مشہور ہے کہ فرشتے اس لکڑی کا لحاظ کرتے ہیں۔

---

(۱) "الجواب: اس کا ضروری جاننا بدعت ہے، اور بیری کی خصوصیت میں مشابہت روافض کی ہے، لہذا اس کو ترک کرنا چاہیے اور اس کی کچھ اصل نہیں۔ فقط رشید احمد"۔ (تالیفات رشیدیہ مع فتاویٰ رشیدیہ، کتاب الأخلاق والتصوف، ص: ۔۔۔، میت اور قبروں کے مسائل کا بیان، ص: ۲۴۰، ادارہ اسلامیات لاہور)

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب ماجاء في الأقبية: ۲/۲۰۳، إمداديه)

"قال الطيبي: هذا عام في الخلق والخلق والشعار، ولما كان الشعار أظهر في التشبه ذكر في هذا الباب. قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غير". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس: الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۸/۲۵۵، رشيديه)

"من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، تحت حديث عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه، رقم الحديث: ۹۴۶: ۳/۲۱، رشيديه)

"ويكره عند القبر ما لم يعهد من السنة الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن: ۱/۱۶۶، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کے دفن کے وقت بیری کی لکڑی کا رکھنا شرع شریف سے ثابت نہیں، یہ عقیدہ کہ فرشتے بیری کی لکڑی کو لے کر سوال کرتے ہیں غلط ہے، اس سے اجتناب لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۸۸ھ۔

قبر میں بیری کے پتے ڈالنا

سوال[۴۴۴۲]: میت کے دفن کرنے کے بعد بیری کے پتے تختے کے اوپر عام طور سے ڈالتے ہیں اس کے بعد مٹی ڈالتے ہیں، کیا بوجہ بیری کے پتے کے کچھ عذاب میں تخفیف ہوتی ہے یا بدعت ہے؟ کہتے ہیں کہ بیری کا درخت سدرۃ المنتہیٰ یعنی ساتویں آسمان پر ہے اس کی فضیلت سے گناہ میں کمی ہوتی ہے۔ مذہب میں اس کی اصلیت کیا ہے؟ بیری کی شاخ قبر میں تختے کے اوپر ڈالنی چاہئے یا اس کو خود ترک کر دینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ترک کر دیا جائے اس کی شرعاً کوئی اصل نہیں ہے، بدعت اور شعائر روافض ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، الجواب صحیح: عبد اللطیف، ۲۵/۶/۹۱ھ۔

---

(۱) "من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر" (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳/۲۱، رشيديه)

"الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع" (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيدمي لاهور)

(۲) راجع: (تاليفات رشيديه مع فتاوى رشيديه، كتاب الاخلاق والتصوف: جزئے ازمیت اور قبروں کے مسائل کا بیان، ص: ۲۴۰، ادارہ اسلامیات لاہور)

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (أبو داؤد، كتاب اللباس، باب ماجاء في الأقبية: ۲/۲۰۳، إمداديه)

پچاس کلو چونا اور چالیس گھڑا پانی ڈالنا لازم قرار دے رکھا ہے۔ جب قبر میں چونا اور پانی ڈالا جاتا ہے تو چونا اور پانی دونوں مل کر ابلتا اور کھولتا ہے تو میت کا کیا حال ہوگا، گویا کہ ایک قسم کے جلانے کی مثال ہے۔ اس بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... یہ طریقہ شریعت نے تجویز نہیں کیا، کسی نے خود ہی گھڑ لیا ہے، یہ طریقہ غلط ہے، خلافِ سنت ہے، اس کو ترک کرنا لازم ہے(۱)۔

۲...... اس کا حکم بھی نمبر: ۱ کی طرح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۱۴۰۱ھ۔

میت کے پیر اور سر کی طرف سورۂ بقرہ کا اول وآخر سراً پڑھا جائے یا جہراً؟

سوال[۴۴۲۵]: دفن کرنے کے بعد مردہ کے سرہانے "الٓمٓ" تا "مفلحون" اور پاؤں کی طرف ﴿آمن الرسول﴾ جہراً آواز سے پڑھی جائے یا خفیہ آواز سے؟ فقط۔

حقیر غوث محمد از کالا کلا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خفیہ آواز سے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) (راجع لتخریج العنوان السابق: "دفن کے وقت ہڈی کی لکڑی قبر میں رکھنا")

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿واذکر ربک فی نفسک تضرعاً وخیفة ودون الجهر﴾ الآیة (سورة الأنفال، پارہ: ۹، آیة: ۲۰۵)

"وهو عام لكل ذكر فإن الإخفاء أدخل في الإخلاص وأقرب من القبول". (روح المعاني: ۹/۱۵۳، دار إحياء التراث، بيروت)

(وكذا في فتاوى دار العلوم ديوبند، كتاب الجنائز، فصل سادس: (قبر و دفن اور ان کے متعلقات، سوال نمبر: ۳۶۷): ۵/۴۲۵، دار الإشاعت)

بعد دفن سورۂ بقرہ کا اول وآخر پڑھنا

سوال [۴۲۲۰]: جب لوگ کسی مردے کو قبر میں دفن کرکے سورۂ بقرہ کی آیات پڑھتے ہیں تو کیا اس وقت مٹی میں سرہانے اور پائنتی کے پڑھنے والوں کو انگشتِ شہادت قبر کے اندر رکھ کر پڑھنا چاہیے؟ دوسرے اس کے پڑھنے کے بعد لوگوں کو فوراً ہی قبرستان سے چلے جانا چاہیے یا کہ ٹھہرنا چاہیے، یا کم از کم رشتہ داروں کو ٹھہرنا چاہیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سورۂ بقرہ کا اول وآخر پڑھنا حدیث سے ثابت ہے، انگشتِ شہادت کا مٹی میں رکھنا ثابت نہیں، بلکہ معمولِ مشائخ ہے، لہٰذا دونوں صورتوں میں مضائقہ نہیں (۱)۔ میت کو دفن کرنے کے بعد کچھ دیر تک ٹھہرنا اور ذکر وتسبیح میں مشغول رہنا اور دعا کرنے میں مضائقہ نہیں، بلکہ بہتر ہے کہ اس سے سوال وجواب میں آسانی ہوتی ہے، بعض صحابہ نے اس کی وصیت بھی فرمائی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: "إذا مات أحدكم، فلاتحبسوه، وأسرعوا به إلى قبره، وليقرأ عند رأسه فاتحة البقرة، وعند رجليه بخاتمة البقرة"". (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب في دفن الميت، الفصل الثالث، رقم الحديث: ۱۷۱۷: ۱/۱۴۹، قديمي)

"وكان ابن عمر رضي الله تعالى عنهما يستحب أن يقرأ على القبر بعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها" ... : فقد ثبت أنه عليه السلام قرأ أول سورة البقرة عند رأس الميت وآخرها عند رجليه". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، ۲/۲۳۷، ۲۴۲، سعيد)

(۲) "عن عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه قال: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال: "استغفروا لأخيكم، وسلوا له بالتثبيت، فإنه الآن يسئل"". (سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب الاستغفار عند قبر الميت في وقت الانصراف: ۲/۱۰۳، امداديه ملتان)

"ويستحب ... وجلوس ساعة بعد دفنه لدعاء وقراءة بقدر ما ينحر الجزور ويفرق لحمه". (الدر المختار). "(قوله: وجلوس الخ) لما في سنن أبي داؤد: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا فرغ، الحديث .... وروى أن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه قال -وهو في سياق الموت-: إذا مت فلا تصحبني نائحة ولانار، وإذا دفنتموني فشنوا علي التراب شنًا، ثم أقيموا حول -

میت کو غلط طریقہ پر رکھ کر دفنانا

سوال[۲۲۳۴]: اگر میت کا رخ نماز پڑھتے وقت غلط ہوگیا، سر کی جگہ پیر اور پیروں کی جگہ سر اور امام نے نماز پڑھادی تو کیا نماز ہوگئی؟ اسی طرح قبر میں غلط رکھ دیا تو کیا دوبارہ قبر کھول کر رخ صحیح کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قبر میں دفن کرنے کے بعد اس غلطی کی اصلاح کے لئے قبر کھود کر نکالنا درست نہیں۔ "ولو دفن بلا غسل أو صلوٰة، أو وضع على غير يمينه أو على غير القبلة، فإنه لاينبش عليه بعد إهالة التراب". شامی: ۱/۸۴۰(۱)۔ اگر نماز پڑھاتے وقت میت کو جنازہ اس طرح رکھا گیا کہ اس کا سر جنوب کی طرف ہوگیا اور پیر شمال کی طرف اور نماز اسی طرح پڑھادی گئی تو بھی نماز ہوگئی، دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں، لیکن قصداً اسی طرح کرنا مکروہ ہے: "وصحت لو وضعوا الرأس موضع الرجلين، وأساؤوا إن تعمدوا". درمختار: ۱/۵۸۳(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۹/۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۹/۹ھ۔

= فيرى قدر ما ينحجر جوزوا رفعه لتصحيحه، حتى أصابه بكر وانظر ما إذا رجع وسيأتي". (ردالمحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في دفن الميت: ۲/۲۳۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في الدفن الخ: ۱/۱۶۶، رشيديه)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۳۸، سعيد)

"ولو وضع الميت لغير القبلة أو شقه الأيسر أو جعل رأسه موضع رجليه وأهيل عليه التراب، لم ينبش". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في الدفن الخ: ۱/۱۶۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۲۹، رشيديه)

(۲) (الدر المختار، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۰۹، سعيد)

"ولو أخطؤوا عند الوضع، فوضعوا رأسه مما يلي يسار الإمام، جازت الصلاة، وإن تعمدوه فقد =

دفن کے بعد وہیں ہاتھ دھونا

سوال [۴۲۳۸]: قبر میں مٹی ڈالنے کے بعد اسی وقت قبرستان میں ہاتھ دھو ڈالتے ہیں، بعض اس کو منع کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ دھو ڈالنا چاہیے۔ شرعاً کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو دل چاہے کوئی پابندی نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۶/۲۵ ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، الجواب صحیح: عبد اللطیف، ۶۱/۶/۲۵ ھ۔

مس ذکر سے مذی آگئی اسی ہاتھ سے میت کو مٹی دینا

سوال [۴۲۳۹]: کوئی شخص اپنے کسی بھی رشتہ دار کے گذر جانے کی خبر پر گھر سے پاک صاف ہوکر نکلتا ہے مگر راستہ میں موٹر پر یا گاڑی میں جاتا ہے، سامنے کوئی عورت بیٹھی ہے۔ مطلب غیر عورت، اور وہ شیطانی حرکت سے جان بوجھ کر اپنے عضو تناسل کو اس کے کندھے یا ہاتھ میں لگاتا ہوا گیا، اب اس شخص کو مذی آنے کا بھی شک ہوگیا پھر بھی اس نے جا کر مٹی دی، اب بتائیے اس کا مٹی دینا جائز ہے یا نہیں؟ یا جو مٹی دو اپنے

www.ahlehaq.org

= أساء، وإن وجازت، كذا في التاتارخانية" (والحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في الجنائز، الرابع في الصلاة عليه، ص: ۵۸۸، سهيل اكيدمي)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز، نوع آخر من هذا الفصل في المتفرقات: ۲/۱۷۷، إدارة القرآن، كراچي)

(۱) آداب قبور کا خیال رکھتے ہوئے قبروں سے ذرا ہٹ کر ہاتھ دھونا چاہیے: "ويكره الجلوس على القبر ووطؤه ... ويكره النوم عند القبر وقضاء الحاجة، بل وكل ما لم يعهد من السنة، الخ". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۴۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في الدفن الخ: ۱/۱۶۶، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب صلاة الجنازة، فصل: السلطان أحق بصلاته، قبيل باب الشهيد: ۲/۳۴۳، رشيديه)

ہاتھ سے ؟ یا اس میت کی وہ مٹی کیا ہمیشہ کے لیے ناپاک ہوگئی ؟ اور قیامت تک اس شخص کو جو مٹی قبرستان میں رہے گی اس کا گناہ ملے گا ؟ یا درست ہے وہ مٹی پھینک کر چاروں طرف پھیل جائے گی تو جتنی میت وہاں ہیں سب کا گناہ پڑے گا اور اس شخص کی بخشش نہ ہوگی ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

راستہ میں اس نالائق حرکت کی وجہ سے اس کا کام تھا نہ پاک ہوا، نہ مٹی ناپاک ہوئی، نہ قبر ناپاک ہوئی، نہ قبر پر کوئی گند ہوا، نہ اس کی وجہ سے میت کو عذاب ہوگا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۱/۱۰/۹۲ھ۔

دفن میت کے بعد چادر پانی الٹ دینا

سوال [۱۰۴۰۲]: عموماً دیکھا جاتا ہے کہ میت کو قبر میں اتارنے کے بعد فوراً چادر پانی کو الٹا کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۷/۶۱ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ شعبان/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ شعبان/ ۶۱ھ۔

قبر کے دھنس جانے پر مٹی ڈالنا

سوال [۱۰۴۰۳]: پرانی قبر کو مٹی سے بھرنا کیسا ہے؟

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا تزر وازرة وزر أخرى﴾ (سورة الإسراء، پاره: ۱۵، آية: ۱۵)

قال العلامة آلوسي البغدادي في تفسير هذه الآية: "﴿ولا تزر وازرة وزر أخرى﴾ تأكيد لتحتمية الشابة أي لا تحمل نفس حاملة للوزر وزر نفس أخرى حتى يمكن تخلص النفس الثانية عن وزرها ويختل ما بين العباد من العدل والقسط من التلازم". (تفسير روح المعاني، سورة الإسراء: ۱۵: ۱۵/۵۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے، خاص کر جب کہ اس میں میت موجود ہو مٹی نہ ہوئی ہو، یا کسی کے اس میں گر جانے کا اندیشہ ہو: "لأن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مر بقبر ابنه إبراهیم، فرأی فیه حجراً سقط فیه فسده وقال: "من عمل عملاً فلیتقنه" اهـ". طحطاوی، ص: ۳۳۵ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ جمادی الاولیٰ/ ۶۷ھ۔

ایضاً

سوال [۴۲۲۳]: اگر قبر بارش کے سبب سے دھنس جائے تو اس کا دوبارہ مٹی سے درست کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے: "وإذا خربت القبور فلا بأس بتطیینها، کذا فی التاتارخانیة، وهو الأصح وعلیه الفتویٰ، کذا فی جواهر الأخلاطی، اهـ". عالمگیری: ۱/ ۱۶۶ (۲)۔ لیکن اگر قبر پرانی ہو اور

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، أحکام الجنائز، فصل فی حملها و دفنها، ص: ۶۱۲، قدیمی)

"وإذا خربت القبور، فلا بأس بتطیینها، کذا فی التاتارخانیة، وهو الأصح، وعلیه الفتویٰ، کذا فی جواهر الأخلاطی، اهـ". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی الدفن الخ: ۱/ ۱۶۶، رشیدیه)

"وإذا خربت القبور، فلا بأس بتطیینها، لما روی أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مر بقبر ابنه إبراهیم، فرأی فیه حجراً سقط منه فسده وأصلحه، ثم قال: "من عمل عملاً فلیتقنه". (التاتارخانیة، کتاب الصلوة، الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز، نوع آخر من هذا الفصل فی القبر والدفن، ۲/ ۱۷۰، إدارة القرآن، کراچی)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱/ ۲۷۶، غفاریه کوئٹه)

(۲) (الفتاوی العالمکیریة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی الدفن الخ: ۱/ ۱۶۶، رشیدیه)

(وکذا فی التاتارخانیة، کتاب الصلوة، الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز، نوع آخر من هذا الفصل فی القبر والدفن: ۲/ ۱۷۰، إدارة القرآن)

www.ahlehaq.org

میت اس میں مٹی ہو چکی ہو تو اس کا حکم قبر کا نہیں رہے گا، اس کو مٹی ڈال کر درست کرنے کی ضرورت نہیں: "جاز زرعه والبناء عليه إذا بلي وصار تراباً. زيلعي ۱ هـ". درمختار: ۱/ ۸۴۰ (۱)۔

بعض روایت میں آیا ہے کہ قبر جس قدر پرانی ہوتی جاتی ہے اور اس پر بارشیں ہوتی ہیں، اسی قدر صاحبِ قبر پر رحمتیں نازل ہوتی ہیں، لہٰذا قبر کا بارش کی وجہ سے دھنس جانا کچھ موجب رحمت کی زیادتی ہے (۲)۔

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۱۰/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ شوال/ ۶۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

پرانی قبر پر مٹی ڈالنا

سوال [۴۲۴۳]: جو قبر بالکل منہدم ہوگئی ہو، دوبارہ اس کو مثل نئی کے بنادینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قبر کی اہانت شرعاً ممنوع ہے، اس لئے اس پر بیٹھنا، چلنا، نجاست ڈالنا یہ سب چیزیں ناجائز ہیں (۳)۔

= (وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱/ ۲۷۶، غفاريه كوئٹه)

(۱) (الدر المختار، باب صلاة الجنازة: ۲/ ۲۳۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته: ۲/ ۳۴۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الجنائز: ۱/ ۵۸۹، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) لم نقف عليه

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لأن يجلس أحدكم على جمرة فتحرق ثيابه حتى تخلص إلى جلده خير من أن يجلس على قبر" وقال أيضاً: "لا تجلسوا على القبور، ولا تصلوا إليها". (سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب في كراهية القعود على القبر: ۲/ ۱۰۵، إمداديه ملتان)

"ويكره وطئ القبر والجلوس عليه والنوم والبول والغائط". (الدر المنتقى في شرح الملتقى على هامش مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱/ ۲۷۶، مكتبه غفاريه كوئٹه) =

www.ahlehaq.org

قبر میں مٹی کے ڈھیلے رکھنا

سوال[۴۲۲۶]: قبر میں مٹی کے چھوٹے ڈھیلے اور قرآن کریم کی آیات پڑھ کر وہ ڈھیلے قبر میں میت کے پاس رکھ دیتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ عمل کتب حدیث میں موجود نہیں، بعد کے بعض لوگوں کا عمل ہے جو شرعی حجت نہیں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قبر کی مٹی لانا

سوال[۴۲۲۷]: بزرگوں کی قبر سے تبرکاً مٹی لانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس قبر سے مٹی لائی جاتی ہے وہ دو حال سے خالی نہیں، موقوفہ ہے یا مملوکہ، اگر موقوفہ ہے تو منشائے واقف کے خلاف ہے جو کہ ناجائز ہے(۲)۔ اگر مملوکہ ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں: یا تو مالک کی اجازت سے

= صلاة الجنازة: ۲/۲۳۴، رشیدیہ)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۲۰، رشیدیہ)

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمي)

(۲) "قولهم: شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة" (الدر المختار، كتاب الوقف، فصل يراعى شرط الواقف في إجارته: ۴/۴۳۳، سعيد)

"أجمعت الأمة أن من شروط الواقفين ما هو صحيح معتبر يعمل به" (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/۲۶۵، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الوقف: ۴/۲۶۵، دار الكتب العلمية، بيروت)

www.ahlehaq.org

لائی جائے گی یا بغیر اجازت، اگر بغیر اجازت لائی گئی تو بالکل نادرست اور ناجائز ہے(۱)، اگر اجازت سے ہو تو جائز ہے بشرطیکہ اعتقاد صاف ہو یعنی مؤثر حقیقی نہ خاک کو سمجھا جائے نہ مردے کو(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۸۸ھ۔

قبر کی مٹی کھانا

سوال[۴۲۲۸]: ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی قبروں کی مٹی یا چند قبر سے قلیل چونہ چاٹ لینا درست ہے کہ اس میں فائدہ مرتب ہوتا ہے جیسے کہ مولانا عبدالحی صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے فتاویٰ میں نصاب الاحتساب وخزینۃ الروایات ومجمع البرکات سے پان میں چونہ کھانے کو مفید تحریر فرمایا ہے(۳) یا مطلقاً قدر قلیل مٹی کو کھا لینا درست بلا کراہت لکھا ہے۔ لہٰذا عرض ہے کہ مدلل جواب سے اطلاع دیں کہ عوام اس گمراہی سے احتراز کریں۔ فقط۔

عبدالمجید محتسب کرت پور، ضلع بجنور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"الطین الذی یحمل من مکۃ ویسمی طین حمزۃ، هل الکراهیۃ فیه کالکراهیۃ فی أکل الطین علی ما جاء فی الحدیث؟ قال: الکراهیۃ فی الجمیع متحدۃ، کذا فی جواهر الفتاویٰ"۔

---

(۱) "لایجوز لأحد أن یتصرف فی ملک غیرہ بلا إذنه الخ" (شرح المجلۃ لسلیم رستم باز، المقالۃ الثانیۃ فی بیان القواعد الفقهیۃ، (رقم المادۃ: ۹۶): ۱/۶۱، مکتبه حنفیه کوئٹه)

"لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا إذنه الخ". (الدر المختار، کتاب الغصب: ۶/۲۰۰، سعید)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وإذا مرضت فهو یشفین، والذی یمیتنی ثم یحیین﴾ (سورۃ الشعراء: ۸۰، ۸۱)

"﴿وإذا مرضت﴾ الآیۃ: أی إذا وقعت فی مرض، فإنه لایقدر علی شفائی أحد غیرہ بما یقدر من الأسباب الموصلۃ إلیه، قوله تعالیٰ: ﴿والذی یمیتنی﴾ الآیۃ أی هو الذی یحیی ویمیت، لایقدر علی ذلک أحد سواہ، فإنه هو الذی یبدئ ویعید". (تفسیر ابن کثیر: ۳/۳۳۸، سهیل اکیڈمی، لاهور)

(۳) "وعلی هذا یقاس أنه یباح أکل النورۃ مع الورق المأکول فی دیار الهند؛ لأنه قلیل نافع، بل الغرض المطلوب من الورق المذکور لایحصل بدونها". (نصاب الاحتساب، الباب العاشر فی الاحتساب علی الأکل والشرب والتداوی، ص: ۴۵، دار العلوم للطباعۃ والنشر)

عالمگیری: ٤/ ۲۲(۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ طین مکہ معظمہ اور طین غیر مکہ معظمہ ہر دو مکروہ اور کراہت ہر دونوں میں متحد ہے اور کراہت حدیث شریف سے ثابت ہے:

"أكل الطين مكروه . . . وكراهية أكله لا لحرمته بل لتهييج الداء. وعن المبارك كان ابن أبي ليلى يرد الجارية عن أكل الطين، وسئل أبو القاسم عمن أكل الطين قال: ليس ذلك من عمل العقلاء". كذا في الحاوي للفتاوى(۲)۔

مٹی کے کھانے کی ممانعت حرمت کی وجہ سے نہیں، بلکہ مورثِ امراض ہونے کی وجہ سے ہے، نیز یہ فعل عقلاء کا نہیں، اگر مٹی کا کھانا مورثِ امراض نہ ہو، نیز اس میں منفعت ہو اور ایسی منفعت کہ کسی اور چیز سے حاصل نہ ہو تو بقدرِ ضرورت کھانا درست ہوگا:

"في نصاب الاحتساب: وذكر الحلواني أن أكل الطين إن كان يضر، يكره، وإلا فلا، وإن كان يتناوله قليلاً أو يفعله أحياناً، لا بأس. قال العبد أصلح الله شأنه: ويقاس على هذا أنه يباح أكل النورة مع الورق مأكول في ديار الهند؛ لأنه قليل نافع، فإنه الغرض المطلوب من الورق المذكور لا يحصل بدونه، وهو الحمرة، انتهى. وقد نقل عنه في خزانة الروايات ومجمع البركات أيضاً". نفع المفتي، ص: ۱۱۰(۳)۔

اب معلوم ہونا چاہیے کہ بزرگوں کے مزارات کی مٹی کھانے میں کیا منفعت ہے، اگر کوئی ایسی منفعت ہے جو خصوصیت مزار پر مرتب ہوتی ہے تو اس سے عوام کے عقائد خراب ہوتے ہیں کہ وہاں بزرگوں کی روح کو

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل وما يتصل به: ٥/ ۳۴۰، ۳۴۱، رشيديه)

(۲) (المصدر السابق من الهندية: ٥/ ۳۴۰، ۳۴۱)

(۳) (فتاوى اللكنوي المسماة نفع المفتي والسائل . . . الخ، كتاب الحظر والإباحة، مايتعلق بالأكل والشرب، ص: ۴۲۹، دار ابن حزم، بيروت)

"ويكره أكل الطين، لأنه تشبه بفرعون". (البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ٦/ ۳۶۵، رشيديه)

متصرف سمجھتے ہیں، ان سے مرادیں مانگتے ہیں، ان کی نذر مانتے ہیں حتیٰ کہ قبر کو سجدہ کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ، اس لئے یہ ہرگز جائز نہیں۔ اگر کوئی منفعت ہے جو نفس قبر کی مٹی سے حاصل ہوتی ہے اور خصوصیت مزار سے متعلق نہیں تو بزرگوں کی قبور کی تخصیص کیوں ہے، ہر ایک قبر کی مٹی چاٹنے پر وہ فائدہ مرتب ہونا چاہیے، تو اس میں قبر وغیر قبر سب برابر ہے، قبر کی مٹی میں مذکورہ بالا مفاسد ہیں، اس لئے غیر قبر کی مٹی سے وہ فائدہ حاصل کرلیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، ۱۹/ ذیقعدہ/ ۵۵ھ۔

قبر کی مٹی تبرکاً لیجانا

سوال [۴۲۰۱]: اگر کوئی شخص بزرگوں کی قبروں سے مٹی واقعاً کرکے تبرکاً اپنے پاس رکھے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہو تو ممانعت کی وجہ کیا ہے؟ اگر جائز اولیٰ ہے تو قرآن وحدیث سے ثبوت ہونا چاہیے۔ اور اگر کوئی بزرگوں کے مزار سے مٹی لے بھی آوے تو اس کو کسی جگہ پر ڈالنا چاہیے؟ عام راستہ میں پھینک دینا درست ہے یا نہیں؟ ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

شبیر علی متعلم مدرسہ ہذا، ۷/ صفر/ ۶۳ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قبرستان وقف سے مٹی اٹھا کر لانا ناجائز ہے، کیونکہ وقف (۱) اور اپنے مملوک قبرستان سے مٹی اٹھا کر لانا جائز ہے لاسہ ملکہ۔ البتہ تبرکاً کسی بزرگ کی قبر سے مٹی لانا اور بچے پاس رکھنا محدث ہے، میت جب خاک بن جائے تو قبر کی جگہ بشرطیکہ مملوک ہو کھیتی کرنا درست ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قبر کی مٹی کا کوئی خاص احترام شریعت نے نہیں بتایا، بلکہ میت کا احترام بتایا ہے، لہٰذا اس مٹی کو عام راستہ میں پھینکنا بھی درست ہے۔ اگر

---

(۱) "فإذا تم ولزم الوقف ولزم، لا يملك ولا يملَّك ولا يعار ولا يرهن" (الدر المختار). "أي لا يكون مملوكاً لصاحبه، ولا يملك: أي لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه" (رد المحتار، كتاب الوقف: ۴/ ۳۵۲، سعيد)

بخشے، ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کرنا کیسا ہے؟ اگر بچی کی قبر کھول کر دیکھ لوں تو کچھ اطمینان ہو جائے گا، اس خیال سے میت دکھلائی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ مرحوم کی قبر پر قرآن پاک بلند آواز سے سنانے میں کوئی حرج تو نہیں؟ مرحوم کی قبر پر تاریخِ وفات لکھوانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سال کا بچہ معصوم ہے، اس پر کوئی گناہ نہیں، اس کے لئے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی ضرورت نہیں، تاہم جو کچھ ثواب پہنچایا جائے گا وہ رفعِ درجات کا سبب بنے گا(۱)۔ قبر کھود کر صورت دیکھنے کی اجازت نہیں، ایسا کرنا حرام ہے(۲)، صبر میں بڑا اجر ہے(۳)۔ میت کو ثواب پہنچانے کے لئے غرباء

---

(۱) "(ولا يستغفر فيها لصبي ومجنون) ومعتوه لعدم تكليفهم ... وقد قالوا: حسنات الصبي له لا لأبويه، بل لهما ثواب التعليم". (الدر المختار، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۱۵، سعيد)

"وتصح عباداته (أي الصبي) وإن لم تجب عليه، واختلفوا في ثوابها، والمعتمد أنه له وللمعلم ثواب التعليم، وكذا جميع حسناته". (الحموي شرح الأشباه والنظائر، الفن الثالث، أحكام الصبيان: ۳/۲۲۲، إدارة القرآن، كراچی)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (أحكام الصغار على هامش جامع الفصولين في مسائل الكراهية: ۲/۳۴۸، اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)

(۲) "مات ولده في غير بلده وهي لا تصبر، وأرادت أن تنبش، لا يجوز، وتترك هكذا". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الخامس والعشرون في الجنائز، نوع آخر في نقله إلى المصلى الخ: ۴/۸۱، رشيديه)

"(قوله ولا ينبش ليوجه) أي لو دفن مستدبراً لها وأهالوا التراب لا ينبش؛ لأن التوجه إلى القبلة سنة والنبش حرام". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۳۷، سعيد)

"ولو وضع الميت لغير القبلة أو على شقه الأيسر أو جعل رأسه موضع رجليه، وأهيل عليه التراب، لم ينبش". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر الخ: ۱/۱۶۶، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۳۹، رشيديه)

(۳) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا استعينوا بالصبر والصلوة، إن الله مع الصابرين﴾ (سورة البقرة: ۱۵۳) =

کو کھانا کھلانا بھی درست ہے، کپڑے وغیرہ ضرورت کی چیز دینا بھی درست ہے(۱)۔ قرآن کریم جو کچھ ہو اخلاص کے ساتھ ہو، یا ذکر کے طور پر ہو، قرآن پاک پڑھوا کر پڑھنے والوں کی دعوت کرنا درست نہیں۔ یہ قرآن خوانی کی اجرت کے درجہ میں ہے اس سے ثواب نہیں ہوگا(۲)۔ کسی بڑے بزرگ کی قبر پر پتھر پر نام کندہ کرا کے لگانے کی

"عن محمد بن خالد السلمي عن أبيه عن جده رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن العبد إذا سبقت له من الله منزلة لم يبلغها بعمله، ابتلاه الله في جسده أو في ماله أو في ولده، ثم صبره على ذلك، حتى يبلغه المنزلة التي سبقت من الله". (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض: ۱/۱۳۷، قديمي)

(۱) "إن سعد بن عبادة رضي الله تعالى عنه توفيت أمه وهو غائب عنها، فقال: يا رسول الله! إن أمي توفيت وأنا غائب عنها، أينفعها شيء إن تصدقت به عنها؟ قال: "نعم" قال: فإني أشهدك أن حائطي المخراف صدقة عليها". (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب: إذا قال: أرضي وبستاني صدقة لله عن أمي فهو جائز: ۱/۳۸۶، قديمي)

"صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرها ... الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات، لأنها تصل إليهم، ولا ينقص من أجره شيء". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

"والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك عند أصحابنا بالكتاب والسنة". (البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير: ۲/۵۰۳، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) "عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه قال: علّمت ناساً من أهل الصفة القرآن والكتاب، فأهدى إليّ رجل منهم قوساً، فقلت: ليست بمال، وأرمي عليها في سبيل الله، لآتين رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فلأسألنه، فأتيته فقلت: يا رسول الله! رجل أهدى إليّ قوساً ممن كنت أعلمه الكتاب والقرآن، وليست بمال، وأرمي عنها في سبيل الله تعالى. قال: "إن كنت تحب أن تطوق طوقاً من نار فاقبلها". (سنن أبي داود، كتاب الإجارة، باب كسب المعلم: ۲/۱۲۹، إمداديه)

www.ahlehaq.org

گنجائش ہے(۱) تاکہ زیارت کے لئے جو لوگ دور دور سے آتے ہیں ان کو دشواری نہ ہو، خود ہی پہچان لیں، بچے کی قبر پر اس کی ضرورت نہیں، بہت سے بہت درخت کا پودا قریب ہی لگادیں۔ قبر کے قریب قرآن پاک تلاوت کرنے سے میت کو انس ہوگا(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۸۹/۲/۸ھ۔

"واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن، وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص. والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره ... وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء، فيحترز عنها؛ لأنهم لا يريدون بها وجه الله". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲۴۰/۱، سعيد)

"وبعد القول: المفتى به جواز الأخذ استحساناً على تعليم القرآن لا على القراءة المجردة، كما صرح به في التاتارخانية قال: لا معنى لهذه الوصية ولصلة القارئ بقراءته؛ لأن هذا بمنزلة الأجرة، والإجارة في ذلك باطلة". (رسائل ابن عابدين، رسالة شفاء العليل وبل الغليل الخ، ص: ۱۶۹، سهيل اكيڈمي، لاهور)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الإجارة، مطلب في حكم الاستئجار على التلاوة: ۲/۱۳۷، مطبع ميمنة مصر)

(۱) "لا بأس بالكتابة إن احتيج إليها حتى لا يذهب الأثر ولا يمتهن". (الدر المختار، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۳۷، سعيد)

"وإن احتيج إلى الكتابة حتى لا يذهب الأثر ولا يمتهن فلا بأس به". (البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۴۲، رشيديه)

(۲) "عن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه، قال لابنه - وهو في سياق الموت -: إذا أنا مت فلا تصحبني نائحة ولا نار، فإذا دفنتموني فشنوا علي التراب شناً، ثم أقيموا حول قبري قدر ما ينحر جزور ويقسم لحمها، حتى أستأنس بكم، وأعلم ماذا أراجع به رسل ربي". (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب دفن الميت، الفصل الثالث: ۱/۱۴۹، قديمي)

"وإن قرأ القرآن عند القبور إن نوى بذلك أن يؤنسهم صوت القرآن فإنه يقرأ". (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، فصل في التسبيح والتسمية والصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الخ: ۳/۴۲۲، رشيديه)

www.ahlehaq.org

۱.....ان کو دفن ہوئے اتنا عرصہ گذر چکا ہے کہ فقہاء کی تصریحات کی بناء پر ان کی قبر پر کھیتی اور تعمیر مکان جائز ہے۔

۲.....قرنِ اول میں بعض شہدائے احد کو اور ۱۹۳۲ء میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی قبروں کے منتقل کئے جانے کا فتویٰ علماء نے اس بنیاد پر دیا کہ یہ قبریں پانی کے بہاؤ کی زد میں آ گئی تھیں۔

۳.....بہادر شاہ ظفر کی قبر کو ہندوستان میں منتقل کرنا اسلام اور مسلمانوں کی شوکت کا باعث ہے اور ہندوستان میں ایک اسلامی اثر کا قیام ہے۔

۴..... بہادر شاہ ظفر کی یہ خود آرزو تھی کہ وہ ہندوستان میں مدفون ہوں، جیسا کہ ان کے بعض اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔

۵.....اس منتقلی کی یہ صورت نہ ہوگی کہ قبر کو کھود کر ان کی ہڈیاں نکالی جائیں اور وہ منتقل کی جائیں، بلکہ اب ایسے آلات ایجاد ہوئے ہیں کہ ان کے ذریعے پوری قبر اصل حالت میں مع کچھ اطراف کے متعلقہ زمین کے منتقل ہو سکے گی۔

۶.....حضرت یوسف علیہ السلام کی وصیت کے مطابق ان کے تابوت کو مصر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام شام لے کر آئے۔

۷.....حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہیدِ اُحد کو ان کی قبر سے نکال کر جنت البقیع میں دفن کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....قبر کا احترام لازم ہے، لیکن جب قبر میں میت باقی نہ رہے مٹی بن جائے تو اس کا حکم بدل جاتا ہے، احترام لازم نہیں رہتا، وہاں تعمیر وزراعت کی اجازت ہو جاتی ہے(۱)۔ بہادر شاہ ظفر مرحوم کی قبر کو منتقل کرنے کیلئے

(۱) "ولو بلي الميت وصار تراباً جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه". (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱/۵۸۹، دار الكتب العلمية بيروت)

"جاز زرعه والبناء عليه إذا بلي وصار تراباً، زيلعي". (الدر المختار، باب صلاة الجنازة، مطلب في دفن الميت: ۲/۲۳۸، سعيد) =

وجہ جواز اگر نمبر: ۱ کو تجویز کیا جائے تو نمبر: ۲، ۳، ۶ کی طرف توجہ مبذول کرانا بے محل اور بے سود ہے، کیونکہ شہداء اور انبیاء علیہم السلام کا جسم محفوظ رہتا ہے، اس کو زمین نہیں کھاتی (۱)۔ نمبر: ۵ کو ذکر بے ضرورت ہے۔

نمبر: ۴ کیلئے وجہ جواز کیا ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ کسی نے وصیت کی کہ مجھے فلاں جگہ دفن کیا جائے تو وصیت باطل ہے، قابل نفاذ نہیں: "وكذا تبطل (أي الوصية) لو أوصى بأن يكفن في ثوب كذا أو يدفن في موضع كذا". شامی: ۱/ ۵۹۹ (۲)۔ یہاں تو وصیت بھی نہیں ہے، محض اشعار سے آرزو مستفاد ہے۔

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في الدفن والنقل: ۱/ [illegible]، رشيديه)

(۱) "وعن أوس بن أوس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن من أفضل أيامكم يوم الجمعة، فيه خلق آدم، وفيه قبض، وفيه النفخة، وفيه الصعقة، فأكثروا علي من الصلاة فيه، فإن صلاتكم معروضة علي" قال: قالوا: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم! وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت؟ قال: يقولون بليت، فقال: "إن الله عزوجل حرم على الأرض أجساد الأنبياء". (سنن أبي داؤد، باب تفريع أبواب الجمعة: ۱/ ۱۵۷، إمداديه)

"(إن الله حرم على الأرض)": أي منعها، وفيه مبالغة لطيفة "(أجساد الأنبياء)": أي من أن تأكلها، فإن الأنبياء في قبورهم أحياء. قال الطيبي: فإن قلت: ما وجه الجواب بقوله: إن الله حرم على الأرض أجساد الأنبياء، فإن المانع من العرض والسماع هو الموت وهو قائم؟ قلت: لا شك أن حفظ أجسادهم من أن ترم خرق للعادة المستمرة، فكما أن الله تعالى يحفظها منه ... ويحصل لبعض أتباعهم من الشهداء والأولياء والعلماء لحظ الأوفى بحفظ أبدانهم الظاهرة". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الجمعة، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۱۳۶۱، ۳/ ۴۵۲، ۴۵۳، رشيديه)

"وما روي أن يعقوب صلوات الله عليه النبي، ... نصه أن ذلك شرع من قبلنا، ولم تتوفر فيه شروط كونه من شرعنا، ولأن أجساد الأنبياء عليهم السلام أطيب ما يكون حال الموت كالحياة والشهداء كسعد رضي الله تعالى عنه ليسوا كغيرهم من جيفتهم أشد نتناً من جيفة البهائم فلا يلحق".
(حاشية الطحطاوي، أحكام الجنائز، فصل في حملها ودفنها، ص: ۶۱۳، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في دفن الميت: ۲/ ۲۳۹، سعيد)

(۲) (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب: تعظيم أولي الأمر واجب: ۲/ ۲۳۱، سعيد) .... –

اسلام اور مسلمانوں کی شان وشوکت تو اسلام کا جھنڈا سر بلند کرنے اور احکامِ اسلام کو غالب کرنے میں ہے، پرانی ہڈیوں یا ہڈیوں کی مٹی منتقل کرنے میں نہیں، بلکہ اس میں اندیشہ تو یہ ہے کہ اس مٹی کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو دیگر مشاہیر قبور کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ اس پر چراغ جلائیں گے، غلاف چڑھائیں گے، طواف کریں گے، سجدہ کریں گے، شاہی آداب بجا لائیں گے، قبہ اور گنبد بنائیں گے وغیرہ وغیرہ، ظاہر ہے کہ ان امور سے اسلام کی خلاف ورزی ہوگی نہ کہ شوکت میں اضافہ، لہذا نمبر: ۳ بھی وجہ جواز نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۱/۹۵ھ۔

میت کو بعد دفن منتقل کرنا، بہادر شاہ ظفر سے متعلق

سوال[۴۵۵۴]: حضرت محترم دامت برکاتہم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج اقدس!

جنرل شاہ نواز کے خط کی نقل ہمرشتہ ہے اس سلسلہ میں بات خاص طور سے قابلِ توجہ ہے کہ حضرت

= "ولو أوصى بأن يحمل بعد موته إلى موضع كذا ويدفن هناك ...... ووصيته بالحمل باطل". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الألفاظ التي تكون وصية والتي لاتكون الخ: ۶/۹۵، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الوصايا: ۶/۶۶۶، سعيد)

(۱) "عن جابر رضي الله تعالى عنه نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن تجصيص القبور، وأن يكتب عليها، وأن يبنى عليها". (الصحيح لمسلم، كتاب الجنائز، فصل النهي عن تجصيص القبور والقعود والبناء عليها: ۱/۳۱۲، قديمي)

قال الإمام النووي رحمه الله تعالى تحته: "وفي الحديث كراهة تجصيص القبر وأن يبنى عليه هذا مذهب الشافعي وجمهور العلماء" (المصدر السابق لمسلم)

"عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى يكره أن يبني عليه بناء من بيت أو قبة أو نحو ذلك، لما روى جابر رضي الله تعالى عنه نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲/۲۳۷، سعيد)

"لايجوز التجصيص عند أحد ولا البناء". (العرف الشذي على هامش الترمذي، أبواب الجنائز، باب كراهية تجصيص القبور والكتابة عليها: ۱/۲۰۳، سعيد)

وانظر للتفصيل: (الفصل السادس من هذا الباب، عنوان: "قبر پر قبہ"، ص: ۱۵۳)

مولانا ابوالکلام آزاد اور مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمان صاحب کی زندگی میں بھی یہ مسئلہ آیا تھا، ان حضرات کا خیال تھا کہ منتقل کرنے کی صورت یہ ہونی چاہئے کہ قبر کو کھودنے اور لحد کو کھولنے کے بجائے پوری اٹھائی جائے، یعنی قبر کے چاروں طرف سے دو دو ڈھائی ڈھائی گز تک زمین کھود کر یہ پورا ٹکڑا جس میں لحد اور قبر ہے اس طرح اٹھا لیا جائے جیسے بڑے درخت کا پینڈا اٹھایا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس صورت میں بھی وہی حکم ہوگا جو لحد کھولنے اور جنازہ کو اس سے نکالنے کا ہوتا ہے، بینوا توجروا۔ انشاء اللہ۔

نیاز مند محتاج دعا (حضرت مولانا) محمد میاں ۲۰؍ جمادی الاولیٰ ۸۳ھ۔

۳۔ مطلوب جنگ روز نئی دہلی، مورخہ ۱۷؍ اکتوبر ۱۹۶۳ء۔

شاہنواز کا خط

محترم جناب مولانا صاحب مدظلہ السلام علیکم۔

۱۷؍ نومبر ۱۹۶۳ء کو چھ بجے شام لال قلعہ دہلی میں جناب بہادر شاہ ظفر کی برسی منائی جارہی ہے جس کی رسم افتتاح جناب جواہر لال نہرو فرمارہے ہیں۔ اس موقعہ پر یہ سوال بھی اٹھے گا کہ بہادر شاہ ظفر کی قبر کو رنگون سے دہلی کے لال قلعہ میں منتقل کیا جائے، یہ وہ حسرت ہے جس کو اپنے دل میں لئے ہوئے حضرت ظفر نے وفات پائی، یہ حسرت ان کے اس شعر سے صاف ظاہر ہوتی ہے کہ جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ ؎

دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

۱۹۴۳ء میں جنگ آزادی کے دوران نیتاجی سبھاش چندر بوس پہلی مرتبہ رنگون گئے تو انہوں نے شہنشاہ بہادر شاہ ظفر کے مزار کے اوپر کھڑے ہو کر ان کی یہ نظم دہرائی تھی ؎

غازیوں میں بو رہے گی جب تلک ایمان کی
تخت لندن تک چلے گی تیغ ہندوستان کی

نیتاجی سبھاش چندر بوس نے وعدہ فرمایا تھا کہ میں سبھاش چندر بوس آپ کے سامنے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں ہندوستان کی تلوار لندن تک چلاؤں گا اور جو کام جنگ آزادی کا آپ نے شروع کیا ہے، اس کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤں گا۔ اس موقعہ پر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب ہندوستان آزاد ہوگا اور دہلی کے لال قلعہ کے اوپر "یونین جیک" کی جگہ ترنگا جھنڈا لہرائے گا تب آپ کو جنگ آزادی کے شہنشاہ کی حیثیت سے پوری شان

وشوکت کے ساتھ دفن وہیں لایا جائے گا۔ ظفر کمیٹی کی خواہش ہے کہ نیتاجی سبھاش چندر بوس کے اقرار کو پورا کیا جائے اور شہنشاہ بہادر شاہ ظفر کے مزار کو دہلی کے لال قلعہ میں لایا جائے اور اس کے اوپر ایک شاندار مقبرہ تعمیر کیا جائے۔ ممبران کمیٹی یہ جاننا چاہتے ہیں کہ دینی نقطۂ نگاہ سے مزار کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟ میں بہت مشکور رہوں گا کہ اگر آپ مجھے اس کا جواب دوسرے علمائے کرام سے مشورہ کرکے جلد از جلد دیں۔

زیادہ آداب، آپ کا مخلص (دستخط) شاہنواز خان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل بات یہ ہے کہ آدمی کا جس بستی میں انتقال ہوا اسی بستی میں اس کو دفن کیا جاوے، اگر اس نے وصیت کی ہو کہ مجھ کو فلاں جگہ دفن کرنا تو اس وصیت پر عمل کرنا لازم نہیں، شرعاً یہ وصیت باطل ہے(۱)۔ "یستحب دفنه في جهة موته، أي في مقابر أهل المكان الذي مات فيه أو قتل". شامي (۲)۔

---

(۱) "أوصى بأن يصلي عليه فلان أو يحمل بعد موته إلى بلد آخر أو يكفن في ثوب كذا ... فهي باطلة". (الدر المختار، كتاب الوصايا: ۶/۶۶۲، سعيد)

"ولو أوصى بأن يحمل بعد موته إلى موضع كذا ويدفن هناك ... فوصيته باطلة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الألفاظ التي تكون وصيةً والتي لاتكون الخ: ۶/۹۵، رشيدية)

"وإذا أوصى بأن ينقل إلى بلد آخر، لاتنفذ وصيته، فإن النقل حرام على المذهب الصحيح المختار الذي قاله الأكثرون وصرح به المحققون". (الأذكار للنووي، باب وصية الميت أن يصلي عليه إنسان بعينه أو بأن يدفن على صفة مخصوصة وفي موضع مخصوص الخ، ص: ۱۶۹، دار ابن حزم بيروت)

(۲) (رد المحتار، كتاب الصلاة، صلاة الجنائز، مطلب في دفن الميت: ۲/۲۳۹، سعيد)

"القتيل أو الميت يستحب لهما أن يدفنا في المكان الذي قتل أو مات فيه في مقابر أولئك القوم الخ". (البحر الرائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۳۷، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن والنقل: ۱/۱۶۷، رشيدية)

حضرت عبد الرحمان ابن ابی بکر کا انتقال کے بعد دوسرے مقام پر لیجا کر دفن کیا گیا، جہاں انتقال ہوا وہاں دفن نہیں کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک سفر میں جاتے ہوئے جب ان کی قبر میں پر گذریں تو فرمانے لگیں کہ اگر میرا بس چلتا تو تم یہاں دفن نہ کئے جاتے بلکہ جہاں انتقال ہوا تھا وہیں دفن ہوتے (۱)۔ تاہم اس مسئلہ میں اتنی تنگی نہیں، امام محمد رحمہ اللہ نے میل دو میل کو مقام وفات سے حسب مصالح دور لیجا کر دفن کرنے کی بھی گنجائش بتائی ہے:

"ولابأس بنقله قبل دفنه قيل: مطلقاً، وقيل: إلى مادون السفر. وقيده محمد رحمه الله تعالى بقدر ميل أوميلين؛ لأن مقابر البلد ربما بلغت هذه المسافة، فيكره فيما زاد. قال في النهر عن عقد الفرائد: هو الظاهر". شامي (۲)۔ لیکن دفن کے بعد منتقل کرنے کی اجازت نہیں دی، "وأمانقله بعد دفنه، فلامطلقاً". شامی (۳)۔

(۱) "عن ابن أبي مليكة قال: لماتوفي عبد الرحمان ابن أبي بكر رضي الله تعالى عنه بالحبشي وهو موضع فحمل إلى مكة، فدفن بها، فلماقدمت عائشة رضي الله تعالى عنها أتت قبر عبد الرحمان بن أبي بكر رضي الله عنه، فقالت:

كنا كندماني جذيمة حقبة　　من الدهر حتى قيل لن يتصدعا

فلما تفرقنا كأني ومالكاً　　لطول اجتماع لم نبت ليلة معا

ثم قالت: والله لوحضرتك مادفنت إلاحيث مت، ولوشهدتك مازرتك" (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب دفن الميت، الفصل الثالث: ۱/۱۴۹، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۴۲، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشيخ الشلبي على تبيين الحقائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۱/۵۸۸، دار الكتب العلميه بيروت)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، باب الجنائز: ۲/۲۳۹، سعيد)

"ويستحب أن يدفن في المقبرة......... ولو نقل قبل دفن إلى قدر ميل أو ميلين، فلابأس. ولاينبغي إخراج الميت من القبر بعد مادفن الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن والنقل الخ: ۱/۱۶۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۴۱، ۳۴۲، رشيديه)

(۳) (الدر المختار، المصدر السابق)

طحطاوی نے دفن کے بعد منتقل کرنے کی تین صورتیں لکھی ہیں: ایک یہ کہ میت کو کسی غیر کی زمین میں بغیر اجازت مالک دفن کردیا گیا، جس سے وہ حصۂ زمین غصب ہوگیا اور مالک کسی طرح میت کے یہاں رہنے پر رضا مند نہیں ہے بلکہ اس کے نکالنے پر مصر ہے تو ایسی حالت میں مجبوراً دوسری قبر میں منتقل کردیا جائے، یہ صورت بالاتفاق جائز ہے۔ دوسری صورت کہ میت کو دوسرے قبرستان میں منتقل کرنا مقصود ہے، (خواہ میت کی عظمت ومحبت کی وجہ سے یا اس کی تحقیر اور وصیت کی خاطر) یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ میت کی قبر پر پانی غالب آجائے جس سے میت محفوظ نہ رہ سکے اس صورت میں بعض حضرات نے میت کو منتقل کرنے کی اجازت دی ہے بعض نے منع کیا ہے(۱)۔

واقعہ مسئولہ دوسری صورت میں داخل ہے جو کہ بالاتفاق ناجائز ہے، یہ دلیل کہ دو ڈھائی گز زمین کھود کر اٹھالی جوے گی کارآمد نہیں، کیونکہ اصل مقصود نعش کو منتقل کرنا ہے اور جو کچھ مٹی ساتھ آئے گی وہ نعش کے تابع ہوکر منتقل ہوگی جس طرح کہ میت کے ساتھ کفن، تابوت ہو کہ وہ تابع میت ہے نہ کہ مقصود اصلی، لہٰذا اس منتقل کرنے کو بھی کہا جائے گا کہ میت کو منتقل کیا گیا ہے، یہ نہیں کہا جائے گا کہ قبر کی مٹی منتقل کرکے لائے ہیں، پھر وہاں لاکر شاندار مقبرہ تعمیر کیا جائے گا، یہ بناء علی القبر ہے جس کی حدیث پاک میں ممانعت آئی ہے(۲) اور فقہاء نے اس کو حرام لکھا ہے۔ "وفي المضمرات: عن السرخسي أن يحرم البناء عليه للزينة ويكره للإحكام بعد

---

(۱) "النقل بعد الدفن على ثلاثة أوجه، في وجه يجوز بالاتفاق، وفي وجه لايجوز بالاتفاق وفي وجه خلاف: أما الأول فهو إذا دفن في أرض مغصوبة أو كفن في ثوب مغصوب ولم يرض صاحبه بالابقاء عن ملكه أو نزع ثوبه، جاز أن يخرج منه، جاز بالاتفاق. وأما الثاني فكما إذا أردت أن تنظر إلى وجهه ولسمعا أو نقله إلى المقبرة أخرى، لايجوز بالاتفاق. وأما الثالث إذا غلب الماء على القبر، فقيل: يجوز تحويله، الخ". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب أحكام الجنائز، فصل في حملها ودفنها، ص: ۶۱۵، قديمي)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الجنائز: ۲۳۸/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۳۴۱/۲، رشيديه)

(۲) "أنه سمع جابراً رضي الله تعالى عنه يقول: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم نهى أن يقعد على القبر وأن يقصص ويبنى عليه". (سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب في البناء على القبر: ۱۰۴/۲، امداديه)

انتہیٰ۔ طحطاوی(۱)۔

تنبیہ: شہنشاہ کا لفظ غیر اللہ کیلئے استعمال کرنا جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

دفن کے بعد میت نے خواب میں کہا کہ ”میں زندہ ہوں“ تو کیا اس کو نکالا جائے؟

سوال[۴۲۵۵]: ایک لڑکا تقریباً ۲۳ سال عمر کا رمضان المبارک میں سحری کھا کر نماز کے لئے مسجد جارہا تھا کہ راستہ میں وہ گر گیا، ایسا معلوم ہوا کہ اس کو دورہ ہوگیا ہے، کیونکہ اس سے پہلے بھی اس کو دو مرتبہ دورے پڑے تھے اور وہ رات میں ایسی حالت میں تھا جیسے سجدہ کر رہا ہو۔ اس کے وارثین کو اطلاع دی گئی اور پھر ڈاکٹروں کو دکھایا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ ختم ہو چکا ہے، لیکن اس کے بشرے اور چہرے وہیئت سے فوراً ہی کے آثار آٹھ گھنٹے تک معلوم نہیں ہوئے، بعدہ اس کو دفن کردیا گیا۔ رات کو اس کی ہمشیرہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا ہے میں تو زندہ ہوں، مجھے کیوں دفنا دیا، میں تو لحیب آ گیا تھا اور دیکھا کہ مسجد کی طرف سے زندہ اپنی قبر کی طرف آرہا ہے وغیرہ ذلک۔ اب اقرباء کا کہنا ہے کہ اس مسئلہ میں علماء سے رجوع کریں، مرحوم نہایت پابند صوم وصلوٰۃ تھا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اسے قبر کھود کر نکال لیا جائے یا نہیں؟ جواب سے ممنون فرمائیں۔

المستفتی: حشمت اللہ خاں محلہ احمد تیل کرود، ضلع بجنور (یوپی)۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب أحكام الجنائز، فصل في حملها ودفنها، ص: ٦١١، قديمي)

"قوله: ولا ينبش عليه بعد، أي يحرم لو لغيبة" (رد المحتار، باب الجنائز، مطلب في دفن الميت: ٢/٢٣٤، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، الجنائز، فصل: وأما سنة الدفن: ٢/٥٤، رشيدية)

(٢) عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه يبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم، قال: "أخنع اسم عند الله يوم القيامة رجل تسمى بملك الأملاك". قال سفيان: "شاهان شاه" هذا حديث صحيح، وأخنع يعني أقبح". (جامع الترمذي، أبواب الاستئذان والأدب، باب ماجاء مايكره من الأسماء: ٢/١١١، سعيد)

(وكذا في زاد المعاد لابن قيم الجوزية، فصل في هديه صلى الله عليه وسلم في الأسماء والكنى، ص: ٣٣٩، دار الفكر بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بہت لوگوں نے دیکھ کر تجویز کر دیا کہ موت واقع ہوگئی ہے اور اسی یقین کے ساتھ اس کو دفن کیا گیا تو محض خواب کی بنا پر قبر کھودنے کی اجازت نہیں، کما فی الشامی (۱)، خواب شرعی حجت نہیں (۲)۔

---

(۱) "ولو دفن مستدبراً لها وأهالوا التراب، لا ينبش، لأن التوجه إلى القبلة سنة والنبش حرام" (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲۳۸/۲، سعيد)

"ولو وضع الميت لغير القبلة أو على شقه الأيسر أو جعل رأسه موضع رجليه وأهيل عليه التراب لم ينبش" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن: ۱۶۶/۱، رشيدية)

(۲) "إن أبا قتادة الأنصاري رضي الله تعالى عنه - وكان من أصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وفرسانه - قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الرؤيا من الله، والحلم من الشيطان" الحديث". (صحيح البخاري، كتاب التعبير، باب الحلم من الشيطان: ۱۰۳۵/۲، قديمي)

"الصحيح ما عليه أهل السنة أن الله يخلق في قلب النائم اعتقادات كما يخلقها في قلب اليقظان، فإذا خلقها فكأنه جعلها علماً على أمور أخرى يخلقها في ثاني الحال، وما وقع منها على خلاف المعتقد فهو كما يقع لليقظان، ونظيره أن الله خلق الغيم علامةً على المطر وقد يتخلف. وتلك الاعتقادات تقع تارةً بحضرة الملك فيقع بعدها ما يسر، أو بحضرة الشيطان فيقع بعدها ما يضر، والعلم عند الله تعالى". (كتاب المنامات للشيخ عبد السلام، الفصل الثالث في حقيقة الرؤيا، ص: ۱۰، دار المعرفة، بيروت)

"إن الله سبحانه يخلق في قلب النائم اعتقادات كما يخلقها في قلب اليقظان، وهو سبحانه يفعل ما يشاء، لا يمنعه نوم ولا يقظة، وقد جعل سبحانه تلك الاعتقادات علماً على أمور يخلقها في ثاني الحال، فمنها ما يكون علماً على ما يسر يخلقه بغير حضرة الشيطان، ومنها ما يكون علماً على ما يضر يخلقه بحضرته" الخ. (روح المعاني، (سورة يوسف، پ: ۱۲، آیت: ۵) ۱۸۱/۱۲، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے (صحيح البخاري، كتاب التعبير، باب أول ما بدئ به رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الخ، (رقم الباب: ۱)، ۱۰۳۲/۲، قديمي)

چیرنا بھی جائز نہیں (۱)۔ زہر خورانی کا ثبوت مجرم کے اقرار یا گواہوں کے ذریعہ ہو سکتا ہے (۲)، پوسٹ مارٹم کے

— ولو وضع الميت لغير القبلة أو شقه الأيسر أو جعل رأسه موضع رجليه وأهيل عليه التراب، لم ينبش". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في الدفن الخ: ۱/۱۶۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۳۹، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولقد كرمنا بني آدم وحملنهم في البر والبحر﴾ الآية. (سورة الإسراء، پارہ: ۱۵، آية: ۷۰)

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "كسر عظم الميت ككسره حياً". (سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب في الحفار يجد العظم هل يتنكب ذلك المكان: ۲/۱۰۲، إمداديه)

"ولا يجوز بيع شعور الإنسان ولا الانتفاع بها؛ لأن الآدمي مكرّم لا مبتذل، فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً ومبتذلاً ... والآدمي مكرم وإن كان كافراً، فإيراد العقد عليه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له". (فتح القدير، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۶/۴۲۵، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً: ۵/۵۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۴، رشيديه)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة: ۱/۲۷۴، إدارة القرآن، كراچى)

(۲) "المرء مؤاخذ بإقراره". "يعني إذا أقر الحر البالغ لزمه، أقر مجهولاً كان ما أقر أو معلوماً، وقد رجم - صلى الله تعالى عليه وسلم - ماعزاً بإقراره أربع مرات". (القواعد الفقهية مع حاشية عميم الإحسان المجددي، رقم القاعدة: ۳۰۴، ص: ۱۲۰، الصدف پبلشرز)

"وهي (الشهادة) إخبار صدق لإثبات حق ... بلفظ الشهادة في مجلس القاضي ... ونصابها للزنا أربعة رجال ليس منهم زوجها الخ". (الدر المختار، كتاب الشهادات: ۵/۴۶۱، ۴۶۳، سعيد)

"تنبيه: جعل طريق ثبوت الحكم: أي بعد وقوعه ... فقال: له وجهان، أحدهما: الخرق حيث كان ... الثاني: الشهادة على حكمه بعد دعوى صحيحة". (رد المحتار، كتاب القضاء: ۵/۳۵۴، سعيد)

ذریعہ جو ثبوت ہو وہ شرعی ثبوت نہیں اور ایسے ثبوت پر کسی کو مجرم قرار دے کر سزا دینے کا بھی حق نہیں۔

۲…ایسی صورت میں قانونی چارہ جوئی وکیلوں سے کی جاسکتی ہے، قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر اقدام کرنے کے نتائج بسا اوقات اتنے خطرناک ہوتے ہیں کہ ان کا تحمل دشوار ہوتا ہے اور ایسا فتنہ کھڑا ہو جاتا ہے جس کا خمیازہ بہت سے بے قصوروں کو بھگتنا پڑتا ہے۔

۳…اس کا جواب نمبر ایک میں آگیا ہے۔

۴…اخفائے واردات جرم ہے، اگر اس جرم سے بچنے کے لئے اطلاع کی ہے کہ اگر اطلاع نہ کرتا تو وہ مستوجب سزا ہوتا تب تو معتوب نہیں ہے (۱)، اگر اس تحفظ کے علاوہ دوسرا مقصد ہے کہ دوسروں کو بلاوجہ شرعی ذلیل کیا جائے تو یہ سخت معصیت ہے (۲)، اس نے قبر کی بھی بے حرمتی کی اور میت کی بھی بے حرمتی کی، اگر اقتدار اعلیٰ ایسے شخص کے ہاتھ میں ہو جو شرعی سزا دینے کا مجاز ہو تو وہ حسب صوابدید تعزیر کر سکتا ہے، ہر شخص کو تعزیر کا حق نہیں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۸۹ھ۔

---

(۱) "الضرورات تبیح المحظورات". (قواعد الفقہ، رقم القاعدۃ: ۱۷۰، ص: ۸۹، الصدف پبلشرز)

(وکذا فی شرح الأشباہ والنظائر، القاعدۃ الخامسۃ: ۱/۲۵۲، إدارۃ القرآن، کراچی)

(وکذا فی شرح المجلۃ، رقم المادۃ: ۲۱، ۱/۲۹، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ویل لکل همزة لمزة﴾ (سورۃ الهمزة، پارہ: ۳۰)

قال ابن کثیر تحتها: "الهماز بالقول واللماز بالفعل، یعني یزدري الناس وینتقص بهم" (تفسیر ابن کثیر ۴/۵۸۳، سهیل اکیڈمی، لاهور)

"عن عقبة بن عامر رضي اللہ تعالیٰ عنه أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "من ستر مؤمناً کان کمن أحیی مؤودة من قبرها". (مسند أحمد، أحادیث عقبة بن عامر رضي اللہ تعالیٰ عنه، رقم الحدیث: ۱۶۹۸۰، ۵/۱۳۳، دار إحیاء التراث العربي، بیروت)

(۳) "ویعزر کل مرتکب منکر أو مؤذي مسلم بغیر حق بقول أو فعل" (الدر المختار، کتاب الحدود، باب التعزیر: ۴/۶۹، سعید)

"قالوا: لکل مسلم إقامة التعزیر حال مباشرة المعصیة، وأما بعد المباشرة فلیس ذلک لغیر الحاکم .... الأصل في وجوب التعزیر أن کل من ارتکب منکراً أو آذی مسلماً بغیر حق بقوله أو بفعله یجب التعزیر الخ". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الحدود، فصل في التعزیر: ۲/۱۶۷، ۱۶۸، رشیدیه)

قبر پر کھیتی

سوال[۴۲۵۷]: زید کے باغ میں کوئی قبر تھی اس نے اس کو بذریعہ ہل کے بے نشان کردیا اور وہاں پر اناج بودیا، فرمائیے: اس قبر کا اناج پیدا شدہ اس کے لئے کیسا ہوگا، نیز قبر کا بے نشان کرنا شرعاً کیسا ہے؟

بندہ محمد یٰسین ہلالی ۳۰/ جمادی الثانیہ ۱۳۵۲ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ قبر اتنی پرانی تھی کہ اس میں میت مٹی بن چکی تھی تو اس میں ہل چلانے میں مضائقہ نہیں بلکہ وہاں کھیتی وغیرہ درست ہے(۱)، یا کسی نے بغیر زید کی اجازت کے زید کی زمین میں اپنے مردہ کو دفن کردیا تھا تب بھی زید کو جائز ہے کہ وہ اس جگہ کھیتی وغیرہ کرے(۲)۔ اور اگر خود کوئی زید کا مردہ تھا، یا زید کی اجازت سے دفن کیا گیا تھا تو زید کو اس مردہ کے اس قدر پرانا ہونے سے پہلے کہ مٹی ہوجائے، اس جگہ کھیتی کرنا درست نہیں، تاہم وہاں کے اناج میں اس سے خرابی نہیں آئی، اس سے قبر کے بے نشان کرنے کا حکم بھی معلوم ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۷/۵۶ھ۔

---

(۱) "ولو بلی المیت وصار تراباً جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ". (الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن الخ: ۱/۱۶۷، رشیدیہ)

"ولو بلی المیت وصار تراباً جاز دفن غیرہ فی قبرہ، وزرعہ والبناء علیہ". (تبیین الحقائق، باب الجنائز: ۱/۵۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ: ۲/۲۳۸، سعید)

(۲) "(ولا یخرج منہ) بعد إہالۃ التراب (إلا) لحق آدمی (ک) أن تکون الأرض مغصوبۃ أو أخذت بشفعۃ، ویخیر المالک بین إخراجہ ومساواتہ بالأرض، کما جاز زرعہ والبناء علیہ إذا بلی وصار تراباً. زیلعی". (الدر المختار، باب الجنائز: ۲/۲۳۸، سعید)

"قال رحمہ اللہ تعالیٰ: (إلا أن تکون الأرض مغصوبۃ) فیخرج بحق صاحبہا إن شاء، وإن شاء سواہ مع الأرض وانتفع بہ زراعۃ أو غیرہا". (تبیین الحقائق، باب الجنائز: ۱/۵۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاتہ: ۲/۳۴۳، رشیدیہ)

قبرستان کو عیدگاہ میں شامل کرنا اور پختہ قبروں کو ہموار کرنا

سوال [۴۲۵۸]: عیدگاہ کے متصل جو زمین ہے وہ کسی زمانہ میں قبرستان تھا اور وہ قبرستان کے نام سے کاغذات میں درج ہے لیکن عرصے سے وہاں مردے دفن نہیں ہوتے، البتہ چند پختہ قبریں موجود ہیں، وہ زمین بے پڑی ہوئی ہے تو اس کو عیدگاہ میں شامل کر سکتے ہیں یا نہیں اور یہ پکی قبریں ہموار کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مردے دفن کرنے کے لئے اس زمین کی ضرورت نہیں وہ بیکار پڑی ہے اور عیدگاہ میں داخل کرنے کی ضرورت ہے، قبر جب اتنی پرانی ہو جائے کہ اس میں میت باقی نہ رہے بلکہ مٹی بن چکی ہو تو اس کا حکم بھی بدل جاتا ہے، نہ اس کا احترام باقی رہتا ہے، نہ وہاں نماز ممنوع ہوتی ہے، نہ تعمیر اور کھیتی منع رہتی ہے بلکہ حسبِ ضرورت ان سب چیزوں کی اجازت ہو جاتی ہے۔ پختہ قبر بنانا تو شرعاً درست ہی نہیں، اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو پختہ قبروں کو برابر کیا جائے (۱) اور زمین کو عیدگاہ میں شامل کر لیا جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۴/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۴/۸۸ھ۔

---

(۱) "شرطهما (الأمر والنهي) أن لا يؤدي إلى الفتنة، كما علم من الحديث، وأن يظن قبوله، فإن ظن أنه لا يقبل فيستحسن إظهار شعار الإسلام" (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف: ۸/۹۱۲، رشيديه)

(۲) "صار وزرعه والبناء عليه إذا بلي وصار تراباً" (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۳۸، سعيد)

"ولو بلي الميت وصار تراباً، جاز دفن غيره في قبره وزرعه، والبناء عليه" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثالث في الدفن الخ: ۱/۱۶۷، رشيديه)

"ولو بلي الميت وصار تراباً، جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه" (تبيين الحقائق، باب الجنائز: ۱/[illegible]، دار الكتب العلمية، بيروت)

قبرستان کے درمیان میں راستہ بنانا

سوال[۴۲۵۹]: قبرستان کے درخت وغیرہ صاف کر کے بیچ میں راستہ بنانا کیسا ہے؟ اور راستہ میں مرد وعورت سب چلتے ہیں مع حوالہ تحریر کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر قبرستان وقف ہو تو وہاں کو راستہ، سڑک بنانا درست نہیں، درختوں کو کاٹ کر جتنی جگہ کو راستہ بنایا جاوے گا اس میں مردے دفن نہیں کئے جاسکیں گے یہ منشائے واقف کے خلاف ہے: "شرط الواقف کنص الشارع" شامی (۱)۔ ہاں اگر مردے لے جانے کے لئے راستہ نہیں تو راستہ بنایا جاوے تاکہ وہاں کو مردے لے جاسکیں تو اس میں مضائقہ نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۴/۹۰ھ۔

قبروں پر چلنا

سوال[۴۲۶۰]: قبرستان میں قبروں کے ٹوٹے ہوئے اور بے ترتیب ہونے کے باعث قبرستان میں میت لاتے وقت لوگ قبروں کو اپنے پیروں سے مسلتے چلے جاتے ہیں، اس وجہ سے اگر چند قبروں کو ہموار کر کے سیدھے راستے بنادیئے جائیں تو کیا یہ جائز ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہاں قبریں ہوں وہاں میت کو لے کر سب آدمی جمع ہو کر نہ جائیں جس سے قبروں پر پیر آئیں، بلکہ بچابچا کر بقدرِ ضرورت آدمی جائیں اور قبروں کو بچا کر جائیں (۲)، اسی طرح دفن کرنے کے لئے آنے جانے

---

(۱) (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الوقف، فصل یراعی شرط الواقف فی إجارته ۴/۴۳۳، سعید)

"أجمعت الأمة أن من شروط الواقفین ما هو صحیح معتبر یعمل به". (البحر الرائق، کتاب الوقف ۵/۲۱۱، رشیدیه)

"لأن شرط الواقف معتبر فیراعی کالنصوص، الخ" (تبیین الحقائق، کتاب الوقف ۴/۲۶۹، سعید)

(۲) "عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال: نهی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أن تجصص القبور –

www.ahlehaq.org

کے قابل جگہ چھوڑ کر قبرستان نہیں، قبروں کو ہموار کر کے راستہ بنانے کی گنجائش ہے، جبکہ قبریں اتنی پرانی ہو کر میت مٹی بن چکی ہو(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

کسی کی قبر پر ٹیک لگانا

سوال [۴۲۹۱]: قبر سے ٹیک لگانا کیا حرام یا ممنوع ہے یا اس سے مردے کو بھی تکلیف ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خلافِ احترام ہے بلکہ اذیت ہوتی ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۱۳۸۹ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہ۔

---

(۱) "وان یکتب علیها وان یبنی علیها وان توطأ". (جامع الترمذی، أبواب الجنائز، باب ماجاء فی کراهیة تجصیص القبور والکتابة علیها: ۱/۲۰۳، سعید)

"ویکره الجلوس علی القبر ووطؤه". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۴۵، سعید)

"ویکره أن یطأ القبر أو یجلس أو ینام عنده الخ". (البحر الرائق، باب صلاة الجنازة، فصل السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۴۱، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی الدفن والنقل الخ: ۱/۱۶۶، رشیدیه)

(۲) "ولو بلی المیت وصار تراباً، جاز دفن غیره فی قبره وزرعه والبناء علیه". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس الخ: ۱/۱۶۷، رشیدیه)

"ولو بلی المیت وصار تراباً، جاز دفن غیره فی قبره وزرعه والبناء علیه". (تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱/۵۸۹، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة: ۲/۲۳۸، سعید)

(۲) "عن عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: رآنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم متکئاً علی قبر،

قبر کے قریب پیشاب کرنا

سوال [۴۰۴۲]: اگر کوئی شخص کسی بزرگ کی قبر سے دو گز کے فاصلہ پر پیشاب یا استنجیٰ کرے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عین قبر پر پیشاب یا پاخانہ کرنا حرام ہے، بزرگانِ دین کی قبر کا زیادہ احترام کرنا چاہیے، قبر سے فاصلہ پر ضرورت پوری کرنے کی گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/۱۰/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۷ھ۔

= فقال: "لا تؤذ صاحب هذا القبر" أو "لا تؤذه". (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب دفن الميت: ۱/۱۴۹، قديمي)

"ويكره الجلوس على القبر ووطؤه". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۴۵، سعيد)

"ويكره أن يطأ القبر أو يجلس أو ينام عليه الخ". (البحر الرائق، باب صلاة الجنازة، فصل السلطان أحق بصلاته الخ: ۲/۳۴۲، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن والنقل الخ: ۱/۱۶۶، رشيدية)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لأن يجلس أحدكم على جمرة فتحرق ثيابه حتى تخلص إلى جلده خير له من أن يجلس على قبر". وفيه أيضاً: "لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا إليها". (سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب في كراهية القعود على القبر: ۲/۱۰۴، إمدادية)

"ويكره وطء القبر والجلوس والنوم عليه وقضاء الحاجة من البول والغائط". (الدر المنتقى في شرح الملتقى على هامش مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱/۲۷۲، مكتبه غفاريه كوئٹه)

"وكره أبو حنيفة رحمه الله تعالى أن يوطأ على قبر أو يجلس عليه أو ينام عليه أو تقضى عليه حاجة من بول أو غائط". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في سنة الدفن: ۲/۶۵، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۴۵، سعيد)

قبرستان میں خاردار پودوں کو آگ لگانا

سوال[۴۲۴۳]: یہاں قبرستان میں بہت زیادہ خاردار پودے اُگے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے بغیر جوتا پہنے قبرستان میں جانا مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ:

(الف)... جوتا پہن کر قبرستان میں جا سکتے ہیں، اس میں کوئی کراہت تو نہیں ہے؟

(ب)... خاردار پودے سوائے جلانے کے ختم نہیں ہو سکتے تو کیا قبرستان میں آگ جلا کر ان پودوں کو ختم کر سکتے ہیں؟

(ج)... میت پر بلند آواز سے قرآن پاک پڑھنا اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) اس حالت میں کراہت نہیں(۱)۔

(ب) قبرستان سے جو اصل غرض متعلق ہے (تدفین) جب اس کا حصول ان خاردار پودوں کی وجہ سے دشوار ہو گیا اور بغیر جلائے ان کا ازالہ دوسری طرح نہیں ہو سکتا تو جلا کر ان کو ختم کر دیا جائے(۲)۔

(ج) تو تنہا سائل کا مقصود میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس قرآن کریم پڑھنے کو دریافت کرنا ہے تو شرعاً جائز ہے، نافع ہے، دفن کے بعد سر کی طرف سورۂ بقرہ کا اول اور پیر کی طرف سورۂ بقرہ کا آخر

---

(۱) "والمشي في المقابر بنعلين لا يكره عندنا" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن الخ: ۱/۱۶۶، رشيدية)

"ولا يكره المشي في المقابر بالنعلين عندنا" (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، أحكام الجنائز، ص: ۶۲۰، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الإيمان بضع وسبعون أو بضع وستون شعبة، فأفضلها قول: لا إله إلا الله، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق، والحياء شعبة من الإيمان"

"قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أدناها إماطة الأذى عن الطريق" أي تنحيته وإبعاده، والمراد بالأذى كل ما يؤذي من حجر أو مدر أو شوك أو غيره" (الصحيح لمسلم مع شرحه للنووي رحمه الله تعالى، كتاب الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان الخ: ۱/۴۷، قديمي)

www.ahlehaq.org

پڑھنا بعض آثارِ صحابہ سے ثابت ہے(۱)۔

مشکوٰۃ شریف ص:۱۴۹: "عن عبداللہ بن عمر رضي اللہ تعالیٰ عنهما قال: سمعت النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یقول: "إذا مات أحدکم فلا تحبسوه وأسرعوا به إلی قبره ولیقرأ عند رأسه فاتحة البقرة وعند رجلیه بخاتمة البقرة" الخ"(۲)۔

تلاوتِ کلامِ پاک سراً وجہراً دونوں طرح درست ہے، دعا ہاتھ اٹھا کر اور بغیر ہاتھ اٹھائے دونوں طرح درست ہے، اگر ہاتھ اٹھائے تو رخ قبلہ کی طرف کرے، کذا في فتح الباري(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۴/۹۲ھ۔

جنات کا دفن

سوال[۴۲۹۴]: جنات کہاں دفن ہوتے ہیں؟ اس کے بارے میں لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زمین میں، سمندروں میں اور پہاڑوں میں بھی دفن ہوتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۱/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "قال لي أبي اللجلاج أبو خالد رضي اللہ تعالیٰ عنه: "یا بني! إذا أنا مت فالحد لي، فإذا وضعتني في لحدي فقل: بسم اللہ وعلی ملة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، ثم سن علی التراب سناً، ثم اقرأ عند رأسي بفاتحة البقرة وخاتمتها، فإني سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یقول ذلک" رواه الطبراني في المعجم الکبیر وإسناده صحیح". (آثار السنن، کتاب الجنائز، باب قراءة القرآن للمیت، ص: ۳۲۸، مکتبه امدادیه)

(۲) (مشکوٰة المصابیح، کتاب الجنائز، باب في دفن المیت، الفصل الثالث: ۱/۱۴۹، قدیمي)

(۳) "وفي حدیث ابن مسعود رضي اللہ تعالیٰ عنه: رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم في قبر عبداللہ ذي البجادین" الحدیث. وفیه: "فلما فرغ من دفنه، استقبل القبلة رافعاً یدیه" أخرجه أبو عوانة في صحیحه". (فتح الباري، کتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلة، رقم الحدیث: ۶۳۴۳، ورقم الباب: ۲۵: ۱۱/۱۷۳، قدیمي)

ما فی السموات والارض تک آخر پڑھے اور میت کو ایصال ثواب کرکے میت کے لئے سہولت سوال وجواب وتخفیف ہول قبر واثبات علی الایمان کی دعا کرے۔

"وأخرج الطبراني والبيهقي في الشعب عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "إذا مات أحدكم فلا تحبسوه وأسرعوا به إلى قبره، وليقرأ عند رأسه بفاتحة الكتاب". ولفظ البيهقي: "فاتحة البقرة وعند رجليه بخاتمة البقرة في قبره". شرح الصدور، ص: ١٢٨(١)۔

"يستحب الوقوف بعد الدفن قليلاً والدعاء للميت مستقبلاً وجهه بالثبات". شرح الصدور، ص: ١٢٩(٢)۔

اس سلسلہ میں قبر پر دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا بھی ثابت ہے، اور جہاں کہیں کسی غلط فہمی کا اندیشہ ہو تو ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے میں مضائقہ بھی نہیں، لیکن اس صورت میں رخ قبلہ کی طرف کرے:

"وفي حديث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

---

(١) شرح الصدور في أحوال الموتى والقبور للإمام جلال الدين السيوطي، باب ما يقال عند الدفن والتلقين، ص: ١٠٩، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب دفن الميت: ١/١٤٩، قديمي)

"وكان ابن عمر رضي الله تعالى عنهما يستحب أن يقرأ على القبر بعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها ... فقد ثبت أنه عليه الصلاة والسلام قرأ أول سورة البقرة عند رأس الميت وآخرها عند رجليه". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ٢/٢٤٣، ٢٤٢ سعيد)

(٢) شرح الصدور في أحوال الموتى والقبور للإمام جلال الدين السيوطي، باب ما يقال عند الدفن والتلقين، ص: ١١١، دار المعرفة بيروت)

"وجلوس ساعة بعد دفنه لدعاء وقراءة بقدر ما ينحر الجزور ويفرق لحمه". (الدر المختار، باب صلاة الجنازة: ٢/٢٣٧ سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن الخ: ١/١٦٦، رشيديه)

www.ahlehaq.org

في قبر عبد الله ذي النجادين" الحديث. وفيه: "فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه" أخرجه أبو عوانة في صحيحه اهـ". فتح الباری شرح بخاری شریف: ۱۱/۱۲۲ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۱۹۸۸ھ۔

ایضاً

سوال[۴۲۱۷]: میت کو دفن کرنے کے بعد جو دعائے مغفرت کی جاتی ہے وہ ہاتھ اٹھا کر کی جائے یا بغیر ہاتھ اٹھائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ بغیر ہاتھ اٹھائے بھی کی جاسکتی ہے اور ہاتھ اٹھا کر بھی، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دفن کے بعد قبلہ کی طرف رخ فرما کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی ہے، اگر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا چاہے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے قبر کی طرف رخ نہ کیا جائے بلکہ قبلہ کی طرف رخ کر لیا جائے:

"وفي حديث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في قبر عبد الله ذي النجادين" الحديث. وفيه: "فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه" أخرجه أبو عوانة في صحيحه اهـ". فتح الباری شرح بخاری شریف: ۱۱/۱۲۲ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (فتح الباري، كتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلة، رقم الحديث: ۶۳۴۳، ورقم الباب ۲۵: ۱۱/۱۶۳، قديمي)

(۲) (فتح الباري، كتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلة، رقم الحديث: ۶۳۴۳، ورقم الباب ۲۵: ۱۱/۱۶۳، قديمي)

"عن محمد بن قيس بن مخرمة بن المطلب أنه قال يوماً: ألا أحدثكم عني وعن أمي؟ قال: فظننا أنه يريد أمه التي ولدته. قال: قالت عائشة رضي الله تعالى عنها: ألا أحدثكم عني وعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟ قلنا: بلى. قال: قالت: "لما كانت ليلتي التي كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فيها عندي انقلب ..... حتى جاء البقيع، فقام فأطال القيام، ثم رفع يديه ثلاث مرات" الحديث". (قولها: جاء البقيع، فأطال القيام، ثم رفع يديه الخ) فيه استحباب إطالة الدعاء وتكريره ورفع اليدين فيه الخ" —

دفن کے وقت اگربتی جلانا اور بعد دفن دعاء کرنا

الاستفتاء [۴۲۰۹]: قبرستان میں اگربتی لوبان جلانا کیسا ہے؟ قبر پر دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قبرستان میں اگربتی اور لوبان جلانا نہیں چاہئے، میت کو غسل دیتے وقت اس تختے کو دھونی دینا درست ہے جس پر غسل دیا جائے (۱)، نیز کفن کو دھونی دے کر میت کو پہنایا جائے (۲)، باقی قبر پر ثابت نہیں ہے،

— "(من أحدث) أي أنشأ واخترع وأتى بأمر حديث من قبل نفسه ...... (ما ليس منه) أي رأياً ليس له في الكتاب أو السنة عاضد ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط (فهو رد) أي مردود على فاعله لبطلانه الخ". (فيض القدير، رقم الحديث: ۸۳۳۳، ۱۱/۵۶۰۲، مكتبة نزار مصطفى الباز، رياض)

(۱) "(ويوضع) كما مات (كما تيسر) في الأصح (على سرير مجمر وتراً) إلى سبع فقط" (الدر المختار). "(مجمر) أي مبخر، وفيه إشارة إلى أن السرير يجمر قبل وضعه عليه تعظيماً وإزالة للرائحة الكريهة". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۲/۱۹۵، سعيد)

"ويوضع على سرير مجمر وتراً قبل وضع الميت عليه" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني في الغسل: ۱/۱۵۸، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب صلاة الجنازة: ۲/۳۰۰، رشيديه)

(۲) "عن أبي وائل قال: عند علي رضي الله تعالى عنه مسك، فأوصى أن يحنط به. وقال: هو فضل حنوط رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم" قال النووي: إسناده حسن". (نصب الراية، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل في الغسل، (رقم الحديث: ۲۹۹۰): ۲/۲۵۹، مكتبة المكية جدة)

"ويجعل على رأسه ولحيته؛ لأن التطيب سنة. وذكر الرازي أن هذا الفعل مستحب والحنوط عطر مركب من أشياء طيبة ولا بأس بسائر الطيب غير الزعفران والورس اعتباراً بالحياة، وقد ورد النهي عن المزعفر للرجال. وبهذا يعلم جهل من يجعل الزعفران في الكفن عند رأس الميت في زماننا". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۳۰۳، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱/۳۶۷، دار المعرفة، بيروت)

www.ahlehaq.org

بدعت اور منع ہے۔ بہتر یہ ہے کہ بغیر ہاتھ اٹھائے فاتحہ پڑھی جائے (۱)۔ اگر ہاتھ اٹھانا ہو تو قبر کی طرف پشت کرے اور قبلہ کی طرف رخ کرے، ایسا کرنا حدیث شریف سے ثابت ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد"". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمي)

"(من أحدث): أي أنشأ واخترع وأتى بأمر حديث من قبل نفسه ---- ..... (ما ليس منه): أي رأياً ليس له في الكتاب أو السنة عاضد ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط (فهو رد): أي مردود على فاعله لبطلانه الخ". (فيض القدير، (رقم الحديث: ۸۳۳۳): ۱۱/۵۵۹۲، مكتبه نزار مصطفى الباز، رياض)

"ويكره عند القبر كل ما لم يعهد من السنة، الخ". (البحر الرائق، كتاب الجنائز، قبيل باب الشهيد: ۲/۳۴۲، رشيديه)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: مر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بقبور المدينة فأقبل عليهم بوجهه فقال: "السلام عليكم يا أهل القبور! يغفر الله لنا ولكم أنتم سلفنا ونحن بالأثر"". (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما يقول إذا دخل المقابر: ۱/۲۰۳، سعيد)

(وكذا في الأذكار للنووي رحمه الله تعالىٰ، باب ما يقوله زائر القبور، ص: ۱۰۸، دار ابن حزم)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (شرح الصدور في أحوال الموتى والقبور للإمام جلال الدين السيوطي رحمه الله تعالىٰ، باب زيارة القبور وعلم الموتى بزوارهم ورؤيتهم لهم، ص: ۲۰۱-۲۲۵)

"وفي حديث ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في قبر عبد الله ذي النجادين". الحديث، وفيه: "فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه" أخرجه أبو عوانة في صحيحه". (فتح الباري، كتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلة، (رقم الحديث: ۶۳۴۳، رقم الباب: ۲۵): ۱۱/۱۴۴، قديمي)

"عن محمد بن قيس بن مخرمة بن المطلب أنه قال يوماً: ألا أحدثكم عني وعن أمي؟ قال: فظننا أنه يريد أمه التي ولدته، قال: قالت: عائشة رضي الله تعالىٰ عنها: ألا أحدثكم عني وعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم؟ قلنا: بلى، قال: قالت: لما كانت ليلتي التي كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فيها عندي انقلب ..... حتى جاء البقيع، فقام فأطال القيام، ثم رفع يديه ثلاث مرات". الحديث.

قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا

سوال[۴۲۷۰]: قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفسِ میت کے لئے استغفار کرنا اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا قبرستان میں جائز ہے، بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے بھی درست ہے(۱)، لیکن چونکہ لوگ بکثرت اپنی مرادیں مزارات پر جا کر اصحابِ قبور سے مانگتے ہیں جو کہ حرام اور شرک ہے(۲)، اس لئے ہاتھ نہ اٹھایا جائے تاکہ ان کے ساتھ تشبہ نہ ہو اور ان کے عمل کو تقویت

= "(قولها: جاء البقيع، فأطال القيام، ثم رفع يديه الخ) فيه استحباب إطالة الدعاء وتكريره ورفع اليدين فيه الخ". (الصحيح لمسلم مع شرحه للنووي رحمه الله تعالى، كتاب الجنائز، فصل في الذهاب إلى زيارة القبور: ۱/۳۱۳، قديمي)

(۱) "قالت عائشة: ألا أحدثكم عني وعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قلنا بلى ...... واختمرت وتقنعت إزاري ثم انطلقت على إثره حتى جاء البقيع فقام فأطال القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات".

وفي شرح النووي لمسلم: "(قوله: جاء البقيع فأطال القيام، ثم رفع يديه ثلاث مرات) فيه استحباب إطالة الدعاء وتكريره ورفع اليدين فيه، وفيه أن دعاء القائم أكمل من دعاء الجالس في القبور". (الصحيح لمسلم مع شرح النووي لمسلم، كتاب الجنائز: ۱/۳۱۳، قديمي)

"ومن آدابه أن يسلم بلفظ السلام ...... ثم يدعو قائماً طويلاً، وإن جلس يجلس بعيداً منه وقريباً بحسب مرتبته في حال حياته". (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، فصل يستحب زيارة أهل المعلى، ص: ۵۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في المدخل لابن الحاج، فصل زيارة القبور: ۱/۲۵۳، دار الفكر)

(۲) "ويحذرهم من تلك البدع التي أحدثت هناك، فترى من لا علم عنده يطوف بالقبر الشريف كما يطوف بالكعبة الحرام، ويتمسح به، ويقبله، ويلقون عليه مناديلهم وثيابهم، يقصدون به التبرك، وذلك كله من البدع؛ لأن التبرك إنما يكون بالاتباع له عليه الصلوة والسلام، وما كان سبب عبادة الجاهلية للأصنام إلا من هذا الباب". (المدخل لابن الحاج، فصل في زيارة القبور: ۱/۲۶۳، دار الفكر)

(وكذا في المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، فصل وليغتنم أيام مقامه بالمدينة المشرفة، ص: ۵۲۴، دار الكتب العلمية بيروت)

www.ahlehaq.org

وتاخیر حاصل ہو سکے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دفن میت کے بعد چھوارے تقسیم کرنا

سوال [۴۲۷۰]: میت کے دفن کے بعد چھوارے یا کھجور تقسیم کرتے ہیں۔ یہ فعل کیسا ہے اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بالکل نہیں، کہیں ثابت نہیں، خصوصیت سے یہ سمجھ کر کہ دفن کے بعد میت کا حق ہے اس کی ادائیگی ہے اس نوع میں چھوارے تقسیم کرتے ہیں، یہ جہالت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۸/۹/۱۳۹۹ھ۔

☆...☆...☆...☆...☆

= "ولا یجوز ما یفعله الجهال بقبور الأولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج علیها ومن اجتماع بعد الحول کالأعیاد ویسمونه عرساً" (تفسیر مظهری، بحواله فتاوی رحیمیه: ۹۵/۲، دار الاشاعت)

(۱) "من تشبه بقوم فهو منهم" (مشکوٰة المصابیح، کتاب اللباس: ۳۷۵/۲، قدیمی)

"(من تشبه بقوم): أي من شبه نفسه بالکفار مثلاً في اللباس وغیره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار (فهو منهم): أي في الإثم والخیر" (مرقاة المفاتیح، کتاب اللباس: ۲۵۵/۸، رشیدیه)

الفصل السادس في البناء على القبور

(قبر پکی کرنے اور اس پر قبہ بنانے کا بیان)

قبر پر قبہ بنانا

سوال [۲۷۲۲]: مسلمانوں کی عام قبور پر یا انبیاء، صلحاء، اولیائے کرام کی قبر پر پختہ قبہ بنانا، یا قبر پختہ بنانا جائز ہے یا حرام؟ قرآن شریف، فقہ حنفی کی مستند کتب کے حوالے سے جواب ارقام فرمایا جائے۔ اور کیا عینی شرح بخاری و مرقاۃ شرح مشکوۃ و تفسیر روح البیان و تحریر المختار حاشیۃ در مختار میں قبہ یا قبر کا جائز ہونا لکھا ہے، اگر ایسا ہی ہے تو کیا قرآن و حدیث و فقہ حنفی کی معتبر مستند کتب میں سے ہیں یا نہیں؟ مخالف جو مولوی قبہ کے جائز ہونے کا فتوی دیتے ہیں ان کی نسبت شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

جن بزرگوں کی قبروں پر قبہ بنانے کا جھگڑا ہے وہ خود اپنی حیات میں پختہ قبر و قبہ کو ناجائز ہی فرماتے تھے حتی کہ اپنی قبر کو پختہ نہ بنانے کی وصیت بھی فرمائی تھی، مگر مریدین نے راتوں رات قبر کو پختہ ہی بنایا اور اب سترہ اٹھارہ سال بعد قبہ بنانے کا جھگڑا نکلا ہے۔ اس میں کون فریق حق ہے، آیا روکنے والے یا بنانے والے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: عبد اللطیف ابن شاکر، بالگاؤں، ضلع ناسک، ۳۰/ جون/ ۵۳ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قبر پختہ بنانا اور قبر پر قبہ وغیرہ پختہ تعمیر کرنا شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے، یہ ممانعت حدیث وفقہ سے ثابت ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بصراحت منقول ہے، امام محمدؒ "کتاب الآثار" ص: ۴۳ میں فرماتے ہیں:

"ولا نرى أن يزاد على ما خرج منه (أي من القبر)، ويكره أن يجصص، أو يطين، أو

یجعل عنده مسجداً أو علماً، أو یکتب علیه، و یکرہ الآجر أن یبنی به، أو یدخل القبر. ولا نری برش الماء علیه بأساً. وهو قول أبی حنیفة رحمه الله تعالیٰ"(۱)۔

علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح ص:۳۳۵، میں لکھا ہے:

"أو لا یجصص، به قالت الثلاثة، لقول جابر رضی الله تعالیٰ عنه: "نهی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن تجصیص القبور، و أن یکتب علیها، و أن یبنی علیها". رواه مسلم و أبو داؤد والترمذی، وصححه، و زاد: "و أن توطأ"(۲)۔

(۱) (کتاب الآثار للإمام محمد رحمه الله تعالیٰ، کتاب الصلوة، باب تسنیم القبور و تجصیصها، ص: ۵۳، إدارة القرآن کراچی)

(وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، باب أحكام الجنائز، فصل فی حملها و دفنها، ص: ۶۱۱، قدیمی)

(۲) (حاشية الطحطاوی، باب أحكام الجنائز، فصل فی حملها و دفنها، ص: ۶۱۱، قدیمی)

والحدیث رواه الإمام مسلم رحمه الله تعالیٰ فی صحیحه فی کتاب الجنائز، فصل النهی عن تجصیص القبور والقعود والبناء علیها: ۱/۳۱۲، قدیمی)

قال الإمام النووی رحمه الله تعالیٰ تحته: "و فی هذا الحدیث کراهة تجصیص القبر و أن یبنی علیه ..... هذا مذهب الشافعی و جمهور العلماء". (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، فصل فی النهی عن تجصیص القبور الخ: ۱/۳۱۲، قدیمی)

وقال القاری رحمه الله تعالیٰ تحته: "قال فی الأزهار: النهی عن تجصیص القبور للكراهة إن كان فی ملكه، و للحرمة فی المقبرة المسبلة، ویجب الهدم وإن كان مسجداً. و قال التوربشتی: یحتمل وجهین: أحدهما: البناء علی القبر بالحجارة و ما یجری مجراها، والثانی: أن یضرب علیها خباء ونحوه، و کلاهما منهیٌّ لعدم الفائدة ..... ثم قال التوربشتی: و لأنه من صنیع الجاهلیة: أی كانوا یظلّلون علی المیت إلی سنة، قال: و عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما أنه رأی فسطاطاً علی قبر أخیه عبد الرحمن، فقال: انزعه یاغلام، و إنما یظله عمله". (مرقاة المفاتیح، کتاب الجنائز، باب دفن المیت، الفصل الأول: ۴/۱۷۷، ۱۷۸، رقم الحدیث: ۱۶۹۷، رشیدیه)

(رأبو داؤد فی سننه فی کتاب الجنائز، باب فی البناء علی القبر: ۲/۱۰۳، مکتبه امدادیه ملتان) ...

مراقی الفلاح میں ہے: "ویحرم البناء علیه للزینة لما روینا، ویکره البناء علیه للإحکام، اهـ. (قوله: لما روینا من النهي عن التجصیص والتربیع) فإنه من البناء. (وقوله: یکره البناء علیه) ظاهر إطلاقه الکراهة أنها تحریمیة. قال في غریب الخطابي: نهى عن تقصیص القبور وتکلیلها بناء الکلل، وهي القباب والصوامع التي تبنى على القبور اهـ". (۱)۔

طحطاوی نے اس حدیث کی شرح "شرح مجمع البحار: ۳/ ۲۲۲" میں اس طرح کی ہے: "نهى عن تقصیص القبور وتکلیلها: أي رفعها بالبناء مثل الکلل، وهي الصوامع والقباب، وقیل: هو ضرب الکلة علیها، وهي ستر مربع یقرب على القبور، وقیل: ستر رقیق، وهي کالبیت جوفي قبة من البیت اهـ(۲)۔

عرف الشذی، ص: ۲۸٦ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں (۳)، کتاب "المدخل" میں اس کو بہت بسط وتفصیل سے بیان کیا ہے (۴) ان تصریحات حدیثیہ وفقہیہ کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں، بلکہ ان کے خلاف اگر اقوال رجال سے کوئی استدلال کرے تو وہ معتبر نہیں۔

"تحریر المختار: ۱/ ۱۲۳" میں تفسیر روح البیان سے قبوں کا جواز نقل کیا ہے (۵)، لیکن تفسیر روح البیان خود کوئی معتبر کتاب نہیں، اس میں بہت سے مسائل غیر معتبر موجود ہیں، پھر یہ کہ اس جواز کے لئے کوئی سند نقل نہیں، کی محض قصد تعظیم واجلال پر اعتماد کیا ہے، ایسے مسائل منصوصہ میں کسی کا قول بغیر سند خلاف نص کیسے حجت ہوسکے

=رواه الترمذي في سننه في أبواب الجنائز، باب في کراهیة تجصیص القبور والکتابة علیها: ۱/ ۲۰۳، سعید)

(۱) (مراقي الفلاح، باب أحکام الجنائز، فصل في حملها ودفنها، ص: ۶۱۱، قدیمي)

(۲) ثم اطلعت علی شرح مجمع البحار، ولقد وجدت في مجمع بحار الأنوار بلفظه: "وفیه نهى عن "تقصیص" القبور" بناء ها بالقصة وهي الجص". (باب القاف مع الصاد: ۴/ ۲۸۳، مجلس دائرة المعارف الإسلامیة، حیدر آباد دکن)

(۳) قال: "باب کراهیة تجصیص القبور والکتابة علیها، لا یجوز التجصیص عند أحد ولا البناء".

(العرف الشذي علی هامش الترمذي: ۱/ ۲۰۳، سعید)

(۴) (المدخل لابن الحاج، مبحث صفة القبر، فصل الثعبان: ۳/ ۲۳، ۲۴۲، دار الفکر، بیروت)

(۵) (التحریر المختار علی رد المحتار (تقریرات الرافعي)، باب الجنائز: ۲/ ۱۲۳، سعید)

تھا یہاں ۱۷۰۸ سال بعد بنانے کی تجویز ہے۔ اگر ملا علی القاری اس کے جواز کے قائل ہوتے تو "شرح نقایہ: ۱/۱۳۹" میں تجصیص کی ممانعت تحریر نہ فرماتے (۱)۔" عینی نے شرح بخاری: ۴/۱۴۹ (۲) میں قبر پر خیمہ لگانے کے متعلق مختلف اقوال نقل کیے ہیں، بعض میں حرمت ہے، بعض میں جواز۔ حضرت امام احمد، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سعید بن المسیب وغیرہ سے کراہت نقل کی ہے۔ ابن حبیب کہتے ہیں کہ دو تین روز تک خوش قبری رعایت سے خیمہ کی گنجائش ہے، پختہ قبر بنانے کا جواز کہیں منقول نہیں۔

نیز علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ "شرح ہدایہ: ۱/۱۴۹" میں خود فرماتے ہیں: "وکرہ أبو حنیفة رحمه

---

(۱) "قال: ذکرہ الآجر والخشب، ولیقال ...... ویسنم القبر ...... ویکرہ التربیع عندنا، والمسن عند مالک والشافعي لما في صحیح مسلم ...... قلنا: ھو محمول علی ما کانوا یفعلونه من تعلیة القبور بالبناء العالي، ورواہ محمد بن الحسن في الآثار: أخبرنا أبو حنیفة قال: حدثنا شیخ لنا یرفعه إلی النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم أنه نهی عن تربیع القبور وتجصیصها". (شرح النقایة، کتاب الصلوة، باب في الجنائز: ۱/۱۳۹، مکتبہ اعزازیہ، سہارنپور، ہند)

(۲) "وقال ابن بطال: ضربت القبة علی الحسن، وسکنت فیها، فصارت کالمسجد، وأورد البخاري ذلک دلیلاً علی الکراهة، وکرہ أحمد أن یضرب علی القبر فسطاطاً، وأوصی إبراهیم مرة أن لا تضربوا علیّ فسطاطاً ...... وقال ابن التین: وممن کرہ ضربه علی قبر الرجل ابن عمر وأبو سعید وابن المسیب، وضربت عائشة رضي اللہ تعالیٰ عنها علی قبر أخیها، فنزعه ابن عمر رضي اللہ تعالیٰ عنهما ...... وقال ابن حبیب: أراہ في الیوم والیومین والثلاثة واسعاً إذا خیف من نبش أو غیرہ. والحسن بن الحسین ...... مات سنة سبع وتسعین، وامرأته فاطمة بنت حسین بن عليّ. قال الجوهري: القبة ما لقسم من البناء ...... وقال ابن الأثیر: القبة من الخیام بیت صغیر مستدیر، وهو من بیوت العرب، وضرب القبة نصبها وإقامتها علی أوتار مضروبة في الأرض ...... وقال الجوهري: الفسطاط بیت من شعر، وفي المغرب: خیمة عظیمة ...... وقال الزمخشري: هو ضرب من الأبنیة في السفر دون السرادق، وقال ابن قرقول: هو الخباء ونحوہ، وقال ابن السکیت: الفسطاط". (عمدة القاري، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور: ۸/۱۳۴، ۱۳۵، إدارة الطباعة المنیریة بیروت)

اللہ تعالیٰ أن يبنى على المقبرة" إلى آخره (۱)۔ جس قبہ میں عینی کے کلام سے اختلاف معلوم ہوتا ہے اس کی تفسیر نہایہ میں یہ ہے: "القبة من الخيام بيت صغير" (۲)۔ مستدل کا: "وعرس بيوت العرب" إلى آخره۔ حافظ عینی نے ایک دوسری روایت نقل کی ہے جس میں لفظ "قبہ" کے بجائے لفظ "فسطاط" ہے جس کے متعلق "مجمع البحار ۳/۷۷" میں ہے: "الخباء" من شعر أو غيره" إلى آخره (۳)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے کی وفات ۹۷ھ میں ہوئی ہے ورود تابعی ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے "فتح الباری شرح بخاری ۳/۱۴۱" میں ان کی زوجہ کے اس فعل کو بھی روایت کیا ہے، اور ناقابلِ استدلال قرار دیا ہے (۴)، حالانکہ ان کے اس فعل سے اور مندرجہ سوال قبہ تعمیر کرانے میں کوئی مناسبت نہیں، پھر اس سے استدلال کیسے درست ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ رجب/۶۲ھ۔

پختہ قبر کا حکم

سوال [۴۲۰۳]: قبروں کو چونے اینٹ سے پختہ تعمیر کرنا، روشنی کرنا، عرس کرنا، قرآن پڑھنا وغیرہ کیسا ہے؟

---

(۱) (البناية للعيني، كتاب الصلوة، الجنائز، فصل في حمل الجنازة: ۲/۱۲۴۲، ملک سنز، فيصل آباد)

(۲) (النهاية: ۳/۱۳۹، دائرة معارف نعمانية، حيدرآباد، دكن)

(۳) (مجمع بحار الأنوار، باب الفاء والسين: ۳/۱۳۹، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية، حيدرآباد، دكن)

(۴) "ومناسبة هذا الأثر لحديث الباب أن المقيم في الفسطاط لا يخلو من الصلوة هناك، فيلزم اتخاذ المسجد عند القبر، وقد يكون القبر في جهة القبلة، فتزداد الكراهة. وقال ابن المنير: إنما ضربت الخيمة هناك للاستمتاع بالميت بالقرب منه تعليلاً للنفس ... كما يعني بالوقوف على الأطلال البالية ومخاطبة المنازل الخالية. فجاءتهم الموعظة على لسان الهاتفين بتقبيح ما صنعوا، وكأنهما من الملائكة أو من مؤمني الجن". (فتح الباري، كتاب الجنائز، باب ما يكره من اتخاذ المساجد على القبور: ۳/۲۵۷، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

کچی قبر بنانا سنت ہے، پکی قبر بنانا خلافِ شرع اور مکروہ ہے، الطحطاوی، ص: ۳۳۵(۱) پس جو کام میں جوانی دوڑ دھوپ کوشش کرنے والا گنہگار ہے، اس کو سمجھا کر اس سے روکنا چاہئے، اگر وہ نہ مانے تو اس کام میں اس کی اعانت نہ کی جائے۔ اگر توقع ہو کہ اس کے گھر کھانا پینا چھوڑنے سے اس کی اصلاح ہو جائے گی تو اس سے ترک کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اپنی زندگی میں پختہ قبر بنانا اور ایسی میت کے جنازہ میں شرکت کرنا

سوال [۴۵۲۵]: میرے والد کی پکی قبر میرے سوتیلے بھائی کی زمین میں بنی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میت اس پکی قبر میں دفن نہ کی جائے، بلکہ قبرستان میں دفن کی جائے۔ ایسی صورت میں والد صاحب کے جنازے میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟ جب کہ والد صاحب نے اپنی حیات میں ہی پختہ قبر بنائی ہے اور تمام جائیداد بھی اسی کو سوتیلے بھائیوں میں تقسیم کر کے ہبہ کر دیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسلمان کی نمازِ جنازہ میں ضرور شرکت کرنی چاہئے، پکی قبر بنانا جائز نہیں (۲)، اگر کوئی پکی زمین

---

(۱) قوله: (ولا يجصص) لما قالت الأئمة: لقول جابر رضي الله تعالى عنه: نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن تجصيص القبور، وأن يكتب عليه، وأن يبنى عليه" رواه مسلم وأبو داؤد والترمذي ...... قوله: (ويكره البناء عليه) ظاهر إطلاقه الكراهة أنها تحريمية. قال في غريب الخطابي: نهى عن تقصيص القبور وتكليلها، معنى التقصيص التجصيص، والتكليل بناء الكاسل، وهي القباب والصوامع التي تبنى على القبور. (حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوة، باب أحكام الجنائز، فصل في حملها ودفنها، ص: ۶۱۱، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، باب الجنائز: ۲/۲۳۷، سعيد)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: نهى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن تجصيص القبور وأن يكتب عليها، وأن يبنى عليها". (الصحيح لمسلم، كتاب الجنائز، فصل: النهي عن تجصيص القبور والقعود والبناء عليها: ۱/۳۱۲، قديمي)

قال الإمام النووي رحمه الله تعالى تحته: "وفي هذا الحديث كراهة تجصيص القبور والبناء ـ

میں کچی قبر بنا کر اس میں دفن ہونے کی وصیت کردے تو یہ وصیت ہی قابلِ عمل نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

روضۂ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر گنبد

سوال [۴۲۷۰]: حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار، گنبد پختہ کیوں بنایا گیا؟ کیا حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں اس کا انتظام کیا گیا تھا، یا بعد وصال خلیفہ اور صحابہ کرام کے وقت شرعی اسلامی حکومت میں بنایا گیا؟ اور آپ کا اصلی مقام تو بالکل خام ہے اور کس نے بنوایا تھا اور کیا حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزارِ مبارک پر اگر بتی، لوبان، عود، پھول وغیرہ سلگایا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل مقام تو اب بھی خام ہے، ولید بن عبدالحکیم کے زمانہ میں حجرہ خام کو گرا کر منقش پتھروں سے تعمیر کیا گیا اور ایک حظیرہ بنایا گیا، حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع بھی کیا لیکن ان کی شنوائی نہ ہوئی، پھر وقتاً فوقتاً تغیر و ترمیم ہوتی رہی، حتیٰ کہ ۶۷۸ھ میں قبہ خضراء تعمیر کیا گیا، جذب القلوب۔ اور اب اصل مزار تک پہونچنے ہی کی جگہ نہیں، پھر پھول لوبان وغیرہ کی گنجائش کہاں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۷/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ شعبان/۶۱ھ۔

= عنہ. هذا مذهب الشافعي وجمهور العلماء". (شرح النووي- المصدر السابق لمسلم)

"عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى: يكره أن يبني بناء من بيت أو قبة أو نحو ذلك لما روى جابر رضي الله تعالى عنه: نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الخ". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز ۲/۲۳۷، سعيد)

(۱) "وكذا تبطل ولو أوصى بأن يكفن في ثوب كذا، أو يدفن في موضع كذا" (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۱۴۱، سعيد)

"ولو أوصى بأن يحمل بعد موته إلى موضع كذا، ويدفن هناك، ووصيته بالحمل باطلة". =

ایضاً

سوال [۴۲۲۴]: ارشاد نبوی ہے کہ "تم سے پہلی قوموں نے انبیائے کرام اور اولیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا تم ایسا ہرگز نہ کرنا" اور "لعن اللّٰہ الیھود والنصاری جعلوا قبور انبیاءھم مساجد" او کما قال۔ سوال یہ ہے کہ ان صریح احکامات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک کیوں صحن مسجد نبوی میں بنائی گئی اور پکی قبر چھت کیوں بنایا گیا اور "سد ذرائع" کو مد نظر رکھتے ہوئے پھر ان کے لئے بھی یہ جائز و درست ہوتا ہے یا پھر چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی، وما توفیقی الا باللہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صحن مسجد میں قبر شریف نہیں بنائی گئی بلکہ وہ تو حجرہ شریفہ میں ہے، پھر مسجد شریف کی توسیع کی گئی اس لئے وہ حجرہ شریفہ مسجد کے اندر آگیا، اس کے طرف دیواریں ہیں وہ مسجد کا جز نہیں، اگر ایسا ہوتا تو اس کی طرف پشت کر کے نماز ادا کی جاتی۔ قبر شریف پر پختہ قبہ بھی نہیں بنایا گیا بلکہ اس پر تو کوئی بھی تعمیر نہیں، قبہ تو حجرہ شریفہ پر بنایا گیا جو کہ قبر شریف سے پہلے سے بنا ہوا ہے، پھر وہ کسی آیت و حدیث کے تحت نہیں بنایا گیا، ایسے لوگوں نے بنایا ہے جن کا عمل حجت میں پیش کیا جا سکے، علماء یا مشائخ کے لئے اس کو جواز کا منشا بے محل ہے، جب کہ علماء سے اس پر نکیر منقول ہے(۱)، تاہم اب اس کا منہدم کرنا درست نہیں بلکہ احتراز لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

روضۂ اقدس پر گنبد کیوں ہے؟

سوال [۴۲۲۵]: زید کہتا ہے کہ جب علمائے دیوبند قبروں پر گنبد بنانے سے منع کرتے ہیں تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر گنبد کیوں ہے؟ اولیائے کرام میں سے حضرت غوث اعظم اور خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت نظام الدین رحمہم اللہ تعالیٰ کی قبروں پر قبہ

= (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الثامن في باب الألفاظ التي تكون وصية والتي لا تكون الخ: ۶/۹۵، رشيديه)

(۱) (راجع للتخريج ص: ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۵۶)

پھر کیوں بڑے بڑے اولیاء اللہ کے مزار و گنبد بنوائے گئے تھے، جیسے روضۂ بغداد، روضۂ اجمیری، روضۂ کلیری، روضۂ نظام الدین دہلوی وغیرہ وغیرہ، حالانکہ زمانۂ سابقہ میں بڑے بڑے جید علماء موجود تھے اور خلیفہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جید علماء نے منع کیا، مگر حکومت نے نہیں، نہ حکومت کا یہ عمل سند نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۷/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/شعبان/۶۱ھ۔

قبورِ مشائخ پر قبہ کا حکم

سوال [۴۴۸۰]: مولوی امجد علی صاحب رضوی بریلوی کی کتاب "بہارِ شریعت" ص: ۵۴، حصہ چہارم میں ہے: "علماء و مشائخ و سادات کی قبور پر قبہ وغیرہ بنانے میں حرج نہیں اور قبر کو پختہ نہ کیا جاوے، درمختار اور ردالمحتار میں تحقیق اندر سے پختہ نہ کیا جاوے اور اگر اندر خام ہو اور اوپر سے پختہ ہو تو حرج نہیں"۔ فقط عبارت ختم ہوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کتاب کے مسائل کا پورا مدار تو اصل کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوگا، لیکن مسائل مذکورہ کا جواب یہ ہے:

درمختار میں مذکور نہیں ہے، درمختار کی عبارت یہ ہے: "ولا يطين ولا يرفع عليه بناء، وقيل: لا بأس به، وهو المختار، كما في كراهة السراجية"(۱)۔

اس عبارت میں علماء، مشائخ، سادات کا ذکر تک نہیں، نیز اس عبارت کو فتاویٰ سراجیہ سے نقل کیا ہے اور نقل میں تقدیم و تاخیر ہوگئی، جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر متنبہ کیا ہے: "(قوله: وقيل: لا بأس به الخ) المناسب ذكره عقب قوله: ولا يطين؛ لأن عبارة السراجية -كما نقله الرحمتي- ذكر في تجريد أبي الفضل أن تطيين القبور مكروه، والمختار أنه لا يكره اهـ"(۲)۔

---

(۱) (الدر المختار، باب الجنائز من كتاب الصلوة: ۲/۲۳۷، سعيد)

(۲) (رد المحتار مع الدر المختار، المصدر السابق)

اختلاف تجصیص قبور میں ہے نہ کہ بناء علی القبور میں، اور جو عبارت نقل کی: (قوله: لا بأس به) کو ذکر کرنے سے معلوم ہوتا تھا کہ اختلاف بناء علی القبور میں ہے، اس لئے شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر تنبیہ کی ہے اور اس کے بعد صراحۃً تردید بھی کردی ہے، چنانچہ لکھا ہے: "وأما البناء عليه فلم أر من اختار جوازه اهـ"(۱)۔ البتہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے قبل "ولا يرفع عليه بناء" کے ذیل میں لکھا ہے: "أي يحرم لو للزينة، ويكره لو للإحكام بعد الدفن، وأما قبله فليس بقبر" إمداد. وفي الأحكام عن جامع الفتاوى. وقيل لا يكره البناء إذا كان الميت من المشايخ والعلماء والسادات اهـ"(۲)۔

سو اولاً تو اس کو "قیل" کے ساتھ نقل کیا ہے جو کہ "لا يرفع عليه بناء" کے مقابلہ میں ضعیف ہے۔ ثانیاً: "لا يرفع" کی تفسیر "يحرم" اور "يكره" سے کی ہے اور اس کے مقابل کو لا کر "يكره" سے بیان کیا ہے، اور محرم، مبیح میں جب تقابل ہوتا ہے تو محرم کو ترجیح ہوتی ہے، كما تقرر في الأصول (۳)۔ ثالثاً: "لا يرفع" متون میں ہے اور "لا يكره" فتاویٰ میں ہے اور متون کو تقدیم ہوتی ہے شروح اور فتاویٰ پر، كما في شرح عقود رسم المفتي (۴)۔ رابعاً: شامی نے خود آگے اس کے خلاف تحریر کیا ہے یعنی:

"وأما البناء عليه فلم أر من اختار جوازه، وفي شرح المنية عن منية المفتي: المختار أنه لا يكره التطيين. وعن أبي حنيفة رحمه الله تعالى: يكره أن يبنى عليه بناء من بيت أو قبة أو نحو ذلك، لما روى جابر رضي الله تعالى عنه: نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن

---

(۱) (رد المحتار، المصدر السابق)

(۲) (رد المحتار، المصدر السابق)

(۳) "إذا تعارض المانع والمقتضي، يقدم المانع". (قواعد الفقه، ص: ۵۲، الصدف پبلشرز)

(۴) "التاسعة .... قلت: حاصله أن أصحاب المتون التزموا وضع القول الصحيح، فيكون ما في غيرها مقابل الصحيح ما لم يصرح بتصحيحه، فيقدم عليها .... إذ صرحوا بأنه إذا تعارض ما في المتون والفتاوى فالمعتمد ما في المتون اهـ". (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۸۳، عند بحث الترجيح، مير محمد كتب خانه)

ہوتا ہے میت کے ورثاء کو اگر مسئلہ سمجھا کر صرف کیا جائے، اور دوا جی شخص کا فوراً تدارک کریں، اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ اچھا اثر پڑے گا، اور عام رواج نہیں ہوگا، بلکہ دوسرے لوگ سمجھ جائیں گے کہ یہ طریقہ غلط ہے اور کوئی تنازع بھی نہیں ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۰ھ۔

پختہ قبر کو منہدم کرنا

سوال [۴۲۸۲]: پہلے پکی قبریں جو بنی ہوئی ہیں ان کے لئے انہدام جائز ہوگا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انہدام جائز ہے، پختہ قبریں گرا کر کچی قبر کا نشان باقی رکھا جائے، لیکن اگر اس سے شورش پیدا ہو اور فتنہ برپا ہو تو اس سے اجتناب کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

= أنه لا يقبل، فيستحسن إظهار الشعار الإسلامي". (مرقاة المفاتيح، كتاب الأدب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/۸۲۲، رقم الحديث: ۵۱۴۷، رشيدية)

(۱) "عن أبي الهياج الأسدي قال: قال لي علي: ألا أبعثك على ما بعثني عليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أن لا تدع تمثالاً إلا طمسته، ولا قبراً مشرفاً إلا سويته ..... عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أن يجصص القبر وأن يبنى عليه وأن يقعد عليه". رواه مسلم. (مشكاة المصابيح، كتاب الجنائز، باب دفن الميت، الفصل الأول، ص: ۱۴۸، قديمي)

قال الملا علي القاري في شرحه: "(ولا قبراً مشرفاً) هو الذي بني عليه حتى ارتفع .... ويستحب الهدم .... قال في الأزهار: النهي عن تجصيص القبور للكراهة، وهو يتناول البناء بذلك وتجصيص وجهه، والنهي في البناء للكراهة إن كان في ملكه، وللحرمة في المقبرة المسبلة، ويجب الهدم وإن كان مسجداً". (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب دفن الميت، رقم الحديث: ۱۶۹۴، ۱۶۹۶: ۳/۱۷۷، رشيدية)

www.ahlehaq.org

قبر پر پختہ فرش بنانے کے لئے والد کو اینٹ دینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال [۴۲۸۳]: والد صاحب نے اپنی کل جائداد مع دونوں مکانوں کے ہم تینوں لڑکوں کے نام ہبہ کردیا ہے، اور اسی جائداد کے ساتھ میں قریب تین ہزار پکی اینٹیں ہم کو ملی ہیں، اب انہیں اینٹوں میں سے پانچ سو اینٹ اپنی قبر کے اوپر چبوترہ بنانے کے لئے مانگ رہے ہیں۔ ایسی صورت میں ہم والد صاحب کو اینٹ دیں یا نہ دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابھی اینٹ دیدیں مگر ان کے انتقال کے بعد ان کو قبرستان میں کچی قبر میں دفن کردیں (۱) اور اس دی ہوئی اینٹ کو چبوترہ [illegible] بطور ترکہ تقسیم کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۸۸ھ۔

---

(۱) چونکہ قبر پکی کرنے سے احادیث میں منع آیا ہے، اس لئے اس قسم کی وصیت درست اور قابل نفاذ نہیں:

"(أوصى بأن يطين قبره أو يضرب عليه قبة فهي باطلة) كما في الخانية وغيرها وقدمناه عن السراجية وغيرها .... فينبغي أن يكون القول ببطلان الوصية بالطين مبنياً على القول بالكراهة لأنها حينئذ وصية بالمكروه" (الدر المختار). "ولم يتعرض لبناء القبة فهو مكروه اتفاقاً". (رد المحتار، قبيل باب الوصية بالخدمة والسكنى والثمرة: ۶/۶۹۰، سعيد)

عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "أن يجصص القبر وأن يبنى عليه وأن يقعد عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب دفن الميت، ص: ۱۴۸، قديمي)

نقل الملا علي القاري عن الأزهار تحت هذا الحديث: "النهي عن تجصيص القبور للكراهة، وهو يتناول البناء بذلك وتجصيص وجهه، والنهي في البناء للكراهة إن كان في ملكه، وللحرمة في المقبرة المسبلة ويجب الهدم وإن كان مسجداً، وقال التوربشتي: يحتمل وجهين أحدهما: البناء على القبر بالحجارة وما يجري مجراها، والآخر أن يضرب عليها خباء ونحوه، وكلاهما منهي لعدم الفائدة فيه". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب دفن الميت، (رقم الحديث: ۱۶۹۷): ۴/۱۷۷، رشيدية)

قبروں پر آڑ لگانا

سوال[۴۱۸۲]: قبرستان پر اگر پکی قبریں نہ بنا کر آڑ لگادیا جائے تو کیا جائز ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز بلکہ بہت مناسب ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) بعد تدفین چونکہ درندے کا خطرہ ہو تو میت کے تحفظ کے لئے تین دن تک قبر پر خیمہ لگانے کو فقہائے کرام نے جائز قرار دیا ہے، اسی طرح اگر قبر کو مویشی وغیرہ سے نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو تو بطور حفاظت آڑ لگانا جائز ہے: "قال ابن حبيب: ولا بأس بضرب الفسطاط على القبر إلى اليوم واليومين والثلاثة واسعاً إذا خيف من نبش أو غيره". (عمدة القاري، كتاب الجنائز، باب ما يكره من اتخاذ المساجد على القبور: ۸/۱۳۳، إدارة الطباعة المنيرية بيروت)

الفصل السابع في إلقاء الرياحين وغيرها على القبور

(قبروں پر پھول، چادر ڈالنے اور روشنی کا بیان)

قبر پر پھول ڈالنا

سوال [۲۲۸۵]: قبر پر پھول ڈالنا کیسا ہے؟ ردالمحتار کی عبارت سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، ردالمحتار میں ہے: "قبر پر پھول ڈالنا بہتر ہے کہ جب تک تر رہیں گے، تسبیح کریں گے اور میت کا دل بہلے گا"۔ ردالمحتار یوں ہی جنازہ پر پھول، چادر ڈالنے میں کوئی حرج نہیں!

الجواب حامداً ومصلياً:

عبارت ردالمحتار جس کو پھول ڈالنے کے لئے نقل کیا ہے دراصل گھاس کو قبر سے کاٹنے کے متعلق ہے اصل عبارت یہ ہے: "يكره أيضاً قطع النبات الرطب والحشيش من المقبرة دون اليابس، كما في البحر والدرر وشرح المنية. وعلله في الإمداد بأنه مادام رطباً يسبح الله تعالى، فيونس الميت وتنزل بذكره الرحمة، اه"(۱)۔ اس کے بعد شامی نے بطور قیاس لکھا ہے: "ويفاس عليه ما اعتيد في زماننا من وضع أغصان الآس ونحوه اه"(۲)۔ اپنی طرف سے صرف یہ قیاس کیا ہے اور مجتہدین سے کوئی نقل پیش نہیں کی۔ شافعیہ سے نقل کیا ہے: "وصرح بذلك أيضاً جماعة من الشافعية، اه"(۳)۔ محدثین کی ایک بڑی جماعت حدیث "وضع الجريدة" کی تخصیص ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت تھی، علامہ شامی کو شافعیہ کی رائے پسند ہے: "وهذا أولى مما قاله بعض المالكية من أن

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة، مطلب في وضع الجريد ونحو الآس على القبور: ۲۴۵/۲، سعید)

(۲) (رد المحتار، المصدر السابق)

(۳) (رد المحتار، المصدر السابق)

"التخفيف عن القبرين بما حصل ببركة يده الشريفة صلى الله عليه وسلم أو دعائه لهما، فلا يقاس عليه غيره اهـ"(۱)۔ اگر قیاس ہی کرنا ہے تو جس قدر کا ثبوت ہے اس کو اتنی ہی مقدار میں قیاس کیا جائے: "وقد ذكر البخاري في صحيحه أن بريدة ابن الحصيب رضي الله تعالى عنه أوصى بأن يجعل في قبره جريدتان اهـ"(۲)۔ پھر یہ کہ عامۃً مشائخ و اولیائے کرام کے مزارات پر پھول چڑھائے جاتے ہیں جن کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا بھی دشوار ہے کہ ان کے لئے تخفیف عذاب کی ضرورت ہے اور اگر کوئی دنیا دار آدمی ہو جس کے ذمہ معصیت سے حقوق ہوں اور بحکم نصوص عذاب قبر کے مستحق ہوں ان کی قبر پر پھول نہیں ڈالے جاتے۔ جنازہ پر پھول چادر ڈالنا اگر کسی صحابی، تابعی، مجتہد سے ثابت ہو تو اس کو پیش کیا جائے۔ کفن میں خوشبو، حنوط وغیرہ لگانا درمختار نے بھی لکھا ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

قبر پر پھول وغیرہ ڈالنا

سوال[۴۲۸۹]: جب دنیا قائم ہے تو ہر چیز کا حکم ضرور کہیں موجود ہوگی، اسی صورت کا تھا اور پھول مالا وغیرہ رسوم کی مخالفت بھی موجود ہوگی، خصوصاً جبکہ ان امور کو مستحب سمجھ کر کیا جاتا ہو تو پھر دیوبندی حضرات کیوں نہیں کرتے اور کیوں منع کرتے ہیں جبکہ مخالفت کی صریح دلیل نہیں اور حنفیہ کے یہاں مفہوم مخالف کا اعتبار بھی نہیں اور دیوبندی حضرات بھی مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے اور مستحب پھول ڈالے جانے اور چادر وغیرہ سے منع کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

میت اور قبر سے متعلق فرائض، واجبات، سنن، مستحبات سب ہی تمام کتب فقہ میں مذکور ہیں جو کتاب، سنت، اجماع، قیاس سے ماخوذ ہیں۔ اگر یہ پھول وغیرہ ڈالنا اور چادر وغیرہ دین کی لازمی چیزیں ہوتیں تو ان کا بھی

---

(۱) (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في وضع الجريد ... على القبور: ۲/۲۴۵، سعيد)

(۲) (رد المحتار، المصدر السابق)

(۳) "ويجعل الحنوط، وهو بفتح الحاء، العطر المركب من الأشياء الطيبة غير زعفران وورس؛ لكراهتهما للرجال، وجعلهما في الكفن جهل". (الدر المختار، باب صلاة الجنائز: ۲/۱۹۴، سعيد)

www.ahlehaq.org

ثبوت ہوتا، مدعی کے لئے ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے، منکر کے لئے عدم ثبوت کافی ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کفن یا قبر پر پھول ڈالنا

سوال[۴۲۸۷]: قبر یا کفن پر پھول ڈالنا کیسا ہے؟ خوشبو لگانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کو کفن پہناتے وقت جو خوشبو لگائی جاتی ہے وہ ثابت ہے(۲) اور وہی کافی ہے، نہ کفن پر پھول ڈالے جائیں نہ قبر میں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۹/۱۱ھ۔

ایضاً

سوال[۴۲۸۸]: میت کو کفن پہناتے وقت کفن کے اندر پھول چھڑک دیتے ہیں اسی طرح قبر میں پھول ڈال دیتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟

---

(۱) قال العلامة النووي: "وجاء في رواية البيهقي وغيره بإسناد حسن أو صحيح ..... عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال ... "البينة على المدعي" ..... هذا الحديث ... قال: وهذا الحديث قاعدة كبيرة من قواعد أحكام الشرع، ففيه أنه لا يقبل قول الإنسان فيما يدعيه بمجرد دعواه، بل يحتاج إلى بينة". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب اليمين على المدعى عليه: ۲/۷۴، قديمي)

(۲) "وجميع ما يجمر فيه الميت ثلاثة مواضع: عند خروج روحه لإزالة الرائحة الكريهة، وعند غسله، وعند تكفينه، ولا يجمر خلفه ولا في القبر". (البحر الرائق، كتاب الجنائز: ۲/۳۰۲، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب صلوة الجنازة: ۲/۱۹۵، سعيد)

(وفتح القدير، باب الجنائز، فصل في الغسل: ۲/۱۰۸، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) قال العيني رحمه الله تعالى: إن إلقاء الرياحين ليس بشيء" (فيض الباري، كتاب الجنائز، باب الجريد على القبر: ۲/۴۸۴، مكتبه حضر راه سكلهو ديوبند)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ثابت نہیں، غلط طریقہ ہے(۱)، البتہ کفن پہنانے سے قبل میت کو خوشبو لگانا ثابت ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

قبر پر پھول، چادر، روشنی کرنا

سوال[۴۲۸۹]: قبر کے گرد روشنی کرنا، قبر پر غلاف ڈالنا اور پھولوں کی چادر چڑھانا یا قبر پر ڈالنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سب چیزیں بھی بدعت ہیں(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) قال العلامة العینی رحمه الله تعالیٰ: "أنكر الخطابی و من تبعه وضع الجريد اليابس، وكذلك ما يفعله أكثر الناس من وضع ما فيه رطوبة من الرياحين و البقول و نحوهما على القبور ليس بشیء". (عمدة القاری، كتاب الوضوء، قبيل باب ما جاء فی غسل البول: ۳/۱۲۱، إدارة الطباعة المنيرية دمشق)

(وكذا فی فيض البارى، باب من الكبائر أن لا يستتر من البول: ۱/۳۰۱، خضر راه بكدُپو ديوبند)

(و بمعناه فی شرح النووی على الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول و وجوب الاستبراء منه: ۱/۱۴۱، قديمی)

(۲) "أخرج الحاكم فی المستدرك ...... عن أبی وائل، قال: كان عند علیّ رضی الله تعالیٰ عنه مسك فأوصی أن يحنط به، و قال: هو فضل حنوط رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم". (نصب الراية لأحاديث الهداية، باب الجنائز: ۲/۲۵۹، مؤسسة الريان)

"و يجمر الأكفان قبل أن يدرج فيها الميت وتراً؛ لأنه صلی الله تعالیٰ عليه وسلم أمر بإجمار أكفان ابنته وتراً، والإجمار هو التطيب". (الهداية، باب الجنائز، قبيل فصل فی الصلوة على الميت: ۱/۱۸۰، مكتبه شركة علميه، ملتان)

(وكذا فی الحلبی الكبير، فصل فی الجنائز، ص: ۵۸۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) (وسيأتی تخريجه تحت عنوان: "معنوی قبروں پر پھول وغیرہ چڑھانا")

مصنوعی قبر پر پھول، چادر چڑھانا

سوال [۴۴۰۱]: اکثر مقامات پر مصنوعی قبریں بنا کر چادر وغیرہ چڑھاتے ہیں، کیا مصنوعی قبروں پر ایسا کرنا جائز ہے؟ یہ لوگ مثال دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر کھجور کی سبز ٹہنی گاڑ دی تھی، وہ تو قبر والوں پر عذاب ہو رہا تھا، لہٰذا اس کا منشاء اور تھا، لیکن اس جگہ تو زینت کے لئے پھول وغیرہ چڑھائے جاتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مصنوعی قبروں کو بنا کر مخلوق کو دھوکا دینا ہے جو کہ معصیت ہے (۱) اور قبروں پر پھول وغیرہ چڑھانا درست نہیں ہے (۲)۔ حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو قبروں پر شاخ کا گاڑنا منقول ہے وہ بھی اس لئے کہ ان دونوں پر عذاب قبر ہو رہا تھا (۳)، وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت

- "وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم، فهو بالإجماع باطل وحرام". (الدر المختار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في النذر الذي يقع للأموات الخ: ۲/۴۳۹، سعيد)

"وإخراج الشموع إلى رأس القبور في الليالي الأولى بدعة، كذا في السراجية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السادس عشر في زيارة القبور الخ: ۵/۳۵۱، رشيديه)

(۱) "الخداع السيء: هو (في الخداع) أن يوهم صاحبه خلاف ما يريد من المكروه وإن جاز أن يخدعوا، إلا أنه يبعد أن يقصدوا خداع العالمين، لأنه غير مستحسن، بل مذموم مستهجن، ورمي أصحابه بالنفاق، وهم في غنى عنه . . . {وما يشعرون} هلاك أنفسهم وإيقاعها في الشقاء الأبدي بكفرهم ونفاقهم . . . والمراد لا يشعرون شيئاً". (روح المعاني، (سورة البقرة: ۹): ۱/۱۴۵، ۱۴۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "وقال العيني رحمه الله تعالى: إن إلقاء الرياحين ليس بشيء". (فيض الباري، كتاب الجنائز، باب الجريد على القبر: ۲/۴۸۹، مكتبه خضر راه بكذبو ديوبند)

(۳) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: مر النبي صلى الله عليه وسلم على قبرين، فقال: إنهما يعذبان . . . ثم دعا بعسيب رطب، فشقه باثنين، ثم غرس على هذا واحداً وعلى هذا واحداً، وقال: "لعله يخفف عنهما ما لم ييبسا". (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الجريد على القبر: ۱/۱۸۲، قديمي)

(وسنن أبي داود واللفظ له، كتاب الطهارة، باب الاستبراء من البول: ۱/۳، مكتبه دار الحديث ملتان)

www.ahlehaq.org

شامل تھی (۱)۔ اگر اس سے استدلال کرکے بزرگانِ دین کے مزارات پر پھول چڑھائے جاتے ہیں تو کیا یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان بزرگانِ دین کو عذابِ قبر ہو رہا ہے (معاذ اللہ)۔ ان دو قبروں کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں شاخ کا گاڑنا بھی ثابت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، کانپور۔

صحابہ کے مزارات پر پھول ڈالنا

سوال [۴۲۹۱]: اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بغداد میں شہید ہوئے اور امامانِ شریعت وطریقت بھی ہوئے، کیا ان کے مزارات پر غلاف یا پھول وغیرہ چڑھایا جاتا ہے اور ان کا عرس، رسوم، چادر، قوالی وغیرہ بھی ہوتا ہے جس طرح ہندوستان میں ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندوستان میں بزرگانِ دین کے مزارات پر جو کچھ بھی لوگ کرتے ہیں مجھے علم نہیں کہ کسی دوسرے ملک میں بھی یہ سب کیا جاتا ہے، بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مزارات تو ان چیزوں سے محفوظ ہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قبروں پر پھول چڑھانے کے لئے آیت اور حدیث سے استدلال

سوال [۴۲۹۲]: جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو قبروں پر تر شاخ کو شق کرکے گاڑ دیا اور فرمایا کہ "جب تک تر رہیں گی عذاب میں تخفیف رہے گی"۔ اس سے قبروں پر پھول وغیرہ چڑھانے کی دلیل پکڑتے ہیں (۳)۔ کہتے ہیں ﴿وإن من شيء إلا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون﴾

---

(۱) "قال الطرطوشي: لأن ذلك خاص ببركة يده صلى الله تعالى عليه وسلم" (إعلاء السنن، كتاب الجنائز، باب استحباب غرز الجريد الرطبة على القبر: ۸/ ۲۹۹، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) سب سے زیادہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم عرب میں مدفون ہیں اور ان تمام ممالک میں کسی بھی قبر پر نہ غلاف چڑھائے جاتے ہیں اور نہ پھول وغیرہ، اگر اس طرح کا کوئی عمل مسنون یا مستحب ہوتا تو وہ لوگ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ وہ اس پر عمل پیرا ہوں، لیکن یہ طریقے اہلِ بدعت کے ایجاد کردہ ہیں۔

(۳) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: مر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم على قبرين، فقال: "

تسبیح بحمدہ" الآیۃ قول اللہ تعالیٰ ہے(۱) اور یہ ذی حیات کے ساتھ مخصوص ہے اور تر لکڑی ذی حیات ہے۔ تو یہ استدلال صحیح ہے یا نہیں؟ اگر یہ خصوصیت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے تو اس کی کیا دلیل ہے، دونوں قبریں مسلمانوں کی تھیں یا کفار کی؟ اور اس کی دلیل۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس روایت سے استدلال کرنے میں اشکال ہے، وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے علم ہو گیا تھا کہ قبر میں عذاب ہو رہا ہے(۲)، کیا آج بھی کسی پر وحی آتی ہے کہ فلاں قبر میں عذاب ہو رہا ہے؟ نیز جن مزارات پر یہ لوگ پھول چڑھاتے ہیں کیا یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان اولیاء اللہ پر عذاب ہو رہا ہے؟ مثلاً اجمیر شریف، کلیر شریف، دہلی شریف میں حاضر ہو کر مقابر اہل اللہ کی قبروں پر چڑھاتے ہیں، کیا یہی عقیدہ ہوتا ہے(۳)؟ کیا قائل کی قبر پر رحمت کم آتی ہے؟!

اس حدیث کے ذیل میں علماء نے تخصیص کا احتمال بھی لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی(۴) اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یقین کا صیغہ استعمال نہیں فرمایا بلکہ

= "إنهما يعذبان" ... ثم دعا بعسيب رطب فشقه باثنين، ثم غرس على هذا واحداً وعلى هذا واحداً، وقال: "لعله يخفف عنهما ما لم ييبسا". (سنن أبي داود، كتاب الطهارة، باب الاستبراء من البول: ۱/۳، دار الحديث ملتان)

ورواه البخاري في الجنائز، باب الجريدة على القبر: ۱/۱۸۲، قديمي)

(۱) (الإسراء: ۴۴)

(۲) "قال المازري: يحتمل أن يكون أوحي إليه أن العذاب يخفف عنهما هذه المدة". (فتح الباري، كتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله: ۱/۴۲۲، قديمي)

(۳) "قلت: ... إن كثيراً يدعون ناسخ الحديث، ويشبهون أن يضعوا الجرائد في الرياحين وعلى المعذبين دون المقربين، لأن الحديث إنما ورد في المعذبين ... الخ" (البدر الساري على حاشية فيض الباري، باب من الكبائر أن ... الخ: ۱/۳۱۱، خضر راه بكڈپو ديوبند)

(۴) "ومنهم من قال: ... والمعنى يحتمل أن تكون مخصوصة بمن أطلعه الله تعالى على حال الميت". (فتح الباري، كتاب الجنائز، باب الجريدة على القبر: ۳/۲۲۴، دار المعرفة بيروت) =

"نعل" فرمایا ہے (۱)۔ اس حدیث کی شرح میں حافظ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "إن إنشاد الرياحين ليس شي منه" (۲)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری ۱/ ۲۷۷ میں لکھا ہے:

"وأما حديث الباب فالظاهر من مجموع طرقه أنهما كانا مسلمين، ففي رواية ابن ماجة: "مر بقبرين جديدين" (۳)، فانتفى كونهما في الجاهلية. وفي حديث أبي أمامة عند أحمد: أنه صلى الله تعالى عليه وسلم مر بالبقيع فقال: "من دفنتم اليوم هاهنا" (۴)؟ فهذا يدل على أنهما كانا مسلمين. وفي رواية أبي بكرة عند أحمد والطبراني بإسناد صحيح: "يعذبان، وما يعذبان في كبير، وما يعذبان إلا في الغيبة والبول" (۵). فهذا الحصر ينفي كونهما كانا كافرين؛ لأن الكافر وإن عذب على ترك أحكام الإسلام، فإنه يعذب مع ذلك على الكفر بلا خلاف" (۶)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

* "ولقد استنكر الخطابي ومن تبعه وضع الناس الجريد ونحوه في القبر عملاً بهذا الحديث، قال الطرطوسي: لأن ذلك خاص ببركة يده صلى الله تعالى عليه وسلم .... الخ". (فتح الباري، كتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله: ۱/ ۳۲۳، قديمي)

(وكذا في فيض الباري، كتاب الوضوء، باب من الكبائر أن ... الخ: ۱/ ۳۰۱، خضر راه بكڈپو ديوبند)

(۱) و"النعل" للعرجي

(۲) (عمدة القاري، كتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله: ۳/ ۱۸۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (سنن ابن ماجة، كتاب الطهارة، باب التشديد في البول، ص: ۲۹، قديمي)

(۴) (مسند الإمام أحمد، حديث أبي أمامة، رقم الحديث: ۲۱۷۸۹: ۵/ ۳۵۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۵) (مسند الإمام أحمد، حديث أبي بكرة نفيع بن حارث، رقم الحديث: ۱۹۸۶۰: ۵/ ۴۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن عائشة رضي الله عنها: قالت: مر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بقبرين يعذبان، فقال: "إنهما يعذبان، وما يعذبان في كبير، كان أحدهما لا يتنزه من البول". الحديث. رواه الطبراني في الأوسط". (مجمع الزوائد: ۱/ ۲۰۷، دار الفكر بيروت)

(۶) (فتح الباري، كتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله: ۱/ ۳۲۱، قديمي)

قبور پر چادر

سوال [۴۲۰۹]: مزارات پر چادر چڑھانا، اولیاء اللہ سے استمداد چاہنا کن صورتوں میں جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مزارات پر چادر چڑھانا منع ہے: "ویکرہ الستور علی القبور" (۱)۔ اولیاء اللہ کی ارواح سے استمداد کی یہ حقیقت ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ ہم جب مصیبت میں گرفتار ہو کر ان بزرگوں کو آواز دیتے اور ان سے مدد مانگتے ہیں تو وہ ہماری فریاد کو ہر جگہ سنتے اور ہماری مدد کے لئے آتے ہیں، یہ عقیدہ اسلامی عقیدہ نہیں بلکہ مشرکانہ عقیدہ ہے۔ اس سے اسلام سے ساقط ہوجانے کا خطرہ ہے: "ویکفر بقوله أرواح المشايخ حاضرة تعلم" مجمع الأنهر: ۲/۵۰۹ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

قبر پر چراغ، اگربتی، لوبان وغیرہ

سوال [۴۲۱۰]: قبر کے اوپر چراغ، اگربتی، لوبان وغیرہ کا جلانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بدعت اور ممنوع ہے: میت کے لئے خوشبو کا تین وقت ثابت ہے: ایک جب اس کی روح نکلے، دوسرے جب اس کو غسل دیا جائے، تیسرے کفن پہنانے کے قریب (۳)۔ قبر پر ثابت نہیں، نہ دفن سے پہلے، نہ دفن کے بعد۔ جو لوگ قبر پر چراغ جلاتے ہیں ان پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت

---

(۱) (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۳، سعيد)

(۲) (مجمع الأنهر، كتاب السير والجهاد، باب المرتد، ثم ألفاظ الكفر أنواع: ۲/۵۰۵، المكتبة الغفارية كوئٹه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۹، رشيديه)

(۳) (وجميع ما يجمر فيه الميت ثلاثة مواضع: عند خروج روحه لإزالة الرائحة الكريهة، وعند غسله، وعند تكفينه، ولا يجمر خلفه ولا في القبر". البحر الرائق، كتاب الجنائز: ۲/۳۱۰، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۲/۱۹۵، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، باب الجنائز، فصل في الغسل: ۲/۱۰۸، مصطفى البابي الحلبي مصر)

فرمائی ہے۔ مشکوٰۃ شریف، ص: ۷۱(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

شب براءت میں قبروں پر روشنی اور اگربتی

سوال[۴۲۰۵]: شب براءت میں قبروں پر روشنی کرنا اور اگربتی جلانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رسم جہالت ہے، اس سے بچنا ضروری ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

قبر پر اگربتی جلانا، اذان دینا، تیجہ کرنا

سوال[۴۲۰۶]: بعض جگہ میں عام دستور ہے کہ اگر کوئی مرجاتا ہے تو تین روز تک قبر پر بتیاں جلائی جاتی ہیں اور اذان بھی کہی جاتی ہے اور تیسرے دن تیجہ کے نام سے کلام مجید اور آیت کریمہ پڑھنا لازمی اور ضروری سمجھا جاتا ہے، کیا شرعاً یہ صورتیں جائز ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ امور بدعت اور ناجائز ہیں(۳)۔ قرآن کریم پڑھ کر، یا نماز پڑھ کر، یا روزہ رکھ کر، یا غرباء کو کھانا، کپڑا، نقد وغیرہ بلا تعیین تاریخ ثواب پہنچانا اور جس قدر جلدی ہوسکے اس میں جلدی کرنا بلکہ دفن سے پہلے پہلے کرنا مستحسن اور باعث ثواب ہے(۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۹/۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ ذیقعدہ/ ۵۹ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۰/ ذیقعدہ/ ۵۹ھ۔

---

(۱) "وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زائرات القبور، والمتخذین علیها المساجد والسرج". رواه أبو داود والترمذی والنسائی". (مشکوٰة المصابیح، کتاب الصلوٰة، باب المساجد ومواضع الصلوٰة، ص: ۷۱، قدیمی)

(۲) "وإخراج الشموع إلی رأس القبور فی اللیالی الأول بدعة". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب السادس عشر فی زیارة القبور الخ: ۵/۳۵۱، رشیدیه)

(۳) وتقدم تخریجه تحت عنوان: "شب براءت میں قبروں پر روشنی اور اگربتی"

(۴) "فللإنسان أن یجعل ثواب عمله لغیره عند أهل السنة والجماعة صلوٰة کان أو صوماً أو صدقة أو -

قبروں پر پانی چھڑکنا

سوال[۴۲۹۷]: قبر کے اوپر مٹی ڈالنے کے بعد ہوتے سے ایک لوٹا پانی ڈالتے ہیں اس نیت سے کہ میت کو ٹھنڈک پہونچے۔ کیا یہ صورت یا یہ عقیدہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ عقیدہ غلط ہے، البتہ مٹی جمنے کی غرض سے پانی ڈالتے ہیں کہ ہوا سے منتشر نہ ہوجائے، یہ ثابت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

قبر سے متعلق چند خرافات

سوال[۴۲۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص کا انتقال ہوگیا اس کے ماننے والوں نے تجہیز وتکفین وتدفین کے سلسلے میں مندرجہ ذیل امور کئے:

= قراءة للقرآن أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت، وينفعه، قاله الزيلعي في باب الحج عن الغير". (مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في زيارة القبور، ص: ۶۲۱-۶۲۲، قديمي)

(وكذا في البحر والفتح والهداية كلهم في باب الحج عن الغير)

(۱) "عن جعفر بن محمد، عن أبيه مرسلاً: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حثا على الميت ثلاث حثيات بيديه جميعاً، وأنه رش على قبر ابنه إبراهيم، ووضع عليه حصباء". رواه في شرح السنة".

(مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب دفن الميت، الفصل الثاني، ص: ۱۴۸، قديمي)

(ومراسيل أبي داؤد الملحق بسننه، ما جاء في الجنائز، في الدفن، ص: ۱۸، سعيد)

(وابن ماجة، كتاب الجنائز، باب ماجاء في إدخال الميت القبر، ص: ۱۱۱، قديمي)

"ولا بأس برش الماء عليه حفظاً لترابه عن الاندراس". (الدر المختار). "بل ينبغي أن يندب؛ لأنه صلى الله تعالى عليه وسلم فعله بقبر سعد، كما رواه ابن ماجة، وبقبر ولده إبراهيم، كما رواه أبو داؤد في مراسيله، وأمر به في قبر عثمان بن مظعون، كما رواه البزار". (رد المحتار، باب الجنائز: ۲/۲۳۷، سعيد)

ہیں ( )، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح راستے پر چلائے۔ اگر دلیل کا مطالبہ کرنا ہے تو جو لوگ ان چیزوں کے مرتکب ہیں ان سے ثبوت طلب کیا جائے، ہمارے واسطے تو اتنی بات کافی ہے کہ ان چیزوں کا کہیں ثبوت نہیں۔

میت کی تجہیز، تکفین اور تدفین میں جلدی کرنے کا حکم حدیث وفقہ میں موجود ہے (۲)۔ قبر کا اتنا گہرا کھودنا غلط ہے بلکہ اتنی گہری ہونی چاہئے کہ میت کو اس میں رکھنے کے بعد جو تختہ وغیرہ رکھا جائے تو اس کے جسم سے مس نہ کرے، البتہ اوپر کا حصہ ایک آدمی کی قد کے برابر یا اس سے کچھ کم گہرا ہونا چاہیے (۳)۔ میت کے

= (و بمعناہ مفصلاً في المرقاۃ شرح المشکوۃ، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الأول: ۱/۳۶۶، ۳۶۷، رشیدیہ)

(۱) لہٰذا "کسی پیر کی قبر کو سجدہ کرنا ناجائز شرک ہے، کیونکہ سجدے کی مستحق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔" "وقال شمس الأئمۃ السرخسي: السجود لغیر اللہ علی وجہ التعظیم کفر". (البحر الرائق، کتاب الکراھیۃ، فصل في البیع: ۸/۳۶۴، رشیدیہ)

(و بمعناہ في شرح الفقہ الأکبر للقاري، فصل في الکفر صریحاً وکنایۃ، ص: ۱۹۳، قدیمی)

(۲) "عن عبد اللہ بن عمر رضي اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: "إذا مات أحدکم فلا تحبسوہ، وأسرعوا بہ إلی قبرہ" الحدیث. رواہ البیہقي في شعب الإیمان". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب دفن المیت، الفصل الثالث، ص: ۱۴۹، قدیمی)

قال القاري: "(فلا تحبسوہ) أي لا تؤخروا دفنہ من غیر عذر. قال ابن الہمام: یستحب الإسراع بتجہیزہ کلہ حین یموت. (وأسرعوا بہ إلی قبرہ) ھو تأکید وإشارۃ إلی سنۃ الإسراع في الجنازۃ". (المرقاۃ، باب دفن المیت: ۴/۱۹۰، رقم الحدیث: ۱۷۱۷، رشیدیہ)

(۳) "وعن ہشام بن عامر رضي اللہ تعالیٰ عنہ أن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال یوم أحد: "احفروا وأوسعوا وأعمقوا وأحسنوا" الحدیث. (مشکوۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب دفن المیت، الفصل الثاني، ص: ۱۴۸، قدیمی)

"قال المظہر: أي اجعلوا عمقہ قدر قامۃ الرجل إذا مد یدہ إلی رؤوس أصابعہ". (المرقاۃ، باب دفن المیت: ۴/۱۸۱، رقم الحدیث: ۱۷۰۳، رشیدیہ)

(وکذا في رد المحتار، باب الجنائز، مطلب في دفن المیت: ۲/۲۳۴، سعید)

www.ahlehaq.org

نیچے کپڑا بچھانا صحابۂ کرام و ائمۂ مجتہدین اور جمہور صحابۂ عظام سے کہیں ثابت نہیں۔ تین تکیوں کی مصلحت بھی وہی بتائیں گے، حدیث وفقہ میں تو کہیں نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

مزارات پر خرافات

سوال [۴۲۶۹]: قبروں پر پختہ بنانا، چادریں ڈالنا، چڑھاوے چڑھانا، جھنڈے لگانا، نذرونیاز کے طور پر مزاروں پر بکرے ذبح کرنا، شیرینی تقسیم کرنا قرآن وحدیث وفقہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور سنت طریقہ ہے یا بدعت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سب کام شرعاً ناجائز، مکروہ و گناہ ہیں (۲)۔

---

(۱) بلکہ اس کو شراحِ حدیث اور فقہاء کرام نے مکروہ تحریمی قرار دے کر رد کیا ہے: قال النووي في شرحه علی مسلم:

"وقد نص الشافعي وجميع أصحابنا وغيرهم من العلماء على كراهة وضع قطيفة أو مضربة أو مخدة ونحو ذلك تحت الميت في القبر، وشذ منهم البغوي من أصحابنا ...... والصواب كراهته كما قاله الجمهور. وأجابوا عن هذا الحديث بأن شقران انفرد بفعل ذلك، ولم يوافقه غيره ...... وخالفه غيره، فروى البيهقي عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أنه كره أن يجعل تحت الميت ثوب في قبره، والله تعالىٰ أعلم". (التكملة للنووي، باب الجنائز، فصل في استحباب اللحد: ۱/۳۱۱، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، باب الجنائز، مطلب في دفن الميت: ۲/۲۳۴، سعيد)

(وكذا في المرقاة شرح المشكوة، باب دفن الميت: ۴/۱۵۷، رقم الحديث: ۱۶۹۳، رشيدية)

(۲) أما بطلان قوله "قبروں پر پختہ بنانا" فلما في الدر المختار: "ولا يجصص للنهي عنه، ولا يطين، ولا يرفع عليه بناء." قال ابن عابدين: "وعن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ: يكره أن يبني عليه بناء من بيت أو قبة أو نحو ذلك، لما روى جابر رضي الله تعالىٰ عنه: نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن تجصيص القبور، وأن يكتب عليها، وأن يبنى عليها" رواه مسلم وغيره". (رد المحتار، باب صلوة الجنازة: ۲/۲۳۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۴۰، رشيدية)

باب زیارۃ القبور

(زیارتِ قبور کا بیان)

زیارتِ قبور کا طریقہ

سوال [۴۴۰۰]: قبرستان جانے اور فاتحہ پڑھنے کا مسنون طریقہ تحریر فرمادیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

پنجشنبہ یا جمعہ کو بغیر کسی خاص پابندی کے جا کر قبلہ کی طرف پشت کر کے قبر کی طرف رخ کر کے سورۂ یٰسین، قل ھو اللہ احد وغیرہ پڑھ کر کہہ دے یا اللہ! اس کا ثواب فلاں کو پہونچادے، اور پڑھنے سے پہلے وہاں جا کر کہے: "السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون" (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۲/۸۸ھ۔

---

(۱) "ولا بأس　　بزيارة القبور　　ويقول: السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وإنا إن شاء الله بكم لاحقون، ويقرأ يٰس، وفي الحديث: من قرأ الإخلاص أحد عشر مرة، ثم وهب أجرها للأموات، أعطي من الأجر بعدد الأموات". (الدر المختار)

"(قوله: وبزيارة القبور) أي لا بأس بها، بل تندب　　وتزار في كل أسبوع　　والأفضل يوم الجمعة والسبت والاثنين والخميس الخ". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲۴۲/۲، سعيد)

"يستحب زيارة القبور، وكيفية الزيارة كزيارة ذلك الميت في حياته من القرب والبعد. وإذا أراد زيارة القبور يستحب له أن يصلي في بيته ركعتين يقرأ في كل ركعة الفاتحة وآية الكرسي مرة واحدة، والإخلاص ثلاث مرات، ويجعل ثوابها للميت، يبعث الله تعالى إلى الميت في قبره نوراً، ويكتب للمصلي ثواباً كثيراً.　　ثم يقف مستدبر القبلة مستقبلاً لوجه الميت، ويقول: السلام عليكم

اقسامِ زیارتِ قبور

سوال [۴۲۰۱]: زیارۃ القبور لیست مشروعۃً مطلقاً، بل نوعان: شرعیۃ وغیر شرعیۃ، فالمسنونۃ منہ شرعیۃ، وغیر المسنونۃ غیر شرعیۃ، فبعضہا معصیۃ کبیرۃ و بعضہ کفر و شرک؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زیارۃ القبور من حیث المقاصد والأعمال مختلفۃ بعضہا: مستحبۃ، والبعض مباحۃ، والبعض بدعۃ محرمۃ، والبعض شرک (۱)۔ وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین، والصلوۃ علی سید المرسلین وآلہ وأصحابہ أجمعین۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۱/۸۸ھ۔

= یا أھل القبور، یغفر اللہ لنا ولکم، أنتم لنا سلف ونحن بالأثر ...... والأفضل أیام الزیارۃ أربعۃ: یوم الاثنین والخمیس والجمعۃ والسبت، والزیارۃ یوم الجمعۃ بعد الصلاۃ حسن". (الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور وقراءۃ القرآن فی المقابر: ۵/۳۵۰، رشیدیہ)

(۱) "الزیارۃ تنقسم إلی قسمین: زیارۃ شرعیۃ وزیارۃ بدعیۃ، فالزیارۃ الشرعیۃ: السلام علی المیت والدعاء لہ، بمنزلۃ الصلاۃ علی جنازتہ ...... وأما الزیارۃ البدعیۃ: فمن جنس زیارۃ الیھود والنصاریٰ، وأھل البدع الذین یتخذون قبور الأنبیاء والصالحین مساجد ...... فالزیارۃ البدعیۃ مثل قصد قبر ...... للصلاۃ عندہ ...... أو طلب الحوائج منہ الخ". (مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیۃ، باب زیارۃ القبور: ۱۲/۱۸۶، ۱۸۸، مکتبۃ العبیکان الریاض)

وتفصیل ھذہ المسئلۃ فی: (اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیۃ، فصل فی مقامات الأنبیاء والصالحین، ص: ۲۱۱، ۲۱۲، مکتبہ نزار مصطفی الباز)

"عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا أنہا قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما کان لیلتہا من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یخرج من آخر اللیل إلی البقیع فیقول: "السلام علیکم دار قوم مؤمنین، وأتاکم ما توعدون غداً مؤجلون، وإنا إن شاء اللہ بکم لاحقون، اللّٰھم اغفر لأھل بقیع الغرقد". (الصحیح لمسلم، فصل فی الذھاب إلی زیارۃ القبور: ۱/۳۱۳، قدیمی) =

ہر سال کی ابتداء میں زیارتِ قبور

سوال [۴۳۰۲]: [illegible] میں اعراس کے شیدائی اور اہلِ بدعت کے گروہ کی حضرات نے اس وقت موسم کے لحاظ سے زیادہ تر تو عرس اور دوسرے تمام لوازمات کی غرض پڑھنا شروع کرائی ہے، اسی سلسلہ میں سالانہ مزارات کی حاضری کے بارے میں فریقِ مخالف نے یہ تحریر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال صحابہ کو لیکر اُحد جاتے تھے۔ میں نے جب تلاش کیا تو شفاء میں آپ کا جانا ثابت ہے، اور حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے وہ ضرور تھے کہ دعائے مغفرت سے ان کا کیف وسرور کو انھوں نے انتہائی ذوق وشوق سے بیان فرمایا ہے، اور بھی دو جگہ ہے اگر صحابہ کے ساتھ ہر سال کا جانا میری نظر سے نہیں گذرا، البتہ مولانا فرنگی محلی کے مجموعۂ فتاویٰ میں ابن جریر کے حوالے سے ایک حدیث "عند رأس کل حول" ملی۔

اس کے بعد فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد پنجم ص: ۱۹۶ میں یہ حدیث ملی: "سعت أخرج ابن جریر عن محمد بن إبراهيم قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يأتي قبور الشهداء على رأس كل حول

---

(۱) قال الإمام النووي: "قوله: زرنا ابن عباس الله الحديث [illegible] وفي هذا الحديث: دليل لاستحباب زيارة القبور والسلام على أهلها والدعاء لهم والترحم عليهم". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب الجنائز، فصل في ذهاب إلى زيارة القبور: ۱/۳۱۴، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: زار النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قبر أمه، فبكى وأبكى من حوله، فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم "فزوروا القبور، فإنها تذكركم الموت" (الصحيح لمسلم، ۱/۳۱۴)

"ولا بأس بزيارة القبور والدعاء للأموات [illegible] وصرح في المجتبى بأنها مندوبة، وقيل: تحرم على النساء، والأصح أن الرخصة ثابتة لها". (البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۴۲، رشيدية)

"ولا بأس [illegible] بزيارة القبور ولو للنساء". (الدر المختار). "(قوله: وبزيارة القبور) أي: لا بأس بها، بل تندب، (قوله: ولو للنساء) وقيل: تحرم عليهن، والأصح أن الرخصة ثابتة لهن [illegible] فلا بأس بذكر عجائز". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۴۲، سعيد)

فیقول: "السلام علیکم بما صبرتم، فنعم عقبی الدار" وأبو بکر وعمر وعثمان"(۱)۔

اس حدیث کے بارے میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ سنداً یہ حدیث کس درجہ کی ہے اور یہ تو متعین تاریخ کے لئے بہت مفید ہے۔ راویوں میں اگر کوئی راوی کمزور ہو تو اس کا نام تحریر فرمادیں گے اور صاحب رجال نے جو اس کے بارے میں تحریر فرمایا ہو اس کو بھی۔

چونکہ اس جگہ یہاں نہیں ہے دوسرے یہ کہ مجھ میں صلاحیت کہاں، یقین ہے کہ جواب سے شرف گذار فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شہدائے احد کے ساتھ بعض خصوصی معاملات بھی ہوئے، مثلاً یہ کہ قبل دفن ان پر صلوۃ جنازہ پڑھ لینے کے باوجود ان پر حیات مبارکہ میں بھی دوبارہ نماز جنازہ پڑھی گئی ہے، جیسا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی (۲) اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بار بار تمام شہدائے احد کے ساتھ نماز پڑھی گئی (۳)، ہوسکتا ہے کہ یہ "علی رأس کل حول" کی زیارت بھی خصوصیات میں سے ہو ورنہ اس قسم کی چیز شہدائے بدر کی زیارت سے متعلق بھی ثابت ہوتی، حالانکہ ان کا مقام شہدائے احد سے بلند ہے، اور مدفون بقیع کی زیارت کے متعلق بھی ثابت ہوتی کہ ان کے مناقب مستقل احادیث میں موجود ہیں۔

---

(۱) (لم أطلع علیه في فتاوی دار العلوم دیوبند)

(۲) "وقد روي أیضاً عن عقبة بن عامر رضي الله تعالیٰ عنه أن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم صلی علی قتلی أحد بعد مقتلهم بثمان سنین. حدثنا یونس ... أنه سمع عقبة بن عامر رضي الله تعالیٰ عنه یقول: إن آخر ما خطب لنا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أنه صلی علی شهداء أحد" الحدیث (شرح معاني الآثار للطحاوي رحمه الله تعالیٰ، کتاب الجنائز، باب الصلوة علی الشهداء: ۳۳۸/۱، سعید)

(وأخرجه البخاري في المغازي، باب غزوة أحد: ۵۸۴/۲، قدیمي)

(۳) "عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما أن رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یوضع بین یدیه یوم أحد عشرة، فیصلي علیهم وعلی حمزة، ثم یرفع العشرة وحمزة رضي الله تعالیٰ عنه موضوع، ثم یوضع عشرة، فیصلي علیهم وعلی حمزة معهم" (شرح معاني الآثار، المرجع السابق)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز تو ہے لیکن نہ جانا ہی زیادہ بہتر ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کا حکم

سوال[۴۲۰۱]: عورتوں کا بزرگانِ دین کی زیارت کے لئے جانا کیسا ہے اور کیا بزرگانِ دین کی قبروں کے لئے اور قبروں پر جانا اسی میں ہے، یا اس سے مستثنیٰ ہے؟ اور مولانا کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ جائز فرماتے ہیں اور مولانا محمد حبیب صاحب دیوبندی ناجائز فرماتے ہیں، اور کتاب بہشتی زیور اور مجالس الابرار میں ایسی عورتوں پر لعنت فرماتے ہیں، کتاب رکن دین میں بھی جائز فرما رہے ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا بات ہے؟ بس مفصل تحریر فرمایئے گا تاکہ خوب سمجھ میں آجائے۔ اور کس پر عمل کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل یہ ہے کہ عورتوں میں تحمل کم ہوتا ہے، قبروں کو دیکھ کر بسا اوقات بے صبری کی حالت میں رونا، چلانا، کپڑے پھاڑنا، سر پیٹنا وغیرہ حرکات شروع کر دیتی ہیں۔ نیز مطلقاً عورتوں کا گھر سے نکلنا فتنہ ہے اور ان

---

(۱) "والأصح أن الرخصة ثابتة لهن ..... وإن كان للاعتبار والترحم من غير بكاء والتبرك بزيارة قبور الصالحين، فلا بأس إذا كن عجائز، ويكره إذا كن شواب كحضور الجماعة في المساجد، وهو توفيق حسن". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۴۲، سعيد)

"واختلف المشايخ في زيارة القبور للنساء، قال شمس الأئمة: الأصح أنه لا بأس بها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السادس عشر في زيارة القبور الخ: ۵/۳۵۰، رشيدية)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب أحكام الجنائز، فصل في زيارة القبور، ص: ۶۲۰، قديمي)

"وحاصل الكلام من هذا كله أن زيارة القبور مكروهة للنساء، بل حرام في هذا الزمان، ولا سيما نساء مصر، لأن خروجهن على وجه الفساد والفتنة الخ". (عمدة القاري، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، بيان ما يستفاد منه: ۸/۶۹، ۷۰، مطبعة منيرية، بيروت)

www.ahlehaq.org

میں مفاسد کثیرہ ہیں (۱) اس سے ممنوع ہے۔ مجالس الابرار میں تحقیق کی ہے کہ حدیث میں لعنت وارد ہوئی ہے (۲)۔ جن لوگوں نے اجازت دی ہے انہوں نے مفاسد پر غور نہیں کیا ہوگا، مولانا کفایت اللہ صاحب کی تحریر ہمارے سامنے نہیں، مگر ان کی بعض روایتیں ضعیف ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "وقال ابن عبد البر: [...] أن يكون هذا قبل الإباحة، فإن و توقي ذلك للنساء المتجملات أحب إلي. وأما الشواب فلا يؤمن من الفتنة عليهن وبهن حيث خرجن، ولا شيء للمرأة أحسن من لزوم قعر بيتها. ولقد كره أكثر العلماء خروجهن إلى الصلوات، فكيف إلى المقابر [...] وحاصل الكلام من هذا كله أن زيارة القبور مكروهة للنساء، بل حرام في هذا الزمان، ولا سيما نساء مصر؛ لأن خروجهن على وجه الفساد والفتنة، وإنما رخصت الزيارة لتذكر أمر الآخرة وللاعتبار بمن مضى وللتزهد في الدنيا". (عمدة القاري، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، بيان ما يستفاد منه: ۸/۶۹، ۷۰، مطبعة منيرية، بيروت)

(قوله: ولو للنساء) وقيل: تحرم عليهن، والأصح أن الرخصة ثابتة لهن [...] إن كان ذلك لتجديد الحزن والبكاء والندب على ما جرت به عادتهن فلا تجوز، وعليه حمل الحديث: "لعن الله زائرات القبور"، وإن كان للاعتبار والترحم من غير بكاء والتبرك بزيارة قبور الصالحين فلا بأس إذا كن عجائز، ويكره إذا كن شواب كحضور الجماعة في المساجد، وهو توفيق حسن". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۴۲، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب أحكام الجنائز، فصل في زيارة القبور، ص: ۶۲۰، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لعن زوارات القبور" قال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح. وقد رأى بعض أهل العلم أن هذا كان قبل أن يرخص النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في زيارة القبور، فلما رخص دخل في رخصته الرجال والنساء. وقال بعضهم: إنما كره زيارة القبور للنساء لقلة صبرهن وكثرة جزعهن". (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في كراهية زيارة القبور للنساء: ۱/۲۰۳، سعيد)

ایضاً

سوال[۴۳۰۷]: کیا عورتیں قبور کی زیارت کرسکتی ہیں؟ حسب ذیل احادیث کی روشنی میں جواب دیجئے:

۱- "لعن اللہ زوارات القبور"۔ مشکوۃ شریف، باب زیارۃ القبور(۱)۔

۲- "کنت نهيتكم عن زيارة القبور، فزوروها فإنها تزهد في الدنيا وتذكر الأخرة"(۲)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان دو حدیثوں کی وجہ سے اس مسئلہ میں دو قول ہیں: بعض حضرات نے ممانعت کو صرف مردوں کے حق میں منسوخ مان کر عورتوں کے حق میں ممانعت کو بدستور باقی مانا اور موجب لعنت قرار دیا ہے اور بعض علماء نے ممانعت کو عورتوں کے حق میں بھی بدستور منسوخ مان کر ان کے لئے زیارتِ قبور کو فی نفسہ تو جائز قرار دیا ہے، لیکن عورتیں اگر زیارتِ قبور کو قبرستان جائیں تو اس میں دوسرے مفاسد ہیں مثلاً پردہ کا اہتمام نہیں کریں گی، وہاں جاکر قبور کو دیکھ کر خاص کر جب کہ وہ ان کے اعزہ، اولاد، والدین، شوہر وغیرہ کی قبریں ہوں بے صبری کے ساتھ چلا کر بیان کرکے روئیں گی، سینہ کوبی کریں گی، بال نوچیں گی، منہ نوچیں گی، اگر وہ بزرگوں کی قبریں ہوں تو وہ ان کا طواف کریں گی، ان کو سجدہ کریں گی، ان سے مرادیں مانگیں گی، ان پر چادر ڈالیں گی، وہاں چراغ جلائیں گی، چڑھاوے چڑھائیں گی۔

غرض شرکیات ومحرمات میں مبتلا ہوں گی جیسا کہ عامۃً اولیاء اللہ کے مزارات پر بہت سے مقامات پر ہوتا ہے، اس لئے عورتوں کو زیارتِ قبور کے لئے جانے سے منع فرماتے ہیں کہ ایک مستحب کی خاطر کسی ناجائز چیز کو برداشت نہیں کیا جاسکتا اور جن مردوں کا حال بھی عورتوں کی طرح ہو ان کو بھی منع کیا جائے گا(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (مشکوۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب زيارة القبور: ۱/۱۵۴، قدیمی)

(ورواه الترمذي في سننه في أبواب الجنائز، باب ما جاء في كراهية زيارة القبور للنساء: ۱/۲۰۳، سعید)

(۲) (سنن ابن ماجة أبواب ما جاء في الجنائز، باب ما جاء في زيارة القبور، ص: ۱۱۲، قدیمی)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "لعن زوارات القبور". =

ایضاً

سوال [۴۳۰۸]: عورتوں کو قبروں پر جانا درست ہے یا نہیں؟ ان کے جانے کے متعلق کوئی حدیث ہو تو تحریر فرماویں۔

آپ کا خادم محمد یٰسین امام ... دہلی، محمد تونی ۱۷/ اگست/ ۷۲ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

رونے اور غم تازہ کرنے کے لئے قبروں پر جانا منع ہے، حصولِ تذکیرِ موت، تبرک اور عبرت کے لئے بوڑھی عورت کو پردہ کے ساتھ جانا درست ہے اور جوان عورت کو ہر حال میں ممانعت ہے کیونکہ عورتیں عموماً جا کر ضرور منکرات میں مبتلا ہوتی ہیں خواہ جوان ہوں خواہ بوڑھی، اس لئے جہاں تک ہو سکے ان کو جانے سے روکنا چاہئے۔

"ولا بأس بزيارة القبور ولو للنساء لحديث: "كنت نهيتكم عن زيارة القبور ألا فزوروها". الدر المختار. وفي رد المحتار: "(قوله: ولو للنساء) وقيل: تحرم عليهن، والأصح أن الرخصة ثابتة لهن، بحر، وجزم في شرح المنية بالكراهة لما مر في اتباعهن الجنازة. وقال الخير الرملي: إن كان ذلك لتجديد الحزن والبكاء والندب على ما جرت به عادتهن، فلا تجوز،

= قال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح. وقد رأى بعض أهل العلم أن هذا كان قبل أن يرخص النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في زيارة القبور، فلما رخص دخل في رخصته الرجال والنساء. قال بعضهم: إنما كره زيارة القبور للنساء لقلة صبرهن وكثرة جزعهن". (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في كراهية زيارة القبور للنساء: ۱/۲۰۳، سعيد)

"(قوله: ولو للنساء) وقيل: تحرم عليهن، والأصح أن الرخصة ثابتة لهن ... وقال الخير الرملي: إن كان ذلك لتجديد الحزن والبكاء والندب على ما جرت به عادتهن، فلا تجوز، وعليه حمل الحديث: "لعن الله زائرات القبور". وإن كان للاعتبار والترحم من غير بكاء والتبرك بزيارة قبور الصالحين، فلا بأس إذا كن عجائز، ويكره إذا كن شواب كحضور الجماعة في المساجد، وهو توفيق حسن". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۴۲، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب أحكام الجنائز، فصل في زيارة القبور، ص: ۶۲۰، قديمي)

جانے سے مفاسد زیادہ پیدا ہوتے ہیں اسلئے ان کو منع کیا جاتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ صفر/ ۶۸ھ۔

اجمیر شریف کی زیارت کے لئے سفر

سوال [۴۴۱۰]: اگر ہم گھر سے نیت کر کے چلے اجمیر شریف کی زیارت کرنے کے لئے اور وہاں پر پہونچ کر زیارت کی اور جو کچھ ہوسکا ہم نے درود شریف پڑھا اور بخشا اور چلے آئے، یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے، اس سے دنیا کی محبت کم ہوتی ہے اور آخرت یاد آتی ہے (۲)،

= أمرنا بالحجاب، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "احتجبا منه" فقلت: يا رسول الله أليس هو أعمى لا يبصرنا ولا يعرفنا، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أفعمياوان أنتما، ألستما تبصرانه"؟ هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذي، أبواب الاستيذان، باب ما جاء في احتجاب النساء من الرجال: ۲/۱۰۶، سعيد)

(۱) "وحاصل الكلام من هذا كله أن زيارة القبور مكروهة للنساء بل حرام في هذا الزمان، ولا سيما نساء مصر، لأن خروجهن على وجه الفساد والفتنة، الخ". (عمدة القاري، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، بيان ما يستفاد منه: ۸/۷۰، مطبعة منيرية، بيروت)

"إن كان ذلك لتجديد الحزن والبكاء والندب على ما جرت به عادتهن، فلا تجوز .... ويكره إذا كن شواب كحضور الجماعة في المساجد". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۴۲، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل في زيارة القبور، ص: ۶۲۰، قديمي)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها أنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كلما كان ليلتها من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يخرج من آخر الليل إلى البقيع فيقول: "السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وأتاكم ما توعدون غداً مؤجلون، وإنا إن شاء الله بكم لاحقون، اللهم اغفر لأهل بقيع الغرقد" =

www.ahlehaq.org

ایسی چیزیں داخل کرلیں کہ ثواب کے بجائے ان سے گناہ ہوتا ہے، مثلاً اجمیر شریف جا کر مزاروں کو سجدہ کرتے ہیں، ان سے منت مانگتے ہیں، قبر پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں، قوالی کرتے یا سنتے ہیں، وہاں بے پردہ عورتیں بھی جاتی ہیں (۱)، ایسی باتیں شرعاً جائز نہیں بلکہ گناہ اور حرام ہیں، بعض باتیں شرک کے قریب ہیں (۲)۔

اگر کوئی شخص خود یہ باتیں نہ کرے تب بھی دوسرے لوگ جو یہ باتیں کرتے ہیں ان کو دیکھنا یا ان کے ساتھ شریک ہونا پڑتا ہے، لہذا ایسی حالت میں وہاں جانا درست نہیں اور زیارتِ قبور کا بھی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ میلہ اور تماشہ بن جاتا ہے، اپنے مکان پر جو کچھ ہوسکے پڑھ کر ثواب پہونچا دیا جائے، گورغریباں کی زیارت بھی کبھی اپنی بستی کے قبرستان میں جا کر کرلیا کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۹۰ھ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم لعن زوّارات القبور". قال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في كراهية زيارة القبور للنساء: ۲۰۳/۱، سعيد)

"ويكره إذا كن شواب كحضور الجماعة في المساجد" (رد المحتار، باب صلوة الجنازة: ۲۴۲/۲، سعيد)

"وحاصل الكلام من هذا كله أن زيارة القبور مكروهة للنساء، بل حرام في هذا الزمان، ولاسيما نساء مصر، لأن خروجهن على وجه الفساد والفتنة الخ". (عمدة القاري، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، بيان ما يستفاد منه: ۶۹/۸، ۷۰، مطبعة منيرية، بيروت)

(۲) جیسے کہ قبروں کو سجدہ کرنا وغیرہ: "عن أبي مرثد الغنوي رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا إليها". (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب دفن الميت، ص: ۱۴۸، قديمي)

قال الملا علي القاري: "(ولا تصلوا) أي مستقبلين (إليها) لما فيه من التعظيم البالغ، لأنه من مرتبة المعبود ... ولو كان هذا التعظيم حقيقةً للقبر أو لصاحبه لكفر المعظم، فالتشبه مكروه، وينبغي أن تكون كراهة تحريم". (مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب دفن الميت، (رقم الحديث: ۱۶۹۸): ۱۴۸/۴، رشيديه)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً ومصلیاً:

قبور کی زیارت کرنے کے لئے سفر کرنے میں اختلاف ہے، امام غزالی کے کلام سے جواز وترجیح معلوم ہوتی ہے، وھٰکذا یفهم من عبارة الشامی فی رد المحتار (۱)۔ روضۂ اجمیر پر صحنک، تیجا، تاجین سے پھول وغیرہ چڑھانا جیسا کہ کلیر، اجمیر وغیرہ میں مروج ہے، ہرگز ثابت نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نذر ماننا ثابت نہیں۔

زیارتِ قبر کیلئے احرام

سوال [۴۲۱۴]: بعض بزرگوں کے عرس میں شرکت کرنے والے خاص قسم کا جوڑا پہن کر جاتے ہیں اور اس جوڑے کو احرام کہتے ہیں، ایسا سمجھنا اور کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ رسم جہالت یا خرافات ہے، اس سے توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

عید کے دن زیارتِ قبور

سوال [۴۲۱۵]: ہمارے گاؤں میں عید کے دن عید کی نماز کے بعد لوگ قبرستان جاتے ہیں، وہاں فاتحہ پڑھ کر چلے آتے ہیں، تو قبرستان جانا خصوصاً اس دن کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عید کا دن مسرت کا ہوتا ہے، بسا اوقات مسرت میں منہمک ہو کر آخرت سے غفلت ہو جاتی ہے اور زیارتِ قبور سے آخرت یاد آتی ہے، اس لئے اگر کوئی شخص عید کے دن زیارتِ قبور کرے تو مناسب ہے، کچھ مضائقہ نہیں (۲)، لیکن اس کا التزام خواہ عملاً ہی کیوں نہ ہو جس سے دوسروں کو یہ شبہ ہو کہ یہ چیز لازمی اور ضروری ہے، درست

---

(۱) "والمعنى - كما أفاده في "الإحياء" - أنه لا تشد الرحال لمسجد من المساجد إلا لهذه الثلاثة، لما فيها من المضاعفة، بخلاف بقية المساجد، فإنها متساوية في ذلك. فلا يرد أنه قد تشد الرحال لغير ذلك، كصلة الرحم، وتعلم علم، وزيارة المشاهد كقبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وقبر الخليل عليه السلام، وسائر الأئمة" (رد المحتار، كتاب الحج، باب الهدي، قبيل مطلب في المجاورة بالمدينة المشرفة ومكة المكرمة: ۲/۶۲۷، سعيد)

(۲) "عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "كنت نهيتكم=

نہیں۔ نیز اگر کوئی شخص کسی دن زیارتِ قبور نہ کرے تو اس پر طعن کرنا یا اس کو حقیر سمجھنا درست نہیں، اس کی احتیاط لازم ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

☆...☆...☆...☆...☆

= عن زيارة القبور، فزوروها، فإنها تزهد في الدنيا، وتذكر الآخرة" (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، الفصل الثالث: ۱/۱۵۴، قديمي)

"فزوروها" "فإنها": أي زيارة القبور أو القبور، أي رؤيتها "تزهد في الدنيا" وفي ذكر الموت هادم اللذات، رميون لكدورات" (مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، الفصل الثالث: ۴/۱۶۷، رشيدية)

(۱) "قال الطيبي: وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر" (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول: ۳/۳۱، رشيدية)

باب إهداء الثواب للميت

(میت کے لئے ایصالِ ثواب کا بیان)

ایصالِ ثواب کا طریقہ

سوال[۴۳۱۲]: ایصالِ ثواب مردوں کو کس طرح کیا جاوے؟ صرف نیت ہو جانے پر کہ فلاں میت کو میرے قرآن شریف پڑھنے کی یا نوافل یا خیر و خیرات دینے کا ثواب پہنچ جائے، یہ کافی ہے یا حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا توسل بھی ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نیک عمل، تلاوت، قرآن پاک، نوافل، خیرات اس نیت سے کیا جائے کہ حق تعالیٰ اس کا ثواب فلاں کو پہنچادے تب بھی کافی ہے، اگر بغیر اس نیت کے کیا جائے تو بعد میں یہ دعا کرے کہ یا اللہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچادے، شامی میں اسی طرح لکھا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير: بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوةً أو صوماً أو صدقةً أو غيرها ..... الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات، لأنها تصل إليهم، ولا ينقص من أجره شيء". (ردالمحتار، باب صلوة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

"والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوةً أو صوماً أو صدقةً أو قراءة قرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرةً أو غير ذلك عند أصحابنا بالكتاب والسنة". (البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير: ۲/۵۴۳، إدارة القرآن كراچی)

"السنة لم تشترط التلفظ بالإهداء في حديث واحد من أحاديث النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الفعل عن الغير كالصوم والحج والصدقة، ولم يقل لفاعل ذلك وقل "اللهم هذا عن فلان" والله سبحانه يعلم =

ایصالِ ثواب کا فائدہ

سوال [۴۲۰۸]: ایصالِ ثواب سے مرنے والے کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عذاب میں تخفیف ہوتی ہے، درجات میں ترقی ہوتی ہے، حزن میں کمی ہوتی ہے، سرور میں زیادتی ہوتی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۴/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ صحیح: عبداللطیف۔

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من دخل المقابر فقرأ سورة يس، خفف الله عنهم، وكان له بعدد من فيها حسنات". (شرح الصدور للسيوطي رحمه الله تعالى، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر، رقم الحديث: ٤، ص: ٣٠٣، دار المعرفة، بيروت)

"وأخرج الطبراني في الأوسط بسند رو عن أنس رضي الله تعالى عنه مرفوعاً: "أمتي أمة مرحومة تدخل قبورها بذنوبها، وتخرج من قبورها لا ذنوب عليها، يمحص عنها باستغفار المؤمنين لها".

"وأخرج ابن النجار في تاريخه عن مالك بن دينار قال: دخلت المقبرة ليلة الجمعة، فإذا أنا بنور مشرق فيها، فقلت: لا إله إلا الله، نرى أن الله عز وجل قد غفر لأهل المقابر، فإذا أنا بهاتف يهتف من البعد وهو يقول: يا مالك بن دينار! هذه هدية من المؤمنين إلى إخوانهم من أهل المقابر، قلت: بالذي أنطقك إلا أخبرتني ما هو؟ قال: رجل من المؤمنين قام في هذه الليلة فأسبغ الوضوء وصلى ركعتين ... وقال: اللهم إني قد وهبت ثوابها لأهل المقابر من المؤمنين، فأدخل الله علينا الضياء والنور والفسحة والسرور في المشرق والمغرب". (شرح الصدور للسيوطي رحمه الله تعالى، باب ما ينفع الميت في قبره، ص: ٢٩٨، ٢٩٩، دار المعرفة، بيروت)

"ودعاء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم للأموات فعلاً وتعليماً، ودعاء الصحابة والتابعين والمسلمين عصراً بعد عصر أكثر من أن يذكر، وأشهر من أن ينكر، وقد جاء: "أن الله يرفع درجة العبد في الجنة فيقول: أنى لي هذا؟ فيقال: بدعاء ولدك لك". (كتاب الروح لابن قيم الجوزية رحمه الله تعالى، المسألة السادسة عشرة: هل تنتفع أرواح الموتى بشيء من سعي الأحياء أم لا؟ فصل: والدليل على انتفاعه بغير ما تسبب إليه، ص: ١٥٤، مكتبه فاروقيه پشاور)

کیا ایصالِ ثواب کرنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے؟

سوال[۳۳۱۹]: زید روزانہ تلاوتِ کلام اللہ کے بعد اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کل مؤمنین ومومنات، مسلمین ومسلمات کو ثواب بخشدے تو کیا زید کو تلاوت کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کو بھی ثواب ملے گا، وہ ہرگز محروم نہیں رہے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۷ھ۔

کیا دوسروں کو ثواب بخش دینے کے بعد خود قاری کو بھی ثواب ملتا ہے؟

سوال[۳۳۲۰]: کسی نے پورا قرآن شریف پڑھا اور کل کا ایصالِ ثواب کردیا اور جب جب پڑھتا ہے سب ایصالِ ثواب کردیتا ہے، تو پڑھنے والے کو کچھ بچے گا اور ثواب ملے گا یا بالکل خالی ہاتھ ہو جائے گا؟ اور اگر ملے گا تو کتنا ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جتنی تعداد کے مُردوں کو ثواب بخشے گا، ان کے عدد کے برابر اس کو بھی ثواب ملے گا(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۲ھ۔

---

(۱) "وأخرج أبو محمد السمرقندي في فضائل "قل هو الله أحد" عن علي رضي الله تعالى عنه مرفوعاً: "من مر على المقابر وقرأ "قل هو الله أحد" إحدى عشرة مرةً، ثم وهب أجره للأموات، أعطي من الأجر بعدد الأموات" (شرح الصدور للسيوطي رحمه الله تعالى، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر، ص: ۳۰۳، دار المعرفة، بيروت)

"صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوةً أو صوماً أو صدقةً أو غيرها ... الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات، لأنها تصل إليهم، ولا ينقص من أجره شيء". (رد المحتار، باب صلوة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى الرحيمية، كتاب الزكاة، الفصل السادس عشر في إيجاب الصدقة: ۲/۳۱۹، إدارة القرآن)

(۲) "وأخرج أيضاً عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: -

ایصالِ ثواب کے خلاف استدلال

سوال [۱۲۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں:

۱- مذہبِ اسلام نے ایصالِ ثواب کو جائز رکھا ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے اور ایک سورت کو پڑھ کر بہت سے مُردوں کو بخشے اس سورت کا ثواب تمام مُردوں کو برابر ایک سورت کا ملے گا یا بقدرِ حصہ؟

۲- ایک شخص ایصالِ ثواب کو بدعت کہتا ہے اور استدلال میں مندرجہ ذیل احادیث وآیات پیش کرتا ہے، آیا صحیح ہے:

۱- کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آیت کا بھی ثواب کسی کو نہیں بخشا۔

۲- کسی صحابی نے کبھی بھی ایک آیت پڑھ کر کسی کو اس کا ثواب نہیں بخشا۔

۳- کبھی کسی پیغمبر نے بھی ایک آیت پڑھ کر کسی کو اس کا ثواب نہیں بخشا۔

۴- تمام پیغمبروں نے ہمیشہ گنہگاروں کے لئے دعائے مغفرت کی۔

۵- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ہمیشہ مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت کی۔

۶- قرآن میں بہت سے مقامات پر صاف لفظوں میں لکھا گیا ہے کہ ایک کا ثواب دوسرے کو نہیں ملی

---

(۱) "إذا تصدق أحدكم بصدقة تطوعاً فليجعلها عن أبويه، فيكون لهما أجرها ولا ينتقص من أجره شيء". (شرح الصدور للسيوطي رحمه الله تعالى، باب ما ينفع الميت في قبره، رقم الحديث: ۹، ص: ۳۰۲، دار المعرفة - بيروت)

"الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل السادس عشر في إيجاب الصدقة ومن يتصل به من الهدي: ۲/۳۱۲، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

"وأخرج أبو محمد السمرقندي في فضائل (قل هو الله أحد) عن علي رضي الله تعالى عنه مرفوعاً: "من مر على المقابر، وقرأ (قل هو الله أحد) إحدى عشرة مرة، ثم وهب أجره للأموات، أعطي من الأجر بعدد الأموات". (شرح الصدور للسيوطي رحمه الله تعالى، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر، رقم الحديث: ۲، ص: ۳۰۳، دار المعرفة - بيروت)

www.ahlehaq.org

حالانکہ: ﴿وأن ليس للإنسان إلا ما سعى﴾(۱)۔ ﴿إن أحسنتم أحسنتم لأنفسكم﴾ الآية (۲)

﴿من اهتدى فإنما يهتدي لنفسه﴾ الآية (بني إسرائيل)(۳)۔ ﴿ولا تزر وازرة وزر أخرى﴾

الآية (۴)۔

محمد عبدالحکیم قاسمی ستاریوں ضلع لکھیم پور کھیری، یوپی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

"إن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أو صوماً أو صدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة" اهـ. هدايه: ۱/۲۷۶ (۵)۔ "ويصح إهداء نصف الثواب وربعه كما نص عليه أحمد، ولا مانع منه، ويوضحه أنه لو أهدى لأربعة يحصل لكل منهم ربعه، فكذا لو أهدى الربع واستبقى الباقي لنفسه. قلت: لكن سئل ابن حجر المكي عما لو قرأ لأهل المقبرة الفاتحة هل يقسم الثواب بينهم أو يصل لكل منهم ثواب ذلك كاملاً؟ فأجاب بأنه أفتى جمع بالثاني، وهو اللائق بسعة الفضل" اهـ. شامي، كتاب الجنائز: ۱/۶۰۵ (۶)۔

---

(۱) (سورة النجم، پ: ۲۷، آيت: ۳۹)

(۲) (سورة بني إسرائيل، پ: ۱۵، آيت: ۷)

(۳) (سورة بني إسرائيل، پ: ۱۵، آية: ۱۵)

(۴) (سورة فاطر: ۱۸)

(۵) (الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱/۲۹۶، مكتبه شركة علميه)

"والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أو صوماً أو صدقة أو غيرها كقراءة قرآن أو ذكر أو طواف أو حج أو عمرة أو غير ذلك عند أصحابنا بالكتاب والسنة". (البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير: ۲/۵۲۷، إدارة القرآن كراچي)

(۶) (رد المحتار، باب صلوة الجنازة، مطلب في قراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

(وكذا في كتاب الروح لابن القيم، المسألة السادسة عشر: هل تنتفع أرواح الموتى الخ، فصل وأما –

عبارتِ منقولہ سے معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب جائز ہے اور ایک سورت کا ثواب چند مُردوں کو بخشا جائے تو اس میں دونوں قول ہیں، باری تعالیٰ کے فضل کے لائق یہ ہے کہ سب کو پوری پوری سورت کا ثواب پہونچے۔

ایصالِ ثواب بدعت نہیں بلکہ خیر القرون سے اس پر عمل جاری ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اس کی تلقین فرمائی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بعد والے حضرات کو نیز بعد کے حضرات نے اپنے اعزہ کے لئے ایصالِ ثواب کیا ہے۔ اس مسئلہ میں اتنی وسعت سے روایات ہیں کہ ان کا شمار دشوار ہے، خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کی طرف سے قربانی کی، صوم (۱) صلوٰۃ (۲) صدقہ (۳) حج (۴) قرآت (۵)

۔ (والکلیم: نوسانغ وبک لسانغ ہداء نصاب الخ، ص: ۱۶۴، مکتبہ فاروقیہ پشاور)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما قال: جاء رجل إلی النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال: یا رسول الله! إن أمي ماتت وعلیها صوم شهر أفأقضیه عنها؟ قال: "نعم فدین الله أحق أن یقضی". (صحیح البخاري، کتاب الصوم، باب من مات وعلیه صوم: ۲۶۲/۱، قدیمي)

(۲) "إن رجلاً سأله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال: کان لي أبوان أبرهما حال حیاتهما، فکیف لي ببرهما بعد موتهما؟ فقال له صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إن من البر بعد الموت أن تصلي لهما مع صلاتک، وتصوم لهما مع صیامک". (فتح القدیر، باب الحج عن الغیر: ۱۴۳/۳، مصطفی البابي الحلبي، مصر)

(۳) "إن سعد بن عبادة رضي الله تعالیٰ عنه توفیت أمه وهو غائب عنها، فقال: یا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم! إن أمي توفیت وأنا غائب عنها، أینفعها شيء إن تصدقت به عنها؟ قال: "نعم". قال: فإني أشهدک أن حائطي المخراف صدقة علیها". (صحیح البخاري، کتاب الوصایا، باب: إذا قال أرضي و بستاني صدقة لله عن أمي: ۳۸۶/۱، قدیمي)

(۴) "عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما أتی رجل إلی النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال له: إن أختي نذرت أن تحج وإنها ماتت، فقال النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لو کان علیها دین أکنت قاضیه؟" قال: نعم، قال: "فاقض الله فهو أحق بالقضاء". (صحیح البخاري، کتاب الأیمان والنذور، باب من مات وعلیه نذر: ۹۹۱/۲، قدیمي)

(۵) "عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "من دخل المقابر فقرأ سورة یٰس، خفف الله عنهم، وکان له بعدد من فیها حسنات". (شرح الصدور للسیوطي، باب في القراءة –

اضحیہ(۱) سب ہی کا حدیث میں ثواب پہونچانا ثابت ہے، ہدایہ میں ہے:

"لما روي عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه ضحى بكبشين أملحين أحدهما عن نفسه والآخر عن أمته ممن أقر بوحدانية الله تعالى و شهد له بالبلاغ" اھ "(۲)۔ اس حدیث کی تخریج زیلعی میں سات صحابہ سے کی گئی ہے(۳)۔ شیخ ابن ہمام نے اس کو حدیث مشہور قرار دے کر فرمایا ہے:

"يجوز تقييد الكتاب به"(۴)۔ نیز دار قطنی کی روایت ہے:

"أن رجلاً سأله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: كان لي أبوان أبرهما حال حياتهما، فكيف لي ببرهما بعد موتهما؟ فقال صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن من البر بعد الموت أن تصلي لهما مع صلاتك، و تصوم لهما مع صيامك"(۵)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: "من مر على المقابر وقرأ ﴿قل هو الله أحد﴾ إحدى عشرة مرة، ثم وهب أجرها للأموات، أعطي من الأجر بعدد الأموات"(۶)۔

= القرآن للميت، ص: ۲۰۳، دار المعرفة، بيروت)

(۱) "عن أبي طلحة الأنصاري رضي الله تعالى عنه عن أخيه زيد بن سهل – أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ضحى بكبشين أملحين، فقال عند الأول: "عن محمد و آل محمد" و قال عند الثاني: "عمن آمن بي و صدقني من أمتي". (نصب الراية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، (رقم الحديث: ۴۲۲۳)، ۳/۱۵۳، المكتبة المكية)

(۲) (الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱/۲۹۶، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۳) "أخرجه الزيلعي في كتاب الحج عن الغير، رقم الحديث: ۴۲۱۵، وقال: قلت: روي من حديث عائشة، و أبي هريرة، و من حديث جابر، و من حديث أبي رافع، و من حديث حذيفة بن أسيد الغفاري، و من حديث أبي طلحة الأنصاري و من حديث أنس رضي الله تعالى عنهم". (نصب الراية: ۳/۱۵۱، المكتبة المكية)

(۴) (فتح القدير، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۶۳، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۵) (فتح القدير، المصدر السابق)

(۶) (أخرجه السيوطي في شرح الصدور، باب في قراءة القرآن للميت، ص: ۳۰۳، دار المعرفة، بيروت)

www.ahlehaq.org

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا: "یا رسول اللہ! إنا نتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعو لهم، فهل يصل ذلك إليهم؟ قال: "نعم، إنه ليصل إليهم، وإنهم ليفرحون به كما يفرح أحدكم بالطبق إذا أهدي إليه" اهـ" (۱)۔

ان سب کو تحریر کرکے احادیث و آثار نقل کرکے فتح القدیر، باب الحج عن الغیر: ۲/۳۰۹ میں لکھا ہے:

"فهذه الآثار وما قبلها وما في السنة أيضاً من نحوها عن كثير قد تركناه لحال الطول يبلغ القدر المشترك بين الكل - وهو أن من جعل شيئاً من الصالحات لغيره نفعه الله تعالى به - مبلغ التواتر، وكذا ما في كتاب الله تعالى من الأمر بالدعاء للوالدين في قوله تعالى: ﴿وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيراً﴾ ومن الإخبار باستغفار الملائكة للمؤمنين، قال تعالى: ﴿والملائكة يسبحون بحمد ربهم ويستغفرون لمن في الأرض﴾ وقال تعالى في آية أخرى: ﴿الذين يحملون العرش ... وقهم السيئات﴾ قطعيّ في حصول الانتفاع بعمل الغير، فيخالف ظاهر الآية التي استدلوا بها: أي المعتزلة، وهي: ﴿وأن ليس للإنسان إلا ما سعى﴾ إذ ظاهرها أنه لا ينفع استغفار أحد لأحد بوجه من الوجوه، لأنه ليس من سعيه، فلا يكون له منه شيء، فقطعنا بانتفاء إرادة ظاهرها على صراحته فتقيد بما لم يهبه العامل" (۲)۔

آیت مذکورہ سے استدلال کا جواب بھی واضح ہو گیا۔ حافظ عینی نے شرح ہدایہ (۳) میں [illegible] نے

(۱) (فتح القدير، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۴۳، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۲) (فتح القدير، المصدر السابق)

(۳) "والجواب عن الآية فبثمانية أوجه: الأول: أنها منسوخة بقوله تعالى: ﴿والذين آمنوا واتبعتهم﴾ الآية. الثاني: خاصة بقوم إبراهيم وقوم موسى، يعني في صحف إبراهيم وموسى .... الثالث: أن المراد بالإنسان الكافر هنا، وأما المؤمن فله ما سعى .... الخامس: أن معنى ما سعى: ما نوى، قاله أبو بكر الوراق. السادس: ليس للإنسان الكافر من الخير إلا ما عمله في الدنيا، فيثاب عليه في الدنيا حتى لا يبقى له في الآخرة خير، ابتغه الثعلبي. السابع: اللام بمعنى "على"، أي ليس على الإنسان إلا ما سعى .... الثامن: ليس له إلا سعيه غير أن الأسباب مختلفة، فتارة يكون سعيه في تحصيل —

شرح کنز میں (۱) اور طحطاوی نے شرح مراقی الفلاح (۲) میں معتزلہ کی اس دلیل کے آٹھ جوابات دیئے ہیں۔ ابن قیم نے تو کتاب الروح گویا اسی قسم کے مسائل کے لئے ہی تصنیف کی ہے اس عنوان پر بہت مکمل بحث

= الشيء بنفسه و تارة لتحصيل سببه الخ". (البناية شرح الهداية للعلامة العيني، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۵/ ۲۹۹، مكتبه حقانيه، ملتان)

(۱) "وأما قوله تعالى: ﴿وأن ليس للإنسان إلا ما سعى﴾ (سورة النجم پ: ۲۷، آيت: ۳۹) فقد قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: إنها منسوخة بقوله تعالى: ﴿والذين آمنوا واتبعتهم ذريتهم بإيمان﴾ (سورة الطور، پ: ۲۷، آيت: ۲۱) "وقيل: هي خاصة بقوم موسى و إبراهيم لأنه وقع حكاية عما في صحفهما على نبينا وعليهما السلام، بقوله تعالى: ﴿أم لم ينبأ بما في صحف موسى و إبراهيم الذي وفى﴾ (سورة النجم پ: ۲۷، آيت: ۳۶) وقيل: أريد به الإنسان الكافر، و أما المؤمن فله ما سعى أخوه. وقيل: ليس له من طريق العدل، وله من طريق الفضل. وقيل: "اللام" في للإنسان بمعنى "على" كقوله تعالى: ﴿وإن أسأتم فلها﴾ (سورة الإسراء، پ: ۱۵، آية: ۷): أي فعليها أو كقوله تعالى: ﴿لهم اللعنة﴾ (سورة الرعد، پ: ۱۳، آيت: ۲۵) أي عليهم. وقيل: ليس له إلا سعيه، لكن سعيه بمباشرة أسبابه بتكثير الإخوان و تحصيل الإيمان حتى صار ممن تنفعه شفاعة الشافعين". (تبيين الحقائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/ ۳۳۴، ۳۳۵، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "وقالت المعتزلة: ليس للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره لقوله تعالى: ﴿وأن ليس للإنسان إلا ما سعى﴾. الجواب عنه من ثمانية أوجه. الأول: أنها منسوخة الحكم بقوله تعالى: ﴿والذين آمنوا واتبعتهم﴾ الآية ... الثاني: أنها خاصة بشرع إبراهيم و موسى ... الثالث: المراد الإنسان الكافر ... الرابع: ﴿ليس للإنسان إلا ما سعى﴾ من طريق العدل، فأما من طريق الفضل فجائز.

الخامس: أن معنى ﴿ما سعى﴾ "نوى" قاله أبو بكر الوراق. السادس: أن "اللام" بمعنى "على" كما في قوله تعالى: ﴿ولهم اللعنة﴾. السابع: أنه ليس له إلا سعيه غير أن الأسباب مختلفة، فتارة يكون سعيه في تحصيل الخير بنفسه، و تارة يكون في تحصيل سببه مثل سعيه في تحصيل قرابة، وولد يترحم عليه، وصديق يستغفر له، وقد يسعى في خدمة الدين ... الثامن: أن الحصر قد يكون في معظم المقصود، فالحصر لا في كله". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، أحكام الجنائز، فصل في زيارة القبور، ص: ۶۲۲، قديمي)

www.ahlehaq.org

کی ہے(۱)۔

آثار السنن میں مستقل "باب قراءة القرآن للميت" منعقد کیا گیا ہے(۲) دوسری اور تیسری اور چوتھی آیت سے جو استدلال کیا گیا ہے وہ بالکل بے محل ہے، ان آیات کو مسئلۂ مذکورہ سے کوئی علاقہ نہیں، کما لا یخفی علی من له ممارسة بالتفسیر۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۷/۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۲/رجب/۶۹ھ۔

اپنی زندگی میں مردہ سمجھ کر ایصالِ ثواب کرانا

سوال[۴۲۲۲]: ۱... قبر پر خواہ صالح کی ہو یا عام قبر ہو بغیر ہاتھ اٹھائے دعا مانگنا کیسا ہے؟ جیسا کہ رسم ورواج ہے کہ فاتحہ پڑھو؟

۲... بعض لوگ اپنی حیات میں تیجہ، چالیسواں، برسی، ختم قرآن، صدقہ اپنی روح کو کراتے ہیں اور اپنے آپ کو پھر مردہ سمجھتے ہیں اور کسی کے یہاں موت وزندگی میں شریک نہیں ہوتے اور نہ میت کا کھانا کھاتے ہیں اسی خیال سے اپنی فاتحہ اپنی زندگی میں کرڈالتے ہیں کہ مرنے کے بعد کوئی فاتحہ کرے یا نہ کرے، کیا حیات میں بھی دوسروں سے اپنی روح کو ایصالِ ثواب پہنچوانے کے لئے اپنے نام قرآن پڑھوا کر بخشنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۲... نفس ایصالِ ثواب بغیر التزام تاریخ، یوم وہیئت وغیرہ کے زندہ کے لئے بھی درست ہے اور مردہ کے لئے بھی درست ہے(۳)، مگر تیجہ، چالیسواں، برسی، فاتحہ مروجہ وغیرہ یہ سب چیزیں شرعاً بے اصل، بدعت

---

(۱) مزید تفصیل کے لئے دیکھئے (الروح لابن قیم الجوزیة، المسألة السادسة عشر هل تنتفع أرواح الموتى بشيء من سعي الأحياء أم لا؟ ص: ۱۵۳، مکتبہ فاروقیہ پشاور)

(۲) (آثار السنن، أبواب الجنائز، باب في قراءة القرآن للميت، ص: ۳۴۸، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۳) "إن سعد بن عبادة رضي الله تعالى عنه توفيت أمه وهو غائب عنها، فقال: يا رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- إن أمي توفيت وأنا غائب عنها: أينفعها شيء إن تصدقت به عنها؟ قال: "نعم" قال: =

درنہ جائز نہیں، ان سے اجتناب واجب ہے(۱)۔ ایصالِ ثواب کے لئے جوکھانا دیا جاتا ہے، وہ غرباء ومساکین کو دینا چاہئے، مالداروں کو نہیں (۲)۔ کسی کے یہاں موت اور زندگی میں بالکل شریک نہ ہونا اور سب سے قطع تعلق

= فإني أشهدك أن حائطي المخراف صدقة عليها". (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب: إذا قال: أرضي وبستاني صدقة لله عن أمي: ۱/۳۸۶، قديمي)

"صرح علماءنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوةً أو صوماً أو صدقةً أو غيرها ..... "الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم، ولا ينقص من أجره شيء". (رد المحتار، باب صلوة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير: ۲/۵۳۵، إدارة القرآن كراچي)

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور: ۱/۳۷۱، قديمي)

"ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن، وجمع الصلحاء والقراء للختم، أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص ..... وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء، فيحترز عنها؛ لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالى". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲/۲۴۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى البزازية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون في الجنائز، نوع آخر: ذهب إلى المصلي قبل الجنازة: ۴/۸۱، رشيديه)

(۲) صدقہ کا مال فقیر ودیا جاتا ہے جب کہ نذر کردیتے ہیں جانا ہے صدقہ میں دیتا لہٰ تعالیٰ: ﴿إنما الصدقات للفقراء والمساكين﴾. (سورة التوبة، پ: ۱۰، آيت: ۶۰)

"إن الصدقة على الغني هبة". (رد المحتار، كتاب الوصايا، فصل في وصايا الذمي وغيره: ۶/۶۹۸، سعيد)

توڑنا، وہ بہر حیثیت قطع رحمی، اضاعت حقوق ہے، شریعت نے اس سے منع کیا ہے (۱)۔

۱ ... نفس دعا بغیر ہاتھ اٹھائے بھی ہوسکتی ہے، اگر ہاتھ اٹھا کر مانگنا ہو تو قبلہ رو ہو کر مانگنا چاہیے تا کہ یہ شبہ نہ ہو کہ صاحب قبر سے کچھ مانگا جا رہا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ جمادی الثانیہ/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۵/ جمادی الثانیہ/ ۶۱ھ۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿فهل عسيتم إن توليتم أن تفسدوا في الأرض وتقطعوا أرحامكم، أولئك الذين لعنهم الله فأصمهم وأعمى أبصارهم﴾ (سورة محمد: ۲۲)

"والآية ظاهرة في حرمة قطع الرحم، وحكى القرطبي في تفسيره اتفاق الأمة على حرمة قطعها ووجوب صلتها، ولا ينبغي التوقف في كون القطع كبيرة". (روح المعاني: ۲۶/ ۷۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "الرحم شجنة من الرحمن فقال الله: من وصلك وصلته، ومن قطعك قطعته". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب من وصل وصله الله: ۲/ ۸۸۵، قديمي)

(۲) "وفي حديث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في قبر عبد الله ذي النجادين، الحديث. وفيه: "فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه". أخرجه أبو عوانة في صحيحه". (فتح الباري، كتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلة، رقم الحديث: ۶۳۴۳، رقم الباب: ۲۵: ۱۱/ ۱۷۳، قديمي)

"عن محمد بن قيس بن مخرمة بن المطلب أنه قال يوماً: ألا أحدثكم عني وعن أمي؟ قال: فظننا أنه يريد أمه التي ولدته. قال: قالت عائشة رضي الله تعالى عنها: ألا أحدثكم عني وعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟ قلنا: بلى، قال: قالت: لما كانت ليلتي التي كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فيها عندي، انقلب ... حتى جاء البقيع فقام، فأطال القيام، ثم رفع يديه ثلاث مرات". الحديث.

(الصحيح لمسلم، كتاب الجنائز، فصل في ذهاب إلى زيارة القبور: ۱/ ۳۱۳، قديمي)

نوٹ: حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سوال کا جواب آخر میں لکھا ہے، تخریج اسی ترتیب کے مطابق ہے۔

www.ahlehaq.org

اپنی زندگی میں ایصالِ ثواب

سوال [۴۳۴۴]: ایک صاحب چاہتے ہیں کہ اپنی زندگی میں کلام پاک کا ہدیہ ادا کرکے دس پانچ کلام پاک پڑھوا کر اپنی عاقبت کے لئے محفوظ کرلیں، کیا ایسا عمل احکام شرع کی بناء پر درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہدیہ اجرت دے کر قرآن کریم پڑھوانا جائز نہیں، اس سے ثواب نہیں ہوتا بلکہ گناہ ہوتا ہے (۱)، ہاں جو بے غرضی سے کوئی پڑھے تو درست ہے۔ قرآن کریم کے مدرسہ میں کچھ قرآن شریف دیدیں، بچے جب تک ان کو پڑھتے رہیں گے ثواب ملتا رہے گا۔ اسی طرح حدیث شریف کی کتابیں کسی بڑے عربی مدرسہ میں دیدیں، مسجدوں کو صفیں دیدیں، جب تک ان پر نماز پڑھی جائے گی ثواب ملتا رہے گا، کنواں بنوادیں، مسافر خانہ بنوادیں، غرض اپنی زندگی میں ثواب کے انتظام کی بہت سی صورتیں ہیں اور جس قدر ہوسکے خود ہی صدقہ جاریہ کی صورتیں کر جائے تو بہتر ہے، بعد میں کوئی ثواب پہونچائے یا نہ پہونچائے، اپنے ہی ہاتھ سے کیا ہوا کچھ نہیں رہتا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۹۲ھ۔

---

(۱) "قال عبد الرحمن بن شبل رضي الله تعالى عنه: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "اقرؤا القرآن، ولا تغلوا فيه، ولا تجفوا عنه، ولا تأكلوا به، ولا تستكثروا به". (مسند أحمد، (رقم الحديث: ۱۵۱۰۵): ۴/۴۴۴، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

"إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب، لا للميت ولا للقارئ ... ويمنع القارئ للدنيا، والآخذ والمعطي آثمان". (رد المحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۶/۵۶، سعيد)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن مما يلحق المؤمن من عمله وحسناته بعد موته علماً علمه ونشره، أو ولداً صالحاً تركه، أو مصحفاً ورثه، أو مسجداً بناه، أو بيتاً لابن السبيل بناه، أو نهراً أجراه، أو صدقة أخرجها من ماله في صحته وحياته يلحقه من بعد موته". (شرح الصدور، باب ما ينفع الميت في قبره، ص: ۲۹۶، دار المعرفة، بيروت)

مُردوں کو ثواب کس طرح پہنچتا ہے؟

سوال[۴۲۴۴]: ایصالِ ثواب کس کیفیت سے ہمارے موتی تک پہنچتا ہے (نفس ایصالِ ثواب کو دریافت نہیں کرتا) کیا موتی کو ایصالِ ثواب کے لئے آخرت میں بھی ٹکٹ (ڈاک، ٹیلی گراف، وائرلیس وغیرہ (خبررسانی) کا نظم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایصالِ ثواب کے لئے یہاں جو کچھ عمل کیا جائے (نماز، روزہ، صدقہ، حج، تلاوت، ذکر، خدمتِ خلق وغیرہ) اور دعا کر لی جائے کہ یا اللہ! اس کا ثواب فلاں کو پہونچادے [illegible] (۱)، یہ دعا اللہ پاک

- "والدليل على انتفاعه بما تسبب إليه في حياته ما رواه في صحيحه من حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا مات الإنسان، انقطع عنه عمله إلا من ثلاث: صدقة جارية أو علم ينتفع به، أو ولد صالح يدعو له". (الصحيح لمسلم، كتاب الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد موته: ۲/۴۱، قديمي) فاستثناء هذه الثلاث من عمله يدل على أنها منه، فإنه هو الذي تسبب إليها". (كتاب الروح لابن قيم الجوزية، المسألة السادسة عشرة: وهي هل تنتفع أرواح الموتى بشيء من سعي الأحياء أم لا، ص: ۱۴۳، مكتبه فاروقيه پشاور)

(۱) "صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرها ..... الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات، لأنها تصل إليهم، ولا ينقص من أجره شيء". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيديه)

"إنه لم يشترط التلفظ بالإهداء في حديث واحد، بل أطلق صلى الله تعالى عليه وسلم الفعل عن الغير كالصوم والحج والصدقة، ولم يقل لفاعل ذلك: وقل اللهم هذا عن فلان، والله سبحانه يعلم نية العبد وقصده بعمله، فإن ذكره جاز، وإن ترك ذكره واكتفى بالنية والقصد، وصل إليه، الخ". (كتاب الروح لابن قيم الجوزية رحمه الله تعالى، المسألة السادسة عشر: هل تنتفع أرواح الموتى بشيء من سعي الأحياء أم لا؟ فصل. فإن قيل: فهل تشترطون في وصول نفع، ص: ۱۸۳، مكتبه فاروقيه پشاور)

www.ahlehaq.org

سے کی جاتی ہے اس کے لئے کسی قرآن، تلاوت کلام وغیرہ، دن و تاریخ کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ حق تعالیٰ کی شان یہ ہے: ﴿يعلم ما يسرون وما يعلنون إنه عليم بذات الصدور﴾ (الآية) (۱)، ﴿قل لا يعلم من في السموات والأرض الغيب إلا الله﴾ (الآية) (۲)، ﴿لا يعزب عنه مثقال ذرة﴾ (الآية) (۳)، ﴿يعلم ما في السموات والأرض﴾ (الآية) (۴)۔

جب یہاں سے کسی کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی بھی ترقی ہوتی ہے، درجات بلند ہوتے ہیں، وہاں کی تکلیف میں تخفیف ہوتی ہے۔ جو چیز ایصال ثواب کے لئے صدقہ کی گئی ہے وہ بعینہٖ نہیں پہنچتی ہے، جب ان کو ثواب پہنچتا ہے تو ان کو بتایا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے تمہارے لئے ایصال ثواب کیا ہے، یہ اس کا ثمرہ ہے، کتاب الروح (۵) شرح الصدور (۶) اور تذکرہ القرطبی وغیرہ میں تفصیل ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۹۰ھ۔

---

(۱) (سورة هود: ۵)

(۲) (سورة النمل، پ: ۲۰، آیت: ۶۵)

(۳) (سورة سبا، پ: ۲۲، آیت: ۳)

(۴) (سورة التغابن، پ: ۲۸، آیت: ۴)

(۵) "ودعاء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم للأموات فعلاً وتعليماً، ودعاء الصحابة والتابعين والمسلمين عصراً بعد عصر أكثر من أن يذكر، وأشهر من أن ينكر، وقد جاء أن الله يرفع درجة العبد في الجنة فيقول: أنى لي هذا؟ فيقال: بدعاء ولدك لك". (كتاب الروح لابن قيم الجوزية رحمه الله تعالى، المسألة السادسة عشر: هل تنتفع أرواح الموتى بشيء من سعي الأحياء أم لا، فصل والدليل على انتفاعه بغير ما تسبب إليه، ص: ۱۵۷، مكتبه فاروقيه پشاور)

(۶) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: يتبع الرجل يوم القيامة من الحسنات أمثال الجبال، فيقول: أنى هذا؟ فيقال: باستغفار ولدك لك". (رقم الحديث: ۴۰)

"وأخرج ابن أبي الدنيا عن بشار بن غالب قال: رأيت رابعة في النوم وكنت كثير الدعاء لها —

میت کو بعینہٖ صدقہ نہیں پہونچتا بلکہ ثواب پہونچتا ہے

سوال [۴۲۲۵]: حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعظ "الطریق القلندر" میں فرمایا: "بزرگوں کے مزارات پر پھول مالا چڑھاتے ہیں، وہ حال سے خالی نہیں: میت کو پہونچتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں پہونچتا ہے تو فعل عبث ہوا، اور اگر پہونچتا ہے تو ظاہر ہے جنت کے پھول کے مقابلہ میں جو شیخ کو حاصل ہے تمہارے یہ دنیا کے پھول سڑے ہوئے ہیں تو ان کے عطر کے مقابلہ میں جیسے کہ تم ان کا مہکتا ہوا عطر ہے تو قبر پر پھول چڑھانا ایسا ہوا جیسے کہ سڑے ہوئے عطر سونگھنے والے کی ناک میں جا کر بہ والا عطر لگا دیا تو پھول چڑھا کر حضرت کی روح کو تکلیف دی"۔ اس کو نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بطور معروف صدقہ طعام اور لباس وغیرہ پر تیاری کرے جس کو ہم لوگ بھی کرتے ہیں تو کیا یہ جواب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جواب ظاہر ہے کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ یہ صدقہ بعینہٖ ان کے پاس پہونچتا ہے بلکہ عقیدہ یہ ہے کہ اس کا ثواب نعمت جنت کی شکل میں ان کے پاس پہنچتا ہے (۱)، ہاں جو وہاں جا کر بھی ادنیٰ، پھر یہی دال:

"فقالت لي: يا بشار هذا ذاك. أنا على طبق من نور مخمر بمناديل الحرير. قلت: وكيف ذلك؟ قالت: هكذا دعاء المؤمنين الأحياء إذا دعوا للموتى، فاستجيب لهم، جعل ذلك الدعاء على أطباق النور، ثم خمر بمناديل الحرير، ثم أتي به الذي دعي له من الموتى، فقيل له: هذه هدية فلان إليك". (شرح الصدور للسيوطي رحمه الله تعالى، باب ما ينفع الميت في قبره، (رقم الحديث ۹۱)، ص ۲۶۹، ۲۷۰، دار المعرفة)

(۱) "ودعاء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم للأموات فعلاً وتعليماً، ودعاء الصحابة والتابعين والمسلمين عصراً بعد عصر أكثر من أن يذكر، وأشهر من أن ينكر، وقد جاء: أن الله يرفع درجة العبد في الجنة، فيقول: أنى لي هذه؟ فيقال: بدعاء ولدك لك". (كتاب الروح لابن قيم الجوزية رحمه الله تعالى، المسألة السادسة عشرة: هل تنتفع أرواح الموتى بشيء من سعي الأحياء أم لا؟، فصل: والدليل على انتفاعه بغير ما تسبب إليه، ص ۱۵۵، مكتبة دار الوقيه بيروت)

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "يتبع الرجل يوم القيامة من الحسنات أمثال الجبال، فيقول: أنى هذه؟ فيقال: باستغفار ولدك لك". -

جاتا ہے، کیونکہ قبرستان میں جس وقت کوئی تلاوت قرآن کرکے بخشتا ہے تو ثواب روحیں آپس میں بانٹ لیتی ہیں، کیا یہ خیال کہاں تک درست ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض ارواح قبر میں بھی رہتی ہیں، کذا فی کتاب الروح(۱)، لیکن سلام کرنے یا ثواب پہونچنے کے لئے روح کا قبر میں ہونا ضروری نہیں، نفسِ تعلق کافی ہے۔ جب قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب مشترک طور پر بخشا جاتا ہے تو ظاہر یہی ہے کہ ارواح کے درمیان تقسیم ہوگا(۲)، لیکن یہ تقسیم ملائکہ کے ذریعہ ہوگی، ارواح کو خود بانٹنے یا لڑنے جھگڑنے کا موقع نہ پایا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۹/۶۱ھ۔

---

(۱) "ومنهم من يكون محبوساً في قبره كحديث صاحب الشملة التي غلها ثم استشهد، فقال الناس: هنيئاً له الجنة، فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "والذي نفسي بيده! إن الشملة التي غلها لتشتعل عليه ناراً في قبره". (كتاب الروح لابن قيم الجوزية رحمه الله تعالى، المسألة الخامسة عشرة: وهي أين مستقر الأرواح ما بين الموت إلى يوم القيامة، فصل: وأما قول من قال: إن مستقرها بعد الموت الخ، ص: ۱۵۰، مكتبة فاروقيه پشاور)

"وقيل: هي على أفنية قبورها، قال ابن عبد البر: وهذا أصح ما قيل، قال: وأحاديث السؤال، وعرض المقعد، وعذاب القبر ونعيمه، وزيارة القبور، والسلام عليها، وخطابهم مخاطبة الحاضر العاقل دالة على ذلك". (شرح الصدور للسيوطي رحمه الله تعالى، باب مقر الأرواح، ص: ۲۳۵، دار المعرفة بيروت)

(۲) "الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات، لأنها تصل إليهم، ولا ينقص من أجره شيء". (التاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل السادس عشر في إيجاب الصدقة وما يتصل به من الهدي: ۲/۲۹۱، إدارة القرآن كراچي)

"صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صوماً أو صدقةً أو غيرها ... والأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات، لأنها تصل إليهم، ولا ينقص من أجره شيء". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

www.ahlehaq.org

مُردوں کو ایصالِ ثواب تقسیم ہوتا ہے یا پورا پورا دیا جاتا ہے؟

سوال [۴۲۰۱]: ایک شخص اپنے والد کے ایصالِ ثواب کے لئے ایک روپیہ خیرات کرتا ہے یا چند مسکینوں کو کھانا کھلاتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی نیت کرتا ہے کہ والد کے علاوہ فلاں فلاں دوسرے اموات کو اس کا ثواب پہونچے۔ سوال یہ ہے کہ ایک روپیہ کا پورا ثواب اور اجر جو حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے صورتِ مسئولہ میں وہ پورا باپ کو پہونچے گا، دوسروں کو اس کے علاوہ ملے گا، یا اسی روپیہ کے ثواب میں سے جملہ اموات کو حسبِ حصص سہام تقسیم ہوں گے اور دوسرے اموات کے ملنے سے باپ کے حصہ میں کمی ہو جائے گی؟

حافظ مجیب خاں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، بعض حضرات کی رائے ہے کہ حسبِ حصص ثواب پہونچے گا، جیسا کہ کوئی شخص ایک روپیہ کے پیسے چند فقیروں کو تقسیم کردے تو سب کو ایک ایک روپیہ نہیں پہونچتا بلکہ اس میں سے تقسیم ہو کر حسبِ حصص پہونچتا ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سب کو پورا پورا پہونچتا ہے کیونکہ اللہ کی رحمت وسیع ہے، وہ اگر سب کو ایک ایک روپیہ کا پورا پورا ثواب پہونچادیں گے تو ان کے یہاں کوئی کمی نہیں آئے گی، بلکہ وسعتِ رحمت کا تقاضہ یہی ہے کہ سب کو پورا پورا پہونچے، اور زیادہ تر مدار ثواب کی کمی زیادتی کا زیادتیٔ خلوص پر ہے، اگر خلوص کے ساتھ تھوڑی چیز کا ثواب پہونچایا جائے وہ زیادہ ہوتا ہے بنسبت اس کے کہ زیادہ چیز کا ثواب بلا خلوص پہونچایا جائے، تو زیادہ ضرورت خلوص کی ہوئی اور اس کے ساتھ تھوڑی چیز بھی اگر زیادہ ہے تو وہ سونے پر سہاگہ ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ۵/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۳/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

(۱) "وفي كتاب الروح للحافظ أبي عبد الله الدمشقي الحنبلي الشهير بابن قيم الجوزية ويوضحه أنه لو أهدى الألف إلى أربعة، يحصل لكل منهم ربع، فكذا لو أهدى الربع لواحد وأبقى الباقي لنفسه. قلت: لكن سئل ابن حجر المكي عما لو قرأ لأهل المقبرة الفاتحة هل يقسم الثواب بينهم أو يصل لكل منهم مثل ثواب ذلك كاملاً؟ فأجاب بأنه أفتى جمع بالثاني، وهو اللائق بسعة الفضل" —

ایک مجمع کو قرآن بخشا جائے تو کیا سب کو برابر برابر تقسیم ہو کر پہونچتا ہے؟

سوال [۴۳۰۸]: اگر کوئی شخص ایصالِ ثواب کرنا چاہے تو کس طرح کرے، اور کیا کسی چیز کا ثواب ایک شخص کو پہونچ سکتا ہے یا کئی لوگوں کو؟ مثلاً کسی شخص نے بیٹھے بیٹھے گھر یا مسجد یا قبرستان میں ایک سورۃ یا ایک پارہ پڑھا اور یہ کہا: اے اللہ! یہ جو کچھ ہم نے پڑھا ہے اور تلاوت کیا اس کا ثواب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کل انبیاء علیہم السلام و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و مسلمین و مسلمات اور ہمارے ماں باپ، دادا دادی وغیرہ کو اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل پہونچا دے۔ تو کیا ہر شخص کو جتنا ایک پارہ یا سورت پر ثواب مقرر ہے ملے گا یا سب اس میں شریک ہوں گے؟ نیز اس طرح کے الفاظ دعا میں کہنا درست ہے یا نہیں، نیز اول و آخر درود شریف پڑھنا بہتر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح کہنا اور ثواب پہونچانا درست ہے(۱)، جس قدر خدا کو منظور ہے سب کو پہونچ جائے گا۔ ظاہر تو یہ ہے کہ سب کو تقسیم ہو کر پہونچے گا، پورا پورا سب کو پہونچنے کا تذکرہ کسی نقل میں نہیں دیکھا(۲)، بعض

= (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، ۲۴۴، سعيد)

"نص عليه الإمام أحمد في رواية محمد بن يحيى الكحال، ووجه هذا: أن الثواب ملك له، فيه أن يهدي بعضه ويوضحه أنه لو أهداه إلى أربعة مثلاً يحصل لكل منهم ربعه، فإذا أهدى الربع وأبقى لنفسه الباقي جاز، كما لو أهداه إلى غيره". (كتاب الروح لابن قيم الجوزية رحمه الله تعالى، المسألة السادسة عشرة: هل تنتفع أرواح الموتى بشيء من سعي الأحياء أم لا؟ فصل: وأما قولكم لو ساغ ذلك لساغ إهداء نصف الثواب الخ، ص: ۱۴۷، مكتبة فاروقية پشاور)

(۱) "الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات، لأنها تصل إليهم، ولا ينقص من أجره شيء". (التاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل السادس عشر في إيجاب الصدقة وما يتصل به من الهدي: ۲/۲۱۹، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

(۲) "ويوضحه أنه لو أهدى الكل إلى أربعة يحصل لكل منهم ربعه، فكذا لو أهدى الربع لواحد وأبقى الباقي لنفسه". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، ۲۴۴، سعيد)

شافعیہ اس کے قائل ہیں کہ سب کو بلا تقسیم کے پورا پورا پہونچے گا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے (۱)۔
ختم تلاوت کے لئے تو اول وآخر درود شریف پڑھنے کی تاکید وتخصیص کہیں نہیں دیکھی، البتہ دعا کرتے وقت اول وآخر درود شریف پڑھنا حصن حصین میں موجود ہے (۲)، ویسے بھی درود شریف کے فضائل وفوائد بے

= "نص عليه الإمام أحمد في رواية محمد بن يحيى الكحال، ووجهه: أن الثواب ملك له، فله أن يهدي بعضه ويوضحه أنه لو أهداه إلى أربعة مثلاً يحصل لكل منهم ربعه، فإذا أهدى الربع وأبقى لنفسه الباقي، جاز، كما لو أهداه إلى غيره". (كتاب الروح لابن قيم الجوزية رحمه الله تعالى، المسألة السادسة عشرة: هل تنتفع أرواح الموتى بشيء من سعي الأحياء أم لا؟ فصل: وأما قولكم لو ساغ ذلك لساغ إهداء نصف الخ، ص: ۱۴۷، مكتبه فاروقيه پشاور)

"وأخرج أبو بكر بن عبد الباقي الأنصاري في مشيخته عن سلمة بن عبيد قال: قال حماد المكي: خرجت ليلة إلى مقابر مكة، فوضعت رأسي على قبر فنمت، فرأيت أهل المقابر حلقة حلقة، فقلت: قامت القيامة؟ قالوا: لا، ولكن رجل من إخواننا قرأ قل هو الله أحد وجعل ثوابها لنا، فنحن نقتسمه منذ سنة". (شرح الصدور للسيوطي رحمه الله تعالى، باب في قراءة القرآن للميت وعلى القبر، ص: ۳۰۳، دار المعرفة بيروت)

(۱) "قلت: لكن سئل ابن حجر المكي عما لو قرأ لأهل المقبرة الفاتحة: هل يقسم الثواب بينهم أو يصل لكل منهم مثل ثواب ذلك كاملاً؟ فأجاب بأنه أفتى جمع بالثاني، وهو اللائق بسعة الفضل". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

(۲) "فمنها ما ينبغي أن يكون ركناً أو يكون شرطاً ... والثناء على الله تعالى أولاً وآخراً، والصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كذلك". (الحصن الحصين للإمام محمد الجزري رحمه الله تعالى، آداب الدعاء، ص: ۵۳، دار الإشاعت كراچی)

"عن فضالة بن عبيد رضي الله تعالى عنه قال: بينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قاعد إذ دخل رجل فصلى، فقال: اللهم اغفر لي وارحمني، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "عجلت أيها المصلي، إذا صليت فقعدت، فاحمد الله بما هو أهله، وصل علي، ثم ادعه". قال: ثم صلى رجل آخر بعد ذلك، فحمد الله وصلى على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال له النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "أيها المصلي ادع تجب". هذا حديث حسن". (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب بلا =

www.ahlehaq.org

ثابت ہیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۹۱ھ۔

متعدد اموات کو ثواب بخشنے سے سب کو پورا پورا ملے گا یا تقسیم ہوکر؟

سوال[۴۶۳۹]: اگر کوئی شخص قرآن شریف پڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایصال ثواب کرے، اور آپ کے بعد کل امت محمدیہ (جس میں زندہ و مردہ شامل ہیں) کی ارواح کو ثواب بخشے اور بعد میں اپنے والدین، برادر، عزیز و اقارب کے نام سے کر بخشے تو اس قرآن کا ثواب سب مردوں میں تھوڑا تھوڑا تقسیم ہوجائے گا یا علیحدہ علیحدہ کل امت محمدیہ میں ہر ایک کو ثواب سب اموات کو ملے گا اور پڑھنے والے کو بھی پورا ثواب ملے گا یا نہیں؟ کونسا طریقہ افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس مسئلہ میں کوئی نص موجود نہیں، تقسیم ہوکر حصہ رسدی پہنچنا بھی ممکن ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت وفضل سے یہ کہ سب کو پورا پورا پہنچے تو کچھ بعید نہیں، علامہ شامی نے ردالمحتار کتاب الجنائز میں اول قول ابن قیم حنبلی سے نقل کیا ہے اور ثانی قول ابن حجر مکی شافعی سے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۵/۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۵/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۶۹ھ۔

ترجمة: ۲/۱۹۵، سعيد)

وكذا رواه ابن السني في عمل اليوم والليلة، باب ما يقول في دبر صلاة الصبح، رقم الحديث: ۱۳۷، ص: ۴۰، مكتبة الشيخ، كراچي)

(۱) "عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم علي صلوة". وروي عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "من صلى علي صلوة صلى الله عليه عشراً وكتب له عشر حسنات". (جامع الترمذي، أبواب صلاة الجمعة، باب ما جاء في فضل الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۱۱۰، سعيد)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: فضائل درود شریف، تالیف حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

(۲) "وفي كتاب الروح للحافظ أبي عبد الله الدمشقي الحنبلي الشهير بابن قيم الجوزية

ایک قرآن پاک صدقہ میں دے کر ثواب پورے مجمع کو بخشنا

سوال [۴۳۳۰]: ۱- کسی نے ایک قرآن شریف خرید کر کسی پڑھنے والے کو ہدیہ دیا اور نیت یہ کی کہ یا اللہ! اس کا ثواب مجھے بھی ملے اور ماں باپ دادا دادی کو بھی ملے، تو کیا اس طرح سب کو ثواب ملے گا؟ اور یہ صورت درست ہے؟

قرآن شریف ہبہ کیا موہوب لہ نے دوسرے کو ہبہ کر دیا تو ثواب کس کو زیادہ ملے گا؟

سوال [۴۳۳۱]: ۲- اگر کوئی شخص اپنے پیسے سے کلام پاک لے کر دوسرے شخص کو بہ نیت ثواب بالکل ہبہ کردے، پھر دوسرا شخص تیسرے کو اور تیسرا چوتھے کو دیتا چلا جائے تو ہدیہ کے اعتبار سے ثواب کا کون شخص مستحق ہے؟ آیا پہلا شخص یا ہر ایک شخص؟ نیز اگر چوری کر کے کلام پاک اٹھا لیا جائے تو شخص اول کو ثواب ملے گا یا نہیں؟ اور جو چرا کر لے گیا ہے اس کو پڑھنے پر ثواب ملے گا یا نہیں؟ نیز غریب آدمی اور امیر آدمی دونوں کے دینے میں ثواب برابر ہے یا کمی زیادتی ہوگی؟ اگر وہ شخص اپنی طرف سے نہیں بلکہ اپنے ماں باپ دادا دادی وغیرہ کی طرف سے دے تو جس کی طرف سے دیا ہے یہ ہدیہ ان کے لئے صدقہ جاریہ بنے گا یا نہیں اور ان کو پورا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- یہ بھی درست ہے، سب کو ثواب ملے گا(۱)۔

= ويوضحه أنه لو أهدى الكل إلى أربعة، يحصل لكل منهم ربعه، فكذا لو أهدى الربع لواحد وأبقى الباقي لنفسه. قلت: لكن سئل ابن حجر المكي عما لو قرأ لأهل المقبرة الفاتحة، هل يقسم الثواب بينهم أو يصل لكل منهم مثل ثواب ذلك كاملاً؟ فأجاب بأنه أفتى جمع بالثاني، وهو اللائق بسعة الفضل". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، ۲۴۴، سعيد)

"نص عليه الإمام أحمد في رواية محمد بن يحيى الكحال. ووجهه أن الثواب ملك له، فله أن يهدي بعضه، يوضحه أنه لو أهداه إلى أربعة مثلاً، يحصل لكل منهم ربعه، فإذا أهدى الربع وأبقى لنفسه الباقي جاز، كما لو أهداه إلى غيره". (كتاب الروح لابن قيم الجوزية، المسألة السادسة عشر: هل تنتفع أرواح الموتى بشيء من سعي الأحياء أم لا؟ ص ۱۸۳، مكتبه فاروقيه پشاور)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن مما يلحق =

۲... قرآن پاک ہدیہ کرنے میں تو سب کا ثواب برابر ہے، مگر اس اعتبار سے کہ پہلے شخص نے خرید کر (پیسے خرچ کرکے) دیا ہے، اس کا ثواب زیادہ ہے، دوسرے لوگوں نے جن کے پاس مفت آیا تھا دیدیا، نیز پہلا شخص دوسروں کے دینے کا سبب بنا، اس لئے بھی اس کا ثواب زیادہ ہے، علاوہ ازیں جس میں جس قدر اخلاص زیادہ ہوگا اسی قدر وہ زیادہ ثواب کا مستحق ہوگا (۱)۔

چوری کرنا سخت معصیت اور کبیرہ گناہ ہے، جو شخص چوری کرکے قرآن پاک لائے گا اور تلاوت کرے گا اس کو نفس تلاوت کا بھی ثواب ملے گا اور چوری کا بھی گناہ ہوگا اور جس کی چوری کی ہے اس کو کوئی ثواب

= المؤمن من عمله وحسناته بعد موته علماً علّمه ونشره، أو ولداً صالحاً تركه، أو مصحفاً ورثه أو مسجداً بناه، أو بيتاً لابن السبيل بناه، أو نهراً أجراه، أو صدقة أخرجها من ماله في صحته وحياته يلحقه من بعد موته" (شرح الصدور للسيوطي رحمه الله تعالى، باب ما ينفع الميت في قبره، ص: ۲۹۶، دار المعرفة بيروت)

"صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير: بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرها ... الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات لأنها تصل إليهم، ولا ينقص من أجره شيء" (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

"الأفضل لمن تصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء" (التاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل السادس عشر في إيجاب الصدقة وما يتصل به من الهدي: ۲/۳۱۹، إدارة القرآن كراچی)

(۱) قال الله تعالى: ﴿والسابقون السابقون، أولئك المقربون، في جنت النعيم﴾ (سورة الواقعة، پ: ۲۷، آیت: ۱۰، ۱۱، ۱۲)

"فإن المراد بالسابقين هم المبادرون إلى فعل الخيرات كما أمروا" الخ (تفسير ابن كثير: ۴/۲۸۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

وقال الله تعالى: ﴿ثم أورثنا الكتاب الذين اصطفينا من عبادنا، فمنهم ظالم لنفسه، ومنهم مقتصد، ومنهم سابق بالخيرات بإذن الله، ذلك هو الفضل الكبير﴾ (سورة فاطر، پ: ۲۲، آيت: ۳۲)

www.ahlehaq.org

اولیاء اللہ کے ایصالِ ثواب کے لئے مسجد میں ختم پڑھنا

سوال[۴۴۴۲]: مسجد میں اولیاء اللہ کے لئے ختم پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو ختم بزرگوں سے ثابت ہے اس کو پڑھنا یا ختم پڑھ کر بزرگوں کو ثواب پہونچانا درست ہے، لیکن کسی کو اس پر مجبور نہ کیا جاوے جس کا دل چاہے شریک ہو جس کا دل نہ چاہے نہ شریک ہو، نیز اپنی طرف سے کوئی چیز ایسی نہ ملائی جائے جو ثابت نہ ہو(۱)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۸۸ھ۔

اولیاء اللہ کے مزارات پر خیرات

سوال[۴۴۴۳]: کیا اولیاء اللہ کے مزار پر خیرات کرنی جائز ہے؟ جیسا کہ حضرت صابر رحمہ اللہ تعالیٰ

— "الأفضل لمن تصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم، ولا ينقص من أجره شيء". (التاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل السادس في إيجاب الصدقة وما يتصل به من الهدي: ۲/۳۱۲، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الدر المختار، باب صلوة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

"وأخرج أبو محمد السمرقندي في فضائل ﴿قل هو الله أحد﴾ عن علي رضي الله تعالى عنه مرفوعاً: "من مر على المقابر وقرأ: ﴿قل هو الله أحد﴾ إحدى عشرة مرةً، ثم وهب أجره للأموات، أعطي من الأجر بعدد الأموات". (شرح الصدور للسيوطي رحمه الله تعالى، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر، رقم الحديث: ۳، ص: ۳۰۳، دار المعرفة، بيروت)

(۱) "والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أو صوماً أو صدقةً أو قراءة قرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك عند أصحابنا بالكتاب والسنة". (البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب صلوة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير: ۲/۵۲۵، إدارة القرآن كراچي)

کے مزار پر فقیروں کو کھانا کھلاتے ہیں، اللہ کے واسطے خیرات کرنی چیز کی ہو یا کھانے کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صدقہ وخیرات کرکے بزرگانِ دین کو بھی ثواب پہونچانا درست ہے، جو لوگ مزارات اولیاء اللہ کے پاس حجروں میں اپنی اصلاح اور ذکر وشغل کے لئے تنہائی اختیار کرکے رہتے ہیں وہ عام دنیا سے بے تعلق ہیں وہ اگر غریب ہوں تو وہ بھی صدقہ کے مستحق ہیں، ان کو بھی کھلانا درست ہے، جو مالدار ہوں یا لغویت میں شریک ہوتے ہوں ان کو نہ دیا جائے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

ایصالِ ثواب کے لئے قرآن کریم دینا

سوال [۴۴۴۴]: کسی میت کی طرف سے ایک قرآن اس نیت سے اسقاط کرنا کہ اس میت کے ہر آیت قرآنی کے عوض ایک گناہ معاف ہوجاتا ہے کیسا ہے اور کیا واقعی گناہ معاف ہوجاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن شریف اسقاط کرنے کا کیا مطلب ہے، اگر یہ مطلب ہے کہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کردیا جائے

(۱) "أن سعد بن عبادة رضي الله تعالى عنه توفيت أمه وهو غائب عنها، فقال: يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم! إن أمي توفيت وأنا غائب عنها، أينفعها شيء إن تصدقت به عنها؟ قال: "نعم" قال: فإني أشهدك أن حائطي المخراف صدقة عليها". (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب: إذا قال أرضي أو بستاني صدقة لله عن أمي: ۱/۳۸۶، قديمي)

"صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرها ..... الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات، لأنها تصل إليهم، ولا ينقص من أجره شيء" (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير: ۲/۵۴۵، إدارة القرآن كراتشي)

تو بلا اجرت پڑھ کر ثواب پہنچانے سے یقیناً ثواب ہوتا ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں (۱)، لیکن حقوق العباد اس سے معاف نہیں ہوتے (۲)، اسی طرح نمازیں، روزے وغیرہ جو میت کے ذمہ ہیں جن کا کفارہ دینا ضروری ہے وہ بھی معاف نہیں ہوتے، بشرط وصیت ایک ثلث میں سے کفارہ ادا کرنا لازم ہے (۳)، اگر ترکہ میں گنجائش

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من دخل المقابر فقرأ سورة يس: خفف الله عنهم، وكان له بعدد من فيها حسنات". (شرح الصدور للسيوطي رحمه الله تعالى، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر، ص: ۳۰۳، دار المعرفة، بيروت)

"عن أنس رضي الله تعالى عنه مرفوعاً: "أمتي أمة مرحومة تدخل قبورها بذنوبها، وتخرج من قبورها لا ذنوب عليها، يمحص عنها باستغفار المؤمنين لها". (شرح الصدور للسيوطي رحمه الله تعالى، باب ما ينفع الميت في قبره، ص: ۲۹۸، دار المعرفة، بيروت)

"صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير: بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أو صوماً أو صدقة أو غيرها ..... الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم، ولا ينقص من أجره شيء". (رد المحتار، باب صلوة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲۴۳/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، رشيديه)

(۲) "فإن كانت المعصية لحق آدمي، فلها ركن رابع وهو التحلل من صاحب ذلك الحق". (شرح النووي على مسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمي)

"إن كانت المعصية في خالص حق الله، فقد يكفي الندم ..... وإن تعلقت بحقوق العباد، لزم مع الندم والعزم ضمان حق العبد أو بدله إليه الخ". (روح المعاني، تحت الآية: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله﴾ الخ: ۱۵۹/۲۸، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۳) "ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة، يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة (وكذا حكم الوتر) والصوم وإنما يعطى (من ثلث ماله)". (الدر المختار).

"(قوله: وإنما يعطى من ثلث ماله): أي فلو زادت الوصية على الثلث، لا يلزم الولي إخراج الزائد إلا بإجازة الورثة". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۷۲/۲-۷۳، سعيد)

"إذا مات الرجل وعليه صلوات فائتة فأوصى بأن تعطى كفارة صلواته، يعطى لكل صلاة نصف =

چھوڑا تو تلاوت وغیرہ کا ثواب پہونچایا جائے، کیا شب ہے (کہ) اللہ پاک معاف فرمادیں۔

اگر یہ مطلب ہے کہ ایک قرآن شریف کسی کو پڑھنے کی بجائے ثواب صدقہ دیدیں تو اس سے بھی ثواب ہوتا ہے لیکن ترکۂ میت سے دینا بلا وصیت قبل تقسیم ترکہ درست نہیں جب کہ بعض ورثہ نابالغ ہوں، بعد تقسیم بالغین اپنے حصہ میں سے دے سکتے ہیں۔ اور اگر وصیت کی ہے تو ایک ثلث میں نافذ کرنا واجب ہے، زائد میں ورثہ بالغین کی اجازت پر موقوف ہے اور جب تک بالغ نہ ہوں تو ان کی اجازت معتبر نہیں (۱)۔ ہر آیت کے عوض ایک گناہ کی معافی کی تصریح کسی جگہ نہیں دیکھی، جیسا دور صدقہ دینے کا حال ہے ایسا ہی قرآن شریف کا حال ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم، ۳/۵/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۳/ جمادی الاولیٰ/ ۵۸ھ۔

ختم قرآن پاک کا ثواب مردے کو پہنچانا

سوال [۴۳۲۵]: ختم قرآن پاک کا ثواب اگر ہم مردے کو پہونچائیں تو وہ پہنچتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہونچتا ہے، کذا فی الہدایۃ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/۹/۸۸ھ۔

= صاع من بر، وللوتر نصف صاع، ولصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت، مسائل متفرقة: ۱/۱۲۵، رشيديه)

(۱) "ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت، لأنه شرع في السرور ولا في الشرور، وهي بدعة مستقبحة　　　وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء، فيحترز عنها؛ لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالىٰ ولا سيما إذا كان في الورثة صغار أو غائب الخ". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲/۲۴۰، سعيد)

"ولا يجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزه الورثة بعد موته وهم كبار" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الأول الخ: ۶/۹۰، رشيديه)

(۲) "الأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صوماً أو صدقةً أو غيره عند =

میت کیلئے قرأتِ قرآن وغیرہ

سوال [۳۳۳۴]: میت کے دفن کرنے کے بعد مروجہ طریقہ پر دعا کرنا جیسے سرہانے سورۂ بقرہ کا اول اور پاؤں کی جانب آخر یا سورۂ اخلاص یا آیات قرآنی کا پڑھنا یا کسی سے اجرت پر یا بلا اجرت کچھ پڑھوانا اور سوم و چہلم وغیرہ رسومات ادا کرنا، پھر یاروں کے ساتھ کچھ تقسیم کرنا ایصال ثواب کیلئے بلا تمیز امیر و غریب لوگوں کو کھانا کیسا ہے؟ اور امام صاحب کو رسومات بالا پر پابند کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

دفن کے بعد سرہانے سورۂ بقرہ کا اول اور پیر کی جانب سورت بقرہ کا آخر پڑھنا حدیث شریف سے ثابت ہے (۱) اور دفن کے بعد دعائے مغفرت بھی ثابت ہے (۲)۔ بغیر کسی وقت یا دن یا تاریخ یا ہفتہ خاص کی

= أهل السنة والجماعة". (الهداية مع الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲۹۹/۱، مكتبه شركة علميه، ملتان)

"عن علي رضي الله تعالى عنه مرفوعاً: "من مر على المقابر وقرأ قل هو الله أحد إحدى عشرة مرة، ثم وهب أجره للأموات، أعطي أجره بعدد الأموات". (شرح الصدور، باب في القراءة للميت أو على قبره، ص: ۳۰۳، دار المعرفة، بيروت)

"والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صوماً أو صدقةً أو قراءة قرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرةً أو غير ذلك عند أصحابنا بالكتاب والسنة". (البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحج، الباب الرابع عشر في الحج عن الغير: ۲۵۷/۱، رشيديه)

(۱) "عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: "إذا مات أحدكم، فلا تحبسوه، وأسرعوا به إلى قبره، وليقرأ عند رأسه فاتحة البقرة وعند رجليه بخاتمة البقرة". (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب دفن الميت: ۱۴۹/۱، قديمي)

"وكان ابن عمر رضي الله تعالى عنهما يستحب أن يقرأ على القبر بعد الدفن أول سورة البقرة عند رأس الميت وآخرها عند رجليه". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲۴۳/۲، ۲۴۴، سعيد)

(۲) "عن عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه قال: "كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا فرغ من دفن =

www.ahlehaq.org

پابندی سے کوئی بھی نیک کام اللہ کے واسطے کر کے ثواب پہونچا دے تو درست ہے اور میت کے حق میں نافع ہے (۱)۔ بقیہ امور مذکورہ سوال کی پابندی شرعاً ثابت نہیں، طریقۂ مروجہ غیر ثابت ہے جو کہ قابلِ ترک ہے، اگر پابندی اور اصرار کیا جائے تو کراہت شدید پیدا ہو کر گناہ بھی ضرور ہوگا (۲)۔

قرآن پاک کی تلاوت اجرت پر کرنا خواہ زبان سے معاملہ طے کیا جائے، یا مشہور و معروف ہونے کی

— الميت، وقف عليه، فقال: "استغفروا لأخيكم، واسألوا له التثبيت، فإنه الآن يسأل". (سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للميت في وقت الانصراف: ۲/۱۰۳، إمدادية)

"ويستحب حثيه من قبل رأسه ثلاثاً، وجلوس ساعة بعد دفنه لدعاء وقراءة بقدر ما ينحر الجزور ويفرق لحمه". (الدر المختار، باب صلاة الجنائز: ۲/۲۳۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن والنقل الخ: ۱/۱۶۶، رشيدية)

(۱) "يقول: أنبأنا ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن سعد بن عبادة أخا بني ساعدة توفيت أمه وهو غائب عنها، فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إن أمي توفيت وأنا غائب عنها، فهل ينفعها شيء إن تصدقت به عنها؟ قال: "نعم"، قال: فإني أشهدك أن حائطي المخراف صدقة عليها". (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب الإشهاد في الوقف والوصية والصدقة: ۱/۳۸۶، قديمي)

"صرح علماءنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صوماً أو صدقةً أو غيرها ... والأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم، ولا ينقص من أجره شيء". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلوة الجنائز، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيدية)

(۲) "من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳/۲۱، رشيدية)

"الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع". (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيدمي لاهور)

جیسے دسویں میں دیے بالکل ناجائز اور معصیت ہے، اس سے میت کو ثواب نہیں پہونچے گا، بلکہ پڑھنے والے کو بھی ثواب نہیں ملتا اور جو اجرت دی جاتی ہے خواہ روپیہ کی شکل میں ہو یا شیرینی، کپڑا، غلہ، کھانا، قرآن شریف وغیرہ کی شکل میں اس کا لینا اور دینا حرام ہے:

"ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلى القبر في المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص. والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره ...... وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها؛ لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالى". ردالمحتار (۱)۔

"قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارئ. وقال العيني في شرح الهداية: ويمنع القارئ للدنيا، والآخذ والمعطي آثمان .... الوصية من الميت باتخاذ الطعام والضيافة يوم موته أو بعده، وبإعطاء دراهم لمن يتلو القرآن لروحه أو يسبح أو يهلل وكلها بدع منكرات، والمأخوذ منها حرام للآخذ وهو عاصٍ بالتلاوة والذكر لأجل الدنيا". ردالمحتار (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲/۲۴۰، سعيد)

(۲) (رد المحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار الخ: ۶/۵۶، ۵۷، سعيد)

"عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه قال: علّمت ناساً من أهل الصفة القرآن والكتاب، وأهدى إليّ رجل منهم قوساً، فقلت: ليس بمال وأرمي عليها في سبيل الله، لآتين رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلأسئلنّه، فأتيته فقلت: يا رسول الله! رجل أهدى إليّ قوساً ممن كنت أعلّمه الكتاب والقرآن، وليست بمال وأرمي عنها في سبيل الله تعالى. قال: "إن كنت تحب أن تطوق طوقاً من نار، فاقبلها". (سنن أبي داؤد، كتاب الإجارة، باب كسب المعلم ۲/۱۲۹، إمداديه)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الإجارة، حكم الاستئجار على التلاوة: ۲/۱۳۷، مطبعة ميمنيه مصر)

نماز کا ثواب پہنچانا

سوال[۴۳۳۷]: نماز پڑھ کر کسی کو اس کا ثواب پہنچانا شرعی دلائل سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہے تو براہ کرام دلیل نقل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ثابت ہے: "الأصل أن كل من أتى بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره، اهـ". در مختار۔ "أي سواء كانت صلوة أو صدقة أو صوماً أو نحوها". شامی(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دو رکعت نفل پڑھ کر ایصال کرنے کے لئے مسجد میں اعلان کرنا

سوال[۴۳۳۸]: بعض لوگ بعد نماز جمعہ سب مصلیوں سے کہتے ہیں کہ سب مصلی حضرات سے گزارش ہے کہ دو دو رکعت میرے عزیز مرحوم کے لئے پڑھیں گے، یا کسی اور مقصد کے لئے لوگ مع امام دو دو رکعت پڑھ کر دعاء کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز پڑھ کر میت کو ثواب پہنچانا اور دوسروں سے اس کی درخواست کرنا جائز ہے، حدیث شریف اور کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے قال في الفتاوى العالمكيرية في الباب العاشر في الحج عن الغير:

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۵۹۵، سعيد)

"وأخرج ابن النجار في تاريخه عن مالك بن دينار قال: رجل من المؤمنين قام في هذه الليلة، فاسبغ الوضوء وصلى ركعتين، "وقرأ فيهما فاتحة الكتاب، وقل يا أيها الكافرون، وقل هو الله أحد" وقال: اللهم إني قد وهبت ثوابها لأهل المقابر من المؤمنين، فأدخل الله عليها الضياء والنور والفسحة والسرور في المشرق والمغرب". (شرح الصدور للسيوطي رحمه الله تعالى، باب ما ينفع الميت في قبره، ص: ۲۹۸، دار المعرفة، بيروت)

"والأصل فيه أن للإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أو صوماً أو صدقة الخ". (البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحج، الباب الرابع عشر في الحج عن الغير: ۱/۲۵۷، رشيديه)

9

"الأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة كان أوصوماً أوصدقةً أوغيرها". ۲/۲٦۳(۱)۔

اسی طرح نماز کے بعد مقاصدِ حسنہ کے لئے دعاء اور اس کے اقرب الی الاجابت ہونے کی تصریح روایاتِ حدیث سے ثابت ہے، كما في عمل اليوم والليلة (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، جامع العلوم کانپور، ۸/۹۲/۲۸ھ۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحج، الباب الرابع عشر في الحج عن الغير: ۱/۲۵۷، رشيديه)

"وأخرج ابن النجار في تاريخه عن مالك بن دينار . . . قال: رجل من المؤمنين قام في هذه الليلة فأسبغ الوضوء وصلى ركعتين وقرأ فيهما فاتحة الكتاب، وقل يايها الكافرون، وقل هو الله أحد" وقال: اللهم إني قد وهبت ثوابها لأهل المقابر من المؤمنين، فأدخل الله علينا الضياء والنور والفسحة والسرور في المشرق والمغرب". (شرح الصدور للسيوطي رحمه الله تعالى، باب ما ينفع الميت في قبره، ص: ۲۹۸، دار المعرفة، بيروت)

"الأصل أن كل من أتى بعبادة ما، له جعل ثوابها لغيره". (الدر المختار). "أي سواء كانت صلوةً أوصدقةً اوصوماً أونحوها" (رد المحتار: ۲/۵۹۵، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب في إهداء ثواب الأعمال للغير، سعيد)

"والأصل فيه أن للإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أوصوماً أوصدقةً الخ". (البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيديه)

(۲) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "ما من عبد بسط كفيه في دبر كل صلوة ثم يقول: اللهم إلهي . . . كان حقاً على الله عزوجل أن لا يرد يديه خائبين". (رقم الحديث: ۱۳۸)

"عن فضالة بن عبيد رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إذا صلى أحدكم، فليبدأ بتحميد الله والثناء عليه، ثم يصلي على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ثم ليدع بما شاء". (عمل اليوم والليلة، باب ما يقول في دبر صلوة الصبح، رقم الحديث: ۱۱۳، ص: ۱۰۲، ۱۰۱، مكتبة الشيخ، كراچي)

www.ahlehaq.org

نیک عمل کا ثواب پڑوسی کو پہنچانا

سوال [۴۲۲۰]: اگر کوئی نیک عمل کرے تو کیا اس عمل کا ثواب بغیر اس کے پہونچائے اس کے ہمسایہ کو بھی مل سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کسی درجہ میں اس کا تعاون حاصل ہے تو وہ بھی شریک ہے ورنہ شریک نہیں لیکن اچھے پڑوسی سے نفع فی الجملہ پہونچتا ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ احمد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۸۹ھ۔

نابالغ بچوں کے لئے ایصالِ ثواب

سوال [۴۲۲۱]: مرحومین کے لئے زندوں کے ایصالِ ثواب سے فائدہ پہونچتا ہے، لیکن نابالغ معصوم بچوں کے لئے ایصالِ ثواب کا کیا فائدہ؟ جب کہ وہ معصوم اور جنتی ہیں، ایسے معصوم بچوں کی نمازِ جنازہ میں بھی استغفار نہیں ہے، استغفار اور ایصالِ ثواب بچوں کے لئے غیر مفید ہے تو بچوں کی قبر کی زیارت سے بھی کوئی فائدہ نہیں۔ ایسے بچوں سے تعلق رکھنے کا کیا طریقہ ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درجات میں تو ترقی بہرحال ہوتی ہے اس لئے ایصالِ ثواب میں کیا اشکال ہے، ان کے لئے استغفار کی حاجت نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۹۲ھ۔

---

(۱) "قال الله تعالى: ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكر وهو التقوى ..... قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الدال على الخير كفاعله" ..... قلت: وله شاهد في الصحيح: "من دعا إلى هدى، كان له من الأجر مثل أجور من اتبعه إلى يوم القيامة، لا ينقص ذلك من أجورهم شيئاً، ومن دعا إلى ضلالة، كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعه إلى يوم القيامة، لا ينقص ذلك من آثامهم شيئاً".

(تفسير ابن كثير، (سورة المائدة: ۲): ۲/۱۰، ۱۱، مكتبه دار الفيحاء، دمشق)

(۲) "حسنات الصغير قبل أن يجرى عليه القلم للصبي، لا لأبيه، لقوله تعالى: ﴿وأن ليس للإنسان إلا ما

نابالغ بچوں کے لئے ایصالِ ثواب کرنا

سوال[۴۲۲۱]: نابالغ اور معصوم بچوں کے انتقال پر ختم قرآن کرکے ایصالِ ثواب کرنا کیسا ہے، جب کہ وہ معصوم ہیں اور گناہ سے ناواقف ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بچے معصوم ہیں، گناہوں کے بخشوانے کے لئے ان کے حق میں ایصالِ ثواب کی ضرورت نہیں، ہاں تحصیلِ انعامات کے لئے دعا کی جائے تو ٹھیک ہے جیسے صلوۃ جنازہ میں کی جاتی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایضاً

سوال[۴۲۲۲]: نابالغ کے ختم قرآن کا ثواب کس کو ملے گا؟ اگر کہا جائے کہ اس کے والدین کو ثواب ملتا ہے تو دوسرے کو یعنی نابالغوں کو میت کو ثواب پہونچانے کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغ کے ختم قرآن کا ثواب صحیح قول پر نابالغ ہی کو ملتا ہے: "وتصح عباداته (أي الصبي) وإن لم تجب عليه، واختلفوا في ثوابها، والمعتمد أنه له، وللمعلّم ثواب التعليم، وكذا جميع حسناته". أشباه: ۳۲۷(۲)۔ قال الحموي: "(قوله: وجميع حسناته) قال الأستروشني في جامع أحكام

— الصبي: وهذا قول عامة مشايخنا". (أحكام الصغار على هامش جامع الفصولين، في مسائل الكراهية: ۱/۱۴۸، اسلامی کتب خانہ کراچی)

"وقد قالوا: حسنات الصبي له، لا لأبويه، بل لهما ثواب التعليم". (الدر المختار، باب صلوة الجنازة: ۲/۲۱۵، سعيد)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (شرح الأشباه والنظائر، الفن الثالث، أحكام الصبيان: ۳/۲۲، إدارة القرآن كراچی)

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة السابقة)

(۲) (شرح الأشباه والنظائر، الفن الثالث: أحكام الصبيان: ۳/۲۲، إدارة القرآن كراچی)

امت کے لئے بھی دعائیں منقول ہیں، شبہ دفع کرنے کے لئے اتنا بھی کافی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/۹۲ھ۔

بچوں کا ایصالِ ثواب

سوال[۴۴۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل میں:

ہمارے یہاں میت کے ایصالِ ثواب کے واسطے بچوں سے قرآن شریف پڑھایا جاتا ہے، قرآن شریف ختم ہونے کے بعد استاد بچوں سے یہ کہتے ہیں کہ تم اپنا سارا ثواب ہمیں دیدو تاکہ ہم میت کو پہنچادیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ بچے عدمِ بلوغ کی بنا پر ہبہ کے مستحق نہیں اور ایصالِ ثواب ہبہ ہوتی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ ان کا یہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نابالغ بچوں کا قرآن شریف پڑھ کر بخشنا ہبہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے تو معلمین کی خدمت میں پیش کرنا ہبہ کیوں نہیں ہوا اور اس کا جواز کیسے تجویز کیا گیا۔ نابالغ کے تصرفات تین قسم کے ہیں: ایک: نفع محض، دوم: ضرر محض، سوم: دائر بین النفع والضرر۔

قسم اول کے تصرفات بغیر اذنِ ولی بھی درست ہے، قسم دوم اذنِ ولی سے بھی درست نہیں۔ قسم سوم اذنِ ولی سے درست ہیں، بغیر اذنِ ولی کے درست نہیں(۱)۔ ہبہ قسم دوم میں داخل ہے۔ جس کی تعریف ہے:

= يشفع له في آخر الدعاء: حلت له شفاعتي". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب فضل الأذان وإجابة المؤذن، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۶۵۷): ۲/ ۳۶۰، رشيدية)

(۱) "(وتصرف الصبي والمعتوه) الذي يعقل البيع والشراء (إن كان نفعاً) محضاً (كالإسلام والاتهاب، صح بلا إذن. وإن ضراً كالطلاق والعتاق) والصدقة والقرض (لا، وإن أذن به وليهما. وما تردد) من العقود (بين نفع وضرر كالبيع والشراء توقف على الإذن) حتى لو بلغ فأجازه نفذ". (الدر المختار).

"(قوله: كالطلاق والعتاق) ولو على مال. وكذا الهبة والصدقة الخ". (رد المحتار، كتاب المأذون، مبحث في تصرف الصبي ومن له الولاية عليه وترتيبها: ۶/ ۱۷۳، سعيد)

"والتصرفات ثلاثة أنواع: ضار محض كالطلاق والعتاق والهبة والصدقة، فلا يملكه الصبي وإن أذن له الولي. ونافع محض كقبول الهبة والصدقة، فيملكه بغير إذنه. ودائر بين النفع والضرر –

"تمليك العين بلا عوض" (۱)، جو ثواب پہنچایا جاتا ہے وہ عین نہیں، نیز اعیان کا حال یہ ہے کہ وہ بصورتِ ہبہ ملکِ واہب سے خارج ہوجاتی ہے، واہب ان سے خالی رہ جاتا ہے اور یہ چیز ثواب میں متحقق نہیں ہے، ایصالِ ثواب میں واہب خالی نہیں رہتا، اس کو بھی ثواب حاصل ہوتا ہے اس کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی، اس لئے تمرۂ تملیک نہیں بلکہ نفع محض ہے:

"صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أو صوماً أو صدقةً أو غيرها، كذا في الهداية. بل في زكوة التاتارخانية عن المحيط: الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم، ولا ينقص من أجره شيء. هـ. وهو مذهب أهل السنة والجماعة اهـ". كذا في رد المحتار: ۲/۲۴۳ (۲)۔

"وفي الحديث: "من قرأ الإخلاص أحد عشر مرة ثم وهب أجرها للأموات، أعطي من الأجر بعدد الأموات اهـ". در مختار (۳)۔

= كالبيع والشراء والإجارة والنكاح، فيملكه بالإذن ولا يملكه بدونه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب المأذون، الباب الثاني عشر في الصبي أو المعتوه يأذن له أبوه الخ: ۵/۱۰۱، رشيدية)

(۱) (الدر المختار، كتاب الهبة: ۵/۶۸۷، سعيد)

"هي تمليك العين بلا عوض". (البحر الرائق، كتاب الهبة: ۷/۴۸۳، رشيدية)

(۲) (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

"وأخرج أيضاً عن ابن عمر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إذا تصدق أحدكم بصدقة تطوعاً، فليجعلها عن أبويه، فيكون لهما أجرها، ولا ينقص من أجره شيء". (شرح الصدور للسيوطي رحمه الله تعالى، باب ما ينفع الميت في قبره، رقم الحديث: ۳۹، ص: ۳۰۰، دار المعرفة)

"الأفضل لمن تصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم، ولا ينقص من أجره شيء". (التاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل السادس عشر في إيجاب الصدقة وما يتصل به من الهدى: ۲/۳۱۲، إدارة القرآن كراتشي)

(وكذا في رد المحتار، باب صلوة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

(۳) (الدر المختار، باب الجنائز، مطلب في القراءة للميت الخ: ۲/۲۴۳، سعيد)

"وأخرج أبو محمد السمرقندي في فضائل ﴿قل هو الله أحد﴾ عن علي رضي الله تعالى عنه =

لہذا عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں، سمجھدار بچے بھی ایصالِ ثواب کرسکتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

ایضاً

سوال[۴۳۲۵]: نابالغ بچے جو قرآن کریم یا نماز یا دوسری عبادت کرتے ہیں اس کا ثواب ان کو یا ان کے والدین کو ملتا ہے؟ نیز ہم لوگ کسی کے حق میں ایصالِ ثواب کی خاطر قرآن کریم پڑھاتے ہیں جس میں نابالغ بچے بھی پڑھتے ہیں۔ کیا ان کے پڑھے ہوئے کا ہم لوگ وکیل بن کر ایصالِ ثواب میت کو کرسکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغ بچے جو حسنات کرتے ہیں تو ثواب کے مستحق بھی وہی ہیں، والدین کو تعلیم وتربیت کا اجر ملتا ہے کذا فی الدر المختار(۱)۔ بچے اگر قرآن کریم پڑھ کر کسی کو اس کا ثواب پہونچادیں تو اس سے خود ان کے اجر میں کمی نہیں ہوتی اور میت کو ثواب پہونچ جائے گا، ان کو بتا دیا جائے کہ اس طرح ثواب پہونچادو(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹/۱۰/۱۳۹۰ھ۔

= مرفوعاً: "من مر على المقابر وقرأ ﴿قل هو الله أحد﴾ إحدى عشرة مرةً، ثم وهب أجره للأموات، أعطي من الأجر بعدد الأموات". (شرح الصدور للسيوطي رحمه الله تعالى، باب في قرأة القرآن للميت أو على القبر، رقم الحديث: ، ص: ۳۰۳، دار المعرفة، بيروت)

(۱) "وقد قالوا: حسنات الصبي له، لا لأبويه، بل لهما ثواب التعليم". (الدر المختار، باب صلوة الجنازة: ۲/۲۱۵، سعيد)

"حسنات الصغير قبل أن يجري عليه القلم للصبي، لا لأبيه لقوله تعالى: ﴿وأن ليس للإنسان إلا ما سعى﴾ وهذا قول عامة مشايخنا". (أحكام الصغار على هامش جامع الفصولين، في مسائل الكراهية: ۱/۲۳۸، إسلامي كتب خانه كراچي)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: شرح الأشباه والنظائر، الفن الثالث، أحكام الصبيان: ۳/۲۲۴، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "وأخرج أيضاً عن ابن عمر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إذا =

www.ahlehaq.org

کلمہ طیبہ کا ختم کراتے ہیں مسجد کے مصلیوں سے، اخیر میں تمام مصلیوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے، چاہے غریب ہو یا غنی۔ تو یہ کھانا کیسا ہے؟ در غریب و مالدار میں کوئی فرق ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کلمہ طیبہ کا ثواب پہونچانا اور غریبوں کو صدقہ دے کر ثواب پہونچانا بہت مفید اور باعث خیر ہے(۱)، لیکن کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کو ختم کے بعد کھانا کھلانا یہ اجرت کے مشابہ ہے، اگر پڑھنے والوں کے ذہن میں ہو کہ کھانا ملے گا اور اس نیت سے پڑھیں تو اس پڑھنے سے ثواب نہیں ہوگا، نہ پڑھنے والوں کو نہ میت کو، نیز جب کہ اس کا دستور ہے اور یہ طریقہ مشہور ہے تو المعروف کالمشروط کے تحت اس پڑھنے کی اجرت گویا کہ لازم ہوگئی۔ علاوہ ازیں میت کے ورثاء میں بعض دفعہ چھوٹے نابالغ بھی ہوتے ہیں، ان کے مال میں تصرف کرنا، ان کے حصہ سے صدقہ دینا جائز نہیں۔ پھر یہ کھانا کھلانا شرعاً واجب نہیں، اس کا التزام کرنا ایک غیر واجب کو واجب قرار دینا ہے جس کی شریعت میں اجازت نہیں(۲)۔

---

(۱) "والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك عند أصحابنا بالكتاب والسنة". (البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/ ۱۰۵، رشيديه)

"أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة". (الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱/ ۲۹۶، شركة علميه ملتان)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير: ۲/ ۵۳۵، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳/ ۳۱، رشيديه)

"الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع". (السعاية للعلامة اللكنوي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ۲/ ۲۰۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

www.ahlehaq.org

علاوہ ازیں ایصالِ ثواب کے لئے جو صدقہ دیا جاتا ہے اس کے مستحق غرباء ہیں، مالدار نہیں، یہاں غریب وغنی سب کو دیا جاتا ہے، یہ طریقہ فاسد ہے(۱) اور اس میں عامۃً شہرت ناموری کا جذبہ ہوتا ہے جیسا کہ دیگر تقریبات کا حال ہے(۲)۔ اس لئے اس طریقہ کو بند کرنا چاہیے کہ عوارض کی وجہ سے اصل کیفیت باقی نہیں رہتی۔ فتاویٰ بزازیہ(۳)، کبیری(۴)، شامی(۵) وغیرہ کتبِ فقہ میں ایصالِ ثواب کے لئے اس قسم کے طریقہ کو اختیار کرنے کی ممانعت موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱۱/۳۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱۱/۳۰ھ۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿إنما الصدقات للفقراء والمساكين﴾. (سورة التوبة: ٦٠)

"إن الصدقة على الغني هبة". (رد المحتار، كتاب الوصايا، فصل في وصايا الذمي وغيره: ٦٩٨/٦، سعيد)

(۲) "ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت ...... وهي بدعة مستقبحة، وفي البزازية: يكره اتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم ...... وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء، فيحترز عنها؛ لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالى". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ٢/٢٤٠، ٢٤١، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، قبيل الفصل السادس والعشرون في حكم المسجد: ٨١/٤، رشيدية)

"عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن طعام المتباريين أن يؤكل". (مشكوة المصابيح، باب الوليمة، الفصل الثاني، ص: ٢٧٨، قديمي)

(۳) "ويكره اتخاذ الطعام واتخاذ الدعوة بقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، قبيل الفصل السادس والعشرون في أحكام المسجد: ٨١/٤، رشيدية)

(۴) (الحلبي الكبير، فصل في الجنائز، قبيل فصل في أحكام المسجد، ص: ٦٠٩، سهيل أكيدمي لاهور)

(۵) (رد المحتار، باب صلوة الجنازة، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ٢/٢٤٠، ٢٤١، سعيد)

نافرمان بیٹے کا موت سے پہلے والد سے معافی اور اس کے لئے ایصالِ ثواب

سوال[۴۴۲۸]: باپ کی موت سے پہلے جب کہ وہ اپنے ہوش میں ہے، بیٹا اپنی نافرمانیوں کی معافی مانگتا ہے اور باپ معاف کردیتا ہے، اس وقت کی معافی معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان شاء اللہ معافی ہوجائے گی، باپ کے لئے زیادہ سے زیادہ ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کرتا رہے اور نافرمانی کی مکافات جس قدر بھی ہو کرتا رہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۹/۸/۲۵ھ۔

کلمہ پڑھ کر خودکشی کرنے والے کے لئے ایصالِ ثواب

سوال[۴۴۲۹]: ایک لڑکی جو کہ غیر مسلم تھی اور میں اس سے بے انتہا محبت کرتا تھا اور وہ بھی مجھ پر بہت مائل تھی اور میرے ساتھ مسلمان ہونے کو تیار تھی جس نے اپنی زندگی میں میرے ساتھ اور مجھ سے یاد کر کے بارہا کلمہ پڑھا، اس کو نماز بھی یاد تھی، اور اس کے گھر والے یہ چاہتے تھے کہ وہ کسی دوسرے مذہب کو قبول کرے، ان لوگوں نے اس کو بہت تنگ کیا، پھر اس نے ایک دن غم سے مجبور کر خودکشی کرلی۔ اب میں اس کے لئے ایصالِ ثواب قرآن خوانی کرسکتا ہوں یا نہیں؟

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "يتبع الرجل يوم القيامة من الحسنات أمثال الجبال، فيقول: أنى هذا؟ فيقال: باستغفار ولدك لك". (شرح الصدور للسيوطي رحمه الله تعالى، باب ما ينفع الميت في قبره، ص: ۲۹۶، دار المعرفة، بيروت)

"صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوةً أو صوماً أو صدقةً أو غيرها ...... الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم، ولا ينقص من أجره شيء". (رد المحتار، باب صلوة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ان سے اجزاء مقرر کرنے کے لئے کلمہ پڑھا ہے تو ان کو ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۹۶ھ۔

غیر مسلم کو ایصالِ ثواب

سوال[۴۳۵۰]: غیر مسلم کو قرآن پاک وغیرہ کا ثواب پہنچا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناجائز ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۸/۱۰/۹۰ھ۔

---

(۱) "أن سعد بن عبادة رضي الله تعالى عنه توفيت أمه وهو غائب عنها، فقال: يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، إن أمي توفيت وأنا غائب عنها، أينفعها شيء إن تصدقت به عنها؟ قال: "نعم". قال: فإني أشهدك أن حائطي المخراف صدقة عليها". (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب إذا قال: أرضي وبستاني صدقة لله عن أمي: ۱/۳۸۶، قديمي)

"صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرها .... الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات، لأنها تصل إليهم، ولا ينقص من أجره شيء". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير: ۲/۵۳۵، إدارة القرآن كراچي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿استغفر لهم أو لا تستغفر لهم، إن تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم، ذلك بأنهم كفروا بالله ورسوله، والله لا يهدي القوم الفاسقين﴾. (سورة التوبة، ب: ۱۰، الآية: ۸۰)

"عن سعيد بن المسيب عن أبيه قال: لما حضرت أبا طالب الوفاة دخل عليه النبي صلى الله –

شیعہ کے لئے ایصالِ ثواب

سوال [۴۴۲۵]: زید حافظ قرآن اور ایک مسجد میں امام ہے اور زید کو ایک شیعہ نے اپنے قبرستان میں قرآن شریف پڑھنے کے لئے مقرر کیا ہوا ہے، زید روزمرہ صبح کو شیعہ قبروں پر ایک پارہ یا کم وبیش پڑھ کر ایصالِ ثواب کرتا ہے۔ چند مسلمانوں نے زید پر اعتراض کیا بوجہ مندرجہ بالا۔ زید کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی منافق یہودی کے لئے ایصالِ ثواب کیا اور شیعہ مذہب پر علمائے حنفیہ نے متفقہ فتویٰ کفر یہ نہیں دیا، ایسی صورت میں جب کہ وہ مسلمان ہیں یقیناً اس کی مذہب رکاوٹ نہیں کرتا۔ اس تنازعہ میں چند مسلمانوں نے زید کے پیچھے نماز جمعہ ادا نہیں کی، بلکہ جس مسجد میں آج تک جمعہ نہیں ہوتا تھا، اس مسجد میں جدید طریقہ پر جمعہ کرایا، حالانکہ شہر میں اور چند مسجدوں میں جمعہ ہوتا تھا، اس مسجد کو بھی چھوڑ کر کسی دوسری جامع مسجد میں ادا کر سکتے تھے۔

اندریں حالت دریافت طلب امر یہ ہے کہ شیعہ پر ایصالِ ثواب بصورت مندرجہ بالا جائز ہے یا نہیں؟ نیا جمعہ کرانا جب کہ اور مسجدیں موجود ہیں کیسا ہے؟ اگر شیعہ کی قبور پر ایصالِ ثواب جائز ہے تو اس قسم کا نزاع بین المسلمین پیدا کرنے والے اشخاص کس حکم میں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کے عقائد دریافت کر لئے جائیں، اگر وہ شیعہ عقیدہ کفریہ رکھتے تھے تو ان کے لئے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کرنا حرام ہے(۱)، اس صورت میں اگر باز نہ آئے، اور اس سے بہتر امامت کا اہل دوسرا شخص

= تعالیٰ علیہ وسلم وعنده أبو جهل و عبد الله بن أبي أمية" فقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أي عم! قل: لا إله إلا الله، أحاج لك بها عند الله". فقال أبو جهل و عبد الله بن أبي أمية: يا أبا طالب! أترغب عن ملة عبد المطلب؟ فقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لأستغفرن لك ما لم أنه عنك، فنزلت: ﴿ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين ولو كانوا أولي قربى﴾ الآية". (صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب قوله تعالىٰ: ﴿ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا﴾ الآية: ۲/۶۷۴، ۶۷۵، قديمي)

"والحق حرمة الدعاء بالمغفرة للكافر". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: وإذا أراد الشروع: ۱/۵۲۲، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين﴾ (التوبة: ۱۱۳)

موجود ہو تو اس کو امام بنانا چاہیے، زید کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ اور عبداللہ بن ابی کے واقعہ سے زید کا استدلال کرنا صحیح نہیں، کیونکہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعاء کی اور جنازہ کی نماز پڑھی تو ممانعت کی آیت نازل ہوئی تفسیر مظہری میں پورا واقعہ نقل کر کے لکھا ہے:

"فصلی علیه فأنزل الله تعالیٰ ﴿ولا تصل﴾ المراد بالصلوٰة الدعاء والاستغفار للميت، فيشتمل صلوٰة الجنازة أيضاً لأنها مشتملة على الدعاء والاستغفار ﴿على أحد منهم مات أبداً﴾". تفسير مظهري، سورة توبه، ص: ۱۷۲ (۱)۔

اگر وہ شیعہ عقائد کفریہ نہیں رکھتے تو ان کے لئے ایصالِ ثواب کرنا درست ہے، اس صورت میں زید کو امام بنانا جائز ہے اور جھگڑا کرنا منع ہے، وہ موجب فتنہ ہے جس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ اجرت لے کر ایصالِ ثواب کرنا گناہ ہے (۲)، اس سے بھی رکنا ضروری ہے۔ اگر زید اس کو ترک نہ کرے تب بھی اس کی امامت مکروہ ہے (۳)۔

---

(۱) (التفسير المظهري: ۳/۲۰۲، حافظ كتب خانه)

(۲) "قال عبد الرحمن بن شبل رضي الله تعالیٰ عنه: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم يقول: "اقرؤا القرآن، ولا تغلوا فيه، ولا تجفوا عنه، ولا تأكلوا به، ولا تستكثروا به". (مسند أحمد، (رقم الحديث: ۱۵۱۰۳): ۴/۳۳۵، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

"قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب، لا للميت ولا للقاري. وقال العيني في شرح الهداية: ويمنع القارئ للدنيا، والآخذ والمعطي آثمان ... فالإجارة في ذلك باطلة، وهي بدعة لم يفعلها أحد من الخلفاء ... وممن صرح بذلك أيضاً الإمام البركوي قدس سره في آخر الطريقة المحمدية، قال: الفصل الثالث في أمور مبتدعة باطلة أكب الناس عليها على ظن أنها قرب مقصودة ... ومنها الوصية ... بإعطاء دراهم لمن يتلو القرآن لروحه أو يسبح أو يهلل له، وكلها بدع منكرات باطلة، والمأخوذ منها حرام للآخذ، وهو عاص بالتلاوة والذكر لأجل الدنيا اهـ ملخصاً". (رد المحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار ...: ۶/۵۶، سعيد)

(۳) "ويكره تنزيهاً إمامة عبد ... وفاسق ... ومبتدع". (الدر المختار) "بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم، لما ذكرنا. قال: ولذا لم تجز الصلوٰة خلفه أصلاً عند —

ایک شہر میں جمعہ اگر چہ متعدد جگہ جائز ہے لیکن تقلیلِ جمعہ شرعاً مطلوب ہے(۱)، اس لئے زید کو جمعہ کرنا دشوار ہو تو کسی دوسری مسجد میں جہاں پہلے سے جمعہ ہوتا ہو پڑھ لیا جائے، مستقل جمعہ قائم کرنا مصلیانِ جمعہ کو فوت کرنا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۹۶۸ء۔

شیعہ کو ایصالِ ثواب

سوال[۴۳۵۲]: سنی بیوی کو شیعہ خاوند کے لئے دعائے مغفرت یا ایصالِ ثواب کرنا کیسا ہے؟ اور سنی کو شیعہ کے لئے عام طور سے ایصالِ ثواب کا کیا حکم ہے؟

صلاح الدین شمشد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کے عقائد کفریہ نہیں جیسا کہ بعض فرقوں کے ہیں تو دعائے مغفرت درست ہے، اس میں شوہر اور غیر سب برابر ہیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

www.ahlehaq.org

= مالک، ورواية عن أحمد" (رد المحتار، باب الإمامة، قبيل مطلب: البدعة خمسة أقسام: ۱/۵۶۰، سعيد)

(۱) "تقلیل جمعہ شرعاً مطلوب ہے" یعنی شہر میں کم سے کم جگہوں پر جمعہ ادا کیا جائے: "وتؤدى (أى الجمعة) في مصر واحد بمواضع كثيرة مطلقاً" (تنوير الأبصار) "أي سواء كان المصر كبيراً أو لا وسواء كان التعدد في مسجدين أو أكثر اهـ." (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجمعة: ۲/۱۴۴، ۱۴۵، سعيد)

(۲) "أن سعد بن عبادة رضي الله تعالى عنه توفيت أمه وهو غائب عنها، فقال: يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، إن أمي توفيت وأنا غائب عنها، أينفعها شيء إن تصدقت به عنها؟ قال: "نعم" قال: فإني أشهدك أن حائطي المخراف صدقة عليها" (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب إذا قال أرضي أو بستاني صدقة لله عن أمي فهو جائز: ۱/۳۸۶، قديمي)

"صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صوماً أو صدقةً أو غيرها ..... والأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء" (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للميت –

گاندھی جی کی موت پر تعزیت اور ایصالِ ثواب

سوال [۴۳۵۴]: ۱... گاندھی جی ہندو مذہب اختیار کرتے تھے، مگر تھے موحد، قرآن کی سورۂ اخلاص اور فاتحہ اکثر پڑھتے تھے اور اپنی عبادت کی مجلس میں قرآن پڑھوا کر سنتے تھے اور مسلمانوں کی حمایت کرتے تھے۔ تعزیت کرنے کے بعد اگر کوئی مسلمان غیر مسلم کی جماعت میں ان کے لئے قرآن پڑھے یا دعا کرے تو کیا وہ مسلمان گنہگار ہوگا یا نہیں؟ اگر کوئی آدمی ثواب بخشے نہیں بلکہ غیر مذہب والوں کے لئے ہمدردی دکھانے کے لئے قرآن پڑھے تو کیسا ہے؟ کیا گاندھی کافر ہے؟

۲... اگر سرکاری ملازم مسلمان کو بے دین جماعت میں رہنا پڑے اور بے دین مردہ کے لئے دعا کے ختم کرتے وقت دل یا منہ سے بجائے آمین کے "فی نار جہنم خالدین فیہا ابداً" کہے، کیا وہ گنہگار ہوگا؟ مع دلیل جواب ارشاد فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... جس کے لئے کفر کا یقین ہو اس کے لئے دعائے مغفرت کرنا یا قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچانا جائز نہیں: "والحق حرمة الدعاء بالمغفرة للكافر"۔ درمختار (۱)۔ گاندھی کے متعلق سب کو معلوم

= وإهداء ثوابها له. (۲/۲۴۳، سعيد)

نیز اگر شیعہ کے عقائد کفریہ ہوں جیسا کہ معاصر شیعہ، تو ان کے لئے ایصالِ ثواب کرنا ناجائز ہے، کما تقدم تخریجہ تحت عنوان: "شیعہ کے لئے ایصالِ ثواب"۔

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير: ۲/۵۳۵، إدارة القرآن كراچي)

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: وإذا أراد الشروع: ۱/۵۲۲، سعيد)

قال الله تعالى: ﴿استغفر لهم أو لا تستغفر لهم إن تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم، ذلك بأنهم كفروا بالله ورسوله، والله لا يهدي القوم الفاسقين﴾ (سورة التوبة، پ: ۱۰، الآية: ۸۰)

"عن سعيد بن المسيب عن أبيه رضي الله تعالى عنه قال: لما حضرت أبا طالب الوفاة دخل =

جس کے انتقال سے بہت لوگوں کو صدمہ ہو یا بہت لوگ تعزیت کی ضرورت محسوس کریں اور سب کا پہنچنا دشوار ہو تو اس کے لئے سہل صورت یہ ہے کہ ایک جلسہ کرکے تعزیت کردی جائے، اس میں بڑی جماعت سفر کی زحمت سے بچ جاتی ہے اور میت کے متعلقین پر کثیر مہمانوں کا بار بھی نہیں پڑتا اور مجمع عظیم کی مغفرت کی دعا بھی زیادہ مستحق قبول ہے، بظاہر اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ لیکن بہت جگہ اس نے محض رسمی صورت اختیار کرلی ہے کہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ اخبار میں نام آجائے اور ہماری شہرت ہو جائے، اگر ہم نے تعزیتی جلسہ نہ کیا تو لوگ ملامت کریں گے وغیرہ وغیرہ، اگر یہ صورت ہو تو پھر اس کو ترک کرنا چاہئے (۱)۔

میت کے لئے ایصالِ ثواب ثابت ہے، قرآن پاک کی تلاوت کا ثواب بھیجنا بھی درست ہے، نفل پڑھنا بھی درست ہے، جو نیک کام بھی اللہ کے لئے کیا جائے اور یہ دعا کرلی جائے کہ یا اللہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچا دیں، تو اس کو اس کا ثواب پہنچ جاتا ہے، سلف صالحین سے نماز، تلاوت، صدقہ، حج وغیرہ کا ثواب

= رواه الطبراني في الكبير والأوسط" (مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الجنائز، باب التعزية: ۳/۳، دارالفكر، بيروت)

(۱) "عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "ما من مؤمن يعزي أخاه بمصيبة، إلا كساه الله سبحانه من حلل الكرامة يوم القيامة" (سنن ابن ماجة، أبواب ما جاء في الجنائز، باب ما جاء في ثواب من عزى مصاباً، ص: ۱۱۵، قديمي)

"ولا بأس ... بتعزية أهله وترغيبهم في الصبر الخ" (الدرالمختار). "(قوله: بتعزية أهله) أي تصبيرهم والدعاء لهم به ... والتعزية أن يقول: أعظم الله أجرك وأحسن عزاءك وغفر لميتك" (ردالمحتار، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۳۹، ۲۴۰، سعيد)

"التعزية لصاحب المصيبة حسن ... ويستحب أن يعم بالتعزية جميع أقارب الميت الكبار والصغار والرجال والنساء الخ" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن ومسائل متفرقة: ۱/۱۶۷، رشيدية)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في صلاة الجنائز، الثاني في المتفرقات، ص: ۶۰۸، سهيل اكيدمي، لاهور)

www.ahlehaq.org

پہنچانا ثابت ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

میت کے لئے جلسۂ تعزیت

سوال[۳۳۵۵]: آج کل یہ طریقہ رائج ہے کہ کسی دینی ادارہ یا کسی مسلم جماعت کا کوئی رکن انتقال کرجاتا ہے تو جب اس ادارہ یا جماعت کا جلسہ ہوتا ہے جس سے اس شخص کا تعلق ہوتا ہے، تو اس کے لئے تعزیت کی تجاویز منظور کی جاتی ہیں، اور اس کے لئے دعائے مغفرت کی جاتی ہے، بلکہ جلسہ تین دن کے بعد ہوتا ہے۔ اس طریقہ کے لئے شرعاً گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ تعزیت شرعی تعزیت نہیں، بلکہ ادارہ یا جماعت کی طرف سے اظہارِ تعلق ہے اور اظہارِ ہمدردی کے لئے اس سے بھی تعزیت پہنچتی ہے اور میت کے اعزہ کے لئے صبر وتسلی بھی فی الجملہ اس سے ہوجاتی ہے، اس لئے شرعاً گنجائش ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دیوبند۔

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "من دخل المقابر فقرأ سورة یس، خفف الله عنهم، وکان له بعدد من فیها حسنات". (شرح الصدور للسیوطي، باب ما جاء في قراءة القرآن للمیت أو علی القبر، (رقم الحدیث: ۷)، ص: ۳۰۳، دار المعرفة)

"والأصل فیه أن الإنسان له أن یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰة أو صوماً أو صدقةً أو قراءة قرآن أو ذکراً أو طوافاً، أو حجاً أو عمرةً أو غیر ذلک عند أصحابنا بالکتاب والسنة". (البحر الرائق، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر: ۳/۱۰۵، رشیدیه)

(وکذا في الهدایة، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر: ۱/۲۹۶، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

(وکذا في التاتارخانیة، کتاب المناسک، الفصل الخامس عشر في الرجل یحج عن الغیر: ۲/۵۰۵، إدارة القرآن کراچي)

(۲) "(قوله: وبتعزیة أهله): أي تصبیرهم، والدعاء لهم به، قال في القاموس: العزاء الصبر أو حسنه". (رد المحتار، باب صلوة الجنازة، قبیل مطلب في الثواب علی المصیبة: ۲/۲۳۹، سعید)

دفن کے بعد مکان پر مخصوص فاتحہ

سوال [۴۴۵۶]: میت کے دفن کے بعد اعزہ وغیرہ کا میت کے گھر پہونچ کر کھڑے ہوکر ہاتھ باندھ کر کھانے پر فاتحہ پڑھنا اور دوسروں کو بھی ساتھ پڑھنے پر مجبور کرنا اور جو نہ شریک ہو اس کو برا بھلا کہا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بالکل بے اصل اور خلاف سنت ہے، اس کو ترک کرنا لازم ہے(۱)، اس میں شریک نہ ہونے والے کو برا کہنا معصیت ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

☆......☆......☆......☆......☆

www.ahlehaq.org

---

(۱) "وعرفها الشمني بأنها (البدعة) ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً". (رد المحتار، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام: ۱/۵۶۰، سعيد)

(۲) "عن عبد الله رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "سباب المسلم فسوق" الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن أن يحبط عمله، الخ: ۱/۱۲، قديمي)

فصل في التلاوة عند القبر

(قبر پر تلاوت کا بیان)

قبر پر تلاوت

سوال[۴۴۰۳]: قرآن قبر پر پڑھنا کیسا ہے؟ کیونکہ درمختار جلد دوم میں مکروہ لکھا ہے اور بہت سی کتابوں میں لکھا ہے کہ قبر پر تلاوتِ قرآن نہ کرنا چاہیے، اس وجہ سے کہ جب آیتِ عذاب کی وہاں پڑھی جاتی ہے تو مردے پر تکرار زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے عذاب میں زیادتی ہوتی ہے، اس لئے قبروں پر صرف آیاتِ رحمت پڑھنی چاہئے اور پورا قرآن نہ پڑھئے، آیتِ رحمت جیسے سورۂ یٰسین، مزمل، الہاکم التکاثر، معوذتین، اخلاص، الحمد، درود شریف وغیرہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمارے نزدیک قبر پر قرآن شریف پڑھنا اور ایصالِ ثواب کرنا بلا التزامِ مالا یلزم درست ہے(۱)۔

---

(۱) "أن سعد بن عبادة رضي الله تعالى عنه توفيت أمه وهو غائب عنها، فقال: يا رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- إن أمي توفيت وأنا غائب عنها، أينفعها شيء إن تصدقت به عنها؟ قال: "نعم" قال: فإني أشهدك أن حائطي المخراف صدقة عليها". (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب: إذا قال أرضي وبستاني صدقة لله عن أمي فهو جائز: ۱/۳۸۶، قديمي)

"صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صوماً أو صدقةً أو غيرها ... الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات، لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

"والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صوماً أو صدقةً أو قراءة قرآن أو ذكراً أو حجاً أو عمرةً أو غير ذلك عند أصحابنا بالكتاب والسنة". (البحر الرائق، كتاب الحج، باب

درمختار کا حوالہ جو آپ نے دیا ہے وہ میں نے نہیں دیکھا، ذرا تفصیل سے باب، فصل یا صفحہ کا حوالہ دے کر تحریر کیجئے تاکہ اس پر غور کیا جاسکے۔ مالکیہ کے نزدیک قبر پر قرآن شریف کی تلاوت کرنا مکروہ ہے اور بعض اوقات زیادتی عذاب کا سبب ہے، المدخل: ۱/۲۶۳(۱)۔ سورۂ یٰسین، سورۂ حزب، تکاثر میں بھی عذاب کا ذکر ہے، یہ تفصیل کس کتب میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/ ۷/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ شعبان/ ۶۱ھ۔

قبر پر تلاوت جہراً ہو یا سراً؟

سوال[۴۳۵۸]: قبر پر تلاوت بلند آواز سے پڑھنی چاہئے یا آہستہ سے؟ اور بزرگوں کے مزاروں پر کثرت سے قرآن خوانی بلند آواز سے ہوتی ہے۔ کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں طرح درست ہے بشرطیکہ کوئی عارض نہ ہو(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ ۷/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ شعبان/ ۶۱ھ۔

= الحج عن الغير: ۳/۵-۱، رشیدیہ)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير: ۲/۵۴۳، إدارة القرآن، كراچی)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (شرح الصدور في أحوال الموتى والقبور للسيوطي، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر، ص: ۳۰۲، دار المعرفة)

(۱) وكذلك القراء الذين يقرأون القرآن بالترجيع والزيادة والنقصان في كتاب الله عز وجل ورفع الأصوات

(۲) "يجب على الطالوي احترامه بأن لايقرأه في الأسواق ومواضع الاشتغال، فإذا قرأه فيها كان هو المضيع لحرمته، فيكون الإثم عليه دون أهل الاشتغال دفعاً للحرج". (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في القراءة، مطلب: الاستماع للقرآن فرض كفاية: ۱/۵۴۶، سعيد) .... =

تلاوت کرنا حرام ہے، اجرت لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں اور ثواب حاصل نہیں ہوتا(۱)، خواہ پہلے سے نیت کی ہو یا نہ کی ہو، بلکہ رواج کی بناء پر ذہن میں ہو کہ فلاں جگہ سے اجرت ملے گی، بعض جگہ یہ طریقہ رائج ہے اور لوگوں نے قرآن شریف کو ذریعۂ معاش بنا رکھا ہے اور دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم تو خدا کے واسطے پڑھتے ہیں، حالانکہ اگر ان کو علم ہو جائے کہ ہم کو کچھ نہ ملے گا تو وہ ہرگز نہ پڑھیں، اسی لئے اگر کسی جگہ سے کم ملے تو شکایت کرتے ہیں کہ فلاں شخص بہت بخیل ہے، غریب کے یہاں جانے میں حیلہ بہانہ کرتے ہیں اور مالدار کے یہاں دوڑ کر جاتے ہیں۔

اگر کسی جگہ رواج نہ ہو اور پڑھنے والا اپنے خیال میں سمجھتا ہے کہ مجھے کچھ نہ ملے گا اور دینے والے پر اس کا قلب منتظر نہیں ہوتا، محض خدا کے واسطے پڑھتا ہے اور پھر اس کو دیا جائے تو اس میں گنجائش ہے، لیکن آج کل ایسا آدمی ملنا دشوار ہے، خاص کر ان اطراف میں جن میں اس کا رواج ہے وہ تو نادر کالمعدوم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۲/۱۲/۵۹ھ۔

قبرستان میں تلاوت دیکھ کر

سوال[۴۳۶۰]: قبرستان یا صرف ایک قبر پر دیکھ کر تلاوت کلام پاک کر سکتے ہیں یا نہیں؟

= (وكذا في التاتارخانية، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير: ۲/۵۴۳، إدارة القرآن، كراچي)

(۱) "وقال عبد الرحمن بن شبل رضي الله تعالى عنه: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "اقرؤا القرآن ولا تغلوا فيه، ولا تجفوا عنه، ولا تأكلوا به، ولا تستكثروا به". (مسند أحمد، رقم الحديث: ۱۵۱۰۳، ۴/۳۴۴، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

"إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب، لا للميت ولا للقارئ. ... ويمنع القارئ للدنيا، والآخذ والمعطي آثمان. فالحاصل أن ما شاع في زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة، لا يجوز؛ لأن فيه الأمر بالقراءة وإعطاء الثواب للآمر والقراءة لأجل المال، فإذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة، فأين يصل الثواب إلى المستأجر". (رد المحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۶/۵۶، سعيد)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے(۱)، لیکن اگر قبرستان میں کوئی جگہ مخصوص نماز پڑھنے، تلاوت کرنے کے لئے ہو تو وہاں بیٹھ کر دیکھ کر تلاوت کریں، کہ قرآن پاک کا ادب پورا ملحوظ رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۰/۸۸ھ۔

قبرستان میں قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہونچانا

سوال[۴۲۱۱]: قبرستان میں قرآن شریف لیجا کر خود پڑھنا خواہ دوسرے سے اجرت پر پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن شریف خود پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا یا دوسرے سے پڑھوا کر ثواب پہونچانا درست اور میت کے لئے نافع ہے(۲)، لیکن اُجرت دیکر پڑھوانا جائز نہیں گناہ ہے، اجرت کا لینا بھی ناجائز ہے، اس سے ثواب نہیں پہونچتا، اجرت لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں، جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمحتار، جلد خامس،

---

(۱) "قراءة القرآن عند القبور عند محمد رحمه الله تعالىٰ لا تكره، ومشايخنا رحمهم الله تعالىٰ أخذوا بقوله". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس: ۱/۱۶۶، رشيديه)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من دخل المقابر فقرأ سورة يس، خفف الله عنهم، وكان له بعدد من فيها حسنات". (شرح الصدور للسيوطي رحمه الله تعالىٰ، في قراءة القرآن للميت أو على القبر، ص: ۳۰۳، دار المعرفة، بيروت)

"والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أو صوماً أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك عند أصحابنا بالكتاب والسنة". (البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحج، الباب الرابع عشر في الحج عن الغير: ۱/۲۵۷، رشيديه)

کتاب الاجارہ شامی وغیرہ سے بصراحت نقل کیا ہے(۱)۔ قبر پر قرآن شریف پڑھنے میں اختلاف ہے، ملا علی القاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

"ثم قراءة القرآن وإهداءه له تطوعاً بغير أجرة يصل، وأما لو أوصى بأن يعطى شيئاً من ماله لمن يقرأ القرآن على قبره، فالوصية باطلة؛ لأنه في معنى الأجرة، كذا في الاختيار، وهذا مبني على عدم جواز الاستيجار على الطاعات ...... ثم القراءة عند القبور مكروهة عند أبي حنيفة ومالك وأحمد في رواية؛ لأنه محدث لم ترد به السنة، وقال محمد بن حسن وأحمد في رواية: لا يكره لما روي عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أنه أوصى أن يقرأ على قبره وقت الدفن بفواتح سورة البقرة وخواتمها" (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

طحاوی نے امام محمد کے قول کو مختار لکھا ہے: "وأخذ من ذلك جواز القراءة على القبر، والمسئلة ذات خلاف، فقال الإمام: يكره (لأن أهلها جيفة)، ولم يصح فيها شيء عنده عنه صلى الله تعالى عليه وسلم، وقال محمد: تستحب لورود الآثار، وهو المذهب المختار، كما صرحوا به في كتاب الاستحسان اهـ" طحطاوی:۳۶۳(۳)۔

---

(۱) "إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقاري ...... ويمنع القاري للدنيا والآخذ والمعطي آثمان". (رد المحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۶/۵۶، سعيد)

" قال عبد الرحمن بن شبل رضي الله تعالى عنه: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "اقرؤا القرآن، ولا تغلوا فيه، ولا تجفوا عنه، ولا تأكلوا به، ولا تستكثروا به" (مسند أحمد، (رقم الحديث: ۱۵۱۰۳): ۳/۴۳۵، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) (شرح الفقه الأكبر لملا علي القاري، الدعاء للميت ينفع خلافاً للمعتزلة، ص: ۱۳۱، قديمي)

(۳) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل في زيارة القبور، ص: ۶۲۱، قديمي)

"ولا يكره الجلوس للقراءة على القبر في المختار لتأدية القراءة على الوجه المطلوب بالسكينة والتدبر والاتعاظ". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في وضع الجريد ونحو الآس على القبور: ۲/۲۴۶، سعيد)

www.ahlehaq.org

قرآن شریف کو قبرستان میں لے جا کر تلاوت کرنا فی نفسہ مباح ہے، لیکن اس کا التزام منع ہے جیسا کہ بعض دیار میں رواج ہے تو بدعت بن کر یہ بھی منع ہو جاتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۱۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

ایضاً

سوال[۴۳۶۲]: مزارات پر جانا اور وہاں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھ کر صاحب قبر کو بخشنا اور اس ارادے سے قبر پر جانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے، کذا فی الدر المختار(۲)، مگر بہتر یہ ہے کہ قرآن پاک وہاں دیکھ کر نہ پڑھے، بلکہ حفظ پڑھے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۹/۸۸ھ۔

---

(۱) "من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، رقم الحديث: ۹۴۶: ۳/۳۱، رشيديه)

"الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع". (السعاية شرح شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۳، سهيل اكيدمي لاهور)

"وأما السنة التي لا شك فيها فلم يظهر ذلك في السلف، فإنهم لم يكن لهم أوقاف على من يقرأ ويهدي إلى الموتى، ولا كانوا يعرفون ذلك ألبتة، ولا كانوا يقصدون القبر للقراءة عنده كما يفعله الناس اليوم". (كتاب الروح لابن قيم الجوزية، المسألة السادسة عشر: هل تنتفع أرواح الموتى بشيء من سعي الأحياء أم لا، ص: ۱۸۵، مكتبه فاروقيه پشاور)

(۲) "ولا يكره الدفن ليلاً، ولا إجلاس القارئين عند القبر". (الدر المختار). "(قوله: ولا إجلاس القارئين =

قبر پر فاتحہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ہو؟

سوال [۴۴۰۲]: قبر پر فاتحہ پڑھنا کھڑے ہو کر چاہئے یا بیٹھ کر یا دونوں طرح درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھے۔ "قال في الفتح: والسنة زيارتها قائماً والدعاء عنده قائماً"۔ شامی (۱)، اگر کسی کو زیادہ دیر تک ٹھہرنا ہو، یا کھڑے ہونے میں تکان ہو تو بیٹھنا بھی درست ہے۔ اگر زندگی میں

= عند القبر) ...... ولا يكره الجلوس للقراءة على القبر في المختار لتأدية القراءة على الوجه المطلوب بالسكينة والتدبر والاتعاظ". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في وضع الجريد ونحو الآس على القبور: ۲/۲۴۵، ۲۴۶، سعيد)

"عن أنس رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من دخل المقابر فقرأ سورة يٰس، خفف الله عنهم، وكان له بعدد من فيها حسنات". (شرح الصدور للسيوطي رحمه الله تعالى، في قراءة القرآن للميت الخ، ص: ۳۰۳، دار المعرفة، بيروت)

"وأخذ من ذلك جواز القراءة على القبر، والمسئلة ذات خلاف، قال الإمام: تكره؛ لأن أهلها جيفة، ولم يصح فيها شيء عنده عنه صلى الله تعالى عليه وسلم، وقال محمد رحمه الله تعالى: تستحب لورود الآثار، وهو المذهب المختار، كما صرحوا به في كتاب الاستحسان". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل في زيارة القبور، ص: ۶۲۱، قديمي)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر للملا علي القاري، الدعاء للميت، ص: ۱۳۱، قديمي)

(۱) (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في زيارة القبور: ۲/۲۴۲، سعيد)

"عن محمد بن قيس ...... أنه قال يوماً: ألا أحدثكم عني وعن أمي؟ قال: فظننا أنه يريد أمه التي ولدته، قال: قالت عائشة رضي الله تعالى عنها: ألا أحدثكم عني وعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟ قلنا: بلى، قال: قالت: لما كانت ليلتي التي كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فيها عندي انقلب ...... حتى جاء البقيع، فقام فأطال القيام، ثم رفع يديه ثلاث مرات". الحديث. "(قوله: جاء البقيع فأطال القيام) وفيه أن دعاء القائم أكمل من دعاء الجالس في القبور". (الصحيح لمسلم، كتاب الجنائز، فصل في الذهاب إلى زيارة القبور: ۱/۳۱۳، قديمي) .... =

www.ahlehaq.org

بے تکلفی کے تعلقات تھے تو دونوں طرح ٹھیک ہے: "ينبغي أن يدنو من القبر قائماً وقاعداً بحسب ما كان يصنع لزواره في حياته". طحطاوی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قبر کے سامنے قرآن شریف پڑھنا

سوال [۴۲۲۴]: ۱..... مقبرہ میں کسی خاص قبر کو سامنے لے کر قرآن شریف ناظرہ پڑھنا کیسا ہے؟ مع حوالہ کتاب وصفحہ تحریر فرمائیے۔

قبر کے سامنے مناجات

سوال [۴۲۲۵]: ۲..... دفن کے بعد اس وقت قبر پر پڑھتے ہیں اور قبر سامنے رکھ کر مناجات کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... فی نفسہ تلاوتِ قرآن شریف کسی قبر کے پاس اُنسِ میت یا ایصالِ ثواب کے لئے راجح قول کے موافق ممنوع نہیں، بلکہ درست ہے: "ثم القراءة عند القبور مكروه عند أبي حنيفة ومالك وأحمد رحمهم الله تعالى في رواية؛ لأنه محدث لم ترد به السنة. وقال محمد بن الحسن وأحمد رحمهما الله تعالى في رواية: لا يكره لما روي عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أنه أوصى أن يقرأ على قبره وقت الدفن بفواتح سورة البقرة وخواتمها اهـ". شرح فقه أكبر، ص: ۱۶۰ (۲)۔

"قراءة القرآن في المقابر إذا أخفى ولم يجهر لا تكره، ولا بأس بها، إنما يكره قراءة القرآن في المقبرة جهراً، أما المخافتة فلا بأس بها وإن ختم. وكان الصدر أبو إسحٰق الحافظ

= "والدعاء عندها قائماً". (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، فصل في الدفن، قبيل باب الشهيد: ۲/۱۴۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: كتاب الكراهية، الباب السادس عشر في زيارة القبور: ۵/۳۵۰، رشيديه)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، أحكام الجنائز، فصل في زيارة القبور، ص: ۶۲۰، قديمي)

"ثم يدعوا قائماً طويلاً. وإن جلس يجلس بعيداً أو قريباً بحسب مرتبته في حال حياته".

(رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في زيارة القبور: ۲/۲۴۲، سعيد)

(۲) (شرح الفقه الأكبر للملا علي القاري، ص: ۱۴۱، الدعاء للميت ينفع خلافاً للمعتزلة، قديمي)

يحكي عن أستاذه أبي بكر محمد بن إبراهيم: لا بأس أن يقرأ على المقابر سورة الملك، سواء أخفى أو جهر، وأما غيرها فإنه لا يقرأ في المقابر، ولم يفرق بين الجهر والخفية. وإن قرأ القرآن عند القبور إن نوى بذلك أن يؤنسه صوت القرآن، فإنه يقرأ، وإن لم يقصد ذلك فالله تعالى يسمع قراءة القرآن حيث كانت، كذا في فتاوى قاضي خان. ولو مات رجل وأجلس وارثه على قبره من يقرأ، فالأصح أنه لا يكره، وهو قول محمد، كذا في المضمرات". فتاوی عالمگیری، مصری: ٥/ ٣٦٦(١)۔

نفسِ قرأت میں اختلاف، جہراً و خفیۃً میں اختلاف ہے، تعیینِ قرأت میں اختلاف، غرض قرأت میں اختلاف ہے، ناظرہ اور حفظ کی کوئی تفصیل نہیں۔ بعض جگہ اس کا ایسا رواج اور اہتمام ہے کہ اس کو لازم اور ضروری سمجھا جاتا ہے، یہ ناجائز ہے اور تارک پر ملامت کی جاتی ہے، یہ سخت ممنوع ہے۔ "فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروهاً، كما صرح به علي القاري في شرح المشكوة اهـ". مباحثة الفكر، ص: ٤٠ (٢)۔

احتیاط یہ ہے کہ وہاں اس طرح تلاوت نہ کی جائے، بلکہ اپنے مکان یا مسجد میں تلاوت کر کے ثواب پہنچا دیا جائے: "الأمر إذا دار بين الكراهة والإباحة ينبغي الإفتاء بالمنع؛ لأن دفع مضرة أولى من جلب منفعة، فكيف لا يكون أولى من فعل أمر مباح، وقد مر أن الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة اهـ". سعایہ، ص: ٢٦٥(٣)۔ اہلِ قبور کے لئے دعا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۲... میت کیلئے دعا کرنا درست ہے(۴)، دعا اسی طرح شرعی ہونے، جس سے دیکھنے والے کو شبہ

---

(١) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السادس عشر في زيارة القبور وقراءة القرآن عند المقابر: ٥/ ٣٥٠، رشيديه)

(٢) (مباحثة الفكر في الجهر بالذكر من مجموعة رسائل اللكنوي: ٣/ ٣٣، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب التشهد في الصلوة، (رقم الحديث: ٩٤٦): ٣/ ٣١، رشيديه)

(٣) (السعاية شرح شرح الوقاية، باب شروط الصلوة، قبيل فصل في القراءة: ٢/ ٢٦٥، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(٤) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم كلما كان ليلتها =

ہوکر قبر سے پیچھے ہٹ کر یہ پڑھنے کا حکم تحریر آگیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۹/محرم/۵۹ھ۔ صحیح: عبداللطیف، ۹/محرم/۵۹ھ۔

قبر پر مراقبہ

سوال[۳۳۱۶]: قبرستان میں کسی مخصوص قبر پر مراقبہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ، حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی کتابوں میں کسی بزرگ کے مزار پر مراقبہ کرنا موجود ہے، اس کا طریقہ تفصیل سے موجود ہے، بوادر النوادر ص: ۸۸ میں ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج من آخر الليل إلى البقيع، فيقول: "السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وأتاكم ما توعدون غداً مؤجلون، وإنا إن شاء الله بكم لاحقون، اللهم اغفر لأهل بقيع الغرقد".

"(قوله: وإنا إن شاء الله بكم الخ) ... وفي هذا الحديث دليل لاستحباب زيارة القبور والسلام على أهلها والدعاء لهم والترحم عليهم". (الصحيح لمسلم مع شرحه للنووي، كتاب الجنائز، فصل في الذهاب إلى زيارة القبور: ۱/۳۱۳، قديمي)

"ومن آدابها أن يسلم بلفظ "السلام عليكم" ... ثم يدعو قائماً، وإن جلس يجلس بعيداً أو قريباً بحسب مرتبته في حال حياته الخ". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في زيارة القبور: ۲/۲۴۲، سعيد)

"ولا بأس بزيارة القبور والدعاء للأموات إن كانوا مؤمنين من غير وطء القبور". (البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته، قبيل باب صلاة الشهيد: ۲/۳۴۳، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن الخ: ۱/۱۶۶، رشيدية)

(۱) "دل میں یوں ہو کہ بیٹھے پیر کی تعظیم بجالائے تصور کرے کہ میری روح اس بزرگ کی روح سے متصل ہوگئی ہے اور اس سے

فصل في أطعمة الأسبوع والأربعين وغيرهما

(میت کے سوم، چہلم وغیرہ کے کھانوں کا بیان)

سوم، چہلم وغیرہ کا ثبوت ہے یا نہیں؟

سوال [۹۳۰۹]: آج کل کے طریقے کے مطابق کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام، حضرت امام حسن وحسین، حضرات تابعین، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت غوث پاک عبدالقادر جیلانی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی کسی کا سوم، دسواں، بیسواں، چہلم کیا ہے؟ ان مقدس صاحبان کے چہلم بھی کئے گئے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان سلف کرام یا اکابر حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورحمہم اللہ تعالیٰ سے یہ رسومات ثابت نہیں، وہ حضرات صحیح متبع سنت تھے، بدعات کے پاس نہیں جاتے تھے، ان کا اتباع قابل قدر سرمایۂ حیات ہے، خلاف کرنا ان کا اتباع لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سوم، چہلم وغیرہ

سوال [۹۳۱۰]: میت کے وارث میت کے مرنے پر تیجہ، دسواں، بیسواں، چہلم اور مولوی صاحبان یا سب کو کھانا کھلاتے ہیں، یہ سب ایصال ثواب کے لئے شرع سے ثابت ہے یا نہیں؟ کیا کوئی دن شریعت کی جانب سے مقرر ہے کہ ایصال ثواب کریں؟

---

(۱) راجع (ص: ۲۴۰، رقم الحاشیة: ۱، ۲)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایصالِ ثواب بہت اچھی چیز ہے، خواہ نماز، قرآن شریف، تسبیح وغیرہ پڑھ کر ہو یا غرباء کو کھانا، کپڑا وغیرہ کچھ دیکر ہو(۱) لیکن تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں شرعاً ثابت نہیں، بلکہ ایصالِ ثواب جس قدر جلد ممکن ہو بہتر اور انفع ہے اور یہ دسواں وغیرہ جو کچھ ہے محض رسم اور بدعت ہے(۲) جو کہ واجب الترک ہے، اگر ورثہ نابالغ ہوں تو میت کے ترکہ میں سے بغیر وصیت بلا تقسیم دینا درست نہیں، تقسیم کے بعد بالغ ورثاء اپنے حصہ میں سے دے سکتے ہیں، نابالغ کے حصہ میں سے دینا ناجائز ہے اور اگر میت نے وصیت کی ہو تو ایک تہائی میں وہ نافذ ہو سکتی ہے، زیادہ میں نافذ کرنے کے لئے جمیع ورثہ کی اجازت ضروری ہے اور نابالغ کی اجازت شرعاً معتبر نہیں، لہٰذا اس کے حصہ میں سے بعد اجازت بھی نافذ کرنا درست نہیں، ایک تہائی میں نافذ کرنے کے لئے بلوغ یا اجازت کی قید نہیں(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ذی الحجہ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۸/ذی الحجہ ۵۸ھ۔

---

(۱) "فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة، صلاة كان أو صوماً أو حجاً أو صدقة أو قراءة للقرآن أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت، وينفعه، قال الزيلعي في باب الحج عن الغير". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل في زيارة القبور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲، قديمي)

(والبحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، رشيديه)

(والهداية، باب الحج عن الغير، ۲۹۶/۱، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) "ويكره اتخاذ الضيافة ثلاثة أيام وأكلها لأنها مشروعة للسرور. ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع والأعياد". (البزازية على هامش الهندية، قبيل الفصل السادس والعشرون في حكم المسجد: ۸۱/۴، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲۴۰/۲، سعيد)

(۳) "وتجوز (أي الوصية) بالثلث للأجنبي عند عدم المانع وإن لم يجز الوارث لا الزيادة عليه . ولا لوارثه . إلا بإجازة ورثته . وهم كبار عقلاء فلم تجز إجازة صغير ومجنون". –

تیجہ دسواں کا کھانا

سوال [۴۳۴۷]: تیجا، دسواں، بیسواں، چالیسواں کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناجائز ہے(۱)، البتہ جو شخص فقیر حقیقی ہو اس کو کھانے کو نہ ملتا ہو اس کے لئے جائز ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۲/۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۰/ جمادی الثانیہ ۵۹ھ۔

تیجہ مسجد میں یا مکان پر؟

سوال [۴۳۴۸]: تیجہ مسجد میں بیٹھ کر کلمہ طیبہ اور قرآن خوانی اور پھولوں کا عرق گلاب میں ڈالنا اور دعا مسجد میں پڑھنا کیسا ہے؟ کیونکہ مولانا عبد الحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب آداب الصالحین میں لکھا ہے کہ سیپارہ قرآن کو مسجد میں پڑھنا اور قرآن خوانی مسجد میں کرنا ہے۔ پس چنے و پھول لے کر اور غم کے واسطے مسجد میں بیٹھنا کیسا ہے؟ اور گھر مکانوں میں صرف قرآن خوانی کرائے، بلا پابندی رسم و رواج، تو کیسا ہے؟

– الاعتکاف: ۲/ ۴۷۱-۴۷۲، دار المعرفة، بيروت)

(وحاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب ما يلزم الوفاء به، ص: ۶۹۳، قديمي)

(۱) "ويكره اتخاذ الضيافة ثلاثة أيام وأكلها، لأنها مشروعة للسرور ... ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع والأعياد". (الفتاوى البزازية، كتاب الشهود، قبيل الفصل السادس والعشرون في حكم المسجد: ۴/ ۸۱، رشيدية)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فمن اضطر في مخمصة غير متجانف لإثم فإن الله غفور رحيم﴾ (المائدة: ۳)

قال العلامة الآلوسي: "﴿فمن اضطر﴾ ... والاضطرار الوقوع في الضرورة، أي فمن وقع في ضرورة تناول شيء من هذه المحرمات، ﴿في مخمصة﴾، أي مجاعة تخمص لها البطون ... ﴿فإن الله غفور رحيم﴾ لا يؤاخذه بأكله". (روح المعاني: ۶/ ۶۳، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن شریف پڑھنا اور ایصالِ ثواب کرنا بلا التزامِ تاریخ وہیئت وغیرہ کے مسجد میں اور مکان میں درست اور ثواب (۱) تیجہ مروجہ وغیرہ بدعت ہے (۲)۔ غم کے واسطے مسجد میں بیٹھنا کہ لوگ تعزیت کریں مکروہ ہے، ردالمحتار: ۱/ ۶۶۱ (۳)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ شعبان/ ۶۱ھ۔

دفنِ میت سے پہلے کھانا

سوال [۴۲۴۴]: اگر کسی گاؤں میں میت ہوجائے تو جب تک اس کو دفنا دیں تو ان گاؤں والوں پر کھانا پانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۶/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۶/۵۶ھ۔

میت کے گھر کھانا

سوال [۴۲۴۵]: ہمارے علاقہ میں کوئی ضعیف العمر مرد یا عورت مرجائے تو اسی روز یعنی وفات کے دن مرنے والے کے وارث کا کھانا یعنی چاول پکا کر گھی اور شکر کے ساتھ جتنے لوگ بھی نماز جنازہ میں امیر

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "سوم وچہلم وغیرہ")

(۲) (المرجع السابق: "سوم وچہلم وغیرہ")

(۳) "وبالجلوس لها (أي للتعزية) في غير مسجد ثلاثة أيام". (الدر المختار). "أما فيه فيكره ... قلت: وهل تنتفي الكراهة بالجلوس في المسجد وقراءة القرآن حتى إذا فرغوا قام ولي الميت وعزاه الناس كما يفعل في زماننا، الظاهر لا، لكون الجلوس مقصوداً للتعزية لا للقراءة". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز، قبيل مطلب في زيارة القبور: ۲/ ۲۴۱، سعيد)

و غریب شریک ہوں سب کو کھلاتے ہیں، بعض لوگوں کو تو سب کچھ مہیا ہوتا ہے اور بعض کو کافی قرض اٹھانا پڑتا ہے۔ اگر مرنے والے کے وارث غریب ہوں اور اس رسم کو ادا نہ کریں تو خوب لعن طعن کیا جاتا ہے، اس لئے امیر و غریب کو یہ رسم مجبوراً کرنی پڑتی ہے۔ شریعت کے حکم سے مطلع فرمادیں کہ فقہائے کرام کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کے مکان میں کوئی میت ہو جائے وہ لوگ میت کی تجہیز و تکفین میں مشغول رہتے ہیں، کھانا پکانے کی ان کو مہلت نہیں ملتی، اس لئے ان کے واسطے دوسرے لوگ کھانا پکا کر بھیج دیں، اہلِ میت میں سے جو شخص خود کھلائے اس پر بعت کرنا حرام ہے، ورثہ میں اگر نابالغ ہوں تو ان کا مال کھانا بھی حرام:

"قال في الفتح: ويستحب لجيران أهل الميت والأقرباء الأباعد تهيئة طعام لهم يشبعهم يومهم وليلتهم لقوله صلى الله عليه وسلم: "اصنعوا لآل جعفر طعاماً، فقد جاءهم ما يشغلهم". حسّنه الترمذي. ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنه شرع في السرور لا في الشرور، وهي بدعة مستقبحة. وروى الإمام أحمد وابن ماجة بإسناد صحيح عن جرير بن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال: "كنا نعد الاجتماع إلى أهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة، اهـ". وفي البزازية: ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم .... وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء، فيحترز عنها؛ لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالى .... ولا سيما إذا كان في الورثة صغار ..... وما كان كذلك فلا شك في حرمته، اهـ". رد المحتار: ۱/۶۰۳، نعمانيه (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۸۹ھ۔

---

(۱) (رد المحتار، باب صلوة الجنازة، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲/۲۴۰، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الهندية، كتاب الصلوة، قبيل الفصل السادس والعشرون في حكم المسجد: ۴/۸۱، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، باب صلوة الجنازة، قبيل باب الشهيد: ۲/۱۴۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

www.ahlehaq.org

طعام المیت

سوال [۴۲۷۸]: تعیین دن یا بلا تعیین کے رشتہ داروں و عام لوگوں کا کھانا مردہ کے لئے ثواب کی نیت سے کرتے ہیں، اگر کسی کو کھانا نہ کھلایا جائے تو وہ بُرا مانتا ہے، مگر ایک عالم صاحب کے قول کے مطابق یہ کھانا فقط غرباء کے لئے ہے اگر وسعت ہے، امیر کو کھلانے سے ثواب نہ ہوگا۔ مزید یہ کہ یوں ثواب کی نیت کے بجائے مردہ پر جو فرائض رہ گئے ہیں ان میں سے حتی الوسع کسی کی نیت کرکے فقط غرباء کو غلہ، یا پکا ہوا کھانا کھلایا جائے یا پیسے دیئے جائیں، تا کہ مروجہ رسم بدل کر ایک صحیح نیک عمل ہو اور فرض کی ادائگی ہو سکے، اس میں مردہ کا زیادہ فائدہ ہے۔ کیا دلائل اربعہ میں سے اس کا کوئی ثبوت ہے؟ تو براہ کرم پیش فرمایا جائے۔ نیز عام لوگوں کے نام پر نیت کیا ہوا کھانا اپنے لئے ناجائز سمجھتے ہیں۔ کیا کسی درجہ میں کراہت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایصالِ ثواب کے لئے اگر کچھ صدقہ دیا جائے تو وہ غرباء کو دیا جائے، رشتہ داروں کو تقریب کی صورت میں جمع کرنا اور کھلانا غلط طریقہ ہے، یہ صورت خیر القرون سے ثابت نہیں، عامۃً یہ ناموری اور فخر کے لئے کیا جاتا ہے ایسے کھانے کو حدیث شریف میں منع فرمایا گیا ہے:

"عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن طعام المتبارين أن يؤكل". رواه أبو داود". مشكوة شريف، ص: ۲۷۹ (۱)۔ "إنما كره لما فيه من المباهات، اهـ". مرقاة(۲)۔ "ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنه

= طواف أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك عند أصحابنا بالكتاب والسنة". (البحر الرائق، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشیدیه)

"ويصل ذلك إلى الميت وينفعه". (مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب زيارة القبور، ص: ۶۲۲، قديمي)

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثاني، ص: ۲۷۹، قديمي)

(سنن أبي داود، كتاب الأطعمة، باب في طعام المتبارين: ۲/۱۷۵، مكتبه دار الحديث ملتان)

(۲) (المرقاة شرح المشكوة، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثاني: ۲/۱۷۲، رشیدیه)

www.ahlehaq.org

شرع في السرور لا في الشرور، وهي بدعة مستقبحة. روى الإمام أحمد وابن ماجة بإسناد صحيح عن جرير بن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال: كنا نعد الاجتماع إلى أهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة اهـ. ... وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء، فيحترز عنها، لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالى اهـ. شامي: ۲/۲۴۰(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

توشۂ میت

سوال [۴۲۴۹]: ہر جمعرات کو جو خیرات کی جاتی ہے کیا اس سے روحیں خوش ہوتی ہیں، اسی طرح میت کے ساتھ توشہ یعنی دفن کرنے سے پہلے گندم، نمک، صابن وغیرہ تقسیم کرنا عند الشرع ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفس ایصال ثواب بغیر کسی غیر ثابت شدہ پابندی کے مفید اور نافع ہے، ہر قسم صدقہ وقربت ثابت ہے، کسی دن کی پابندی مثلاً: "جمعرات" کی پابندی ثابت نہیں بلکہ بدعت ہے۔ اسی طرح کسی تاریخ کی پابندی مثلاً: ۱۱/ ربیع الثانی، ۱۵/ شعبان، ۱۰/ محرم وغیرہ کی پابندی ثابت نہیں، یہ بھی بدعت ہے۔ اسی طرح کسی شئی کی پابندی مثلاً: حلوہ، کھچڑا، شربت، چاول وغیرہ بھی ثابت نہیں، یہ بھی بدعت ہے۔ اسی طرح کسی جگہ کسی جہت وغیرہ کی پابندی بدعت ہے۔ میت کے ساتھ توشہ بھیجنا بھی ثابت نہیں، بدعت ہے، طحطاوی شرح مراقی الفلاح میں اس کی تصریح موجود ہے(۲)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲/۲۴۰، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الهندية، كتاب الصلاة، في النوع السادس والعشرين في أحكام المسجد: ۴/۸۱، رشيدية)

(وفتح القدير، باب الجنائز، قبيل باب الشهيد: ۲/۱۴۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "ويكره الجلوس على باب الدار، قال في شرح السيد: ولا بأس بالجلوس لها إلى ثلاثة أيام من غير ارتكاب محظور من فرش البسط والأطعمة من أهل الميت. اهـ. فإن حمل قول المصنف: ويكره الجلوس إلخ على ما إذا كان مع محظور، ارتفعت المخالفة، وكونه على باب الدار مع فرش البسط على قوارع الطريق من أقبح القبائح". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، قبيل فصل في زيارة القبور، ص: ۶۱۹، قديمي)

www.ahlehaq.org

باب المتفرقات

ہندوستان سے پاکستان جاکر مرنا

سوال [۴۳۸۰]: ہندوستان سے پاکستان جاکر مرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ چیز کسی کے بس کی نہیں اور کہیں مرنا اختیاری فعل نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/صفر/۶۸ھ۔

میت کے گھر سے سارا پانی گرا دینا، نماز جنازہ کی اجرت

سوال [۴۳۸۱]: جس گھر میں موت ہو جائے اس گھر کا تمام پانی پھینک دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس پانی میں فرشتے چھری دھوتے ہیں۔ حقیقت کیا ہے؟ تحریر فرمائیں۔ جنازہ کی نماز پڑھنے کی اجرت لینا کیسا ہے؟

---

(۱) موت کی جگہ کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، آدمی کو یہ معلوم نہیں کہ کس جگہ مرے گا، قال اللہ تعالیٰ: ﴿إن الله عنده علم الساعة، وينزل الغيث، ويعلم ما في الأرحام، وما تدري نفس ماذا تكسب غداً، وما تدري نفس بأي أرض تموت﴾ الآية (سورة لقمان، پ: ۲۱، آية: ۳۴)

قال ابن كثير تحت هذه الآية: "أي ليس أحد من الناس يدري أين مضجعه من الأرض في بحر أو بر أو سهل أو جبل" (تفسير ابن كثير: ۳/۴۵۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: روح المعانی: ۲۱/۱۱۰، ۱۱۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

"لا أحد من الناس يدري بأي أرض يموت". (التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز، نوع آخر من هذا الفصل في القبر والدفن: ۲/۱۷۰، إدارة القرآن كراچی)

الجواب حامداً ومصلياً:

بے بنیاد اور افواہ ہے، ملائکہ کو کچہری سے کوئی واسطہ نہیں (۱)۔ نمازِ جنازہ کی اجرت جائز نہیں: "ان المفتی به هو نفس جواز الاستيجار على كل طاعة" (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۵/۹/۸۷ھ۔

حاملہ مرجائے تو وضع حمل کی کیا صورت ہے؟

سوال [۴۳۸۰]: اگر حاملہ عورت بچہ حمل کے وضع ہونے سے قبل مرگئی تو اس کا حمل اس کے پیٹ میں اسی طرح موجود ہے، اس عورت کا وضع حمل کس طرح سے ہوگا؟ قبر کے اندر وضع حمل ناممکن ہے تو جب قیامت کے دن مردے قبروں سے نکلیں گے تو وہ حمل پیٹ میں رہے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس کی تحقیق نہیں، حدیث میں صاف صاف دیکھا یاد نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمي)

"البدعة (أي البدعة) ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال، بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام: ۱/۵۶۰، سعيد)

(۲) (رد المحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۶/۵۶، سعيد)

"والأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم، لا يجوز الاستيجار عليه عندنا". (الهداية، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۳/۳۰۲، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۶/۱۱۷، سعيد)

(۳) حدیث سے صرف اتنی بات ثابت ہے کہ حاملہ عورت اگر مرجائے تو شہید ہے۔ "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: =

جنازہ کی چادر، چٹائی، چارپائی صدقہ کرنا

سوال[۴۴۸۲]: مُردہ کے اوپر جو کپڑا بطور پردہ یا حفاظت کے دیا جاتا ہے وہ اور جو چٹائی اور چارپائی کے اوپر اور مُردہ کے نیچے دی جاتی ہے وہ دونوں چیزیں مسجد میں دینا اولیٰ ہے یا فقراء کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دونوں چیزیں وارثوں کی ملک ہیں، جہاں ان کا دل چاہے صرف کریں، اپنے مکان میں بھی اپنی ضرورت کے لئے استعمال کرسکتے ہیں، خاص کر جب کہ تنگ دستی ہو تو اپنے ہی استعمال میں لانا بہتر ہے، ان کا صدقہ کرنا لازم نہیں، غریبوں کو بھی دے سکتے ہیں، مسجد میں بھی دے سکتے ہیں (۱)، لیکن اس کا خیال رہے کہ ورثاء میں کوئی نابالغ نہ ہو، نابالغ کا حصہ صدقہ کرنا جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۷/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۷/۸۹ھ۔

- "الشهادة سبع سوى القتل في سبيل الله: المطعون شهيد، والغرق شهيد، وصاحب ذات الجنب شهيد، والمبطون شهيد . . . والمرأة تموت بجمع شهيد". (سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب في فضل من مات بالطاعون: ۲/۸۲، إمداديه ملتان)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالىٰ تحته: "في النهاية: أي تموت وفي بطنها ولد . . . وقال بعض الشراح . . . . أي تموت وولدها في بطنها". (مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض وثواب المرض، الفصل الثاني (رقم الحديث: ۱۵۶۱): ۴/۳۹، رشيديه)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب الجنائز، باب في فضل من مات بالطاعون: ۵/۹۲، إمداديه ملتان)

(۱) "وصرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صوماً أو صدقةً أو غير ذلك، الخ". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيديه)

(۲) "ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت . . . . ولا سيما إذا كان في الورثة صغار أو غائب، الخ". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صلاة الجنازة، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲/۲۴۰، سعيد)

ماں کا بیٹے سے ناراض ہوکر جنازہ کو ہاتھ لگانے سے منع کرنا

سوال[۴۲۸۴]: میری والدہ چند روز پہلے مجھ سے ناراض ہوگئی تھیں اس وقت میری والدہ نے یہ کہا کہ تو میرے جنازہ کو ہاتھ بھی نہ لگانا، اب کچھ دنوں سے ان کا غصہ ٹھنڈا ہے مگر میرے یہاں کھانا وغیرہ نہیں کھاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ کھانا جب کھاؤں گی جب دارالعلوم دیوبند سے فتویٰ آجائے گا کہ میرے یہ کہنے کا کہ میرے جنازہ کو ہاتھ نہ لگانا کیا کفارہ ہے، والدہ کہ وہ اب کھانا وغیرہ کھاؤں گی، لہٰذا اس بارے میں فتویٰ صادر فرمادیں، بیحد نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر والدہ نے غصہ میں یہ کہہ دیا تھا کہ میرے جنازہ کو ہاتھ نہ لگانا، پھر وہ غصہ ختم ہوگیا اور آپ کے مکان پر کھانا کھانے سے ان کو اپنے اس قول کی وجہ سے عذاب کا خطرہ ہے تو شرعاً یہ عذر معتبر نہیں ان کو آپ کے یہاں کھانا بلاشبہ درست اور جائز ہے، کوئی کفارہ ان پر یا آپ پر لازم نہیں...... جنازہ کو ہاتھ لگانا بھی منع نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۵/۸۹ھ۔

حیلۂ اسقاط

سوال[۴۲۸۵]: میت کو جنازہ گاہ میں لوگ لیجاتے ہیں تو قبل از جنازہ ایک قرآن شریف سے ہر ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑا کر طواف کراتے ہیں، بعدہ کچھ رقم ملا صاحب کو دیجاتی ہے، یہ افعال بنیت اسقاط معاصی کے لئے کئے جاتے ہیں اور یہ ایک حیلہ سمجھا جاتا ہے، کیا یہ مسئلہ اسقاط کی حدیث نبویہ یا کسی صحابہ یا کسی ائمہ مجتہدین میں سے ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا بالبرہان وتوجروا۔

بندہ قاری محمد تقی عفی عنہ، ۱۵/ ذی قعدہ/۱۴۰۵ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ اسقاط معاصی کا بے اصل ہے، بدعت اور ناجائز ہے(۱)۔ اگر ملا صاحب غریب اور مستحق ہیں

(۱) "عن عائشة - رضي الله تعالى عنها - قالت: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في =

قرآن کو خیرات کرنا اور میت کو ثواب پہونچانا درست ہے، اسی طرح دوسرے غرباء کو کھانا دینا، یا رقم نقد دینا، یا کپڑا، اور کوئی چیز ایصالِ ثواب کی نیت سے دینا مستحسن ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱/۱۳۴۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

ایضاً

سوال [۴۳۸۶]: اس علاقہ میں رواج ہے کہ جب میت ہو جاتی ہے تو نماز جنازہ کے بعد میت کے پاس بیٹھ کر چند لوگ قرآن شریف لے لیتے ہیں اور اس کے ساتھ کچھ حیلہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میت کے گناہ کا ضامن ہوتا ہے، اس کو یہ لوگ حیلۂ اسقاط کہتے ہیں۔ نیز یہ کہتے ہیں کہ جب مقدمہ کھل جاتا ہے تو عدالت میں کوئی سفارشی چاہئے جو سفارش کرے، البتہ قرآن ہمارا سفارشی ہے اس لئے حیلہ کرتے ہیں۔ بندہ ان چیزوں کا مخالف ہے کہ یہ قرآن کی توہین ہے، جب زندگی میں عمل نہ کیا تو اب کیا سفارش ہے؟

= أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب: إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۳۷۱/۱، قديمي)

"وعرفها (أي البدعة) الشمني بأنها ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً" (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام: ۵۶۰/۱، سعيد)

(۲) "والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوةً أو صوماً أو صدقةً أو قراءة قرآن أو ذكراً أو طوافاً، أو حجاً أو عمرةً، أو غير ذلك عند أصحابنا بالكتاب والسنة". (البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، رشيديه)

"أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة" (الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲۹۶/۱، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير: ۵۰۴/۲، إدارة القرآن كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ صورت کہ میت کے گناہ بخشوانے کے لئے اس کی نماز جنازہ کے بعد قرآن کریم لیکر بیٹھ جائیں اور کوئی حیلہ کریں کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں، نہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایسا منقول ہے، نہ ان کے کسی تلمیذ مجتہد سے، اس کو شرعی چیز سمجھنا غلط ہے اس کو ترک کیا جائے (۱)۔ البتہ میت کے لئے ایصال ثواب خوب کیا جائے خواہ قرآن شریف پڑھ کر ہو یا نفل نماز پڑھ کر ہو یا صدقہ غریبوں کو دیکر ہو یا نفل روزے رکھ کر ہو، غرض کوئی بھی نیک کام کرکے ہو۔ ایصال ثواب میں بھی اپنی طرف سے کوئی غیر ثابت چیز نہ کیا جائے مثلاً کسی تاریخ یا دن کی پابندی، یا کسی ہیئت کا التزام وغیرہ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۲/۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

جنازہ کے بعد فدیہ نماز کا حیلہ

سوال [۴۴۸۷]: ۱...... ایک شخص نے وصیت کی کہ میری کچھ نمازیں رہ گئیں تھیں جن کو میں قضا نہ کرسکا، اس لئے میری نمازوں کا فدیہ ادا کرنا۔ اب اگر اس کا صحیح فدیہ ادا کیا جائے تو اس کے گھر میں اتنا مال نہیں اور ورثاء میں بھی مقدرت نہیں کہ اپنی طرف سے ادا کردیں تو کیا اگر فدیہ حیلہ کے ساتھ ادا کیا جائے یعنی جتنا فدیہ پورا بنتا تھا اس قیمت کے عوض ایک قرآن شریف ایک مسکین پر فروخت کیا جائے، بعد اس سے کہا جائے کہ جو تم پر قرضہ ہوگیا تھا تم کو اس میت کے فدیہ میں بخشدیا ہے شاید کہ اللہ جل شانہ اس کی خلاصی فرمادیں۔ تو کیا خلاصی کی امید پر اس طرح کا حیلہ کرنا جائز ہے جس طرح طلاق اضافی کے متعلق فقہاء نے لکھے ہیں یا کہ نہیں؟

۲..... اگر ورثاء تبرعاً کرنا چاہیں یعنی اس نے وصیت نہیں کی بلکہ ورثاء اپنی طرف سے کریں تو کیا ان کے لئے کوئی جواز کی صورت ہے یا کہ نہیں؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بجائے فلاں اس نوع کے حیلہ کی اجازت ہے، مگر یہ قرآن شریف فروخت کرنے کی ضرورت نہیں

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة السابقة)

(۲) (تقدم تخريجه تحت المسئلة السابقة)

بلکہ ایک ثلث ترکۂ میت مصرفِ زکوۃ کو دیا جائے اور حساب کرکے دیکھ لیا جائے کہ کس قدر نمازوں کا فدیہ اس کے ذریعہ سے ادا ہوگیا، پھر وہ فقیر اس ثلث ترکہ کو میت کے وصی کو ہبہ کردے، اس کے بعد پھر اسی فقیر کو دیدے، ثم وثم، یہاں تک کہ کل نمازوں کا فدیہ ادا ہوجائے، یہ اس وقت ہے جب کہ کل فدیہ ایک ثلث ترکہ سے ادا نہ ہوسکتا ہو، مگر یہ حیلہ لازم وواجب نہیں۔ بعض اطراف وبلاد میں اس حیلہ کا التزام ہے خواہ میت کے ترکہ میں وسعت ہو یا نہ ہو، یہ ناجائز ہے، اس لئے ایسے واقعے پر احتراز لازم ہے بلکہ جس قدر ثلث ترکہ سے ادا ہوسکتا ہو، ادا کردیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ذی الحجہ/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

مصنوعی دانتوں کا قبر میں جانا

سوال [۴۳۸۸]: میرے دانت مصنوعی ہیں، ان میں چاندی لگی ہیں، اگر میں مرگیا اور وہ دانت میرے منہ میں رہ گئے تو اس کے بارے میں قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں مستند حوالات کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آپ کے مصنوعی دانت آپ کے منہ میں بعد الموت آپ کے ساتھ قبر میں چلے گئے تو آپ سے

---

(۱) "ولو لم يترك مالاً يستقرض وارثه نصف صاع مثلاً ويدفعه لفقير، ثم يدفعه الفقير للوارث، ثم وثم حتى يتم". (الدر المختار). "(قوله: ولو لم يترك مالاً الخ) أي أصلاً أو كان ما أوصى به لا يفي، زاد في الإمداد: أو لم يوص بشيء، وأراد الولي التبرع الخ، وأشار بالتبرع إلى أن ذلك ليس بواجب على الولي. ونص عليه في تبيين المحارم فقال: لا يجب على الولي فعل الدور وإن أوصى بها الميت، لأنها وصية بالتبرع". (رد المحتار، باب قضاء الفوائت، مطلب في إسقاط الصلاة عن الميت: ۸۲/۲، سعید)

"ولو لم يترك مالاً يستقرض ورثته نصف صاع ويدفعه إلى مسكين، ثم يتصدق المسكين على بعض ورثته، ثم يتصدق، ثم وثم، حتى يتم لكل صلاة ما ذكرنا". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱۲۵/۱، رشیدیہ)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۱۶۰/۲، رشیدیہ)

اس کی بابت پریشان نہیں ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۹۲ھ۔

انتقالِ شوہر پر چوڑیاں توڑنا

سوال[۶۶۸۹]: عورتیں اپنے خاوند کے جنازہ پر چوڑیاں توڑتی ہیں، کیا حکم ہے؟

قدیر اللہ، میوات باشیل۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

چوڑیاں توڑ کر ضائع کرنا غلطی ہے، اتار کر رکھ لیں جب عدت ختم ہو جائے پھر پہن لیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

انتقال پر دودھ بخشنا

سوال[۶۶۹۰]: ہمارے یہاں رواج ہے کہ کمسن دودھ پیتے بچے کی وفات پر ماں مرحوم بچے کو دودھ بخشتی ہے، اس کی اصل کیا ہے اور شرعی حقیقت کیا ہے؟

---

(۱) "عن زينب بنت أبي سلمة رضي الله تعالى عنها أنها أخبرته قالت: "دخلت على أم حبيبة رضي الله تعالى عنها زوج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلاث، إلا على زوج أربعة أشهر وعشراً". الحديث (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب إحداد المرأة على غير زوجها: ۱/۱۷۱، قديمي)

"(تحد) ... (مكلفة مسلمة ولو أمة منكوحة) ... إذا كانت معتدة بت أو موت) وإن أمرها المطلق أو الميت بتركه، لأنه حق الشرع إظهاراً للتأسف على فوات النكاح (بترك الزينة) بحلي أو حرير أو امتشاط بضيق الأسنان، الخ" (الدر المختار). "(قوله: بحلي) ... المعتدة تجتنب عن كل زينة، الخ". (رد المحتار، كتاب الطلاق، فصل في الحداد: ۳/۵۳۰، ۵۳۱، سعيد)

"على المبتوتة والمتوفى عنها زوجها إذا كانت بالغة مسلمة الحداد في عدتها، والحداد الاجتناب عن الطيب والدهن والكحل ... ولبس الحلي والتزين والامتشاط". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد: ۱/۵۳۳، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دودھ بخشنا شرعاً بے اصل ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

☆……☆……☆……☆……☆

www.ahlehaq.org

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب: إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمي)

"فإنها (أي البدعة) ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً"

(رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام: ۱/۵۶۰، سعيد)

باب أحكام الشهيد

(شہید کے احکام کا بیان)

شہداء سے حقوق العباد ساقط ہو جاتے ہیں یا نہیں؟

سوال [۴۴۱۱]: شہداء سے حقوق العباد ساقط ہو جاتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

قانون تو یہ ہے کہ حقوق العباد بغیر ادا کئے یا بغیر صاحب حق کے معاف کئے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتے (۱)، البتہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ خوش ہو کر اپنے خزانہ سے معاف فرما کر صاحب حق کو خوش کردیں (۲) اور وہ

---

(۱) "يغفر للشهيد كل ذنب إلا الدين" ففيه تنبيه على جميع حقوق الآدميين وأن الجهاد والشهادة وغيرهما من أعمال البر لا تكفر حقوق الآدميين، وإنما تكفر حقوق الله تعالى". (الكامل شرح النووي للمسلم، كتاب الإمارة، باب من قتل في سبيل الله كفرت خطاياه إلا الدين: ۱۳۵/۲، قديمي)

(وتكملة فتح الملهم، كتاب الإمارة، باب من قتل في سبيل الله كفرت خطاياه إلا الدين: ۲۱۱/۳، دار العلوم، كراچي)

"(يغفر للشهيد كل ذنب إلا الدين) أراد حقوق الآدميين من الأموال والدماء والأعراض، فإنها لا تعفى بالشهادة. كذا ذكره بعض الشراح". (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، باب الإفلاس والإنظار: ۱۴۴/۶، رشيدية)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الدواوين ثلاثة: ديوان لا يغفره الله: الإشراك بالله، يقول الله عز وجل: ﴿إن الله لا يغفر أن يشرك به﴾ وديوان لا يتركه الله: ظلم العباد فيما بينهم حتى يقتص بعضهم من بعض. وديوان لا يعبأ الله به: ظلم العباد فيما بينهم وبين الله، فذاك إلى الله إن شاء عذبه، وإن شاء تجاوز عنه"

قال الملا علي القاري: "وفي الثانية لا يترك، فيؤذن بأن حق الغير لا يهمل قطعاً، إما بأن —

شخص جس کے ذمہ حق ہے عذاب سے بچ جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفر اللہ لہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۱/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/محرم الحرام/۵۹ھ۔

شہداء کی انواع

سوال [۳۳۹۶]: طیب، چیچک، وبا، نمک، موت، قتل، زلزلہ، غرق آبی دریا وغیرہ سے دب کر مرجانے والوں کو بھی حدیث شریف میں شہید کہا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ مجاہد فی سبیل اللہ جو میدان کارزار میں کافروں، مشرکوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے جن کے متعلق ﴿أحياء عند ربهم يرزقون﴾ قرآن میں فرمایا ہے، جن کے گناہوں کو ان کے خون گرنے سے محو کر دیا، جن کی ارواح سبز پرندوں کے خول میں جنت میں سیر کرتی ہیں، جن کی اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی آؤ بھگت ہے ...... کیا یہی سلوک، اعزاز واکرام ان وبائی امراض میں مرنے والے شہداء کے ساتھ کیا جاتا ہے، فرق ہے؟ آخرت کے درجہ ومقام وحکم میں دونوں شہداء میں جو فرق ہے پوری وضاحت کریں کہ دونوں میں امتیاز بے غبار ہو کر سامنے آجائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص جہاد میں قتل ہوا وہ حقیقی شہید ہے، اس کے شرائط اور تفصیلات کتب فقہ میں مشہور ہیں (۱) ان

= يقتص من خصمه أو يرضيه الله تعالى". (مرقاة المفاتيح: ۸/۸۵۵، كتاب الآداب، باب الظلم، الفصل الثالث، رشيدية)

"لا غفور ولا شفاعة في حقوق العباد، إن شاء الله يرضي خصمه بما أراد". (مرقاة المفاتيح: ۸/۸۵۰، كتاب الآداب، باب الظلم، الفصل الأول، رشيدية)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "الشهداء خمسة: المطعون والمبطون والغريق وصاحب الهدم والشهيد في سبيل الله". (صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب: الشهادة سبع سوى القتل: ۱/۳۹۷، قديمي)

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الشهادة سبع سوى القتل في سبيل الله: المطعون شهيد، والغرق شهيد، وصاحب ذات الجنب شهيد، والمبطون شهيد، وصاحب الحريق شهيد، والذي يموت تحت الهدم شهيد، والمرأة تموت بجمع شهيدة". (سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب في فضل =

www.ahlehaq.org

ہی کو ایک شان سے نکلتے: ایک شخص وہ ہے جس نے عمرہ و حج کیا، ایک وہ ہے جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی پھر اسی جگہ بیٹھ ذکر میں مشغول رہا یہاں تک کہ اشراق کی نماز پڑھی تو اس کو بھی حاجی کی طرح حج اور عمرہ کا ثواب ملا، مگر دونوں بالکل ایک درجہ میں نہیں ہوگئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۸۷ھ۔

احادیث میں جن باتوں پر شہادت کا وعدہ ہے، وہ اگر فاسق میں ہوں تو؟

سوال[۴۳۴۲]: بہت سی احادیث میں ہے کہ ان (مندرجہ ذیل) بیماری سے یا فعل کا کرنے والا شہید کا اجر پاتا ہے۔

۱- پانی میں ڈوب کر مرنے والا، یا حادثہ میں ہلاک ہونے والا، یا جل کر مرنے والا۔

۲- وضو کی حالت میں مرنے والا۔

ان گروہوں میں مرنے والا اگر فاسق ہے یعنی کہ نماز، روزہ اور گناہ کبیرہ کو کرنے والا تو وہ قبر کے عذاب سے رہا پائے گا اور جنت کے شہیدوں کی جگہ پائے گا؟ آیا ان گروہ گروہوں میں مرنے والا صالح اور نیک ہے تو مخلص اسی کو یہ تینوں سعادتیں ملیں گی؟ یا فاسق کو بھی تینوں سعادتیں نصیب ہوں گی؟ اول گروہ میں مرنے والا یہ سعادتیں پائے گا، دوسرے گروہ والا اس سے محروم رہے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اللہ تعالیٰ جس بندہ پر اپنی رحمت نازل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے وہ کسی قانون کا پابند نہیں(۱)، وہ چاہے تو بڑے سے بڑے فاسق کے سارے گناہ معاف کردے، بے ترک و جنت میں بھیج دے، اور چاہے تو بہت چھوٹے سے عمل پر بہت بڑا اجر دے دے، اور چاہے تو چھوٹی سی بات پر بھی گرفت کرے، اس کے یہاں دو قسم کی

---

* ذكر بمعنى أنهم يعطون من جنس أجر الشهداء ولا تجرى عليهم أحكامهم في الدنيا". (فتح الباري، كتاب الجهاد، باب الشهادة سبع سوى القتل: ۶/۵۴، قديمي)

(۱) "أمره وحكمه من العدل والعقاب مفوض إليه، فلا تجب عليه سبحانه عقاب عاص، كما لا يجب عليه ثواب مطيع على المذهب الحق". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، الفصل الأول، رقم الحديث: ۱۸: ۱/۱۴۵، رشيدية)

www.ahlehaq.org

پکڑی ہے ایک مدت کی ایک شخص کی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱/۱۴۰۰ھ۔

شہید کے درجے

سوال [۴۶۱۲]: شہید کے کتنے درجے ہیں؟ عالم ربانی فقیہ الامۃ حضرت مولانا الحاج سید اصغر حسین صاحب محدث دارالعلوم دیوبند رحمہ اللہ تعالیٰ نے دین مصطفیٰ ص: ۴۵ میں ۷ اقسام کی شہادتیں تحریر کی ہیں۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ جو کسی حادثہ میں شہید ہو گیا اس کو غسل دیا گیا ہے تو وہ جو کہ یہ یا نہیں، غسل دینے والے گناہگار ہوئے یا نہیں؟ اس کے حق میں شہادت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی شہید کو کیا درجہ ملے گا، یہ حق تعالیٰ کے علم میں ہے۔ جنہوں نے غسل دیا ہے وہ گناہگار نہیں، اس کو غسل دینے ہی کا حکم ہے کیونکہ وہ احکام آخرت (ثواب) کے اعتبار سے شہید ہے، احکام دنیا (غسل وکفن) کے اعتبار سے شہید نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۲/۹۵ھ۔

---

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الشهادة سبع سوى القتل في سبيل الله: المطعون شهيد، والغرق شهيد، وصاحب ذات الجنب شهيد، والمبطون شهيد، وصاحب الحريق شهيد، والذي يموت تحت الهدم شهيد، والمرأة تموت بجمع شهيدة". (سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب في فضل من مات بالطاعون: ۲/۸۶، سعيد)

"هو من قتله أهل الحرب والبغي ... فلا يكون مقتولاً: لأنه لو مات حتف أنفه أو تردى من موضع أو احترق بالنار أو مات تحت هدم أو غرق لا يكون شهيداً أي في حكم الدنيا، وإلا فقد شهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم للغريق والحريق والمبطون والغريب أنهم شهداء، فينالون ثواب الشهداء". (البحر الرائق: ۲/۳۴۴، باب الشهيد، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ۲/۲۵۲، باب الشهيد، سعيد)

جو ظلماً قتل ہو وہ شہید ہے

سوال [۴۴۹۵]: ہندو مسلم بلوہ میں جو مسلمان مرتے ہیں، کسی حالت پر ایک صورت تو دونوں پارٹی کے مقابلہ میں لڑ کر مارا جانا کسی مسلمان کا۔ دوسری صورت یہ کہ کوئی مسلمان آتا ہے اور کسی ہندو نے دھوکہ سے حملہ کر کے اسی مسلمان کو مار دیا تو دونوں صورتوں میں کس طرح کی موت مسلمان کی واقع ہوگی، کیا یہ شہید کی قسموں سے مرتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلوہ کس بناء پر ہوا، کوئی شرعی وجہ تھی یا غیر شرعی اور اقدام مسلم نے کیا یا ہندو نے۔ جس بے قصور مسلم کو ہندو نے ظلماً قتل کر دیا ہے وہ شہید ہے (۱)۔

کافر کی لڑائی کی وجہ سے جو مسلمان قتل ہوں ان کا حکم

سوال [۴۴۹۶]: دونوں جانب سے کافر لڑ رہے ہیں، درمیان میں مسلمانوں کی آبادی ہے، دونوں جانب کی گولی سے وہاں کے لوگ مر جاتے ہیں، یا شبہ کی بناء پر قتل کر دیتے ہیں، ان لوگوں کو شہید کہیں گے یا نہیں؟ فقط۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من قتل دون مظلمة فهو شهید" (مسند الإمام أحمد، مسند ابن عباس، (رقم الحدیث: ۲۷۷۵): ۱/۵۰۱، دار إحیاء التراث العربي، بیروت)

"هو (أی الشهید) كل مكلف مسلم طاهر ... (قتل ظلماً) بغیر حق (بجارحة) الخ".

(الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الشهید: ۲/۲۴۷، ۲۴۸، سعید)

"هو من قتله أهل الحرب أو البغي أو قطاع الطریق، أو وُجد في المعركة وبه أثر، أو قتله مسلم ظلماً ولم یجب بقتله دیة". (البحر الرائق، كتاب الجنائز، باب صلوة الشهید: ۲/۳۳۳، رشیدیه)

(وكذا في الفتاوی العالمكیریة، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السابع في الشهید: ۱/۱۶۷، ۱۶۸، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جولوگ بلاقصور اس حادثہ میں مرے ہیں وہ بھی شرعاً شہید ہیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ۳/ ۱۳ھ۔

دو مسلم ممالک کی باہمی جنگ میں مارے جانے والے کیا شہید ہیں؟

سوال[۴۶۴۶]: کیا دو مسلم ممالک کی باہمی جنگ میں مارے جانے والے مسلمانوں کو شہید کہا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان دونوں مسلم ممالک میں اہلِ علم حضرات ہوں گے جو دونوں جنگ کے حالات سے واقف ہوں گے کہ ان میں کون ظالم ہے کون مظلوم؟ ان سے کسی ایک صورت کی تحقیق کی جائے، امید ہے کہ وہ مظلوم کو شہید بتائیں گے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۵/ ۱۳۹۹ھ۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من قتل دون مظلمتہ فہو شہید".
(مسند الإمام أحمد، مسند ابن عباس، رقم الحدیث: ۲۷۷۵، ۱/ ۵۰۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

"ھو کل مکلف مسلم طاهر ... قتل ظلماً بغیر حق بجارحة ... الخ". (کتاب الصلاة، باب الشهید: ۲/ ۲۴۷، ۲۴۸، سعید)

"ھو من قتله أهل الحرب أو البغی أو قطاع الطریق، أو وجد فی المعرکة وبه أثر، أو قتله مسلم ظلماً ولم یجب بقتله دیة". (البحر الرائق، کتاب الجنائز، باب صلاة الشهید: ۲/ ۳۴۴، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السابع فی الشهید: ۱/ ۱۶۸، رشیدیه)

(۲) "عن ابن عباس رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم: من قتل دون مظلمته فهو شهید". (مسند الإمام أحمد، مسند ابن عباس، رقم الحدیث: ۲۷۷۵، ۱/ ۵۰۰، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

فسادات میں قتل ہونے والے کیا شہید ہیں؟

سوال [۴۲۱۸]: فرقہ وارانہ فسادات میں جو مسلمان قتل ہوئے تو یا وہ شہید ہوئے یا نہیں یا ان کی نیت پر دارومدار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کو کسی نے قتل کیا، وہ ابتداءً حملہ کرتے ہوئے قتل ہوئے یا مدافعت کرتے ہوئے، اگر وہ مظلوم ہوکر قتل ہوئے تو وہ شہید ہوئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ صفر/ ۶۸ھ۔

= "هو (أي الشهيد) كل مكلف مسلم طاهر ... قتل ظلماً بغير حق بجارحة الخ". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الشهيد: ۲/۲۴۷-۲۴۸، سعيد)

"هو من قتله أهل الحرب أو البغي أو قطاع الطريق، أو وجد في المعركة وبه أثر، أو قتله مسلم ظلماً ولم يجب بقتله دية". (البحر الرائق، كتاب الجنائز، باب صلاة الشهيد: ۲/۳۴۳، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السابع في الشهيد: ۱/۱۶۷-۱۶۸، رشيدية)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من قتل دون مظلمة فهو شهيد". (مسند الإمام أحمد، مسند ابن عباس، رقم الحديث: ۲۷۷۴، ۱/۵۰۴، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

"هو من قتله أهل الحرب أو البغي أو قطاع الطريق، أو وجد في المعركة وبه أثر، أو قتله مسلم ظلماً ولم يجب بقتله دية". (البحر الرائق، كتاب الجنائز، باب صلاة الشهيد: ۲/۳۴۳، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السابع في الشهيد: ۱/۱۶۷-۱۶۸، رشيدية)

"وكذا لو قتله باغ أو حربي أو قاطع طريق ولو بغير آلة جارحة". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الشهيد: ۲/۲۴۹، سعيد)

www.ahlehaq.org

ایضاً

سوال [۲۲۹۹]: فرقہ وارانہ فسادات میں جو مسلمان مارے جاتے ہیں حفاظت کرتے ہوئے، یا چونکہ کسی مسلمان کے چوٹ ماری، تو وہ شریعت کی نظر میں شہید ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص ناحق قتل کردیا جائے وہ شہید ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۹/۸۹ھ۔

دو قوموں کے فسادات میں مرنے والے کا حکم

سوال [۲۳۰۰]: ہمارے یہاں ہندو مسلم فسادات ہورہے ہیں، ان کی ابتداء خواہ کوئی ہو لیکن اس وقت تو جنگ صرف مسلمانوں سے ہے خواہ کسی جماعت اور فرقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ بہت سے مسلمانوں کو شدھی (۲) بھی کرلیا ہے اور ان کے سروں پر چوٹیاں رکھوادی ہیں۔ بیس بیس، تیس تیس ہزار کی تعداد میں ہوکر مسلمانوں کی بستیوں پر چڑھ کر آتے ہیں، پہلے آگ لگادیتے ہیں اور پھر مسلمانوں کو شہید کرڈالتے ہیں، مال چھین لیتے ہیں، ہر قسم کے ہتھیار ان کے پاس ہیں، ریاستوں میں ریاست کی حدود کے آگے ریاست کی مدد ہوتی ہے، اگر مقابلہ میں کوئی آوے تو فائر کرتی ہے ورنہ مارا ان کو بے قتل کرواتی ہے۔ جو مسلمان مکان خالی کردیتے ہیں تو یہ لوگ تمام مال لوٹ کر آگ لگادیتے ہیں۔ اس قسم کے ہولناک واقعات ہورہے ہیں، اس کے متعدد جزئی سوالات ہیں۔

سوال [۲۳۰۱]: ۱... اگر کوئی قوم کسی پر چڑھ کر آجائے تو ان سے لڑنا فرض ہوجاتا ہے یا نہیں، اور "من قتل دون عرضہ ومالہ" (۳) میں داخل ہوکر شہید ہوگا یا نہیں؟

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت المسائل السابقۃ)

(۲) "شدھی: ایک تحریک جو ۱۹۲۳ء میں ہندوؤں نے ہندوستان میں مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لئے چلائی تھی۔" (فیروز اللغات، ص: ۸۴۸، فیروز سنز لاہور)

(۳) (الصحیح لمسلم للإمام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من قصد أخذ مال غیرہ بغیر حق ... (وأن من قتل دون مالہ فہو شہید)، ۱/۸۱، قدیمی)

۲..... جو دو چار سے زخم آئیں اور کوئی چھپتا ہوا، بھاگتا ہوا مارا جائے تو شہید ہوگا یا نہیں؟

۳..... اگر یہ کافر فوجی یا پہالوں سے آئندہ دھاردار سے شہید کردیں تو غسل وکفن دیا جائے گا یا نہیں، بندوق وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ لڑائی کی ابتداء بھی مسلمانوں کی طرف سے نہیں بلکہ ظلماً مارے جاتے ہیں۔

۴..... اسی طرح کسی راہگیر مسلمان کو موقع بموقع قتل کر رہے ہیں، ان کو بھی غسل وکفن دیا جائے یا نہیں؟ تمام مسلمان حکام پاکستان چلے گئے ہیں، ان کی جگہ ہندو یا سکھ تمام آگئے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اگر مقابلہ کی قوت ہو تو ان سے لڑنا اور جان، مال، آبرو کی حفاظت کرنا ضروری ہے اور اس ذیل میں جو مسلمان قتل ہوگا وہ شہید ہوگا (۱)۔

۲..... وہ بھی شہید ہے (۲)۔

۳..... جس لڑائی میں مسلمان مارا جائے، خواہ کسی آلہ سے ہو، وہ شہید ہے، اس کے لئے غسل وکفن نہیں (۳)۔

۴..... اس کا بھی یہی حکم ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/شوال/۶۶ھ۔

(۱، ۲، ۳، ۴) "عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنهما عن النبي صلی اللہ علیه وسلم قال: "من أريد ماله بغير حق، فقاتل، فقتل، فهو شهيد".

"عن سعيد بن زيد رضي اللہ تعالیٰ عنه، عن النبي صلی اللہ علیه وسلم قال: "من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون أهله أو دون دمه أو دون دينه فهو شهيد". (سنن أبي داؤد، كتاب السنة، باب في قتال اللصوص: ۲/۳۰۹، إمداديه)

"هو (أي الشهيد) كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلماً بجارحة ..... وكذا لو قتله باغ أو حربي أو قاطع طريق ولو بغير آلة جارحة ..... ويصلي عليه بلا غسل، ويدفن بدمه وثيابه".

(الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الشهيد: ۲/۲۴۷-۲۴۹، سعيد)

"وهو في الشرع من قتله أهل الحرب والبغي وقطاع الطريق أو وجد في معركة وبه جرح ..... أو قتله مسلم ظلماً، ولم تجب به دية ..... وحكمه: أن لا يغسل، ويصلى عليه ويدفن -

"دق" کی بیماری میں انتقال کرنے والے کو شہادت کا درجہ ملے گا یا نہیں؟

سوال[۴۴۰۲]: میری والدہ کا انتقال چھ ماہ دق کی بیماری میں مبتلا رہ کر ہو گیا، کیا میں یہ جان سکتا ہوں کہ مرحومہ اب کیسی حالت میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انشاء اللہ ان کو شہادت کا درجہ ملے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۶/۹۳ھ۔

جو ڈوب کر مر جائے وہ شہید ہے

سوال[۴۴۰۳]: شاہد مشہور پہلوان تھا جو کہ اپنی طاقت سے فرعون کو شکست دینے کی گھات میں رہتا تھا، ناگاہ وہ ٹرک جس میں شاہد کام کرتا تھا درخت سے ٹکرا گیا اور پہلوان نے چوٹ کھائی، لیکن وہ جانبر نہ ہوسکا۔ آپ تحریر فرمادیں کہ پہلوان کو مقامِ شہادت ملا یا نہیں؟ شاہد جمہوریت کا تھا لیکن مزاج کا گرم تھا، کفر ہندو اور کچھ متعصب مسلمان اس سے ڈرتے تھے، اس کی موت کے بعد ان لوگوں نے طعنہ دیا کہ وہ بد خلق

= سلمه وثيابه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السابع في الشهيد: ۱/۱۶۷، ۱۶۸، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، الجنائز، فصل في الشهيد: ۲/۶۶، رشيديه)

(۱) قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "الشهادة سبع سوى القتل في سبيل الله: المطعون شهيد، والغرق شهيد، وصاحب ذات الجنب شهيد، والمبطون شهيد، وصاحب الحريق شهيد، والذي يموت تحت الهدم شهيد، والمرأة تموت بجمع شهيد". (سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب في فضل من مات بالطاعون: ۲/۸۹، سعيد)

"هو من قتله أهل الحرب والبغي ... قيد بكونه مقتولاً؛ لأنه لو مات حتف أنفه، أو تردى من موضع، أو احترق بالنار، أو مات تحت هدم أو غرق لا يكون شهيداً. أي في حكم الدنيا، وإلا فقد شهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم للغريق والحريق والمبطون والغريب بأنهم شهداء، فينالون ثواب الشهداء". (البحر الرائق: ۲/۳۴۳، باب الشهيد، رشيديه)

ایکسیڈنٹ اور موذی جانور کے کاٹنے سے شہادت

سوال [۴۰۳۵]: اگر کوئی شخص ایکسیڈنٹ سے مرجائے یا کسی موذی جانور کے کاٹ لینے یا کسی صورت سے اچانک موت ہوگئی تو وہ شہید ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کو بھی شہادت کا ثواب ملے گا، مگر اس کو غسل دیا جائے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ... ربیع الاول/ ۹۸ھ۔

شہید کا غسل اور کفن

سوال [۴۰۳۶]: آج کل فرقہ وارانہ فسادات میں جن مسلمانوں کو محض مسلمان ہونے کے جرم میں قتل کر دیا جاتا ہے، کیا ان میں سے مقتولین کو غسل دیتے ہیں اور جو کپڑے خون میں آلودہ ہیں ان کو نکال کر

---

(۱) "الآدمي ... حق الله تعالى كما إذا دفن بلا غسل أو صلاة أو وضع على غير يمينه أو غير القبلة، فإنه لا ينبش عليه بعد إهالة التراب" (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/ ۲۳۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن: ۱/ ۱۶۷، رشيدية)

(۲) "(قوله: أي الشهيد) من قتله أهل الحرب والبغي ... قيد بكونه مقتولاً؛ لأنه لو مات حتف أنفه أو تردى من موضع أو احترق بالنار أو مات تحت هدم أو غرق، لا يكون شهيداً: أي في حكم الدنيا، وإلا فقد ورد بقول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم للغريق والحريق والمبطون والغريب أنهم شهداء، فينالون ثواب الشهداء" (البحر الرائق: ۲/ ۳۳۹، باب الشهيد، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ۲/ ۲۵۲، باب الشهيد، سعيد)

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: الشهادة سبع سوى القتل في سبيل الله: المطعون شهيد، والغرق شهيد، وصاحب ذات الجنب شهيد، والمبطون شهيد، وصاحب الحريق شهيد، والذي يموت تحت الهدم شهيد، والمرأة تموت بجمع شهيدة" (سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب في فضل من مات بالطاعون: ۲/ ۸۷، سعيد)

دوسرے کپڑے میں تجہیز وتکفین کرتے ہیں۔ ان کو غسل دیا جاوے اور نئے کپڑے میں کفنایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرقہ وارانہ فسادات میں جو مسلمان قتل کردیئے جاتے ہیں، اگر وہ مرتد نہیں ہیں اور عاقل، بالغ اور محدث بحدث اکبر نہیں ہیں تو انہیں (چاہے مرد ہو یا عورت) اسی خون اور کپڑوں میں کفنا کر بغیر غسل دیئے نماز پڑھ کر دفنایا جائے، خون آلودہ تمام کپڑے نکال دینا مکروہ ہے، البتہ جو زائد از کفن سنت ہوں ان کو نکال دیا جائے۔ مرد اگر جنبی ہے یا عورت حائضہ ونفساء ہے تو انہیں اور بچہ مجنون کو غسل دیا جائے:

"والشهيد من قتله أهل الحرب مباشرةً أو تسبباً ...... وكان قتل القتال بحرب لا يكون الشهيد مرتثاً" مراقي الفلاح على حاشية الطحطاوي، ص: ۳۱۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

جنازۂ شہید پر نماز

سوال[۴۴۰۰]: شہید کے اوپر بحسب القرآن نماز جنازہ ہے یا نہیں، اگر نہیں ہے تو ان احادیث کا

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الشهيد، ص: ۶۲۵، ۶۲۶، قديمي)

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بقتلى أحد أن ينزع عنهم الحديد والجلود، وأن يدفنوا بدمائهم وثيابهم". (سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب في الشهيد يغسل: ۲/۹۱، إمدادية)

"وهو في الشرع من قتله أهل الحرب والبغي وقطاع الطريق، أو وجد في معركة وبه جرح ..... أو غرق مسلم أو قتله مسلم ظلماً، ولم تجب به دية ... وحكمه أن لا يغسل، ويصلى عليه، ويدفن بدمه وثيابه ... وينزع عنه ما ليس من جنس الكفن نحو السلاح والجلود والفرو والحشو والخف والقلنسوة والسراويل ... ويغسل إن قتل جنباً أو صبياً ... وكذا تغسل إن قتلت حائضاً أو نفساء، الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السابع في الشهيد: ۱/۱۶۷، ۱۶۸، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الشهيد: ۲/۲۴۷، ۲۴۸، سعيد)

www.ahlehaq.org

کیا جواب ہوگا جس میں یہ ہے کہ ان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور حدیثیں شرح نقایہ میں صفحہ ۱۳۱ "تونا" سے لے کر " فإن قيل "تک ہیں(۱)؟ اگر کسی حدیث سے عدمِ صلوٰۃ بھی ثابت ہو تو ساتھ اس کے نزاولہ پر ترجیح بتعدیل کے اعتبار سے بھی بحث ہے۔ مع حوالہ مفصل جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حنفیہ کے نزدیک شہید پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی: "ودليله ما روي ابن عباس وابن زبير رضي الله تعالى عنهم أنه عليه الصلوة والسلام صلى على شهداء أحد مع حمزة، وكان يؤتي بتسعة تسعة وحمزة عاشرهم، فيصلي عليهم". الحديث۔ وقد صلى عليه الصلوة والسلام على غيرهم، كما روي أنه عليه الصلوة والسلام أعطى أعرابياً نصيبه، وقال: "قسمته لك" قال: ما على هذا بايعتك، ولكن اتبعتك على أن أرمى ههنا –وأشار إلى حلقه– فأموت وأدخل الجنة، ثم أتي بالرجل، فأصابه سهم حيث أشار، وكفن في جبة النبي صلى الله عليه وسلم، فصلى عليه". الحديث۔

وقال عقبة بن عامر رضي الله عنه: إنه عليه الصلوة والسلام خرج يوماً، فصلى على أهل أحد صلوته على الميت، ثم انصرف إلى الميت، متفق عليه". زيلعي، ص: ۲۴۸ (۲)۔

جس روایت میں نفی مذکور ہے اس کا جواب یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک نفی اور مثبت میں جب تعارض ہو تو ترجیح مثبت کو ہوتی ہے، حدیث مثبت متفق علیہ ہے(۳)۔ جواب ان کے ذمہ ہے جو منکر ہیں ان منقولہ

(۱) "لما روى البخاري وأصحاب السنن الأربعة ... عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يجمع بين الرجلين من قتلى أحد، وقال: "أيهما أكثر قرآناً" فإذا أشير إلى أحدهما، قدمه في اللحد، فقال: "أنا شهيد على هؤلاء يوم القيامة". وأمر بدفنهم في دمائهم، ولم يغسلهم". زاد البخاري والترمذي: "ولم يصل عليهم" قال الترمذي: حديث حسن صحيح. وقال النسائي: لا أعلم أحداً تابع الليث من أصحاب الزهري على هذا الإسناد، واختلف عليه فيه. انتهى".

(شرح النقاية لملا علي القاري رحمه الله تعالى، كتاب الصلاة، باب الشهيد، ص: ۳۳۲، سعيد)

(۲) (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الشهيد: ۱/۵۹۲، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) "عن عقبة بن عامر رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم خرج يوماً، فصلى على ="

احادیث کا بھی اور شرح نقایہ کی روایت کا بھی۔ آثار السنن: ۲/۱۴۱ میں (۱)، نسائی (۲) طحاوی (۳)، ابن ماجہ (۴) طبرانی (۵) اور ابوداؤد (۶) سے بھی روایات نقل کی ہیں، جن میں بعض کی اسانید محدثین کے نزدیک صحیح ہیں، بعض کی اس سے کم درجہ کی ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۷ھ۔

= أهل أحد صلاته على الميت، ثم انصرف إلى المنبر". الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الشهيد: ١/١٧٩، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا صلى الله عليه وسلم وصفاته: ٢/٢٥٠، قديمي)

(١) (آثار السنن، أبواب الجنائز، باب في الصلاة على الشهداء، ص: ٢٣٢، ٢٣٣، مكتبه إمداديه)

(٢) "عن شداد بن الهاد رضي الله تعالى عنه أن رجلاً من الأعراب جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم فآمن به واتبعه". وذكر الحديث، وفيه أنه استشهد، فصلى عليه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم". رواه النسائي والطحاوي وإسناده صحيح". (سنن النسائي، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الشهداء: ١/٢٧٧، قديمي)

(٣) (الطحاوي في شرح معاني الآثار، في كتاب الجنائز، الصلاة على الشهداء: ١/٣٣٩، سعيد)

(٤) "عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: أتي بهم رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم أحد، فجعل يصلي على عشرة عشرة، وحمزة هو كما هو، يرفعون، وهو كما هو موضوع". (سنن ابن ماجة، كتاب الجنائز، باب ما جاء في الصلوة على الشهداء ودفنهم: ١/١٠٩، قديمي)

(والطحاوي في شرح معاني الآثار في كتاب الجنائز، باب الصلوة على الشهداء: ١/٣٣٨، سعيد)

(٥) (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الجنائز، باب من زعم أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى على شهداء أحد: ٤/١٢، إدارة تاليفات أشرفية)

(ونصب الراية، كتاب الصلاة، باب الجنائز، أحاديث الصلاة على الشهيد والاختلاف في ذلك: ٢/٣٠٨، مؤسسة الريان، المكتبة المكية)

(٦) "وعن أبي مالك الغفاري رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى على قتلى أحد عشرة عشرة في كل عشرة حمزة، حتى صلى عليه سبعين صلوة". (مراسيل أبي داؤد، في ما جاء في الجنائز، في الصلوة على الشهداء، ص: ٨، سعيد)

www.ahlehaq.org

غیر مسلم کو "شہید مرحوم" لکھنا

سوال [۴۲۰۹]: کثر اخبار والے غیر مسلم کو شہید مرحوم لکھتے ہیں، کیا غیر مسلم کو شرعاً شہید مرحوم لکھنا درست ہے؟ جواب مسئلہ کا با تشریح و بحوالہ کتب عنایت فرمائیں۔

السائل: عبدالملک بن عبدالمجید مظفر پوری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"شہید" ایک شرعی اصطلاح ہے اس کے لئے مسلم ہونا شرط ہے "الشہید هو كل مسلم طاهر قتل ظلماً الخ"(۱)، جس میں یہ شرط نہ ہو وہ شریعت کے اعتبار سے شہید نہیں ہو سکتا، اس کو شہید کہنا غلط ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆...☆...☆...☆...☆

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الشهيد: ۲/۲۴۷، سعيد)

"أما الأول فمبنيّ على شرائط الشهادة وهي أنواع ... ومنها كون المقتول مسلماً الخ" (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل بيان من يكون شهيداً ومن لا يكون: ۲/۸۰، رشيدية)

"ولو أربعة منصوص على رأي أبي حنيفة رحمه الله تعالى، فهي: كل مسلم مكلف لا غسل عليه فمن قتلته من أهل الحرب الخ". (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الشهيد: ۲/۱۴۲، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

کتاب الزکاۃ

جو شخص زکوۃ نہ دے، اس کا حکم

سوال[۴۲۰۵]: عمر کے پاس اتنا مال ہے کہ جس پر زکوۃ واجب ہوتی ہے مگر نہ تو وہ زکوۃ دیتا ہے اور نہ خیرات کرتا ہے اور بہت ہی کنجوس ہے، اس کے محلہ میں اس کا پڑوسی زید رہتا ہے جو کہ بالکل غریب ہے بلکہ ایک دو وقت کا اس پر فاقہ گزر جاتا ہے، عمر کو اس کا اس حالت میں ہونا معلوم ہے مگر وہ اس کی کوئی امداد نہیں کرتا۔ عمر میں اور یہ عادت بری ہے کہ نماز روزہ بھی ادا نہیں کرتا۔ عمر جب کہ معلوم ہوتے ہوئے ایسا کرتا ہے تو اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ بڑا بے مروت اور سخت گنہگار ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/صفر/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿والذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها في سبيل الله ... فذوقوا ما كنتم تكنزون﴾ (التوبة: ۳۴، ۳۵)

"عن خالد بن أسلم قال: خرجنا مع عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما فقال أعرابي: أخبرني عن قول الله تعالى: ﴿والذين يكنزون الذهب والفضة﴾ قال ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: من كنزها فلم يؤد زكاتها فويل له، إنما كان هذا قبل أن تنزل الزكاة، فلما أنزلت جعلها الله طهراً للأموال".

"عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من آتاه الله مالاً فلم يؤد زكاته، مثّل له ماله يوم القيامة شجاعاً أقرع، له زبيبتان يطوقه يوم القيامة، ثم يأخذ بلهزمتيه يعني شدقيه، ثم يقول: أنا مالك، أنا كنزك، ثم تلا: ﴿ولا تحسبن الذين يبخلون﴾ الآية ... ﴿بما آتاهم الله من فضله هو خيراً لهم، بل هو شر لهم﴾ الخ". (صحيح البخاري: ۱/۱۸۸، قديمي)

زکوٰۃ کو جمع رکھنا

سوال [۴۴۱۲]: ماہِ رمضان میں جو زکوٰۃ کا روپیہ جمع کیا جاتا ہے یا وہ زکوٰۃ کا روپیہ عید کی نماز سے پہلے (حقدار تک) مستحق ضرورتمند شخص تک ملنے پر سال کے آخر تک یا ایک عرصہ تک کسی دوسرے امدادی مصرف کے لئے جمع رکھا جاسکتا ہے مندرجہ بالا سوال کی تفصیل اس طرح ہے کہ میں "کوئی مسلم انجمن" کا سیکریٹری ہوں، پچھلے دو سال سے ہماری انجمن نے ماہِ رمضان میں زکوٰۃ کے نام پر کل ایک سو ستر روپے جمع کئے تھے، اس میں سے صرف ۲۵/ ۳۷/ روپے ضرورت مندوں کو دیئے گئے تھے اور باقی رقم ۱۳۲/۷۵ روپے ابھی تک انجمن کے پاس جمع ہیں۔

اس سال پھر انجمن نے ماہِ رمضان میں زکوٰۃ کا روپیہ جمع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، میں نے بحیثیت سکریٹری انجمن کے اس ارادے کی مخالفت کی، انجمن عاملہ کے چند ممبران میری اس مخالفت کو ماننے کے لئے تیار نہیں، ان کا کہنا ہے کہ یہ جمع شدہ روپیہ ہم اپنے پاس رکھ کر کسی دوسرے دینی مصرف کے لئے صرف کر سکتے ہیں اور یہ ضروری نہیں ہے کہ زکوٰۃ کا روپیہ عید کی نماز سے پہلے ضرورت مندوں کو دیا جائے۔ لیکن میرا یہ کہنا ہے کہ جب ہماری انجمن کے ممبران میں کوئی ایسا ضرورت مند نہیں ہے جو مستحق زکوٰۃ کا حقدار ہے تو جب تک کہ پہلے جمع شدہ زکوٰۃ کا روپیہ حقیقی حقداروں کو نہ پہنچ جائے اس سال زکوٰۃ جمع نہ کی جائے، جو ممبران زکوٰۃ دینے کی حیثیت رکھتے ہیں یا زکوٰۃ دینا چاہتے ہیں وہ اپنے قریبی رشتہ داروں، پڑوسیوں یا محلہ کی مسجد میں دیدیں۔ اب آپ ہماری اس انجمن کو اسلامی روشنی میں سمجھائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مستحق زکوٰۃ کو جلد از جلد پہونچا دینا بہتر ہے تاکہ فریضہ جلد ادا ہو جائے (۱) مگر یہ ضروری نہیں کہ عید

---

(۱) "(وافتراضها عمري): أي على التراخي، وصححه الباقاني وغيره (وقيل: فوري). أي واجب على الفور (وعليه الفتوى)، كما في شرح الوهبانية (فيأثم بتأخيرها) بلا عذر". (قوله: فيأثم بتأخيرها الخ) ...... وقد يقال: المراد أن لا يؤخر إلى العام القابل، لما في البدائع عن المنتقى بالنون: إذا لم يؤد حتى مضى حولان، فقد أساء وأثم، اهـ". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكوة: ۲/۲۷۱-۲۷۲، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الزكوة، فصل كيفية فرضية الزكاة: ۲/۷۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكوة: ۲/۱۶۳-۱۶۵، قديمي)

کی نماز سے پہلے ہی دیدی جائے، اگر مستحق موجود نہ ہوں تو تاخیر بھی کی جاسکتی ہے، لیکن سال بھر پورا ہونے سے پہلے ہی ادا کردی جائے، کسی اور مد میں اس کو صرف کرنا جائز نہیں، انجمن کے پاس جب زکوۃ کے صحیح مصرف موجود نہیں ہیں تو زکوۃ وصول نہ کرے بلکہ اس کے سب ممبر اپنے قریبی مستحق رشتہ داروں: بھائی، بہن، خالہ، پھوپی، چچا، ماموں اور ان کی اولاد کو خود ہی حسب صوابدید دے دیا کریں، اس امانت کو محفوظ رکھنے اور اس کو مستحقین پر صرف کرنے کی ذمہ داری نہ لیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۹۲ھ۔

زکوۃ دے کر احسان جتانا

سوال [۴۴۱۳]: میں نے زکوۃ فرض میں سے بیس روپے ایک بیوہ عورت کو دے دیئے مگر ایک مرتبہ غصہ میں یہ الفاظ نکل گئے کہ "زکوۃ کھا کر مقابلہ کرتی ہے" ان الفاظ سے زکوۃ باطل ہو جائے گی یا نہیں؟ جیسا کہ پارہ "تلک الرسل" کے الفاظ ہیں: ﴿یاایھا الذین اٰمنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی﴾ (۱) اور اب اس روپے کی مقدار دوبارہ دینا ضروری ہے یا نہیں؟ نیز یہ واقعہ زکوۃ دینے سے تقریباً ایک سال بعد کا ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس زکوۃ کا دوبارہ ادا کرنا ضروری نہیں کیونکہ فریضہ ادا ہوگیا ہے، البتہ اس پر رضائے خداوندی مرتب نہیں ہوگی اس کے لئے معافی مانگنے اور اس کو خوش کرنے کی ضرورت ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۹/۹۲ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (البقرۃ: ۲۶۴)
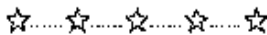
(۲) "أخبر الله تعالى في هذه الآيات أن الصدقات إذا لم تكن خالصة لله عارية من من وأذى، فليست بصدقة؛ لأن إبطالها هو إحباط ثوابها، فيكون فيها بمنزلة من لم يتصدق ..... وما لم يخلص لله تعالى من القرب فغير مثاب عليه فاعله الخ". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۶۳۳، باب الامتنان بالصدقة، قديمي)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۱/۴۰۲، مكتبه دار السلام، رياض)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۳/۲۰۵۹، باب ما يحرم ويكره وما يستحب في الصدقة، رشيديه)

www.ahlehaq.org

باب وجوب الزکاۃ

(وجوبِ زکوٰۃ کا بیان)

صاحبِ نصاب ہونے کے بعد سال کے آخر میں بقیہ رقم پر وجوبِ زکوٰۃ

سوال[۴۲۱۴]: زید ۲۰/ شعبان/ ۱۳۸۷ھ کو صاحبِ نصاب تھا اور کیم رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ کو بھی صاحبِ نصاب ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ شعبان میں اس کے پاس پانچ سو روپے تھے اور کیم رمضان المبارک کو تین سو روپے ہیں۔ اب کس قدر روپیہ زکوٰۃ لگائے گا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

مالکِ نصاب ہونے کے بعد سال پورا ہونے پر جتنے مال کا وہ مالک ہے اسی کی زکوٰۃ لازم ہوگی، مثلاً صورتِ مسئولہ میں اس کے پاس سال پورا ہونے پر صرف تین سو روپیہ ہے تو بس اسی مقدار پر زکوٰۃ (ساڑھے سات روپے) لازم ہوگی(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۹/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۹/ ۸۸ھ۔

حولانِ حول میں قمری سال کے اعتبار سے حساب میں دشواری ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال[۴۲۱۵]: بندہ ہر سال بعد رمضان اپنی دکان کی تاریخ میں اپنے مال کا حساب کرکے زکوٰۃ ا

---

(۱) "قال حسن بن عمار بن علي: وشرط وجوب أدائها حولان الحول على النصاب الأصلي" (مراقي الفلاح، ص: ۷۰۲، كتاب الزكوة، قديمي)

(وكذا في الدر المختار شرح تنوير الأبصار: ۲/ ۲۵۹، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/ ۳۵۶، كتاب الزكوة، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/ ۲۲، كتاب الزكوة، دار الكتب العلمية بيروت)

کہ ۲۹/ رمضان کو بہر صورت زکوٰۃ ادا کردی جائے اور حساب ہونے پر ۳۰/ رمضان کی مالیت کو دریافت کرکے کمی بیشی کے فرق کو پورا کردیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مظاہر علوم، ۱۶/۱۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

وسطِ سال کی آمدنی بھی سالِ تمام کی آمدنی کے تابع ہوگی

سوال [۴۴۱۶]: زید ہر سال شعبان میں زکوٰۃ نکالتا ہے، شعبان کے بعد اس کے پاس جو روپیہ آیا اس پر تو حولانِ حول نہیں ہوا، اب جو اگلا شعبان آئے گا تو اس وقت درمیانی سال والے روپیہ جس پر سال نہیں گزرا ہے، اس کی زکوٰۃ نکالے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس روپیہ پر سال گزر رہا ہے اس کے تابع یہ روپیہ ہوکر مجموعہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

مالِ زکوٰۃ سال گزرنے سے دوبارہ زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

سوال [۴۴۱۷]: ایک شخص صاحبِ نصاب نے زکوٰۃ یا خیرات کی مد میں کچھ روپیہ نکال کر رکھ دیا اور تقسیم غرباء کے بعد اس رقم میں سے کچھ روپیہ آئندہ پورے ایک سال تک بچا رکھا رہا تو کیا سالِ آئندہ اس بچے ہوئے روپیہ پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی یا یہ کہ یہ رقم زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ رقم فقراء یا ان کے کسی وکیل کی ملک اور قبضہ میں نہیں پہونچی ہے بلکہ صاحبِ نصاب ہی کی ملک

---

(۱) "والمستفاد في أثناء الحول، فيضم إلى مجانسه، ويزكى بتمام الحول الأصلي" (مراقي الفلاح، ص: ۷۱۴، كتاب الزكوة، قديمي)

(وكذا في الهداية: ۱/۱۹۳، فصل في الغنم، مكتبه شركة علميه، ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۴۲، باب صدقة الغنم، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲/۱۰۰، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۰۴، باب زكاة الذهب والفضة، دار إحياء التراث العربي بيروت)

ہوجاتا ہے اس پر زکوۃ، صدقہ فطر، قربانی واجب ہوتی ہے۔

زیور کا نصاب بھی وہی ہے جو پہلے بتلایا گیا ہے، جس زیور میں چاندی غالب ہو وہ چاندی کے حکم میں ہوگا ورنہ جو چیز غالب ہوگی اس کے حکم میں ہوگا۔ نقد روپیہ جس میں چاندی غالب ہے وہ چاندی کے حکم میں ہے اور دونوں مستقل اپنا حکم رکھتے ہیں (۱)۔ جب ہوا بھی تک موجود نہیں ہے تو اس کے لئے وہ روپیہ نہیں ہوا، اس کی زکوۃ دینی واجب ہے، چھوٹی لڑکی کو اگر دے دیا ہے خواہ اپنے پاس رکھے تو زکوۃ واجب نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

دَینِ مہر کیا مانعِ وجوبِ زکوۃ ہے؟

مندرجہ ذیل مسائل میں مفتی بہ قول کیا ہے:

سوال [۴۴۴۱]: زوجہ کا مہر زوج کے لئے مانعِ زکوۃ ہوتا ہے یا کہ نہیں؟ مہر مؤجل و معجل ہر دو کا حکم بیان فرمادیں۔

= "وفي الفوی تجب الزكاة إذا حال الحول و يعرض القضاء إلى أن يقبض أربعين درهماً الخ".

(البحر الرائق: ۲/۳۹۳، كتاب الزكاة، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۲۳۸، الفصل السادس في الديون، امجد اكيڈمی لاهور)

(۱) "ويكمل نصاب الفضة بنصاب الذهب، و نصاب الذهب بنصاب الفضة، و بعروض التجارة أيضاً، إلا أن عند أبي حنيفة يكمل نصاب الفضة بنصاب الذهب باعتبار القيمة". (فتاوى قاضي خان ۱/۲۵۰، فصل في مال التجارة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۰۰، باب زكاة المال، رشيديه)

(وغالب الفضة والذهب فضة وذهب، وما غلب غشه) منهما (يقوم) كالعروض". (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۳۰۰، سعيد)

(۲) "وشرط افتراضها عقل، و بلوغ، وإسلام، و حرية". (تنوير الأبصار مع الدر المختار ۲/۲۵۸، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر: ۱/۱۹۲، كتاب الزكاة، دار إحياء التراث العربي بيروت)

کیا عورت کے ذمہ دین مہر پر زکوٰۃ لازم ہے؟

سوال[۴۴۲۰]: ۲… مہر کو مانع زکوٰۃ نہیں تو زوجہ کے ذمہ اس مہر کی زکوٰۃ لازم ہوگی یا کہ نہیں؟ دین کی زکوٰۃ دین دینے والے پر ہوتی ہے، یہ حکم یہاں اس صورت میں لگے گا یا کہ نہیں؟ جب کہ دین مہر کو زوج نے دین مستغرق نصاب قرار دیا ہے؟

مسائل مذکورہ میں الجھن کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دیار میں دین مہر کو مانع زکوٰۃ نہیں کرتے ہیں، اس لئے زوجہ کے ذمہ مہر کی زکوٰۃ قبل قبض نہیں سمجھتے ہیں۔

اصول الشاشی میں ہے: "وفرع محمد على هذا فقال: إذا تزوج امرأة على نصاب، وله نصاب من الغنم ونصاب من الدراهم، يصرف الدين إلى الدراهم، حتى لو حال عليها الحول تجب الزكوة عنده في نصاب الغنم، ولا تجب على الدراهم"۔ پھر اسطور میں ہے: "لكونها مستغرقة بالدين"۔ اور حاشیہ پر ہے: "وهو يعمّ على أن دين المهر يمنعه، معجلاً كان أو مؤجلاً" (۱)۔

اس قاعدہ سے کہ: "وہ دین جس کا مطالبہ عبد کی جانب سے ہو مانع زکوٰۃ ہے"، مہر کو مانع زکوٰۃ ہونا چاہئے کیونکہ زوجہ کو حق مطالبہ ہے اور جب مہر مانع زکوٰۃ ہے تو زوجہ کے ذمہ اس کی زکوٰۃ ہونی چاہئے حالانکہ فقہائے کرام مہر کے دین کو دین ضعیف قرار دیتے ہیں۔ حضرت امام صاحب اس کا حکم یہ بیان کرتے ہیں کہ بعد قبض حولان حول ہونے پر مہر کی زکوٰۃ عورت ادا کرے۔ امید کہ جواب شافی سے مطلع فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱… زوج کے ذمہ دین مہر واجب ہے، اگر وہ معجل ہے یعنی جس وقت بھی زوجہ طلب کرے اس کا ادا کرنا ضروری ہے یا مؤجل ہے لیکن زوج خود ہی اس کو ادا کرنے کی فکر اور سعی میں لگا ہوا ہے اور جمع کر رہا ہے تاکہ ادا کرے تو ایسا دین مانع عن وجوب زکوٰۃ ہے، اس مقدار دین کے علاوہ اس کے پاس بقدر نصاب مال ہوگا تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں، اگر زوج ادا کرنے کی فکر وسعی میں لگا ہوا نہیں بلکہ اس کو اطمینان ہے کہ ادا

---

(۱) (أصول الشاشي مع العراقي، بحث الحقيقة والمجاز، ص: ۳۱، المكتبة الغفورية العاصمية، كراتشي)

نہیں کرتا ہے تو ایسا دین مانع عن وجوب زکوٰۃ نہیں ہے، کذا فی الطحطاوی علی الدر المختار (۱)۔

۲..... شوہر کے ذمہ یہ دین مانع ہو یا نہ ہو، بہرصورت زوجہ پر اس کی زکوٰۃ لازم نہیں، وجوبِ زکوٰۃ کے لئے ملک لازم ہے اور وہ ابھی مہر پر ابھی ملک ہی زوجہ کی متحقق نہیں ہوئی ہے، جب وصول ہو کر اس کی ملک ثابت ہو جائے گی اور اس پر سال بھر گزر جائے گا تب زوجہ کے ذمہ زکوٰۃ لازم ہوگی (۲)، محض نکاح ہو جانے سے مہر پر ملکِ زوجہ ثابت نہیں ہو جاتی ہے، صرف استحقاق ثابت ہوتا ہے وہ ابھی معرضِ زوال میں رہتا ہے، مثلاً اگر خلوتِ صحیحہ سے قبل شوہر طلاق دیدے تو نصف مہر کا استحقاق بھی ختم ہو جاتا ہے اور زوجہ کی ناشائستہ حرکت کی وجہ سے حرمت وتفریق ہو جاوے تو کل مہر ساقط ہو جاتا ہے، یہ شواہد ہیں کہ ابھی زوجہ کی ملک تو کیا ثابت ہوتی استحقاق بھی مؤکد نہیں ہوا۔

---

(۱) "(قوله: المعجل) وقيل: المهر المؤجل لا يمنع؛ لأنه غير مطالب به عادة، بخلاف المعجل، و قيل: إن كان الزوج عزم على الأداء منع، وإلا فلا". (الطحطاوي على الدر المختار: ۱/ ۳۹۱، دار المعرفة بيروت)

"فإن كان عنده مال آخر للتجارة، يصير المقبوض من الدين الضعيف مضموماً إلى عنده، فتجب الزكاة وإن لم يبلغ نصاباً، الأولى أن يقول، الخ". (الطحطاوي على الدر المختار: ۱/ ۴۰۳، دار المعرفة بيروت)

"المهر المؤجل لا يمنع؛ لأنه غير مطالب به عادةً، بخلاف المعجل، وقيل: إن كان الزوج عزم على الأداء منع، وإلا فلا؛ لأنه لا يعد ديناً، كذا في غاية البيان". (البحر الرائق: ۲/ ۳۵۴، كتاب الزكاة، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/ ۱۹۳، كتاب الزكاة، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) "واعلم أن الديون عند الإمام ثلاثة ..... وعند قبض مائتين مع حولان الحول بعده: أي بعد القبض من دين ضعيف، وهو بدل غير مال كمهر و دية و بدل كتابة و خلع. الخ". (الدر المختار: ۲/ ۳۰۶، زكاة المال، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/ ۳۶۳، كتاب الزكاة، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/ ۱۹۵، كتاب الزكاة، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/ ۲۳۸، الفصل السادس في الديون، امجد اكيڈمي لاهور)

www.ahlehaq.org

مالکِ زمین مقروض پر زکوٰۃ

سوال[illegible]: ایک شخص کے پاس اسی نوے بیگہ زمین ہے وہ اس کا مالک ہے لیکن چار پانچ ہزار روپے کا مقروض ہے اور وہ اس زمین کی پیداوار سے بمشکل تمام اپنی ضروریات پوری کرتا ہے اور تھوڑا بہت جو کچھ بچتا ہے اس کو وہ بسلسلۂ قرض، قرض خواہوں کو دیدیتا ہے۔ تو ایسا انسان شرعی طریقہ پر صاحبِ نصاب سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اور اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے شخص پر زکوٰۃ قربانی وغیرہ واجب نہیں بلکہ وہ خود مستحقِ زکوٰۃ ہے: "ولا زکوٰۃ فی ثیاب البدن وأثاث المنزل ودور السکنیٰ ونحوها کالحوانیت والعقارات". درمختار شامی: ۲/۱۰(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۸۹ھ۔

مقروض زمیندار پر وجوبِ زکوٰۃ وقربانی کا حکم

سوال[illegible]: زید آج سے پہلے دس ہزار کا مقروض تھا اور قرض خواہوں نے حکومت میں مقدمہ دائر کر دیا تھا مگر زید کے پاس کوئی ایسی ملک نہیں تھی کہ حکومت کے قانون کے مطابق قرض خواہوں کو دی جاتی، اس وجہ سے حکومت کا قانون زید سے ہٹ گیا، اب زید فی الحال بقدر قرضہ یعنی پانچ ہزار کا مالک ہوا ہے مگر قرض خواہوں کو رقم ادا کرنے میں وہ رقم پوری نہیں ہو سکتی، وہ ایک قرض خواہ کو کچھ رقم دے دے تو دوسرا قرض خواہ پریشان کرتا ہے وہ

(وکذا فی الدر المختار: ۲/۲۶۳، کتاب الزکاۃ، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۲/۲۳۲، کتاب الزکاۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(وکذا فی التاتارخانیۃ: ۲/۲۸۰، الفصل العاشر فی بیان ما یمنع وجوب الزکاۃ، ادارۃ القرآن کراچی)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، ۲/۲۶۲، کتاب الزکاۃ، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۲/۲۳۰، کتاب الزکاۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(وکذا فی خلاصۃ الفتاویٰ: ۱/۲۳۸، الفصل الخامس فی زکاۃ المال، امجد اکیڈمی، لاہور)

(وکذا فی النہر الفائق: ۱/۴۱۵، کتاب الزکاۃ، امدادیہ)

زید کے پاس وقتی رقم نہیں کہ سب کو ادا کر سکے۔ سوال یہ ہے کہ زید اس پانچ ہزار کی زکوۃ، فطرہ، قربانی وغیرہ ادا کرنا چاہے تو ہو سکتا ہے یا نہیں؟ زید سمجھتا ہے کہ قرض ادا کرنا مقدم ہے مگر رقم کافی نہ ہونے کی بنا پر وہ قرض خواہوں کے پریشان کرنے کی وجہ سے ادا نہیں کر سکتا۔ اس صورت میں وہ صاحبِ نصاب ہوگا یا نہیں؟ اور زکوۃ ادا کرنی پڑے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قانونِ سرکاری کی رو سے اگر کوئی قرض خواہ قرض وصول نہ کر سکے تو زید شرعاً سبکدوش نہیں ہوا بلکہ زید کے ذمہ حتی الوسع اس کی ادائیگی فرض ہے اور جب تک قرض سے فاضل مقدارِ نصاب نہ ہو، زکوۃ فرض نہیں ہوتی (۱)۔ لہٰذا زید کو چاہئے کہ اولاً جس ترکیب سے مناسب اور مصلحت ہو قرض خواہوں کا قرض ادا کرے، پھر اگر فرض ہو، زکوۃ ادا کرے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۳/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ ربیع الاول/۶۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ربیع الاول/۶۳ھ۔

حرام مال پر زکوۃ نہیں

سوال [۳۴۰۵]: حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کسی کتاب میں دیکھا تھا یا کسی دوسرے کی کتاب تھی کہ حرام مال میں بھی زکوۃ واجب ہے البتہ اس پر ثواب نہیں ملے گا۔ تو یہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حرام مال جس پر ملکیت ہی حاصل نہیں ہوتی اس میں زکوۃ لازم نہیں، بلکہ اس مال کی واپسی یا اس کا

---

(۱) "وسببه: أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي تام، فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد".

(الدر المختار: ۲/۲۵۹، ۲۶۰، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۷۲، الباب الأول في تفسيرها وصفتها، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۹۱، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في العناية على فتح القدير: ۲/۱۶۰، كتاب الزكاة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

www.ahlehaq.org

تصدق لازم ہے جیسا کہ "ردالمحتار" میں ہے (۱)۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت یا کتاب سامنے ہو تو اس میں غور کیا جائے کہ کیا ارشاد فرمایا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱/۹۵ھ۔

مالِ حرام پر زکوۃ

سوال [۴۴۴۶]: اصل مال مثلاً ایک ہزار روپے میں سود کے ایک سو شامل ہو کر گیارہ سو روپے ہو گئے۔ کیا سودی رقم کی بھی زکوۃ ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟ ایک مرتبہ مراد آباد میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا تھا: حرام، چوری، رشوت وغیرہ کیا ان اموال میں زکوۃ دینی ہوگی؟ حضرت نے فرمایا تھا کہ (جہاں تک مجھے یاد ہے) جب مال ہے تو زکوۃ دینی ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حرام مال اگر جدا ہو تو مملوک نہ ہو تو اس پر ملکیت ثابت نہیں اس پر زکوۃ بھی نہیں لیکن اگر وہ حرام مال حلال مال کے ساتھ مخلوط کر دے تو پھر استہلاک ہے جو کہ موجب ملک ہے، غالباً حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کا جواب اسی بنیاد پر مبنی ہے لیکن جب کہ مقدار حرام مال کا تصدق واجب ہے تو پھر اس پر زکوۃ ہونے کا کوئی مطلب نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ حرام مال کا ربع عشر بھی ادا کرے اور کل کو بھی صدقہ کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله الخ ... هذا إذا كان له مال غير مستهلك بالخلط الخ ..... وإلا فلا زكاة كما لو كان الكل خبيثاً، كما في النهر عن الحواشي السعدية". (الدر المختار)

وفي رد المحتار: "في القنية: لو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكاة لأن الكل واجب التصدق عليه، فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه. اھ". (كتاب الزكاة، ۲/۲۹۱، باب زكاة الغنم، سعيد)

(وكذا في البزازية: ۴/۸۶، كتاب الزكاة، الثاني في المصرف، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۴/۳۴۳، الفصل التاسع الحظر والإباحة، امجد اكيدمي، لاهور)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۹۹، ما يمنع وجوب الزكاة، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "حرام مال پر زکوۃ نہیں")

سینما کی آمدنی پر زکوٰۃ اور اس کا مسجد و مدرسہ میں خرچ کرنا

سوال[۴۴۲۷]: مسجد یا مدرسہ میں سینما کی آمدنی خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص سینما ہاؤس مسجد یا مدرسہ کو ہبہ کرنا چاہے تو اس کو کرایہ پر دینا یا فروخت کرکے اس کی رقم مسجد یا مدرسہ میں لگانا درست ہوگا یا نہیں؟ اور حرام اور سود سے کمائی ہوئی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سینما یا کوئی بھی ناجائز آمدنی کو مسجد یا مدرسہ میں خرچ کرنا درست نہیں (۱)، ایسی آمدنی کا تصدق ضروری ہے، غریب مسکین طلباء ہی اس کے مصرف ہیں، تنخواہ و تعمیر وغیرہ میں خرچ نہ کریں۔ اگر سینما ہاؤس جو کہ جائز آمدنی سے بنایا گیا تھا اس کو مسجد یا مدرسہ میں دے تو اس کو خالی کراکے جائز کام میں صرف کیا جائے (کرایہ پر دیا جائے یا فروخت کیا جائے)۔ جس رقم (حرام کی ملک) پر ملک ثابت نہیں اس پر زکوٰۃ نہیں بلکہ اس کو واپس کرنا یا صدقہ کرنا ضروری ہے، کسی کام میں لانا بھی درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مسجد اور مدرسہ کی رقم پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

سوال[۴۴۲۸]: اگر کسی مسجد یا مدرسہ کی رقم نصاب کو پہونچ گئی ہو اور سال بھر گزرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ

---

(۱) "ولا بأس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب لو بماله الحلال، لا من مال الوقف، فإنه حرام". (تنوير الأبصار مع الدر المختار)

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذلك مالاً خبيثاً ومالاً سببه الخبيث والطيب فيكره، لأن الله تعالى لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. اهـ". (رد المحتار: ۶۵۸/۱، كتاب الصلوة، باب الاستخلاف، مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره، سعيد)

(۲) "لو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكاة، لأن الكل واجب التصدق عليه، فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه. اهـ". (رد المحتار: ۲۹۱/۲، باب زكاة الغنم، سعيد)

(وكذا في البزازية: ۸۶/۱، الثاني في المصرف، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۲۴۲/۱، الفصل التاسع في المصرف والأداء، امجد اكيڈمي لاهور)

واجب ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مدرسہ یا مسجد کے پاس جب رقم بقدر نصاب ہو تو اس میں زکوٰۃ لازم نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"فقیر" قوم پر زکوٰۃ

سوال [۴۰۳۶]: زید تجارت کرتا ہے، صاحبِ نصاب ہے، مگر قوم سے فقیر ہے، اب بھی وہی پیشہ کرتا ہے تو زید پر زکوٰۃ وقربانی فرض ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوٰۃ کی فرضیت کا تعلق کسی خاص قوم سے نہیں، بلکہ جو شخص بھی صاحبِ نصاب ہو اس پر قواعدِ شرعی کے موافق زکوٰۃ فرض ہو جائے گی، خواہ وہ کسی قوم سے ہو، جب زید کو اللہ تعالیٰ نے مالدار بنا دیا ہے تو اس پر زکوٰۃ لازم ہے (۲) اور اس کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۸۹ھ۔

---

(۱) "فلا زکاۃ فی سوائم الوقف والخیل المسبلۃ لعدم الملک" (رد المحتار: ۲/۲۵۹، کتاب الزکاۃ، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۲/۹، کتاب الزکاۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(۲) "وسببہ: أی سبب افتراضہا ملک نصاب حولی تام، فارغ عن دین لہ مطالب من جہۃ العباد الخ" (الدر المختار: ۲/۲۵۹، کتاب الزکاۃ، سعید)

(وکذا فی اللباب فی شرح الکتاب: ۱/۱۴۰، کتاب الزکاۃ، قدیمی)

(وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۷۱۳، کتاب الزکاۃ، قدیمی)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۲/۱۹، کتاب الزکاۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(۳) "ولا یحل أن یسأل شیئاً من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل أو بالقوۃ کالصحیح المکتسب، ویأثم معطیہ إن علم بحالہ لإعانتہ علی المحرم" (الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف: ۲/۳۵۴، ۳۵۵، سعید)

www.ahlehaq.org

قوم فقیر پر زکوٰۃ

سوال [۴۲۳۰]: بکر کاشتکار ہے مگر قوم سے فقیر ہے، مانگنے کا پیشہ بھی کرتا ہے، صاحب نصاب ہے اور سالانہ مزار کے چڑھاوے کا استعمال بھی کرتا ہے، بکر کہتا ہے کہ چونکہ ہماری قوم فقیر ہے اس لئے ہم پر زکوٰۃ اور قربانی کرنا فرض نہیں ہے۔ کیا بکر کا یہ کہنا درست ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب کہ بکر صاحب نصاب ہے تو اس کے ذمہ بھی زکوٰۃ لازم ہے، قوم فقیر ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ معاف نہیں (۱)، مزار پر چڑھاوا جو کہ صاحب مزار پر چڑھایا جاتا ہے اس کا چڑھانا بھی ناجائز ہے اور اس کا کھانا بھی ناجائز ہے، بکر کو ہرگز نہیں کھانا چاہیے (۲)۔ مالدار ہونے کی وجہ سے قربانی بھی اس کے ذمہ لازم ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۲/۸۹ھ۔

ہبہ پر زکوٰۃ

سوال [۴۲۳۱]: آج سے تقریباً ایک سال ہوا کہ بیرون ہند سے میرے پاس رقم بھیجی تھی اور خط

---

(۱) "الزكاة إنما تجب إذا ملك نصاباً تاماً نامياً حولاً كاملاً الخ". (خلاصة الفتاوى: ۱/۲۳۵، كتاب الزكاة، امجد اكيدمي لاهور)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۱۷، كتاب الزكاة، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۱۲، كتاب الزكاة، امداديه)

(۲) "ولا يجوز أن يصرف ذلك لغني غير محتاج ولا لشريف منصب، لأنه لا يحل له الأخذ ما لم يكن محتاجاً فقيراً ... ولم يثبت في الشرع جواز الصرف للأغنياء، للإجماع على حرمة النذر للمخلوق، ولا ينعقد ولا تشتغل الذمة به، ولأنه حرام بل سحت". (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر: ۲/۵۲۱، رشيديه)

(۳) "وتجب التضحية على مسلم مقيم موسر بيسار الفطرة اهـ". (الدر المختار: ۶/۳۱۲، ۳۱۳، سعيد)

مجھے یہ لکھا کہ اس میں میرے اور زید وبکر کے ہیں، خیال ہوا کہ ان تین حضرات کی امانت ہے کہ اس قسم کی امانتوں کا سلسلہ ناچیز کے پاس رہتا ہے۔ ابھی چند دنوں پہلے میں نے ان کو خط لکھا کہ آپ کی اس رقم کی ابھی تک تفصیل معلوم نہیں ہوئی ہے، زید وبکر میرے یہاں تشریف لائے تھے لیکن انہوں نے بھی مطالبہ نہیں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ رقم ہم تین کے لئے ہدیہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ رقم کب سے میری ملک شمار ہوگی؟ میں اپنی زکوٰۃ کا سال ابتدائے رمضان سے شمار کر کے ابتدائے رمضان میں جو کچھ ہوتا ہے اس کی زکوٰۃ ادا کرتا ہوں، اب ربیع الاول میں معلوم ہوا کہ یہ رقم میری ملکیت ہے۔ کیا اس گذشتہ سال کی اس رقم کی زکوٰۃ مجھ پر ہوگی؟ جب رقم آئی تھی، نہ انہوں نے لکھا کہ یہ ہدیہ ہے اور نہ مجھے معلوم ہوا اس بارے میں رہنمائی فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہبہ کے لئے قبول لازم ہے، قبول کے بعد سے موہوب پر ملک حاصل ہوتی ہے، پس جب تک آپ نے قبول نہیں کیا آپ کی ملک اس پر حاصل نہیں ہوئی، جس وقت قبول کر لیا اس وقت سے آپ مالک ہیں(۱)۔ اسی وقت سے اس پر زکوٰۃ کا حساب ہوگا(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۰ھ۔

بیوہ پر زکوٰۃ

سوال[۴۲۲۴]: بیوہ عورت کے پاس تخمیناً موجود ہے مع زیور کے ہزار روپے اور اپنی گذر اوقات اپنے حقیقی لڑکے کے یہاں کرتی ہے اور لڑکا نان ونفقہ وعلاج اپنی ذاتی آمدنی سے کرتا ہے۔ تو ایسی عورت پر معمولی رقم

---

(۱) "(وتصح بقبول) أي في حق الموهوب له، أما في حق الواهب فتصح بالإيجاب وحده؛ لأنه متبرع". (الدر المختار). "(قوله: وتصح بقبول): أي ولو فعلاً الخ، وما في المحيط من أنها تدل على أنه لا يشترط في الهبة القبول مشكل. قلت: ويظهر أنه أراد بالقبول قولاً، وعليه يحمل كلام غيره الخ. نعم القبول شرط لو كان الموهوب في يده". (رد المحتار: ۵/۶۹۰، كتاب الهبة، سعيد)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۲۵۲، كتاب الزكاة، رشيدية)

(۲) "(وشرطه) أي شرط افتراض أدائها (حولان الحول وهو في ملكه)". (الدر المختار، كتاب الزكاة: ۲/۲۶۷، سعيد)

نہیں دیتے ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

بینک میں جمع روپے پر زکوۃ

سوال[۴۴۳۵]: ایک شخص کے پاس ایک ہزار روپے ہیں اور ان روپیوں پر ابھی ایک سال نہیں گزرا کہ زکوۃ اس پر فرض ہوجائے بلکہ چھ، دو یا نو، دو ایک سال سے کم کم ہے اور اس نے اس روپے کو بینک یا مسلم فنڈ میں جمع کردیا ہے، بقیہ ماہ سال کے پورے ہوتے ہیں لہذا جب بینک میں پہونچ کر ایک سال پورا ہوجائے تو اس پر زکوۃ واجب ہوجائے گی یا نہیں؟ یا اپنے پاس رہنا شرط ہے جب کہ وہ روپیہ بینک میں جمع شدہ اپنی ملکیت ہے یا ملکیت سے خارج ہوجاتا ہے؟ کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بینک میں جمع کیا ہے تو اس کو ہر وقت لینے پر قدرت ہے اور ایسا ہی ہے جیسے کہ اپنے پاس ہوتا، پس اس کی زکوۃ ادا کرتا رہے، جتنے ماہ سال پورا ہونے میں باقی ہیں جب وہ پورے ہوجائیں تو زکوۃ ادا کردے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹/۶/۹۲ھ۔

---

(۱) "والخلاصة: أنه تجب زكاة الأسهم والسندات بمقدار ربع العشر أي: ۲.۵٪ من قيمتها مع محرمها في نهاية كل عام على مالكها الذي حال عليه الحول بعد تملكها". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۳/۱۸۴۳، كتاب الزكوة، زكاة الأوراق النقدية، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۷۹، كتاب الزكوة، باب زكاة الذهب والفضة، رشيديه)

(۲) "وشرط افتراضها أدائها حولان الحول، وهو في ملكه. وثمنية المال كالدراهم والدنانير الخ". (الدر المختار). "(وهو في ملكه): أي والحال أن نصاب المال في ملكه التام كما مر الخ".

(رد المحتار: ۲/۲۶۷، كتاب الزكاة، سعيد)

www.ahlehaq.org

نابالغ کے نام بینک میں جمع شدہ روپیہ پر زکوٰۃ

سوال [۴۴۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

زید نے اپنے نابالغ لڑکے کے نام سے بینک یا ڈاکخانہ میں روپیہ جمع کیا ہے اور وہ روپیہ نصاب سے زیادہ ہے تو اب اس روپیہ کی زکوٰۃ زید دیگا یا اس کا نابالغ لڑکا دے گا، یا نہیں دے گا؟ اور ڈاکخانے والے اس روپیہ کا سود بھی دیتے ہیں، اگر نہ لیا جائے تو وہ اپنے صرف وغیرہ میں لگا دیتے ہیں، اگر سود لے کر کسی غریب وغیرہ کو دیا جائے اور ثواب کی امید نہ کی جائے تو کوئی حرج ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں وہ نابالغ لڑکا اس روپیہ کا مالک ہوگیا، نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں لہٰذا اس کی زکوٰۃ نہ زید دے گا نہ وہ نابالغ لڑکا (۱)۔ سود کے نام پر جو کچھ وہاں سے ملے اس کو وصول کرلیا جائے، مگر احتیاط یہ ہے کہ اس کو محفوظ رکھا جائے، جب لڑکا بالغ ہوجائے تو وہ خود ہی وہ روپیہ غریبوں کو دیدے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

= (وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۰۹، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲/۳۰۰، فصل في الشرائط التي ترجع إلى المال، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "شرط افتراضها عقل وبلوغ وإسلام ... وسبب افتراضها ملك نصاب حولي تام ...".
(الدر المختار: ۲/۲۵۸، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۰۱، كتاب الزكاة، امداديه ملتان)

(وكذا في المبسوط للسرخسي: ۲/۲۰۰، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "وتصرف الصبي ... إن كان نافعاً ... صح، وإن ضاراً كالطلاق ... والصدقة والقرض، لا".
(الدر المختار) "(قوله وإن ضاراً الخ) أي من كل وجه أي ضرراً دنيوياً وإن كان فيه نفع أخروي كالصدقة والقرض ... وإن أذن به وليهما، لاشتراط الأهلية الكاملة. وكذا لو أجازه بعد بلوغه، إلا إذا كانت ملفوظة بصيغة الابتداء الخ". (رد المحتار، كتاب المأذون: ۶/۱۷۳، سعيد)

"والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ... ويتصدق بنية صاحبه ... فلو اختلط بحيث لا يتميز يملكه ملكاً خبيثاً لكن لا يحل له التصرف فيه ما لم يؤد بدله الخ".
(رد المحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/۹۹، سعيد)

بیٹے کے نام سے بینک میں جمع شدہ روپیہ پر زکوٰۃ

سوال [۴۳۴۷]: ایک شخص کے نام اس کا باپ گورنمنٹ کے بینک میں روپیہ جمع کرتا ہے، روپیہ جمع کرنے کی شرط اور وصول کرنے کے پہلے استفتاء میں مذکور ہو چکی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس شخص کے نام اس کے باپ نے اس کے بچپن میں روپیہ جمع کیا اس میں زکوٰۃ ہے تو کس پر؟ اس شخص کے نام روپیہ جمع ہوا چند بھی ہو سکتا ہے۔ اس شخص کی ضروریات شادی وغیرہ میں روپیہ نکالنے کا حق باپ ہی کو رہتا ہے نکالتے وقت مقدار نقد گورنمنٹ کے یہاں سے منظور کرانی پڑتی ہے جو دیا ہوتی ہے، پنشن یا موت سے پہلے نہ باپ نکال سکتا ہے اور نہ بیٹا، یہ شخص فی الوقت نادار بھی ہے اور محتاج تصدق، اس کے لئے احکام شرعیہ تفصیلاً بیان ہوں۔

عبید اللہ بلیاوی مظاہری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں روپیہ بچہ کی ملک نہیں بلکہ باپ ہی کی ملک ہے لہذا باپ ہی پر زکوٰۃ واجب ہے (۱)، جب بچہ بڑا ہو کر روپیہ پر قبضہ کرلے گا اس کی زکوٰۃ بعد حولانِ حول تو اس پر واجب ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، [illegible]ھ۔

جہاز کمپنی نے میت کے ورثہ کو جو رقم دی اس پر زکوٰۃ

سوال [۴۳۴۸]: ایک جہاز میں بہت سے مسافر سوار تھے، راستے میں جہاز غرق ہو گیا اور سب مسافر مر گئے، اب ان کے ورثہ کو کمپنی نے چالیس ہزار روپیہ رقم دی ہے، یہ رقم قرض نہیں کیا تھا بلکہ کمپنی نے اپنے قانون کے تحت یہ رقم دی ہے، تو کیا سال گزرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ ہوگی؟

---

(۱) "سبب افتراضها ملك نصاب حولي تام فارغ عن دين له مطالب الخ". (الدر المختار: ۲/۲۵۹-۲۶۰، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۷۲، الفصل الأول في تفسيرها وصفتها، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۹۱، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو رقم کمپنی نے جس کو دی ہے وہ اس کی ملک ہے(۱)، دوسرے مملوکہ مال کی طرح اس کی بھی زکوۃ لازم ہوگی(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

حج کے ٹکٹ کے لئے جمع کی گئی رقم پر زکوۃ

سوال [۴۳۳۹]: جتنی مقدار کرایہ جہاز میں حج کے لئے جمع کیا ہے جس کی منظوری بھی ہوچکی ہے، کیا اس کی زکوۃ دینی ہوگی جب کہ سال پورا نہیں ہوا؟ سال ماہ رمضان میں پورا ہوتا ہے، روپیہ پہلے جاچکا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو روپیہ حج کے ٹکٹ کے لئے دے دیا اور اس کا ٹکٹ خرید لیا اور اس پر سال پورا نہیں ہوا تھا تو اس روپیہ کی زکوۃ لازم نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۹/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۹/۸۷ھ۔

---

(۱) "وهي: لغة التفضل على الغير ولو غير مال، وشرعاً: تمليك العين مجاناً: أي بلا عوض ... وحكمها ثبوت الملك للموهوب له غير لازم، فله الرجوع والفسخ" (الدر المختار، كتاب الهبة: ۵/۶۸۷، ۶۸۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الأول: ۴/۳۷۴، رشيديه)

(۲) (ملاحظہ ہو تخریجہ تحت عنوان: "جہاز میں جمع رقم پر زکوۃ")

(۳) "إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول وقد بقي معه منه نصاب، فإنه يزكي ذلك الباقي وإن كان قصده الإنفاق منه أيضاً في المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حولان الحول، بخلاف ما إذا حال الحول وهو مستحق الصرف إليه، الخ" (رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲/۲۶۲، سعيد)

جو روپیہ کھیت میں لگا اس پر زکوٰۃ کا حکم

سوال [۴۲۲۰]: ایک مقام پر عامۃ الناس ہزاروں روپیہ لگا کر کھیتی کرتے ہیں تقریباً چھ ماہ تک وہ روپیہ کھیت میں لگا رہتا ہے پھر چھ ماہ تک اپنے پاس رہتا ہے، ان پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

روپیہ کا سامان (بیج وغیرہ) خرید کر جب کھیت میں لگا دیا تو روپیہ ختم ہوگیا، کھیت تیار ہونے کے بعد جب غلہ فروخت کیا اس کی قیمت کا روپیہ وصول ہوا، اگر اس کے علاوہ کوئی اور نقد موجود نہیں اور اس روپیہ پر سال بھر نہیں گزرا بلکہ اس سے پہلے ہی کھیت کے کام میں خرچ ہوگیا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۸۸ھ۔

حج کے روپیہ پر زکوٰۃ

سوال [۴۲۲۱]: ہم لوگ نصف رمضان تک زکوٰۃ نکال دیتے ہیں لیکن اس سال ہمارے والد صاحب رمضان سے قبل حج کو جا رہے ہیں تو اس روپیہ کی بھی زکوٰۃ نکالنی ہوگی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو رقم والد صاحب لے کر حج کو جائیں گے اگر اس پر سال پورا ہو چکا ہے تو اس کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ نکالنا واجب ہے، اگر سال بھر پورا ہونے سے قبل وہ خرچ میں آ جائے تو اس پر زکوٰۃ نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۸/۸۹ھ۔

---

(۱) "سبب افتراضها ملك نصاب حولي، نسبة للحول لحولانه عليه". (الدر المختار: ۲/۲۵۹، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۲/۱۵۵، كتاب الزكاة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في تبيين الحقائق للزيلعي: ۲/۳۳، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

البتہ کھیتی سے جو پیداوار حاصل ہو جائے اس پر عشر یا نصف عشر لازم ہے۔

(۲) "في المعراج في فصل زكوة العروض: إن الزكاة تجب في النقد كيفما أمسكه للنماء أو للنفقة" =

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس صورت میں پانچ ہزار کی زکوٰۃ لازم ہوگی، درمیان سال میں جس قدر آمدنی میں اضافہ ہو ختم سال پر اس تمام پر زکوٰۃ ہوتی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

حیلۂ عدمِ وجوبِ زکوٰۃ

سوال[۴۴۴۴]: کوئی شخص سال آنے پر اپنا مال اپنے لڑکے کو ہبہ کردے پھر جب دوسرا سال آنے لگے تو بیٹا باپ کو ہبہ کردے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے اور کیا یہ بھی حیلہ جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ زکوٰۃ فرض نہ ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے:

"وإذا فعله حيلةً لدفع الوجوب كأن استبدل نصاب السائمة بآخر أو أخرجه عن ملكه، ثم أدخله فيه، قال أبو يوسف: لا يكره؛ لأنه امتناع عن الوجوب، لا إبطال حق الغير. و في المحيط: إنه الأصح. و قال محمد رحمه الله تعالى: يكره، و اختاره الشيخ حميد الدين الضرير؛ لأن فيه إضراراً بالفقراء وإبطال حقهم مآلاً، و كذا الخلاف في حيلة دفع الشفعة قبل وجوبها. وقيل: الفتوى في الشفعة على قول أبي يوسف رحمه الله تعالى، و في الزكوة على قول محمد رحمه الله تعالى، و هذا تفصيل حسن، شرح درر البحار". (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "المستفاد ولو بهبة أو إرث وسط الحول يضم إلى نصاب من جنسه، فيزكيه بحول الأصل".

(الدر المختار: ۲/۲۸۸، باب زكاة الغنم، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۷۵، كتاب الزكاة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۹۳، باب صدقة الغنم، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۰۷، باب زكاة الذهب والفضة والعروض، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (رد المحتار، باب زكاة الغنم: ۲/۲۸۴، سعيد)

زکوۃ واجب نہ ہونے کا حیلہ

سوال[۲۲۳۴]: زکوۃ سے بچنے کے لئے حیلہ کرنا کہ سال ختم ہونے سے پہلے اپنا مال دوسرے کی طرف منتقل کردے کسی امام کے نزدیک جائز ہے؟ اور آیا امام شافعی یا ان کے علاوہ نے امام مذکور یا ان کے اس فعل کی تکذیب کی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس مسئلہ میں امام صاحب کی جو اس کے جواز کے قائل ہیں تکذیب کرے تو اس کا یہ فعل کیسا ہے؟ نیز تکذیب کے کیا معنی ہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"قال في البحر: اعلم أنه لو وهب النصاب في خلال الحول، ثم تم الحول وهو عند الموهوب له، ثم رجع الواهب بعد الحول بقضاء أو بغيره، فلا زكوة على واحد منهما، كما في الخانية، وهي من حيل إسقاط الزكوة قبل الوجوب. وفي المعراج: ولو باع السوائم قبل تمام الحول بيوم فراراً من الوجوب قال محمد رحمه الله تعالى: يكره، وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى: لا يكره، وهو الأصح. وبه أخذ المشائخ: لا يكره بالإجماع، ولو احتال لإسقاط الواجب يكره بالإجماع، ولو فر من الوجوب بخلاف لأنهما يكره بالإجماع اهـ" طحطاوی ص ۳۲۴(۱)۔

---

* قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "ومنها أن يهبه لطفله قبل التمام بيوم". (الدر المختار).

وقال ابن عابدين: "هذه المسئلة من حيل إسقاط الزكوة. بأن يهب النصاب قبل الحول بيوم مثلاً، ثم يرجع في هبته بعد تمام الحول. والظاهر أنه لو رجع قبل تمام الحول يسقط عنه الزكوة أيضاً لبطلان الحول بزوال الملك. تأمل. وقدمنا الاختلاف في كراهة الحيلة عند قوله: ولا في هالك بعد وجوبها بخلاف المستهلك". (رد المحتار، كتاب الزكوة، باب زكوة المال، مطلب في وجوب الزكوة في دين المرصد: ۳۰۸/۲، سعيد)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۷۰۸، كتاب الزكاة، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۸۴/۲، فصل في الغنم، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱۹۱/۲، الفصل الثالث في مسائل الزكاة، رشيديه)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض مجتہدین کے نزدیک بعض صورتوں میں حیلہ درست ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے، اور بعض صورتوں میں سب کے نزدیک درست ہے، اور بعض صورتوں میں سب کے نزدیک مکروہ ہے۔ لعنت کرنا کسی مسلمان پر درست نہیں، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے ارفع ہے۔ اگر مجتہد ہے کا مطلب یہ ہے کہ بعض مجتہدین کی طرف اس مسئلہ کا انتساب غلط ہے تب تو یہ ناواقفیت پر مبنی ہے اور اگر مطلب یہ ہے کہ یہ مسئلہ من گھڑت ہے یعنی حیلہ بعض صورتوں میں ناجائز ہے تو یہ بعض مجتہدین کے قول کے موافق صحیح ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ کسی صورت میں حیلہ درست نہیں تو غلط ہے کیونکہ بعض صورتوں میں بلا کراہت جائز یا کم از کم درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ۷/ ۵۶ھ۔

کیا اولاد کا نکاح حوائج اصلیہ میں ہے؟

سوال [۴۲۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

ایک شخص کے پاس نصاب سے زائد روپیہ موجود ہے مگر اس کی اولاد کا نکاح نہیں ہوا ہے، زمانہ موجودہ کے لحاظ سے اگر لڑکی کے والدین اپنی دختر کو سفید پاشاک ہی میں دے دیں تو دنیا اور اس کی قوم کی نگاہوں میں وہ لڑکی کس قدر ذلیل وخوار ہوتی ہے بلکہ تمام عمر لڑکی کی زندگی برباد ہوتی ہے اور غیر ترقی اولاد کے واسطے ظاہری اسباب معاش بھی نہیں ہیں۔ غالباً کسی صحیح حدیث شریف کا مضمون بھی ہے کہ اولاد کو لوگوں کا دست نگر نہ چھوڑو(۱)۔ ضرورت مذکورہ بالا حوائج اصلیہ میں داخل ہیں یا نہیں؟ بحوالہ آیات مقدسہ یا صحیح حدیث شریف یا روایات فقہ حنفیہ بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اولاد اگر بالغ ہے تو ان کا نکاح باپ کے ذمہ فرض نہیں بلکہ نکاح کی ذمہ داری شرعاً اولاد پر خود ہے،

---

(۱) "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: إنک إن تذر ورثتک أغنیاء خیر من أن تذرهم عالة یتکففون الناس" الحدیث. (مشکوٰۃ المصابیح، باب الوصایا، الفصل الأول: ۱/ ۲۶۵، قدیمی)

(وصحیح البخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقة علی الأهل: ۲/ ۸۰۵، قدیمی)

اگر اولاد بالغ ہے تو اس کے نکاح کا شرعاً ضروری نہ ہونا بالکل ظاہر ہے، اولاد کا نکاح بعد بلوغ حصہ میں داخل نہیں صرف عدم بلوغ کی حالت میں باپ کے ذمہ نفقہ واجب ہوتا ہے وہ بھی جب کہ خود اولاد کی ملک میں اتنا مال نہ ہو کہ جس کے ذریعہ سے نفقہ پورا ہو سکے، اگر اولاد کی ملک میں مال ہے تو نفقہ باپ کے ذمہ نہیں بلکہ اس مال سے دیا جائے گا:

"تجب النفقة والكسوة عليه لأولاده الصغار الفقراء، لقوله تعالى: ﴿وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف﴾ والمولود له هو الأب، فأوجب عليه رزق النساء لأجل الأولاد، فلأن تجب عليه نفقة الأولاد بالطريق الأولى .... : وبقيده بالطفل والفقير يفيد عدم وجوبها إذا كان الولد غنياً أو كبيراً، وهذا صحيح، اهـ". زيلعي: ٣/٦٢ (١)۔

حدیث شریف کا یہ مطلب نہیں کہ اولاد کی تمام عمر کا انتظام کر کے مرو اور صدقات واجبہ بھی ادا نہ کرو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر اولاد کے پاس مال نہیں ہے اور یہ احتمال قریب ہے کہ تمہارے بعد وہ دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرے گی تو تمہارے لئے صدقات نافلہ میں خرچ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اپنی اولاد کے لئے رہنے دو اور یہ بھی اس وقت ہے جب کہ اولاد صالح ہو، اگر یہ خیال ہو کہ بعد میں اولاد فسق و فجور اور معصیت میں خرچ کرے گی تو اپنی زندگی ہی میں تمام مال مصارف خیر پر صرف کرے تو بہتر ہے:

"ولو كان ولده فاسقاً وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه من الميراث، هذا خير من تركه، كذا في الخلاصة". عالمگیری، ص: ١٦١ (٢)۔

اور صورت مسئولہ میں اگر اس نقد روپیہ پر ایک سال پورا گزر چکا ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے، چنانچہ کہا

---

(١) (تبيين الحقائق: ٣/٣٢٥، باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح القدير: ٤/٤١٠، فصل: ونفقة الأولاد الصغار الخ، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في المحيط البرهاني: ٤/٣٤٢، الفصل الثالث في نفقة ذوي الأرحام، غفاريه كوئته)

(٢) (الفتاوى العالمكيرية: ٤/٣٩١، الباب السادس في الهبة للصغير، رشيديه)

(وكذا في الخلاصة: ٤/٤٠٠، جنس آخر في الهبة من الصغير، امجد اكيڈمي لاهور)

www.ahlehaq.org

تجب في النفقة كيفما أمسكه لنماء أو نفقة". (رد المحتار: ۲/ ۲۸۱(۱) ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ ۱۱/ ۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ ذیقعدہ/ ۵۳ھ۔

حکومتِ پاکستان کی طرف سے اڑتالیس سوالات پر مشتمل استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترمی! السلام علیکم

جیسا کہ آپ جناب کو علم ہوگا کہ حکومتِ پاکستان نے ایک زکوٰۃ کمیٹی مقرر کی ہے جو زکوٰۃ کی وصولی اور خرچ کے مسئلے پر غور کر رہی ہے۔ زکوٰۃ کمیٹی نے ایک سوالنامہ مرتب کیا ہے جس کی ایک نقل ارسالِ خدمت ہے، کمیٹی شکرگزار ہوگی اگر آپ اپنے قیمتی وقت میں سے تھوڑا سا وقت نکال کر سوالنامے کا جواب عنایت فرمائیں گے، چونکہ کمیشن کو اپنی رپورٹ جلد از جلد حکومت کو پیش کرنی ہے، لہٰذا درخواست ہے کہ آپ جناب ۳۱/ اگست/ ۱۹۴۹ء سے پہلے اپنا جواب مرحمت فرمائیں۔

والسلام! وقار احمد سیکریٹری زکوٰۃ کمیشن وزارتِ مالیات حکومتِ پاکستان۔

زکوٰۃ کی تعریف

[۴۴۴۷] ۱:... زکوٰۃ کی تعریف کیا ہے؟

زکوٰۃ کن کن لوگوں پر واجب ہے؟

[۴۴۴۸] ۲:... کن کن لوگوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ اس سلسلے میں عورتوں، نابالغوں، مسافروں، فاترالعقل افراد، مستامنوں یعنی غیر ملک میں مقیم لوگوں کی کیا حیثیت ہے؟

وجوبِ زکوٰۃ کے لئے کتنی عمر ہے؟

[۴۴۴۹] ۳:... زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہونے کے لئے کتنی عمر کے شخص کو بالغ سمجھنا چاہیے؟

---

(۱) (رد المحتار: ۲/ ۲۹۲، کتاب الزکاۃ، سعید)

(وکذا في البحر الرائق: ۲/ ۳۹۰، کتاب الزکاۃ، رشیدیہ)

(وکذا في النهر الفائق: ۱/ ۵۰۱، کتاب الزکاۃ، امدادیہ ملتان)

وجوبِ زکوٰۃ کے لئے عورت کے زیور کی حیثیت

[۴۲۵۰] ۴: ... زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہونے کے لئے عورت کے ذاتی استعمال کے زیور کی حیثیت کیا ہے؟

زکوٰۃ کمپنی پر ہے یا فرداً فرداً تمام حصہ داروں پر؟

[۴۲۵۱] ۵: ... کیا کمپنیوں کو زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے یا ہر حصہ دار کو اپنے حصہ کے مطابق فرداً فرداً زکوٰۃ ادا کرنے کا مجاز قرار دیا جائے؟

اداروں پر زکوٰۃ

[۴۲۵۲] ۶: ... کارخانوں اور تجارتی اداروں پر زکوٰۃ کے وجوب کے حدود بیان کیجئے۔

قابلِ انتقال حصص والی کمپنیوں کے خریدکنندہ پر زکوٰۃ ہے یا بیچنے والے پر؟

[۴۲۵۳] ۷: ... جن کمپنیوں کے حصے قابلِ انتقال ہیں ان کے سلسلے میں تشخیص یا زکوٰۃ کے وقت کس پر اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی، خریدکنندہ پر یا بیچنے والے پر؟

کن کن چیزوں پر کن کن حالات میں زکوٰۃ واجب ہے؟

[۴۲۵۴] ۸: ... کن کن اموال اور چیزوں پر اور موجودہ معاشی حالات کے پیشِ نظر کن کن حالات میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ بالخصوص ان چیزوں کے بارے میں یا ان (مندرجہ ذیل) سے پیدا شدہ حالات میں کیا صورت ہوگی؟

(الف) نقدی، سونا، چاندی، زیورات و جواہرات۔

(ب) دھات کے سکے (جن میں طلائی، نقرئی اور دوسری دھاتوں کے سکے شامل ہیں) اور نقدی سکے۔

(ج) بینکوں میں جمع امانت یا کسی دوسری جگہ رکھی ہوئی چیزیں، لئے ہوئے قرضے، دیئے ہوئے قرضے، مرہونہ جائیداد اور ایسی جائیداد جو قابلِ ارجاع نالش ہو۔

(د) عطیات۔

(ہ) بیمہ کی پالیسیاں اور پراویڈنٹ فنڈ کی رقمیں۔

(و) مویشی، شیر خانگی مصنوعات، زرعی پیداوار، تجارتی سامان، پھل اور پھول۔

(ز) معدنیات۔

(ح) برآمد شدہ دفینہ۔

(ط) آثار قدیمہ۔

(ی) جنگلی یا پالتو مکھی کا شہد۔

(ک) مچھلی، موتی اور پانی سے نکلنے والی دوسری چیزیں۔

(ل) پیٹرول۔

(م) درآمد برآمد۔

دورِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے املاکِ زکوٰۃ پر خلفائے راشدین کا اضافہ

[۲۲۵۵] ۹: ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جن املاک پر زکوٰۃ واجب تھی کیا خلفائے راشدین (رضوان اللہ علیہم) نے ان کی فہرست میں کوئی اضافہ کیا؟ اگر کوئی اضافہ یا تبدیلی کی تو کن اصولوں پر؟

نکل، سونے چاندی کے علاوہ دیگر مضروب شدہ سکوں پر زکوٰۃ

[۲۲۵۶] ۱۰: کیا نکل کے سکوں اور سونے چاندی کے سوا دوسری دھاتوں کے رائج الوقت سکوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ جو سکے رائج نہیں رہے جو خراب ہیں یا جو حکومت نے واپس لے لئے ہیں یا جو دوسرے ملکوں کے سکے ہیں ان کا بھی اس ضمن میں شمار ہونا چاہیے یا نہیں؟

مالِ ظاہر و مالِ باطن کی تعریف اور بینک کی رقوم پر زکوٰۃ

[۲۲۵۷] ۱۱: مالِ ظاہر اور باطن کی کیا تعریف ہے؟ اس سلسلہ میں بینکوں کے اندر جمع شدہ رقوم کی کیا حیثیت ہے؟

مالِ نامی کے حدود

[۲۲۵۸] ۱۲: اغراضِ زکوٰۃ کے لئے مالِ نامی (نمو پذیر) کے حدود بیان کیجئے؟ کیا صرف مالِ نامی پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

www.ahlehaq.org

مکان، زیورات اور کرایہ کے اشیاء پر زکوٰۃ کے قواعد

[۴۴۵۹] سوال ۱۳..... جو مکان، زیورات، دوسری چیزیں کرایہ پر دی جائیں ان پر اور ٹیکسی گاڑی موٹر وغیرہ پر زکوٰۃ لگانے کے کیا قاعدے ہیں؟

کن کن مملوکہ جانوروں پر کتنی مقدار اور کن حالات میں زکوٰۃ واجب ہے؟

[۴۴۶۰] ۱۴..... کسی آدمی کے کن کن مملوکہ جانوروں پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟ اس سلسلہ میں بھینسوں، مرغیوں، دوسرے پالتو اور شوقیہ پالے ہوئے جانوروں کی حیثیت کیا ہے؟ کیا ان کی زکوٰۃ نقدی کی شکل میں یا جنس کی صورت میں یا دونوں طرح دی جاسکتی ہے؟ کسی آدمی کے مختلف مملوکہ جانوروں کی کتنی مقدار پر اور کن حالات میں زکوٰۃ واجب ہونی چاہیے؟

اموالِ زکوٰۃ پر زکوٰۃ کی شرح

[۴۴۶۱] ۱۵..... جن مختلف سامانوں اور چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے ان پر زکوٰۃ کس شرح سے دی جائے؟

کیا دورِ خلفائے راشدین میں بعض اموالِ زکوٰۃ کی شرح میں تبدیلی ہوئی؟

[۴۴۶۲] ۱۶..... خلفائے راشدین کے دور میں نقدی، سکوں، مویشیوں، سامانِ تجارت اور زرعی پیداوار پر زکوٰۃ کی شرح میں کوئی تبدیلی کی گئی ہے؟ اگر ایسا ہو تو سند کے ساتھ تفصیلی وجوہ بیان کیجئے۔

دوسو نقرئی درہم، بیس طلائی مثقال کے حساب سے پاکستانی روپے پر زکوٰۃ

[۴۴۶۳] ۱۷..... نقدی کی صورت میں اگر زکوٰۃ دوسو نقرئی درہم اور بیس طلائی مثقال میں واجب ہوتی ہے تو یہ سکے کتنے پاکستانی روپوں کے برابر ہوں گے، اناج کی صورت میں (صاع و وسق) پاکستان کے مختلف علاقوں میں کن مروجہ اوزان کے برابر ہوں گے؟

موجودہ حالات کے پیشِ نظر شرحِ زکوٰۃ میں تبدیلی

[۴۴۶۴] ۱۸..... کیا موجودہ حالات کے پیشِ نظر نصاب (وہ کم از کم سرمایہ جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے) اور زکوٰۃ کی شرح میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی؟ اس مسئلے پر اپنے خیالات دلائل کے ساتھ پیش کریں۔

مختلف اثاثوں پر وجوب زکوٰۃ کی مدت

[۴۴۹۵] ۱۹... مختلف اثاثوں اور سامانوں پر کتنی مدت گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہے؟

کیا سال میں کئی فصلوں پر ایک زکوٰۃ ہے؟

[۴۴۹۶] ۲۰... اگر ایک سال میں کئی فصلیں ہوں تو کیا سال میں صرف ایک بار زکوٰۃ دی جائے یا ہر فصل پر؟

ادائے زکوٰۃ میں شمسی و قمری مہینوں کا اعتبار اور کسی ایک مہینہ کی تعیین

[۴۴۹۷] ۲۱... زکوٰۃ قمری سال کے حساب سے واجب ہونی چاہیے یا شمسی سال کے حساب سے؟ کیا زکوٰۃ کی تشخیص اور وصولی کے لئے کوئی مہینہ مقرر ہونا چاہیے؟

زکوٰۃ کے مصارف

[۴۴۹۸] ۲۲... زکوٰۃ کی رقم کن مصارف میں خرچ ہونی چاہیے؟

مصارف کے حدود اور "فی سبیل اللہ" کا مفہوم

[۴۴۹۹] ۲۳... قرآن حکیم میں جن مختلف مصارف میں زکوٰۃ خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کی حدود بیان کیجئے بالخصوص اصطلاح "فی سبیل اللہ" کے معنی و مفہوم کی وضاحت کیجئے؟

تمام زکوٰۃ کو تمام مصارف میں یا متعین حصہ متعین مصرف میں صرف کیا جائے؟

[۴۵۰۰] ۲۴... کیا یہ لازمی ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کا ایک حصہ ان مصارف میں سے ہر ایک مصرف پر خرچ کرنے کے لئے الگ رکھا جائے جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے، یا زکوٰۃ کی پوری رقم قرآن مجید میں بتائے ہوئے تمام مصارف پر خرچ کرنے کی بجائے ان میں سے کسی ایک یا چند مصارف میں بھی خرچ کی جاسکتی ہے؟

مستحقین زکوٰۃ کے استحقاق کے حالات اور بنی ہاشم کو زکوٰۃ کا حق

[۴۵۰۱] ۲۵... مستحقین زکوٰۃ کے ہر طبقے میں کسی فرد کو کن حالات میں زکوٰۃ لینے کا حق پہنچتا ہے، پاکستان کے مختلف حصوں میں جو حالات پائے جاتے ہیں ان کی روشنی میں اس امر کی وضاحت کی جائے کہ سید یعنی بنی ہاشم سے تعلق رکھنے والے دوسرے افراد کو زکوٰۃ لینے کا کہاں تک حق پہنچتا ہے؟

www.ahlehaq.org

تحصیلِ زکوٰۃ مرکز کے زیرِ انتظام ہو یا صوبوں کے؟

[۴۲۷۹] سوال ۳۳: ... زکوٰۃ کی تحصیل اور اس کا انتظام مرکز کے ہاتھ میں ہونا چاہیے یا صوبوں کے ہاتھ میں، اگر مرکز جمع کرے تو اس میں صوبوں یا دوسرے علاقوں کے حصے مقرر کرنے کے کیا اصول ہیں؟

زکوٰۃ کے نظم ونسق کا طریقہ اور وصولیِ زکوٰۃ کے لئے الگ محکمہ

[۴۲۸۰] سوال ۳۴: ... آپ کی نظر میں زکوٰۃ کے نظم ونسق کو چلانے کا بہترین طریقہ کیا ہے؟ کیا زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے کوئی الگ محکمہ قائم کیا جائے یا حکومت کے موجودہ محکموں میں سے ہی کام لیا جائے؟

زکوٰۃ سرکاری محصول ہے یا سرکار صرف ذمہ دار ہے؟

[۴۲۸۱] سوال ۳۵: ... کیا زکوٰۃ کو سرکاری محصول قرار دیا جائے، یا وہ کوئی ایسا محصول ہے کہ حکومت محض اس کی وصولی اور انتظام کی ذمہ دار ہے؟

دورِ خلفائے راشدین میں اغراضِ عامہ کے لئے زکوٰۃ وغیرہ

[۴۲۸۲] سوال ۳۶: ... کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دورِ حکومت میں اغراضِ عامہ کے کاموں کے لئے زکوٰۃ کے علاوہ بھی کوئی سرکاری محصول وصول کیا گیا ہے، اگر کیا گیا ہے تو وہ کیا تھا؟

اسلامی ممالک میں وصولیِ زکوٰۃ کا طریقہ

[۴۲۸۳] سوال ۳۷: ... اسلامی ملکوں میں زکوٰۃ کی وصولی اور انتظام کرنے کا کیا طریقہ تھا اور اب کیا ہے؟

انتظامِ زکوٰۃ صرف حکومت کے پاس ہو یا کسی مجلس کے پاس؟

[۴۲۸۴] سوال ۳۸: ... کیا زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا انتظام صرف حکومت کے پاس رہنا چاہیے، یا کوئی مجلسِ امناء مقرر ہو کر اس کا انتظام حکومت اور عوام کی مشترکہ نگرانی میں ہونا چاہیے؟

منتظمینِ زکوٰۃ کی تنخواہوں اور فنڈ زکی شرائط

[۴۲۸۵] سوال ۳۹: ... زکوٰۃ جمع کرنے اور اس کا بندوبست کرنے کے لئے جو عملہ رکھا جائے ان کی تنخواہیں،

العباد، وعن حاجته الأصلية، اهـ". در مختار ۔ "(قوله: عقل وبلوغ) فلا تجب على مجنون و صبي، اهـ". شامی(۱)۔

۳..... پندرہ سال کی عمر ہونے پر بلوغ کا حکم ہو جائے گا، اس سے قبل اگر علامات بلوغ ظاہر ہوں تو علامات کے ظہور کے وقت سے بالغ تصور کیا جائے گا:

"بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال، والجارية بالاحتلام والحيض والحبل، فإن لم يوجد فيهما شيء، فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، به يفتى، اهـ" درمختار(۲)۔

۴..... سونے چاندی کے زیورات میں اوران میں جن میں سونا چاندی غالب ہو، زکوۃ فرض ہوگی جب کہ وہ بقدر نصاب ہوں، گرچہ ذاتی استعمال کے لئے ہوں:

"ولو كانت الفضة أو الذهب حلياً أو غيره، تجب فيهما الزكاة، اهـ". زیلعی(۳)۔

"واللازم في كل منهما مضروبه ومعموله ولو تبراً أو حلياً مطلقاً مباح الاستعمال أو لا، ولو للتجمل والنفقة ربع عشر، اهـ". در مختار بحذف۔ "(قوله: أو حلياً) ما تحلي به امرأة من ذهب أو فضة. (قوله: أو لا) كخاتم الذهب للرجال والأواني مطلقاً ولو من فضة. (قوله: ولو للتجمل): أي التزين بهما في البيوت من غير استعمال، اهـ". شامی(۴)۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۵۸، کتاب الزکاۃ، سعید)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۱۲، کتاب الزکاۃ، امدادیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۲/۲۹، کتاب الزکاۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) (الدر المختار: ۲/۱۵۳، بلوغ الغلام بالاحتلام، سعید)

(کذا فی فتح القدیر: ۹/۲۷۰، فصل فی حد البلوغ، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۵/۶۱، الفصل الثانی فی معرفۃ حد البلوغ، رشیدیہ)

(۳) (تبیین الحقائق، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال: ۲/۸۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(۴) (الدر المختار: ۲/۲۹۸، باب زکاۃ المال، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۲/۷۲، باب زکاۃ المال، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(وکذا فی مجمع الأنہر: ۱/۳۰۵، کتاب الزکاۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت)

www.ahlehaq.org

۵... اگر حصہ داروں نے کمپنی کو اپنے زکوٰۃ کا وکیل بنادیا ہے تو کمپنی ادا کردے ورنہ حصہ داران ادا کریں(۱)۔

۶... جس کا حصہ خود یا اس کے دوسرے مالِ زکوٰۃ کے ساتھ مل کر مقدار نصاب ہو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، لیکن مشینری اور سامان جو کارخانہ چلانے کے لئے ہے تجارت کے لئے نہیں اس میں زکوٰۃ نہیں۔

"وشرطه حولان الحول وثمنية المال كالدراهم والدنانير أو السوم أو نية التجارة في العروض إما صريحاً ولا بد من مقارنتها لعقد التجارة أو دلالة بأن يشتري عيناً بعرض التجارة. اهـ. در مختار (۲)۔

۷... اگر مالک نے سال بھر گزرنے پر فروخت کیا ہے تو فروخت کرنے والے پر زکوٰۃ فرض ہوگی، اگر اس سے پہلے فروخت کیا ہے تو اس پر فرض نہیں بلکہ خریدنے والے پر فرض ہوگی جب کہ اس کی ملک میں سال بھر پورا ہوجائے، یا اس کے پاس کوئی اور بقدرِ نصاب ہو تو اس مالِ سابق کا سال پورا ہونے پر اس کے ساتھ اس خرید کردہ حصہ پر بھی زکوٰۃ ہوگی(۳)۔

۸... سونا چاندی، رائج الوقت سکے، مواشی، زمین کی پیداوار:

---

(۱) "وشرط صحة أدائها نية مقارنة له: أي للأداء، ولو كانت المقارنة حكماً". (الدر المختار) "ولما المقارنة الدفع إلى الوكيل فهي من الحكمية" (رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲۶۸/۲، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۲۲۹/۲، الفصل السابع في أداء الزكاة، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في فتح القدير: ۱۲۹/۲، كتاب الزكاة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) (الدر المختار: ۲۶۷/۲، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۸۷/۲، فصل في حولان الحول، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في التاتارخانية: ۲۱۵/۲، كتاب الزكاة، إدارة القرآن كراچي)

(۳) "ولا في هالك بعد وجوبها ... والمستفاد ولو بهبة أو إرث وسط الحول، يضم إلى نصاب من جنسه، فيزكيه بحول الأصلي الخ". (الدر المختار: ۲۸۸/۲، فصل في زكاة الغنم، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۵۲/۲، باب صدقة الغنم، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۸۶/۲، فصل في الغنم، رشيدية)

(الف) نقدی سونا چاندی کے زیورات، وہ زیورات جن میں سونا چاندی غالب ہو، ان میں بہر صورت زکوٰۃ فرض ہوگی خواہ یہ تجارت کے لئے ہوں خواہ کسی اور غرض کے لئے ہوں (١)۔ جواہرات اگر تجارت کے لئے ہوں تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں:

"لا زكوة في اللآلي والجواهر وإن ساوت ألفاً اتفاقاً إلا أن تكون للتجارة، والأصل أن ما عدا الحجرين والسوائم إنما يزكى بنية التجارة، اهـ". در مختار (٢)۔

(ب) جن سکوں میں سونا چاندی غالب ہو اور دوسری دھات مغلوب ہو، وہ تو مثل چاندی سونے کے حکم میں ہے اور جو سکے دوسری دھات کے ہوں یا ان میں دوسری دھات غالب ہو، ان میں قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ فرض ہوگی یعنی اگر ان کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کو پہونچ جائے تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں اور نوٹ میں اس کے روپیوں کی قیمت کا اعتبار ہوگا:

"غالب الفضة والذهب فضة وذهب، اهـ". در مختار۔ "الفلوس إن كانت أثماناً رائجة أو سلعة للتجارة، تجب الزكوة في قيمتها، وإلا فلا، اهـ". شامی (٣)۔

(ج) جو امانت بینک یا کسی دوسری جگہ محفوظ ہو، اس میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، جو قرض کسی سے لیا ہو اس پر زکوٰۃ نہیں، جو قرض کسی کو دیا ہوا اس پر واجب ہے، مگر وصول سے پہلے ادا کرنا واجب نہیں (۴)۔ مرہونہ

---

(١) "واللازم في مضروب كل منهما ومعموله ولو تبراً أو حلياً ...... غالب الذهب والفضة فضة وذهب، ما غلب غشه يقوّم كالعروض، الخ". (الدر المختار مع رد المحتار: ٢٩٨/٢، باب زكاة المال، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمگيرية: ١٧٨/١، الفصل الأول في الذهب والفضة، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ٣٠٥/١، باب زكاة الذهب والفضة، دار الكتب العلمية بيروت)

(٢) (الدر المختار: ٢٧٣/٢، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١٨٠/١، الفصل الثاني في العروض، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ٢٣٣/٢، باب زكاة عروض التجارة، إدارة القرآن، كراچي)

(٣) (راجع الحاشية المتقدمة رقمها: ١)

(۴) "فتجب زكاتها إذا تم نصاباً أو حال الحول، لكن لا فوراً بل عند قبض أربعين درهماً من الدين" =

www.ahlehaq.org

جائیداد کی زکوٰۃ راہن پر نہیں (۱)۔ متنازعہ فیہ جائیداد کا فیصلہ جس کے حق میں ہوگا اس پر زکوٰۃ ہوگی بشرطیکہ وہ اموالِ زکوٰۃ میں سے ہو، زمین کاشت پر زکوٰۃ نہیں۔

(د) اگر خطیات ان اموال میں سے ہوں جن میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور مفتی لکھ کر بینک میں جمع کیا گیا ہو تو شرائط زکوٰۃ کے مطابق زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں (۲)۔

(ہ) پراویڈنٹ فنڈ میں جو حصہ تنخواہ سے جمع کیا جاتا ہے اس کی زکوٰۃ شرائط کے مطابق واجب ہوگی اور جو گورنمنٹ خود جمع کرتی ہے اس پر ابھی واجب نہیں، وصول ہونے کے بعد شرائط کے مطابق واجب ہوگی (۳)۔ بیمہ پالیسی کی میں نے تحقیق نہیں کیا ہے (۴)۔

= القوي كقرض وبدل التجارة، الخ". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۰۵/۲، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۳۰۴/۲، باب زكاة الديون، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱۷۵/۱، كتاب الزكاة، رشيديه)

(۱) "ومن موانع الوجوب الرهن إذا كان في يد المرتهن لعدم الملك إليه". (البحر الرائق: ۳۵۵/۲، كتاب الزكاة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۲۶۳/۲، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۳۰۹/۲، المال الذي يعوى ثم يقدر عليه، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا بلغ نصابا ملكا تاما وحال عليه الحول. الملك التام أن يكون ملكه ثابتا من جميع الوجوه، ولا يتمكن النقصان فيه بوجه كما في المديون والمكاتب، الخ". (التاتارخانية: ۲۱۷/۲، كتاب الزكاة، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتح القدير: ۱۵۳/۲، كتاب الزكاة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۲۳۵/۱، كتاب الزكاة، مجد اكيدمي لاهور)

(۳) "یہ ظاہر ہے کہ پیسہ جو ملازم کی تنخواہ سے وضع کی جاتی ہے ملازم کی خدمت کا معاوضہ ہے جو ابھی اس کے قبضہ میں نہیں آیا، لہٰذا محکمہ کے ذمہ ملازم کا "دین" ہے۔ زکوٰۃ کے معاملہ میں فقہاء نے دین کی تین قسمیں کی ہیں، جن میں سے بعض پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور بعض پر نہیں ہوتی، اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ رقم دین کی کون سی قسم کا ہے؟ اس کے بعد ہی اس مسئلہ کا فیصلہ ہو سکتا ہے کہ اس دین پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا نہیں۔ دین کی تین قسمیں فقہاء کی تصریح کے مطابق یہ ہیں:

دینِ قوی: وہ دین ہے جو کسی مالِ تجارت کے بدلہ میں کسی پر واجب ہو، مثلاً زید نے کچھ سامانِ تجارت عمرو کے ہاتھ –

(و) سائمہ جانور اور تجارتی اشیاء پر زکوۃ واجب ہے، غیر منقولہ کی مصنوعات جو تجارتی ہوں ان میں ان کی قیمتوں کا اعتبار ہوگا۔ زرعی پیداوار اور پھلوں میں عشر ہے یا نصف عشر بشرطیکہ زمین عشری ہو۔ سبزیات اور پھلوں کی تفصیلات کتبِ فقہ میں ملاحظہ فرمائی جائیں، بعض میں عشر ہے بعض میں نہیں۔

"ويجب العشر في ثمرة جبل وفي مسقي سماء وسيح بلا شرط نصاب وبقاء اهـ". در مختار (۱)۔

(ز) جو چیز پگھلنے ڈھلنے والی ارضِ خراجی یا عشری سے اس میں خمس یعنی پانچواں حصہ واجب ہوگا:

"وجد مسلم أو ذمي معدن نقد ونحو حديد في أرض خراجية أو عشرية خمس، اهـ". در مختار (۲)۔

(ح) جس دفینہ پر اسلام کی علامت نہ ہو اس میں بھی خمس ہے اور جس پر اسلامی علامت ہو وہ لقطہ ہے:

"ولو وجد دفين الجاهلية خمس، وما عليه سمة الإسلام من الكنوز فلقطة، وما عليه سمة الكفر خمس". در مختار (۳)۔

(ط) اس کا مفہوم واضح نہیں ہوا۔

---

* "وسببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي". (الدر المختار) "فلا زكوة في سوائم الوقف والخيل المسبلة لعدم الملك". (رد المحتار، كتاب الزكوة: ۲۵۹/۲، سعيد)

(۱) (الدر المختار: ۳۲۵/۲، كتاب الزكاة، باب العشر، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۳۱۷/۱، باب زكوة الخارج، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۰۳/۲، باب العشر، رشيديه)

(۲) (الدر المختار: ۳۱۸/۲، باب الركاز، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۲۳۲/۲، باب في المعادن الخ، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۴۳/۲، باب في المعادن والركاز، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) (الدر المختار: ۳۲۲/۲، باب الركاز، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۱۰/۲، باب الركاز، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۵۳۶/۲، باب المعادن والركاز، غفاريه كوئٹه)

www.ahlehaq.org

۹..... اموالِ زکوٰۃ کی تفصیل احادیثِ مرفوعہ میں موجود ہے، خلفائے راشدین نے اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا (۱)۔

۱۰..... سونے چاندی کے سکے یا وہ سکے جن میں سونا چاندی غالب ہے ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی خواہ وہ رائج ہوں یا نہ ہوں یا کسی دوسری حکومت کے ہوں سب کا ایک ہی حکم ہے، ایسے سکوں کے علاوہ دوسرے سکے اگر رائج ہوں تو قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ ہوگی، اگر رائج نہ ہوں تو زکوٰۃ نہیں، کما مر (۲)۔

۱۱..... مالِ ظاہر کہتے ہیں گائے، بکری وغیرہ بقدرِ نصاب کو اور اس مالِ تجارت کو جس کو تاجر لیکر عاشر پر گزرے۔ مالِ باطن جو اس کے علاوہ ہو جیسے سونا چاندی اور وہ مالِ تجارت جو مکان یا دکان میں ہو، بینک میں جمع شدہ رقوم مالِ باطن کے حکم میں ہیں۔

"مال الزكوة نوعان: ظاهر: وهو المواشي و ما يمر به التاجر على العاشر، و باطن: وهو الذهب والفضة وأموال التجارة في مواضعها. اهـ" شامي (۳)۔

= (وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۳۹، باب العاشر، امدادیه)

(۱) "أموال الزكاة أنواع ثلاثة: أحدها: الأثمان المطلقة، وهي الذهب والفضة، والثاني: أموال التجارة، وهي العروض المعدة للتجارة، والثالث: السوائم". (بدائع الصنائع: ۲/۱۰۵، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۳/۱۸۱۹، أنواع الأموال، رشيديه)

(۲) "وغالب الفضة والذهب فضة وذهب، وما غلب غشه منهما يقوّم كالعروض، و يشترط فيه النية، إلا إذا كان يخلص منه ما يبلغ نصاباً أو أقل، و عنده ما يتم به أو كانت أثماناً رائجة وبلغت نصاباً من أدنى نقد تجب زكاته فتجب، وإلا لا". (الدر المختار: ۲/۳۰۰، باب زكاة المال، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲/۱۰۹، فصل في بيان صفة النصاب، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۳۹۷، باب زكاة المال، رشيديه)

(۳) (رد المحتار: ۲/۳۱۰، باب العاشر، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۰۳، باب العاشر، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲/۲۴۸، فصل في من له المطالبة بأداء الوجوب، دار الكتب العلمية، بيروت)

www.ahlehaq.org

۱۲…صرف مالِ نامی پر زکوٰۃ واجب ہوگی، نامی کے معنی بڑھنے والا، اس کی دو صورتیں ہیں: ایک حقیقۃً جیسے مویشی کہ ان کی نسل بڑھتی ہے اور مالِ تجارت۔ دوسرے تقدیراً، اس کا مصداق سونا چاندی اور وہ سکہ جو رائج ہو۔

قال ابن عابدینؒ: "النماء في اللغة: الزيادة، وفي الشرع: هو نوعان: حقيقي وتقديري، فالحقيقي الزيادة بالتوالد والتناسل والتجارات، والتقديري تمكنه من الزيادة بكون المال في يده أو يد نائبه اهـ". شامي (۱)۔

"هو قسمان: خلقي وفعلي، فالخلقي الذهب والفضة؛ لأنهما تصلح للانتفاع بأعيانها: أي في دفع الحوائج، فلا حاجة إلى الإعداد من العبد للتجارة بالنية لتهيئهما بأصل الخلقة، فتجب الزكوة فيهما نوى التجارة أو لم ينو أصلاً أو نوى النفقة. والفعلي فيما سوى الذهب والفضة، وإنما يكون الإعداد للتجارة فيه بالنية إذا كانت عروضاً أو بنية الإسامة إن كانت سائمة اهـ". طحطاوی (۲)۔

۱۳… سونے چاندی کے زیورات پر بہر صورت زکوٰۃ ہے، کرایہ کی دکان جیسی دوسری کمائی کی چیزوں پر زکوٰۃ نہیں، اگر وہ کرایہ کے لئے ہوں تو ان پر زکوٰۃ ہوگی، جو چیزیں کرایہ پر چلتی ہیں ان کی آمدنی پر شرط کے موافق زکوٰۃ ہوگی (۳)۔

۱۴… جو جانور تجارت کے لئے ہوں ان پر زکوٰۃ ہوگی، جو جانور شوقیہ، نسل یا دودھ کے لئے ہوں ان میں سے اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، دنبہ پر زکوٰۃ ہوگی جب کہ یہ جانور سال کا اکثر حصہ جنگل میں چرنے پر

www.ahlehaq.org

(۱) (رد المحتار: ۲/۲۶۳، کتاب الزکاۃ، سعید)

(وکذا في البحر الرائق: ۲/۳۱۲، کتاب الزکاۃ، رشیدیہ)

(۲) (حاشیة الطحطاوي على الدر المختار: ۱/۳۹۱، کتاب الزکاۃ، دار المعرفة، بیروت)

(۳) "ولا (زكوة) في ثياب البدن ... و دور السكنى ونحوها: أي كثياب البدن الغير المحتاج إليها كالحوانيت والعقارات". (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۶۳، کتاب الزکاۃ، سعید)

(وکذا في فتح القدير: ۲/۱۶۳، کتاب الزکاۃ، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وکذا في البحر الرائق: ۲/۳۶۱، کتاب الزکاۃ، رشیدیہ)

اکتفا کرتے ہوں، بقیہ مرغیوں وغیرہ پر زکوۃ نہیں۔ تجارتی جانوروں کی زکوۃ قیمت لگا کر چالیسواں حصہ ادا کردی جائے، نسل کے جانوروں کی زکوۃ کا طریقہ تفصیل سے کتب فقہ میں مذکور ہے، ایسے جانوروں کا کم از کم نصاب یہ ہے: اونٹ پانچ، گائے بھینس تیس، بکری چالیس (۱)۔

۱۵..... سونے چاندی کے نصاب سے چالیسواں حصہ واجب ہوتا ہے یہی حساب مالِ تجارت کی زکوۃ کا ہے (۲)۔ جانوروں کی زکوۃ میں بہت تفصیل ہے۔ زمین کی پیداوار کی زکوۃ بعض صورتوں میں دسواں حصہ ہے، بعض میں بیسواں، یہ سب تفصیلات کتب فقہ میں مذکور ہیں (۳)۔

۱۶..... کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، جو احکام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاف صاف بیان فرمادیئے خلفائے راشدین نے ان پر عمل کرکے مستحکم کردیا، احکام منصوصہ بالخصوص مقادیر میں تبدیلی ہو بھی نہیں سکتی (۴)۔

۱۷..... ان سکوں کی تفصیل معلوم نہ اوزان کی، لہذا جواب سے معذوری ہے۔

---

(۱) (رد المحتار: ۲/۲۷۵، ۲۹۵، کتاب الزکاۃ، سعید)

(ومجمع الأنهر: ۱/۲۹۲، ۳۰۳، کتاب الزکاۃ، دار الکتب العلمیة بیروت)

(والنهر الفائق: ۱/۴۲۰، ۴۳۵، کتاب الزکاۃ، امدادیه)

(۲) "نصاب الذهب عشرون مثقالاً، والفضة مائتا درهم کل عشرة ... أو في عرض تجارة قیمته نصاب من ذهب أو ورق مقوماً بأحدهما، الخ". (الدر المختار: ۲/۲۹۵، باب زکاۃ المال، سعید)

(وکذا في النهر الفائق: ۱/۴۳۶، باب زکاۃ المال، إمدادیه)

(وکذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۰۳، باب زکاۃ الذهب والفضة والعروض، دار الکتب العلمیه بیروت)

(۳) "یجب العشر في ثمرة جبل أو مفازة ... وتجب في مسقي سماء وسیح کنهر بلا شرط نصاب وبلا شرط بقاء ... ویجب نصفه في مسقي غرب ودالیة، الخ". (الدر المختار: ۲/۳۲۵، ۳۲۸، باب العشر، سعید)

(وکذا في التاتارخانية: ۲/۳۲۶، باب النصاب بوجوب العشر، إدارة القرآن کراچي)

(وکذا في فتح القدیر: ۲/۲۴۲، باب زکاۃ الزروع والثمار، مصطفی البابي الحلبي مصر)

(۴) "لأن نصب المقادیر بالرأي لا یجوز". (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب اللعان: ۳/۴۹۱، سعید)

www.ahlehaq.org

۱۸… کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی کیونکہ مقادیر توقیفی ہیں، اجتہادی اور قیاسی مسائل پر ان کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، کسی کو یہ حق نہیں کہ احکام دین کو منسوخ کردے: ﴿الیوم اکملت لکم دینکم﴾ الآیۃ (۱)۔

۱۹… ہر قسم کے مال زکوۃ پر سال بھر گزرنے سے زکوۃ ہوگی "لا زکوۃ فی المال حتی یحول علیہ الحول" (۲)۔ زمین کی پیداوار اور معدنیات کے لئے سال گزرنا شرط نہیں۔

۲۰… اگر زمین پر خراج موظف ہے تو وہ صرف ایک مرتبہ واجب ہوگا، اگر خراج مقاسمہ ہے یا عشر ہے تو وہ ہر فصل پر واجب ہوگا "ولا یتکرر خراج الوظیفۃ بتکرر الخارج، بخلاف خراج المقاسمۃ والعشر، لأنهما یتکرران بالخارج". مجمع الأنہر (۳)۔

۲۱… قمری سال متعین ہے، کسی خاص مہینہ کی تعیین نہیں، بلکہ جس وقت سے نصاب کا مالک ہوا ہے اسی وقت سے سال بھر پورا ہونے پر زکوۃ پوری ہوگی: "وحولها (أی الزکوۃ) قمری لا شمسی" در مختار (۴)۔

۲۲… مسلم فقیر، مسکین، عامل، مکاتب، مدیون، فی سبیل اللہ، ابن السبیل، لقولہ تعالیٰ: ﴿إنما الصدقات للفقراء﴾ الآیۃ (۵)۔ بشرطیکہ یہ لوگ ہاشمی نہ ہوں اور جس مصرف کے ساتھ دل نہ ہوا کو بقدر

---

(۱) (المائدۃ: ۳)

(۲) (الہدایۃ: ۱/۱۸۵، کتاب الزکاۃ، مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۵۹، کتاب الزکاۃ، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۲/۲۲، کتاب الزکاۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۳) (مجمع الأنہر: ۱/۶۶۹، باب العشر والخراج، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی الدر المختار: ۴/۱۹۴، باب العشر والخراج والجزیۃ، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۲۳۸، الباب السابع فی العشر والخراج، رشیدیہ)

(۴) (رد المحتار: ۲/۲۵۹، کتاب الزکاۃ، سعید)

(وکذا فی الدر المنتقی: ۱/۱۸۵، کتاب الزکاۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی النہر الفائق: ۱/۴۱۲، کتاب الزکاۃ، امدادیہ)

(۵) (سورۃ التوبۃ: ۶۰)

www.ahlehaq.org

حاجت زکوۃ دی جائے(۱) غیر مسلم زکوۃ کا مصرف نہیں(۲)۔

۴۳...فقیر: جو قدرِ نصاب سے کم کا مالک ہو۔ مسکین: جس کی ملک میں کچھ نہ ہو۔ عامل: جس نے اپنے نفس کو زکوۃ وصول کرنے کے لئے فارغ کر رکھا ہو جیسے عاشر اور ساعی، بقدرِ عمل اس کو زکوۃ دی جائے۔

مکاتب: جس غلام کا مولیٰ سے معاملہ ہو گیا ہو کہ اتنی مقدار ادا کر دو تو آزاد ہو جاؤ گے بشرطیکہ اس کا مولیٰ ہاشمی نہ ہو۔

غارم: مقروض جس کے پاس اتنا نہ ہو کہ قرض ادا کر کے بقدرِ نصاب بچ جائے۔

فی سبیل اللہ کے مصداق تین ہیں: ۱-منقطع الغزاۃ ۲-منقطع الحاج ۳-طلبۂ علمِ دین۔

ابن السبیل: جس کے ساتھ مال نہ ہو اگرچہ وطن میں مال ہے، کذا فی الشامی (۳)۔

۴۴...کسی ایک پر بھی خرچ کی جاسکتی ہے، تمام مصارف پر صرف کرنا ضروری نہیں۔ "ویصرف إلی کلهم أو بعضهم ولو واحداً من أي صنف کان" الخ، در مختار (۴)۔ کسی مصرف کو اس قدر

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿إنما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها﴾ الخ [التوبة: ٦٠]

"مصرف الزكاة والعشر هو الفقير، وهو من له أدنى شيء: أي دون نصاب أو قدر نصاب غير تام، مستغرق في الحاجة. ومسكين من لا شيء له. وعامل، فيعطى ولو غنياً، لا هاشمياً، بقدر عمله، ومكاتب، ومديون لا يملك نصاباً فاضلاً عن دينه، وفي سبيل الله، وابن السبيل" الخ.

(الدر المختار، ٢/٣٣٩-٣٤٣، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ٢/١١١، باب المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/١٨٧، الباب السابع في المصارف، رشيديه)

(۲) "ولا تدفع إلى ذمي لحديث معاذ". (الدر المختار: ٢/٣٥١، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/١٨٨، الباب السابع في المصارف، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ٢/٤٢٣، باب المصرف، رشيديه)

(۳) (راجع حاشية رقم: ٣٨)

(۴) (الدر المختار: ٢/٣٤٣، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/١٨٨، الباب السابع في المصارف، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ٢/٢٦٣، باب المصرف، مصطفى البابي الحلبي مصر)

www.ahlehaq.org

زکوۃ دیا کرو وہ ہے جس سے کہ وہ خود صاحبِ نصاب ہو جائے (۱)۔

۲۵… مصارفِ زکوۃ کے ہر مد اور ہر فرد کو زکوۃ دی جا سکتی ہے، بنو ہاشم اور ان کے موالی کو لینا جائز نہیں، ایسے حضرات کی خدمت غیر زکوۃ سے کیا نے، حکومتِ اسلام کو چاہیے کہ احترام کے ساتھ بیت المال کے دوسرے مدات سے ان کی خدمت کرتی رہا کرے اور اس کا خاص طور پر اہتمام رکھے: "لا إلى بني هاشم و مواليهم اھ". در مختار (۲)۔ مزکی کو اختیار ہے کہ سب مصارف میں جس کو چاہے دے۔

۲۶… زکوۃ کے لئے تملیک ضروری ہے، اگر اداروں کے منتظمین کو زکوۃ دی جائے اور وہ مصارفِ زکوۃ پر تملیکاً صرف کر دیں تو زکوۃ ادا ہو جائے گی، اگر تعمیر وغیرہ دوسرے مصارف پر صرف کریں تو جائز نہیں۔

"لا يصرف إلى بناء نحو مسجد كبناء القناطير والسقاية وإصلاح الطرقات وكري الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه اھ". شامی (۳)۔

۲۷… دیا جا سکتا ہے جب تک وہ مصرف رہیں۔

۲۸… بے موقع میں خرچ کرنا درست نہیں، لما مر من أنه لا تمليك فيها۔

۲۹… نہیں دی جا سکتی (۴)۔

---

(۱) "وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً، أو كان صاحب عيال لو فرقه عليهم لا يخص كلا ... الخ". (الدر المختار: ۲/ ۳۵۳، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/ ۳۳۲، باب في بيان المصارف، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/ ۴۶۸، باب المصرف، امداديه)

(۲) (الدر المختار: ۲/ ۳۵۰، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/ ۴۲۹، باب المصرف، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/ ۲۴۲، الفصل الثامن في أداء الزكاة، امجد اكيدمي لاهور)

(۳) (الدر المختار: ۲/ ۳۴۴، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/ ۲۴۲، الباب الثامن في أداء الزكاة، امجد اكيدمي لاهور)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/ ۲۰۱، باب المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) "رجل دفع إلى رجل عشرة دراهم، وأمره أن يتصدق بها، فأنفقها الوكيل، لم تصدق عن الآمر

www.ahlehaq.org

تدابیر بھی اختیار کی جاسکتی ہیں۔

۳۳....مقامی اہل علم اہل صلاح و ورع کے مشورہ سے مرکز انتظام کرے اور حسب ضرورت دوسرے صوبوں اور علاقوں میں صرف کا انتظام کیا جائے مگر یہ انتظام ان ہی اموال کے متعلق ہے جن کی زکوۃ وصول کرنے کا حکومت کو حق ہے۔

۳۴...بیت المال کا محکمہ علیحدہ ہونا چاہئے جس میں دیندار، اہل تقویٰ مسائل زکوۃ وغیرہ سے واقف کام کرنے والے ہوں اور یہ شعبہ کسی مخصوص شیخ الاسلام کے تحت ہو۔

۳۵...زکوۃ حق فقراء ہے حق حکومت نہیں، حکومت کی ذمہ داری اتنی ہی ہے کہ اغنیاء سے وصول کرکے مستحقین پر بہ انتظام صرف کردے اور وہ بھی اموال ظاہرہ کی زکوۃ وصول کرسکتی ہے، اموال باطنہ کی زکوۃ وصول کرنے کی ذمہ دار نہیں ہے، اور نہ اہل اموال پر اموال باطنہ کی زکوۃ وصول کرنے کے لئے جبر کرسکتی ہے، ہاں اہل اموال کے ذمہ خود ادا کرنا فرض ضروری ہے۔ زکوۃ سرکاری محصول نہیں، یہ حق فقراء ہے (۱)۔

۳۶...وقتی ضروریات وحوادث کے لئے چندہ کی ترغیب دی گئی ہے، بطور محصول کوئی چیز وصول نہیں کی گئی بعض دفعہ کسی دولت کا ضرورت سے زائد مال بطور عاریت لیا گیا ہے، مثلاً کسی کے پاس دو گھوڑے ہیں تو جہاد کے لئے اس کا ایک گھوڑا مستعار لیا گیا جو پھر واپس کردیا گیا، باقی ضروریات عامہ جزیہ، خراج وغیرہ سے پوری کی جاتی تھیں۔

"ومصرف الجزية والخراج ومال التغلبي وهديتهم للإمام وما أخذ منهم بلا حرب مصالحنا كسد ثغور وبناء قنطرة وجسور وكفاية العلماء والمتعلمين والقضاة ورزق المقاتلة وذراريهم اهـ". الدر المختار (۲)۔

---

(۱) صحح الولوالجي عدم الجواز في الأموال الباطنة، قال: وبه يفتى؛ لأنه ليس للسلطان ولاية الزكاة في الأموال الباطنة، فلم يصح الأخذ منه. (البحر الرائق ۲/۴۰۹، فصل في الغني، رشيدية)

وكذا في رد المحتار ۲/۳۰۹، باب زكاة الغنم، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق ۱/۴۳۳، فصل في الغني، امداديه)

(۲) (رد المحتار ۲/۳۳۷، مطلب في مصارف بيت المال، سعيد)

۳۷..... پہلے زمانہ میں عامل، ساعی، عاشر، مصدق مقرر تھے، ان کے ذریعہ سے صدقات وصول کئے جاتے تھے اور ارباب اموال کے اموال کی حفاظت کی جاتی تھی، بیت المال کی حدود مقرر تھیں، ان کے مصارف مقرر تھے۔ موجودہ حکومتوں کا حال حکومتِ پاکستان معلوم کر سکتی ہے(۱)۔

۳۸..... اس کا جواب نمبر: ۳۳ و ۳۴ سے واضح ہے۔

۳۹..... تنخواہ مدِ زکوۃ سے اس شخص کو دی جا سکتی ہے جب کہ وہ ہاشمی نہ ہوں۔ سب سے اعلیٰ شرط دیانت داری سے کام کرنا ہے، بقدرِ عمل تنخواہ دی جائے جو عامل کو اور اس کے اہل وعیال کو توسط کے ساتھ کافی ہو جس میں حسبِ عمل وضرورت کمی وبیشی ہوتی رہے گی اور جب خیانت کا ثبوت ہو جائے علیحدگی لازم ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ ذیقعدہ/ ۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۵/ ذیقعدہ/ ۶۹ھ۔

جوابات صحیح ہیں: بندہ منظور احمد عفی عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ ذیقعدہ/ ۶۹ھ۔

مجھے ان جوابات سے کامل اتفاق ہے: محمد اسعد اللہ غفرلہ۔ الجواب صحیح: زکریا کاندھلوی۔

صحیح: جمیل احمد تھانوی، مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

= (وكذا في مجمع الأنهر: ۲/ ۴۸۵، كتاب الجهاد والسير، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۱۰۱، فصل فيما يوضع في بيت المال أربعة أنواع، رشيديه)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لمعاذ بن جبل حين بعثه إلى اليمن: "إنك ستأتي قوماً أهل الكتاب، فإذا جئتهم ... .إن الله قد افترض عليهم صدقة تؤخذ من أغنيائهم، وترد على فقرائهم، فإن هم أطاعوا لك بذلك، الخ". (صحيح البخاري: ۱/ ۲۰۳، باب أخذ الصدقة من أغنيائهم، قديمي)

(۲) (راجع ص: ۳۶۳، رقم الحاشية: ۱)

باب الزکوٰۃ فی الذهب والفضة والفلوس الرائجة

(سونے چاندی اور نوٹ پر زکوٰۃ کا بیان)

زیور کی زکوٰۃ

سوال [۲۰۱۱]: ۱... ہندہ اور اس کا شوہر ہندہ کے خسر کی شرکت میں زندگی بسر کررہے ہیں، اگر ہندہ اور اس کا شوہر اس شرکت سے جدا ہو کر زندگی بسر کریں تو گزر اوقات مشکل ہے یعنی دونوں وقت کھانا اور کپڑا بھی مشکل سے میسر آسکے گا۔ ہندہ کے پاس کوئی شکل آمدنی کی نہیں ہے مگر اس کو شادی کے موقع پر بچے والدین کی جانب سے جہیز میں تقریباً ایک ہزار روپیہ کا زیور ملا ہے اور نصف ہزار کی مالیت کے قریب خسر سے ملا ہے مگر بوجہ روزی تنگ ہونے کے زکوٰۃ نہیں نکال سکتی اور اس کا خسر باوجود مقدور ہونے کے ادا نہیں کرتا، اس حالت میں ہندہ کو کیا کرنا چاہئے؟

۲... ہندہ کو جو زیور اس کے خسر سے ملا ہے وہ ہندہ ہی کے قبضہ میں ہے اور ابتدائی زمانہ میں اس کو استعمال بھی کیا مگر اب بوجہ زکوٰۃ ادا نہ ہونے کے اس کا استعمال ترک کردیا لیکن قبضہ ہندہ ہی کا ہے، اس صورت میں اس کی زکوٰۃ کس پر واجب ہے آیا ہندہ پر یا اس کے شوہر پر؟ اگر ہر دو صورت میں زکوٰۃ ہندہ پر واجب ہے تو ادائیگی کی کیا صورت ہے؟ ہندہ کو کسی قسم کی آمدنی نہیں اور شوہر میں اس قدر وسعت نہیں۔ حکم شرعی سے مطلع فرمائیں۔

فقط والسلام۔

احقر الناس محمد احسن [illegible]

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... جب کہ وہ زیور استعمال کے لئے ہے اور اس لڑکی کی ملک ہے اور اسی کے قبضہ میں ہے تو اس کی زکوٰۃ اسی کے ذمہ ہے اس کے خسر کے ذمہ نہیں ہے، اگر ادا نہیں کرے گی تو گنہگار ہوگی (۱) خواہ حساب کر

---

(۱) "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ما من صاحب ذهب ولا فضة لا يؤدي منها حقها إلا إذا كان

کے زیور کی زکوٰۃ میں دے یا کوئی اور چیز زکوٰۃ میں دے۔

"ثم یختلفوا أن الحلي إذا کان في ملك الرجل تجب فیه الزکوٰة فکذلك إذا کان في ملك المرأة کالدراهم والدنانیر، وأیضاً لا یختلف حکم الرجل والمرأة فیما یلزمها من الزکوٰة، فوجب أن لا یختلفا في الحلي اهـ". أحکام القرآن: ۳/۱۳۳ (۱)۔

۲…… اگر ہندہ اپنا زیور اپنی ملک سے نکال کر اپنے شوہر کو دیدے تو شوہر کے ذمہ زکوٰۃ ہوگی ورنہ ہندہ کے ذمہ ہوگی، خواہ زیور کی زکوٰۃ میں دے خواہ اسے فروخت کر کے اس کے پیسے وغیرہ دیدے یا اس کی قیمت کی کوئی اور شئے خرید کر دے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۶/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ جمادی الثانیہ ۵۵ھ۔

جس زیور میں پتھر جڑے ہوں اس پر زکوٰۃ

سوال [illegible]: قیمتی پتھر جیسے فیروزہ، یاقوت وغیرہ اگر زیور میں جڑے ہوئے ہیں تو ان کی زکوٰۃ کس اصول کے تحت ادا کرنا چاہئے؟ اور کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے؟

= یوم القیامة صفحت له صفائح من نار، فأحمي علیها في نار جهنم فیکوی بها جنبه وجبینه وظهره" الخ

(الصحیح لمسلم، کتاب الزکوٰة، باب إثم مانع الزکوٰة: ۱/۳۱۸، قدیمی)

(۱) (أحکام القرآن للجصاص: ۳/۱۵۸، باب زکوٰة الحلي، قدیمی)

(وکذا في التاتارخانیة: ۲/۲۳۳، الفصل الثاني في زکوٰة المال، إدارة القرآن کراچي)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة: ۱/۱۷۸، الفصل الأول في زکوٰة المال والفضة، رشیدیة)

(۲) "ولو کان له إبریق فضة وزنه مائتان وقیمته لصیاغته ثلث مائة إن أدی من العین یؤدی ربع عشره، وهو خمسة قیمتها سبعة ونصف، وإن أدی خمسة قیمتها خمسة، جاز، ولو أدی من خلاف جنسه یعتبر القیمة إجماعاً". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۱۷۹، الفصل الأول في زکوٰة الذهب والفضة، رشیدیة)

(وکذا في تبیین الحقائق: ۲/۳۱، باب زکوٰة المال، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في البحر الرائق: ۲/۳۹۷، باب زکوٰة المال، رشیدیة)

www.ahlehaq.org

چاندی ہوگی اور تین سو تولہ چاندی کا چالیسواں حصہ ساڑھے سات تولہ چاندی ہے، اب یا تو اتنی چاندی دیدی جاوے یا اس قیمت کی چاندی کے علاوہ کوئی اور چیز کسی غریب کی ضرورت کے موافق دیدی جاوے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۱/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، 　صحیح: عبد اللطیف، مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ذیقعدہ/۶۷ھ۔

چاندی کی زکوٰۃ

سوال[۴۴۸۹]: میری بیوی کے پاس دو ساڑھے سات تولہ سونا ہے اور تین ساڑھے باون تولہ چاندی ہے، دونوں کو ملا کر دیکھا جاوے، سونے کی قیمت چاندی میں بدل کر دیکھیں تو اتنا وزن ہوتا ہے، چاندی کی قیمت کو سونے میں بدل کر دیکھیں تو ساڑھے سات تولہ نہیں ہوتا تو اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ البتہ تعداد میں جا کر دیکھا اور تھوڑا بھی آتا ہے یا نہیں؟ سب کو ملا کر سونے کی قیمت اور سب سامان کی قیمت قریب قریب ٹھیک ہو جاتی ہے۔

میرے پاس نقد روپیہ چار سو ہے اور ایک ہزار روپیہ ایک سال سے ادھار رکھا ہے، سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے فنڈ میں ایک ہزار روپیہ سے زیادہ جمع ہے جس میں آدھا روپیہ تنخواہ میں سے کٹا ہے اور آدھا حکومت نے دیا ہے، دونوں ملا کر پانچ روپیہ فی صد سود لگایا جاتا ہے، یہ روپیہ ریٹائر ہونے کے بعد ملتا ہے، کیا میں ان روپیوں کے اوپر زکوٰۃ ادا کروں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سونے کو بھی ملا کر چاندی تصور کرلیں یعنی اس سونے کے عوض جتنی چاندی آتی ہو تو یوں سمجھیں کہ یہ

---

(۱) "وجاز دفع القيمة في زكاة وعشر وخراج، الخ". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ۲/۲۵۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، مسائل شتى: ۱/۱۸۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل وأما صفة الواجب في سوائم: ۲/۲۳۲، سعيد)

چاندی ہے پھر مجموعہ کی زکوٰۃ ادا کریں (۱)۔ چاندی سونے کے گوٹے ٹھپے کی بھی زکوٰۃ ہوگی (۲)۔ جو نقد روپیہ آپ کے پاس ہے اس کی زکوٰۃ لازم ہے (۳)، جو روپیہ ادھار دے رکھا ہے اس کے وصول ہونے پر لازم ہوگی، جو روپیہ قرض سے ملے گا اس کی زکوٰۃ اس وقت دوسرے حساب چاندی سونا، نقد کے ساتھ اس کو بھی زکوٰۃ لازم ہوگی ابھی لازم نہیں (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۸۸ھ۔

---

(۱) "ويضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمة، وقالا: بالأجزاء" الخ. (الدر المختار).

"أي: ما ذكر من وجوب الضم إذا لم يبلغ كل واحد منهما نصاباً بأن كان أقل" الخ. (رد المحتار: ۲/۳۰۳، باب زكاة المال، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۷۹، الفصل الأول في زكاة الذهب والفضة، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۰۳، باب زكاة المال، رشيدية)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲/۱۱۰، فصل في مقدار الواجب، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "الدراهم إذا كانت مغشوشة، فإن كان الغالب هو الفضة، فهي كالدراهم الخالصة، أي فتجب في كل مائتي درهم خمسة دراهم الخ. ... وإن غلب الغش فليس كالفضة كالستوقة، فينظر إن كانت رائجة أو نوى التجارة، اعتبرت قيمتها" الخ. (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الأول في زكاة الذهب والفضة: ۱/۱۷۹، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۰۰، باب زكاة المال، سعيد)

(وكذا في البدائع: ۲/۹۸، فصل في بيان صفة النصاب، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "وشرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام والحرية وملك نصاب حولي فارغ عن الدين وحاجته الأصلية، نام ولو تقديراً" الخ. (تبيين الحقائق: ۲/۱۸، باب زكاة المال، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۲۳۵، كتاب الزكاة، امجد اكيڈمي لاهور)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۲۸۵، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) "وأما على قولهما، فالديون كلها سواء، وهي نصاب كله، تجب فيه الزكاة قبل القبض إذا حال —

سونا چاندی مخلوط کی زکوٰۃ

سوال[۴۲۹۰]: اگر کسی شخص کے پاس ساٹھ تولے یا ستر تولے چاندی ور دو تولے یا ایک تولہ سونا ہو تو سونے کی زکوٰۃ چاندی میں تول کر دی جائے یا سونے کی قیمت لگا کر زکوٰۃ دی جائے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

سونے کی قیمت لگا کر اس قیمت کو چاندی میں شامل کر کے زکوٰۃ دی جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

سونے چاندی کو ملا کر زکوٰۃ دینا

سوال[۴۲۹۱]: زید کے پاس چاندی بقدر نصاب اور سونا سات مثقال سے کم موجود ہے اس صورت میں سونے کو چاندی کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

چاندی کے ایک نصاب کی تو مستقل زکوٰۃ ادا کر دی جائے، بقیہ جتنی مقدار ایک نصاب سے زائد ہے اس کو دیکھا جائے، اگر اس کی قیمت اتنے سونے کی مساوی ہے کہ اس کے ذریعے سونے کا نصاب پورا ہو سکتا

= الحول، ولكن لا يجب الأداء قبل القبض، وإذا قبض شيئاً منه يجب الأداء بقدر ما قبض قليلاً كان أو كثيراً. الخ". (التاتارخانية: ۲/۳۰۰، في زكاة الديون، إدارة القرآن كراتشي)

(وكذا في مراقي الفلاح، ص: ۷۱۹، كتاب الزكاة، قديمي)

(وكذا في فتح القدير: ۲/۱۶۷، كتاب الزكاة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) "ويضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمة. الخ: أي من جهة القيمة، فمن له مائة درهم وخمسة مثاقيل قيمتها مائة عليه زكاتها، خلافاً لهما". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۳۰۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۰۰، باب زكاة المال، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۸۰، باب زكاة المال، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۴۳، باب زكاة المال، رشيديه)

ہے تو مجموعہ کو سونے کا نصاب قرار دے کر زکوۃ دینا واجب ہے(۱)۔ اگر اس صورت سے سونے کا نصاب پورا نہیں ہوسکتا تو سونے کی قیمت اگر اتنی چاندی کے مساوی ہے کہ بقیہ چاندی میں ملا کر چاندی کا نصاب پورا ہوسکتا ہے تو چاندی کا نصاب اس مجموعہ کو قرار دے کر اس کی زکوۃ دینا واجب ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۲۵/۱۲/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ ذی الحجہ/ ۵۳ھ۔

سونے اور چاندی کی زکوۃ الگ الگ دیجائے

سوال [۴۹۹۲]: ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا رکھنے والے پر فرض زکوۃ، قربانی، حج لازم وضروری ہے، مگر یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ساڑھے باون تولہ چاندی اور ساڑھے سات تولہ سونے کی زکوۃ الگ الگ کرکے دی جائے یا کس طریقہ سے نکالا جائے؟ اس صورت میں کس طرح زکوۃ ادا کرے؟

---

(۱) "وفي الينابيع: ولو فضل من النصابين أقل من أربعة مثاقيل وأقل من أربعين درهماً، فإنه يضم إحدى الزيادتين إلى الأخرى حتى يتم أربعين درهماً أو أربعة مثاقيل". (التاتارخانية، كتاب الزكاة، زكاة المال: ۲/ ۲۳۳، إدارة القرآن، كراچي)

"ويضم الذهب إلى الفضة والفضة إلى الذهب، ويكمل إحدى النصابين بالآخر عند علمائنا ... ويقوم الدراهم بالدنانير، فإن بلغت قيمتها عشرين مثقالاً تجب فيها الزكاة". (التاتارخانية، زكاة المال، كتاب الزكاة: ۲/ ۲۳۳، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) "هذا إذا كان له فضة مفردة أو ذهب مفرد، فأما إذا كان له الصنفان جميعاً، فإن لم يكن كل واحد منهما نصاباً بأن كان له عشرة مثاقيل ومائة درهم، فإنه يضم أحدهما إلى الآخر في حق تكميل النصاب عندنا ... وهذا الذي ذكرنا كله من وجوب الضم إذا لم يكن كل واحد منهما نصاباً بأن كان أقل من النصاب، فأما إذا كان كل واحد منهما نصاباً تاماً ولم يكن زائداً عليه، لا يجب الضم الخ". (بدائع الصنائع، فصل في مقدار الواجب: ۲/ ۱۱۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/ ۲۳۴، الفصل الثاني في زكاة المال، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الأول في زكاة الذهب والفضة: ۱/ ۱۷۹، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

فطرہ، قربانی، زکوٰۃ کے لئے تو اتنا نصاب کافی ہے مگر حج کے لئے یہ کافی نہیں بلکہ پورے سفرِ حج کا صرفہ واجبی مقدار کا ہونا ضروری ہے (۱)۔ چاندی، سونا دونوں الگ الگ بقدرِ نصاب ہوں تو دونوں کی زکوٰۃ بھی چالیسواں حصہ الگ الگ کرکے ادا کریں، مجموعی زکوٰۃ یکجائی بھی ادا کرنا درست ہے (۲)۔ مالِ تجارت کی زکوٰۃ صرف نفع میں نہیں بلکہ اصل مال اور نفع کا کل مجموعہ چالیسواں ادا کرے (۳)۔ زیور پر بھی زکوٰۃ لازم ہوگی، جس کی ملک ہو اسی کے ذمہ واجب ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۸۸ھ۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا﴾ (سورة آل عمران)

"هو (أي الحج) فرض على مسلم حر مكلف صحيح بصير ذي زاد وراحلة فضلاً عما لا بد منه وفضلاً عن نفقة عياله إلى حين عوده الخ". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الحج: ۲/۴۵۴-۴۶۳، سعيد)

(۲) "فلو كان كل منهما نصاباً تاماً بدون الزيادة، لا يجب الضم، بل ينبغي أن يؤدي من كل واحد زكاته، فلو ضم حتى يؤدي كله من الذهب أو الفضة، فلا بأس به عندنا، ولكن يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء رواجاً، وإلا يؤدي من كل منهما ربع عشره". (رد المحتار: ۲/۳۰۳، باب زكاة المال، سعيد)

(وكذا في البدائع: ۲/۴۰۳، فصل في مقدار الواجب، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۷۹، الفصل الأول في زكاة الذهب والفضة، رشيديه)

(۳) "واعلم أن نية التجارة في الأصل تعتبر ثابتة في بدله وإن لم يتحقق شخصها فيه، وهو ما لو عوض به مال التجارة، فإنه يكون للتجارة بلا نية به؛ لأن حكم البدل حكم الأصل، وكذا ... أجرة دار التجارة وعبد التجارة بمنزلة ثمن مال التجارة في الصحيح (وفي عروض التجارة يجب ربع العشر إذا بلغ نصاباً من أحدهما)". (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۳۹۹، رشيديه)

(۴) "واللازم في مضروب كل منهما ومعموله ولو تبراً أو حلياً مطلقاً ... ربع عشر". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۲۹۷، ۲۹۹، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الزكاة، باب زكاة عروض التجارة: ۲/۲۳۵، إدارة القرآن، كراچی)

www.ahlehaq.org

لڑکی کے زیور پر زکوٰۃ

سوال[۴۴۹۳]: جو زیور لڑکیوں کی شادی کے لئے بنایا جاتا ہے یا بنوا کر رکھا جاتا ہے، لڑکی کے ایسے زیور پہ اس کے والدین پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ یا بعد بلوغ کے لڑکی سے یا اس کے والدین کے ذمہ واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ زیور لڑکی کی ملک کر دیا ہے تو اس پر زکوٰۃ قبل از بلوغ فرض نہیں، نہ لڑکی پر نہ والدین پر، بعد از بلوغ خود لڑکی پر فرض ہوگی (۱)۔ اگر لڑکی کی ملک نہیں کیا تو جس کی ملک ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، کما فی الحصکفی فی الدر المختار (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

مرہون زیور کی زکوٰۃ

سوال[۴۴۹۴]: کسی کے پاس سونے کا زیور رہن رکھا ہوا ہے اور مدت معینہ سے بھی زائد وقت گزر گیا، اس صورت میں زکوٰۃ کون دے گا؟

---

(۱) "(وشرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام) خرج المجنون والصبي، فلا زكاة في مالهما ... وإنما يعتبر ابتداء الحول من وقت الإفاقة كالصبي إذا بلغ، يعتبر ابتداء الحول من وقت البلوغ". (البحر الرائق: ۲/۳۵۲، ۳۵۴، كتاب الزكاة، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۴۰، باب زكاة المال، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲/۸۰، فصل في شرائط الفرضية، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "واللازم في مضروب كل منهما ومعموله ولو تبراً أو حلياً مطلقاً مباح الاستعمال أو لا ولو للتجمل والنفقة، لأنهما خلقا أثماناً، فيزكيهما كيف كانا، الخ". (الدر المختار: ۲/۲۹۸، باب زكاة المال، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۲۰، الفصل الثاني في زكاة المال، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۰۶، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

www.ahlehaq.org

زیور کی زکوۃ میں کس قیمت کا اعتبار ہے؟

سوال[۴۳۹۶]: چاندی اور سونے کا زیور جب بھاؤ سے تو فروخت نہیں ہوتا، کیونکہ وہ پرانا ہوتا ہے اور نصف قیمت پر فروخت ہوتا ہے تو اب جو زکوۃ ادا کی جائے گی وہ نئے حساب سے یا پرانے حساب سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چاندی اور سونے کے زیور میں قیمت کا اعتبار نہیں، وزن کا اعتبار ہے، چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے اور سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے، نئے اور پرانے سب کا یہی حکم ہے۔ چالیسواں حصہ زکوۃ لازم ہے، مثلاً اگر دوسو تولہ چاندی کا زیور ہے تو زکوۃ پانچ تولہ لازم ہے خواہ چاندی دے خواہ پانچ تولہ کے برابر کے بھاؤ سے قیمت دے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۱/۸۹ھ۔

ادائے زکوۃ کے وقت سونے چاندی کی کس قیمت کا اعتبار ہوگا؟

سوال[۴۳۹۷]: سونا چاندی کے زیورات کی زکوۃ کس حساب سے دی جائے جب کہ خرید کے وقت سونا چاندی کی قیمت اس وقت کے حساب سے بہت کم تھی، چنانچہ خرید کے زمانہ میں سونا ۲۲/ روپیہ بھر کے حساب سے ملتا تھا اور اب ۱۱۵/ روپیہ بھر ملتا ہے۔

المستفتی: حکیم حبیب الرحمن، گورنمنٹ رجسٹرڈ نمبر: ۲، بمات لین دھرم تلہ، کلکتہ۔

= (وكذا في التاتارخانية: ٢/٢٠٠، الفصل الثاني عشر في زكاة الديون، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ١/٢٣٨، الفصل السادس في الديون ومسائلها، امجد اكيڈمی لاہور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/١٧٤، الباب الأول في تفسيرها وصفتها الخ، رشيدية)

(١) "والمعتبر وزنهما أداءً ووجوباً لا قيمتهما" (الدر المختار). وفي رد المحتار: "وهذا إن لم يؤد من خلاف الجنس، وإلا اعتبرت القيمة إجماعاً كما علمت". (كتاب الزكاة: ٢/٢٩٨، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ٢/٧٤، باب زكاة المال، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ٢/٣٩٥، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سونا چاندی دونوں وزنی چیز ہیں، ان میں نصاب اور ادائے زکوٰۃ ہر دو کے لئے وزن کا اعتبار ہوگا، قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا، لہٰذا اگر دونوں کا نصاب کامل ہو تو دونوں کی زکوٰۃ میں چالیسواں حصہ دیدیا جائے، خواہ قیمت کچھ ہو، البتہ اگر سونا چاندی زکوٰۃ میں دینا مقصود نہ ہو تو ادا کرتے وقت جو قیمت قدرِ زکوٰۃ کی ہو اس کی کوئی دوسری دیدی جائے مثلاً اگر قدرِ زکوٰۃ دو تولہ سونا واجب ہو تو یا دو تولہ سونا دیا جائے یا اتنی مالیت کی کوئی دوسری چیز دی جائے۔ غرض مستحقِ زکوٰۃ کے پاس دو تولہ سونے کی مالیت کا پہونچ جانا ضروری ہے تب زکوٰۃ ادا ہوگی، خریدتے وقت سونے کی قیمت کا اعتبار نہیں:

"والمعتبر وزنهما أداءً ووجوباً، لا قيمتهما" اهـ" در مختار۔ "أي من حيث الأداء يعتبر أن يكون المؤدى قدر الواجب وزناً، وأجمعوا أنه لو أدى من خلاف جنسه اعتبرت القيمة" اهـ. شامی: ۲/۲۹۵ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/شوال/۹۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/شوال/۹۵ھ۔

چاندی کی زکوٰۃ میں کس قیمت کا اعتبار ہے؟

سوال [۴۲۱۸]: میں چاندی کو لیکر دکان پر جاؤں تو اس کو آدھی قیمت کے حساب سے خرید لیں گے، اگر لیتے جاؤں تو اصل بھاؤ میں دیں گے تو اب کس حساب سے زکوٰۃ دیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زکوٰۃ میں آپ چاندی نہیں دیتے بلکہ اس کی قیمت دیتے ہیں تو جس قیمت پر وہ بازار میں فروخت

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۹۵، کتاب الزکاۃ، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۲/۷۳، باب زکاۃ المال، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲/۳۹۵، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، رشیدیہ)

ہوگی اس قیمت کا اعتبار ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹/۱/۸۸ھ۔

بذریعۂ قیمت سونے چاندی کی زکوٰۃ

سوال [۲۲۱۱]: عرض یہ ہے کہ میری زکوٰۃ میں اب تک دو غلطی ہوتی رہیں۔ ایک تو دو چار تولہ سونے کو چاندی کے وزن میں شمار کرتا رہا، سونے کی قیمت کا کوئی حساب نہیں لگایا، اب تک جتنے سالوں کی زکوٰۃ دی ہے سونے کا مختلف بھاؤ رہا ہے، اب کس صورت سے پچھلی زکوٰۃ ادا کی جائے؟ دوسرے چاندی کے زیور کی چاندی کا وزن لگا کر اس کی قیمت لگا کر قیمت دی ہے اور چاندی کی قیمت دینا جائز نہیں ہے۔ ایسی صورت میں کیا زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟

ایک اشکال یہ ہے کہ چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی منگا کر دینے میں لینے والوں کو اور دینے والوں کو دونوں کو دقت ہے، لینے والوں کو ضرورت ہے پیسوں کی اور دی جائے چاندی وہ کہاں بیچتے پھریں گے۔

چونکہ زکوٰۃ میں کوئی شرط ہے تو کل دی جائے یا تھوڑی تھوڑی بوقت ضرورت دے سکتا ہے؟ فقط والسلام۔

کریم بخش خان از ستمیر پور

الجواب حامداً ومصلیاً:

سونے چاندی کے ساتھ مال کر زکوٰۃ ادا کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ سونے کو قیمت لگا کر چاندی کے اعتبار

---

(۱) "وتعتبر القیمۃ یوم الوجوب، وقالا: یوم الأداء ... ویقوم فی البلد الذی المال فیہ، ولو فی مفازۃ ففی أقرب الأمصار إلیہ". (الدر المختار). "(قولہ: وہو الأصح) أی کون المعتبر فی السوائم یوم الأداء إجماعاً ہو الأصح، فإنہ ذکر فی البدائع أنہ قیل: إن المعتبر عندہ فیہا یوم الوجوب، وقیل: یوم الأداء اھـ. وفی المحیط: یعتبر یوم الأداء بالإجماع، وہو الأصح اھـ. فہو تصحیح للقول الثانی الموافق لقولہما، وعلیہ فاعتبار یوم الأداء یکون متفقاً علیہ عندہ وعندہما". (رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم: ۲/۲۸۶، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲/۲۰۰، باب زکاۃ المال، رشیدیہ)

(وکذا فی فتح القدیر: ۲/۱۹۹، فصل فی العروض، مصطفی البابی الحلبی مصر)

سے چاندی فرض کرلی جاوے، مثلاً کسی کے پاس ایک تولہ سونا ہے باقی چاندی ہے اور اس ایک تولہ سونے کی قیمت بازار میں ساٹھ تولہ چاندی ہے تو سونے کو ساٹھ تولہ چاندی فرض کرکے دوسری چاندی کے ساتھ مجموعہ کی زکوۃ ادا کی جائے، ایک تولہ سونے کو بلا حساب قیمت کے ایک تولہ چاندی فرض کرکے زکوۃ ادا نہیں ہوگی، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے(۱)، لہٰذا غور وفکر کرکے گزشتہ ایام کی زکوۃ کی تصحیح کرلی جائے اور جب قلب شہادت دیدے کہ بس اس سے زیادہ میرے ذمہ باقی نہیں رہی تو ذمہ داری پوری ہوجائے گی، پھر بھی اگر کچھ کوتاہی رہے تو اللہ پاک سے توقع ہے کہ معاف فرمادیں گے۔

چاندی کے زیور کی قیمت لگا کر اگر زکوۃ میں چاندی ہی دی جائے تو اس میں وجوب زکوۃ اور ادائے زکوۃ دونوں میں وزن کا اعتبار کرنا ہوگا، قیمت کا اعتبار نہیں ہے، ہم جب دونوں جانب میں قیمت کا اعتبار کرلیا ہے تو حساب برابر ہی ہوگیا(۲)، اگر چاندی کے علاوہ کوئی اور چیز دی جائے مثلاً سلور کی ریزگاری پیسے، غلہ وغیرہ تو اس میں قدر رواج کی قیمت کا اعتبار ہوگا(۳) اور اس میں لینے والے اور دینے والے دونوں کو سہولت رہے گی۔

پیشگی زکوۃ جب کہ نصاب موجود ہو ہر طرح ادا ہوجاتی ہے چاہے یکمشت ادا کردے چاہے تھوڑی

---

(۱) "ويضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمة، وقالا: بالأجزاء، فمن له مائة درهم وخمسة مثاقيل قيمتها مائة، عليه زكاتها، خلافاً لهما". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۳۰۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۰۰، باب زكاة المال، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۳۲، باب زكاة المال، رشيدية)

(۲) "والمعتبر وزنهما أداءً ووجوباً، لا قيمتهما، الخ". (الدر المختار: ۲/۲۹۷، باب زكاة المال، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۷۳، باب زكاة المال، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۳۹۵، باب زكاة المال، رشيدية)

(۳) "وجاز دفع القيمة في الزكاة، فلا تعتبر القيمة في نصاب كيلي أو وزني... وهذا إذا أدى من جنسه، وإلا فالمعتبر هو القيمة اتفاقاً، الخ" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ۲/۲۸۵، سعيد)

تھوڑی اس میں کوئی فرق نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

سونا اور چاندی دونوں کا نصاب پورا نہ ہو تو زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے

سوال[۴۵۰۰]: زید کے پاس ۳۳/تولہ چاندی ہے اور ساڑھے چار تولہ سونا اب زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کس طرح؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مذکورہ سونے کو بازار سے معلوم کرلیا جائے کہ یہ کتنی چاندی کا ہے، پھر اسی چاندی کے مقام اس سونے کو قرار دیکر ۳۳/تولہ چاندی سے ملا کر مجموعہ کا چالیسواں حصہ حسب قواعد شرع زکوٰۃ میں ادا کردیا جائے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

چاندی پر سونے کا پانی پھیرنے اور پتھر چڑھانے سے اس کی زکوٰۃ کا حکم

سوال[۴۵۰۱]: ملمع شدہ چیزوں کی زکوٰۃ کس طرح دی جائے مثلاً ایک زیور بنوایا، نیچے چاندی اوپر

---

(۱) "ولو عجل ذو نصاب زکوٰتہ لسنین أو لنصب صح، لوجود السبب". (الدر المختار، ۲/۲۹۳، باب زکاۃ الغنم، سعید)

(وکذا في مجمع الأنهر، ۱/۳۰۸، باب زکاۃ الذهب والفضة والعروض، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في خلاصة الفتاویٰ: ۱/۲۳۱، الفصل الثامن في أداء الزکاۃ، امجد اکیڈمی لاهور)

(۲) "ویضم الذهب إلی الفضة وعکسه بجامع الثمنیة قیمة، وقالا: بالأجزاء الخ". (الدر المختار: ۲/۳۰۳، باب زکاۃ المال، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، ۲/۴۰۰، باب زکاۃ المال، رشیدیه)

(وکذا في النهر الفائق: ۱/۴۴۳، باب زکاۃ المال، رشیدیه)

(وکذا في تبیین الحقائق: ۲/۸۰، باب زکاۃ المال، دار الکتب العلمیة بیروت)

www.ahlehaq.org

سونے کا پانی یا پتھر چڑھوایا تو چاندی کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ دیں گے یا سونے کے ساتھ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چاندی کا زیور بنوا کر اس پر سونے کا پانی پھیرنے سے وہ زیور سونے کا نہیں ہوگیا، وہ پانی اس سے جدا نہیں ہوسکتا تو وہ کالعدم ہے، چاندی ہی کی زکوٰۃ لازم ہوگی (۱)۔ اگر سونے کے پتھر چڑھوا دیئے ہیں جو کہ جدا ہوسکتے ہیں تو ان پتھروں کی زکوٰۃ سونے کے حساب سے ہوگی، سنار یا صراف سے وزن کرایا جائے وہ بتادے گا کہ سونا کس قدر ہے اور چاندی کس قدر ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند، ۲۳/۱/۹۵ھ۔

نصاب دو سو درہم اور ماخذ اس کا ہندی حساب سے

سوال [۴۰۰۲]: نصاب زکوٰۃ چاندی سے کیا ہے؟ ساڑھے باون تولہ چاندی جو مشہور ہے اس کی اصلیت کیا ہے؟ درہم کی کیا مقدار ہے جس سے ساڑھے باون تولہ درست ہوجاوے اور اس کا ماخذ کیا ہے اور آج کل روپیہ جس میں چاندی تھوڑی سی رہتی ہے اور زیادہ تر گلٹ رہتا ہے اس کا نصاب کیا ہے؟ بحوالہ کتب تحریر فرمادیں۔

---

(۱) "وإذا لم يتخلص فإن كانت بحيث يتخلص منه فضة تبلغ نصاباً وحدها أو لا تبلغ لكن عنده ما يضمه إليها ... وإن لم يتخلص فلا شيء عليه؛ لأن الفضة هلكت فيه ... والذهب المخلوط بالفضة، وإن بلغت الفضة نصابها فزكاة الفضة، لكن إن كانت الغلبة للفضة" (فتح القدير، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۲۱۳، ۲۱۴، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "الدنانير الغالب عليها الذهب كالمحمودية حكمها حكم الذهب، والغالب عليها الفضة ... وإلا يعتبر قدر ما فيها من الذهب والفضة وزناً به؛ لأن كل واحد منهما يخلص بالإذابة، الخ" (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۳۰۲، سعيد)

"لا يعتبر في هذا النصاب صفة زائدة على كونه فضة، فتجب الزكاة فيها سواء كانت دراهم مضروبة أو نقرة أو تبراً أو حلياً مصوغاً أو حلية سيف أو منطقة إذا كانت تخلص عند الإذابة إذا بلغت مائتي درهم، الخ" (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل: ما الأثمان المطلقة: ۲/۱۰۶، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے جس کی اصل یہ حدیث ہے: "لیس فیما دون خمس أواق صدقة، والأوقية أربعون درهماً". بخاری (۱) و مسلم (۲) سے اس حدیث کی تخریج امام زیلعی نے نصب الرایہ: ۲/۳۶۳ (۳) میں کی ہے، پھر اس مقدار کو علمائے ہندوستان نے وزن سے اختیار کیا تو ساڑھے باون تولہ چاندی ہوئی، بعض کے حساب سے کچھ زیادہ ہوئی، بعض کے حساب سے کچھ کم۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس کی مقدار چھپن روپیہ سکہ رائج تحریر فرمائی ہے اور محشی نے سکوں کے اختلاف سے کچھ تفاوت بھی لکھا ہے (۴) ایک درہم کی مقدار ستر ۷۰ و ۴/۵ جو ہے، جیسا کہ فتاوی رشیدیہ ص: ۴۲۱ میں لکھا ہے (۵) تو درہم بھی مختلف ہوئے اور جو بھی مختلف، لہٰذا نصاب کی مقدار میں بھی اختلاف ہوا۔ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ لکھنوی نے نصاب کی مقدار بہت ہی کم تحریر فرمائی ہے (۶)۔ مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے کچھ غلطی پر تنبیہ کی ہے ان کے خطاء کو اگر دیکھنا ہو تو العرف الشذی ص: ۴۲ دیکھئے (۷)۔ آج کل کے روپیہ کا نصاب قیمت سے ہوگا وزن سے نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) (صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب: ليس فيما دون خمس ذود صدقة: ۱/۱۹۴، قديمي)

(۲) (الصحيح لمسلم، كتاب الزكاة: ۱/۳۱۵، ۳۱۶، قديمي)

(۳) (نصب الراية، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۳۶۳، حقانية پشاور)

(۴) أقول: إن هذه لا يصطلح وفاءً على ما نقل البيهقي، ووزن صاع العراقيين على تقدير علماء الهند فيه أقوال: منها أنه مائتان وسبعون تولجة، وأحسن ما صنف في صاع رسالة الشيخ المخدوم هاشم بن عبد الغفور السندي -رحمه الله- وقال فيه: إن فلس السلطان عالمگير مساوٍ لمثقال شرعي ... قال القاضي ثناء الله الباني بتي: إن نصاب الفضة اثنان وخمسون تولجة، ونصاب الذهب سبعة تولجات ونصفها، والقاضي المرحوم من محققنا". (العرف الشذي على هامش جامع الترمذي: ۱/۲۰، أبواب الطهارة، باب الوضوء بالمد، سعيد)

(۵) (فتاوی رشیدیہ، صدقۂ فطر کا بیان: ۴۲۹، سعید)

(۶) (عمدة الرعاية، كتاب الزكاة، باب زكاة الأموال- (رقم الحاشية: ۵): ۱/۲۲۴، سعيد)

(۷) "لقد أخطأ مولانا عبد الحي في نصاب الفضة والذهب، فإن حسابه غير مستقيم، واعتبر بأصغر الأطباء وهو أربع شعيرات". (العرف الشذي على جامع الترمذي، كتاب الطهارة، باب الوضوء بالمد: ۱/۲۰، سعيد)

۳- اب جب کہ بعض علمائے کرام نوٹ کو رسید قرار دے چکے تو ادائیگی زکوٰۃ کی صورت ملاحظہ فرمائیں کہ روپیہ پیسہ ریزگاری میں یا نوٹ سے غلہ کپڑا وغیرہ خرید کر دیدیا کہ مال دیا جائے تب زکوٰۃ فطرہ صدقہ قربانی کی کھال کی قیمت ادا ہوگی جس کی آسان صورت یہ بتلائی گئی کہ اگر کسی شخص کو دس روپیہ کے نوٹ زکوٰۃ میں دینا ہے تو اس روپیہ کا کوئی مال خرید کر رکھے مثلاً کپڑا، لحاف، توشک، چٹائی وغیرہ مسکین کو جو پسند ہو اس سے کہو کہ اس کو بازار میں فروخت کرو گے تو اگر تمہارا جی چاہے تو ہمیں فروخت کر دیں تو دس روپے کے نوٹ دے کر اس کو خرید لیں اس کو نوٹ دیدیں، وہ شئی پھر سے قبضہ میں آ گئی۔

اس فرمان عالی پر عرض ہے کہ موجودہ روپیہ یا نقلی چاندی کا روپیہ یا ریزگاری کا تقاضا ہے کہ شہر اور دیہات میں کسی زائد قیمت پر بھی دستیاب نہیں ہو سکتی، اب صرف نوٹ ہیں، اس شکل میں خواص کا تو ذکر ہی نہیں عام مسلمان جو پہلے سے نقدی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اس قدر احتیاط کس طرح کر سکتے ہیں تو اس صورت میں ادائیگی میں خطرات ہیں کہ کہیں عام مسلمان زکوٰۃ دینا ترک نہ کر دیں۔

۴- ریزگاری کی قلت کی وجہ سے نوٹ کے بارہ آنے یا چودہ آنہ دینا سود نہیں دین میں شامل ہے یا نہیں؟ جب کہ قانوناً بھی نوٹ اور روپیہ کے سوا آنے مقرر ہیں تو حکم شرعی کیا ہے؟ اس کا مرتکب کس گناہ میں شامل سمجھا جائے گا۔ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

(الف) نوٹ خود چاندی یا سونے کا سکہ نہیں ہے بلکہ یہ اس کی رسید ہے جو گورنمنٹ یا بینک کے ذمہ بطور قرض موجود ہے، اس کی وصولیابی پر اس نوٹ کے ذریعے قدرت حاصل ہے لہٰذا درحقیقت اسی مال پر زکوٰۃ واجب ہے، بہتر یہ ہے کہ نقد یا اس کی قیمت کی کوئی شئے غلہ، کپڑا وغیرہ زکوٰۃ میں ادا کریں تاکہ بالیقین زکوٰۃ ادا ہو جائے۔ اگر زکوٰۃ میں نوٹ دیا اور مصرف زکوٰۃ فقیر نے اس کے عوض میں غلہ وغیرہ کوئی مال حاصل کر لیا تب بھی زکوٰۃ ادا ہو گئی لیکن اگر وہ نوٹ فقیر سے ضائع ہو گیا، خدانخواستہ کسی نے چرا لیا، گم ہو گیا یا اس نے کسی کرایہ اجرت وغیرہ میں دیدیا یا اس کے ذریعہ سے اپنا قرض ادا کر دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی(۱)۔

---

(۱) اس وقت کے اکثر علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہو گیا ہے کہ اب یہ نوٹ قرض کی دستاویز کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ اس پر ثمن عرفی کے احکام جاری ہوں گے، چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی "فقہی مقالات" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

مساوات شرط ہے(۱) ورنہ چاندی کے مقابلہ میں چاندی اور کھوٹ یا دوسری دھات کے مقابلہ میں کھوٹ یا چاندی یا دوسری دھات ہونے سے بیع درست ہو جائے گی(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

نوٹ کی زکوۃ

سوال[۵۰۰۴]: اگر کسی کے پاس سو روپیہ کا نوٹ ہے تو اس کی زکوۃ میں ڈھائی روپیہ دینا واجب ہے یا ڈھائی تولہ چاندی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خواہ ڈھائی روپے دے، خواہ ڈھائی تولہ چاندی دے، خواہ ڈھائی تولہ چاندی کی قیمت کی کوئی اور شئی دیدے سب جائز ہے(۳)۔ فقط۔

نوٹ سے زکوۃ کا حکم

سوال[۵۰۰۵]: ۱- مدزکوۃ کے روپے مدرسے کے غریب فنڈ میں جس سے غریب طلبہ کی خرچ برداری کی جاوے، داخل کردینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں، یا کہ حیلہ کرنا ہوگا؟ آپ کے مدرسہ میں اس کا

---

(۱) "فإن كان الغالب الذهب في الدنانير والفضة في الدراهم فهما كالذهب الخالص والفضة الخالصة اعتباراً للغالب ..... وإذا كان كذلك فلا يجوز بيعهما بالخالص مع الذهب والفضة إلا متساويين في الوزن، وكذا بيع بعضها ببعض". (فتح القدير، كتاب الصرف: ۱۴۳/۶، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "وإن كان الغالب عليهما الغش، فليسا في حكم الدراهم والدنانير ..... فإن بيعت بجنسها متفاضلاً جاز صرفاً للجنس إلى خلاف الجنس، فهي في حكم شيئين: فضة وصفر، الخ". (الهداية، كتاب الصرف: ۱۰۹/۳، شركت علميه، ملتان)

(۳) اب نوٹ کا حساب زکوۃ قیمت کے اعتبار سے ہوگا یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر جس قدر نوٹ ہوں ان پر زکوۃ واجب ہوگی اور اس کے چالیسویں حصہ کی جو قیمت ہو اتنے نوٹ واجب ہوں گے۔

(تقدم تخریجہ تحت عنوان۔ "نوٹ پر زکوۃ")

www.ahlehaq.org

اس نے کسی ڈاکٹر کی فیس، یا کرایہ ریل وغیرہ میں دے دیا، یا اس کے ذریعہ سے قرض ادا کیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ جمادی الاولیٰ/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

نوٹ کے ذریعے سے زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال [۴۵۰۶]: اگر کسی نے زکوٰۃ میں نوٹ ادا کئے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ مدارس عربیہ میں بکثرت لوگ بذریعہ ڈاک یا دوسرے ذرائع سے زکوٰۃ میں نوٹ ہی ادا کرتے ہیں۔ اس صورت میں زکوٰۃ کیسے ادا ہوگی جیسا کہ حضرت مفتی صاحب نے آنے والے فتاویٰ میں اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

نوٹ اپنی اصل کے اعتبار سے حوالہ اور سند ہے (مال نہیں) لیکن اس دور میں تقریباً روپیہ معدوم ہے، سب کاروبار نوٹ سے ہی ہوتا ہے اور سب جگہ نوٹ ہی بجائے روپیہ کے قائم مقام بلکہ روپیہ سے زیادہ قابل قدر شمار ہوتا ہے اس لئے اب نوٹ کے ذریعے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۸۸ھ۔

نوٹ کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال [۴۵۰۷]: ملفوظات حصہ ہفتم ص: ۲۰۵، رسالہ التبلیغ نمبر ۸، جلد نمبر ۱۲، بابت ماہ جمادی الاولیٰ/۴۱ھ، ملفوظ نمبر: ۳۳۶، ایک نواب صاحب نے بذریعہ تحریر یہ مسئلہ دریافت کیا کہ آج کل روپیہ تو ملتا نہیں صرف نوٹ ملتا ہے جس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں کس طرح ادا کی جائے؟ حضرت اقدس

---

(۱) اصل حکم نوٹ کا یہی ہے لیکن اب اس کا رواج اور تعامل بالکل روپے (درہم) کی طرح ہے، اس لئے اب نقد کے حکم میں ہو گیا، تو اگر یہی رہا تو اب نوٹ سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (تقدم تخریجه تحت عنوان: "نوٹ پر زکوٰۃ"۔)

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "نوٹ پر زکوٰۃ")

نے تحریر فرمایا کہ زکوٰۃ غلہ ودیگر اشیاء سے بھی ادا ہو سکتی ہے پھر زبانی فرمایا کہ یہ فتویٰ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

اشکال: ۱... اب تک زکوٰۃ کے ادا کرنے کا یہ عمل رہا ہے کہ بذریعہ منی آرڈر مدارس میں دوسری جگہ زکوٰۃ ارسال کی گئی اور نوٹ ڈاکخانہ میں آگئے اور وہاں ڈاکخانہ سے نوٹ وصول کئے گئے تو ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو گذشتہ عمل کے درستگی کی کیا صورت ہو سکتی ہے اور آئندہ کس صورت سے زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے؟ یا جس شخص مستحق زکوٰۃ کو اساسۂ زکوٰۃ دی گئی اور اس کو نوٹ دیا گیا اور اس کو یہ نہیں بتلایا گیا کہ یہ بعد زکوٰۃ ہے کیونکہ بتلانا مناسب نہیں تھا۔ اب اگر زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی تو اس کی درستگی کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

۲... ہم ملازمین کو تنخواہوں میں نوٹ ہی ملتے ہیں اور نوٹ ہی ہم لوگوں کی جائیداد ہے، چاندی یا سونا یا روپیہ نہیں ہے تو نوٹوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر نوٹوں پر زکوٰۃ واجب ہے تو اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہے؟

۳... آج کل جو روپیہ چلتا ہے اس میں بھی چاندی نہیں ہوتی ہے تو اس کا حکم مثل نوٹ کے ہے یا مثل چاندی کے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... نوٹ روپیہ نہیں بلکہ رسید اور حوالہ ہے، نوٹ کے ذریعہ سے زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ فقیر سے ضائع نہ ہو بلکہ وہ اپنے تصرف میں اس کو صرف کرے خواہ اس کا روپیہ بنا لے یا اس کے ذریعہ سے کوئی اور شئی خریدے، اگر خود نوٹ فقیر سے ضائع ہو گیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی (۱)، لہٰذا اگر کسی مقام پر یہ علم ہو جائے کہ فلاں فقیر سے زکوٰۃ میں دیا ہوا نوٹ ضائع ہو گیا ہے تو اتنی مقدار زکوٰۃ کو دوبارہ دی جائے ورنہ گذشتہ ادا کی ہوئی زکوٰۃ کی تجدید کی ضرورت نہیں۔

۲... نوٹ اگرچہ خود روپیہ نہیں لیکن ایسے قرض کی رسید ہے جس پر ہر وقت قدرت ہے لہٰذا اس پر زکوٰۃ

(۱) یہ تحریر اس وقت کی ہے جب نوٹ کا رواج عام طور پر نہ تھا اب نوٹ ہی بمنزلہ روپے کے ہے لہٰذا اس کے ذریعے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ (وتقدم تفصیلہ تحت عنوان "نوٹ پر زکوٰۃ"۔)
(وأيضاً تقدم تخريجه تحت عنوان "نوٹ سے زکوٰۃ کا حکم"۔)

واجب ہے (۱) جو ادائیگی کی صورت دوسرے مال میں زکوۃ کی ہے وہی نوٹ میں ہے۔

۳..... اس روپیہ میں اگر چہ چاندی کم ہے لیکن قیمت میں بالکل چاندی کے برابر ہے لہذا جو حکم خالص چاندی کے روپیہ کا ہے وہی اس کا ہے قیمت کے اعتبار سے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۸/۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ شعبان/۶۱ھ

نوٹ اور ریزگاری سے زکوۃ

سوال [۴۵۰۸]: زید کے پاس ایک ہزار روپیہ کے نوٹ ہیں وہ اس کی زکوۃ ادا کرنا چاہتا ہے، زکوۃ ادا کرنے کے لئے پہلا روپیہ جس میں چاندی غالب تھی نہیں ملتا، ذیل کی چار صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کی جاسکتی ہے:

۱- زکوۃ نوٹ سے ہی ادا کردی جائے اس صورت میں زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اگر ادا ہوگی تو کیا پہلے روپیہ کی طرح بلا قید ادا ہوگی یا کسی قید کے ساتھ؟

(نوٹ) نوٹوں کی اور دیگر مال مثل نقدی یا زیور وغیرہ کی زکوۃ ادا کرنے میں کچھ فرق ہے یا مطلقاً زکوۃ ادا ہو جائے گی؟

۲- نیا سکہ جو اب جاری ہوا (اس میں چاندی محض چار آنہ بھری ہوتی ہے) اس سے زکوۃ ادا کرے

---

(۱) (دیکھئے: فقہی مقالات "کرنسی نوٹ اور زکوۃ" : ۱/۲۰۳، میمن اسلامک پبلشرز)

(۲) "وما غلب غشه منهما يقوم كالعروض، وحاصله أن مايخلص منه نصاب أو كان ثمناً رائجاً تجب زكاته، سواء نوى التجارة أولا، الخ" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۳۰۰، سعيد)

"وكان الشيخ أبو بكر محمد بن الفضل يوجب الزكاة في الغطريفية والعدالية في كل مائتي درهم خمسة دراهم عدداً؛ لأن الغش فيهما غالب، فصار فلوساً فوجب اعتبار القيمة فيه، لا الوزن، الخ" (تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۶۶، عباس احمد الباز)

www.ahlehaq.org

کو اپنے کام میں نہیں لا سکا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ نوٹ اور ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ نوٹ کے ذریعہ سے ادا کرنا بشرط مذکور صحیح ہے(۱)۔

۲- نیا سکہ جو کہ اب جاری ہوا ہے اس میں چاندی مغلوب ہے اور دوسری دھات غالب ہے لیکن حیثیت ثمنیت ورواج پہلے روپیہ میں اور اس میں کوئی فرق نہیں، لہٰذا جس طرح پہلے روپیہ سے زکوٰۃ ادا کرنا درست ہے اسی طرح اس سے بھی بلا تامل درست ہے اور جس طرح پہلے روپیہ پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اسی طرح اس پر بھی واجب ہوتی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے روپیہ میں چاندی غالب ہونے کی وجہ سے دیناً واداءً وزن کا اعتبار ہوگا اور نئے روپیہ میں قیمت کا اعتبار ہوگا:

"وكان الشيخ أبو بكر محمد بن الفضل يوجب الزكوة في الغطريفية بقيمته، و العادلية في كل مائتي درهم خمسة دراهم عدداً؛ لأن الغش فيهما غالب فصارا فلوساً، و وجب اعتبار القيمة فيه لا الوزن، الخ". زيلعي شرح كنز ۱/۲۷۹(۲)۔

قال الشلبي في حاشيته: "روى الحسن عن أبي حنيفة رحمهما الله تعالى أن الزكوة تجب في الجياد، ومن الدراهم والزيوف والنبهرجة، قال: لأن الغالب فيها كلها الفضة وما تغلب فضته على غشه، يتناوله اسم الدرهم مطلقاً، والشرع أوجب باسم الدراهم وإن كان الغالب هو الغش، والفضة فيها مغلوبة، فإن كانت رائجة أو كان يمسكها للتجارة يعتبر قيمتها، فإن بلغت قيمتها مائتي دراهم من أدنى الدراهم التي تجب فيها الزكاة، وهي التي الغالب عليها الفضة، تجب فيها الزكاة، وإلا فلا، اهـ". بدائع"(۳)۔

وإن لم تكن رائجة ولا معداً للتجارة، فلا زكوة فيها، إلا أن يكون ما فيها من الفضة يبلغ مائتي دراهم بأن كانت كبيرة الخ". والمسئلة مذكورة في الدر المختار

(۱) (تقدیم تخریجه تحت عنوان: "نوٹ پر زکوٰۃ")

(۲) (تبيين الحقائق للزيلعي، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۷۷، عباس احمد الباز)

(۳) (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: ۲/۷۹، دار الكتب العلميه، بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲/۸۰، فصل في بيان النصاب، دار الكتب العلميه، بيروت)

رد المحتار: ۲/۴۷(۱) وشرح الملتقی ومجمع الأنہر: ۱/۳۰۶-۲(۲) والفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۱۷۹(۳)۔

کہ روپیہ میں اور نوٹ میں فرق یہ ہے کہ روپیہ سرکار اور عام سب کے نزدیک روپیہ اور سکہ ہے جس کی قیمت معروف ہے اور نوٹ کسی کے نزدیک بھی روپیہ اور سکہ نہیں نہ اس کی قیمت معروف ہے بلکہ یہ تو ایک سند و رسید ہے جس کے ذریعہ سے حکومت و بینک سے حسب موجودہ تحریر نوٹ روپیہ وصول ہو سکتے ہیں اسی لئے نوٹ کے ذریعہ سے زکوٰۃ مشروط بالشرط مذکور ہے اور روپیہ کے ذریعہ سے بلا شرط ہی ادا ہو جاتی ہے۔

۳- زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اس میں قیمت کا اعتبار ہوگا یعنی جس قدر چاندی وزن کے اعتبار سے لازم ہوا اس کی قیمت جس قدر اکنیاں وغیرہ ہوں وہ دی جائے مثلاً اگر دو تولہ چاندی لازم ہو اور بازار میں دس تولہ چاندی فروخت ہوتی ہے تو بیس اکنیاں یا دس دونیاں ادا کرنے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی: "وإن أدى من خلاف جنسه اعتبرت القيمة إلخ" رد المحتار ۲/۲۹ (۴)۔

۴- چاندی خرید کر اس کے ذریعہ سے بھی زکوٰۃ دینا درست ہے جو نوٹ کے ذریعہ زکوٰۃ ادا ہوتی ہے مگر چرم قربانی کی کھال کی قیمت اپنی ہی زکوٰۃ میں دینا درست نہیں ہے بلکہ کسی اور مستحق زکوٰۃ کو دیدی جائے کیونکہ اس کا تصدق واجب ہے: "فإن بدل اللحم أو الجلد به أي بما ينتفع بالاستهلاك جاز ولا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه وعياله إلخ" مجمع الأنہر ۲/۵۲۲ (۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۲۵/۱۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

(۱) (رد المحتار علی الدر المختار: ۲/۳۰۰، باب زکاۃ الأموال، سعید)

(۲) (مجمع الأنہر مع حاشیۃ الدر المنتقی: ۱/۳۰۶، باب زکاۃ الذہب والفضۃ والعروض، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) (الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۱۷۹، الفصل الأول فی زکاۃ الذہب والفضۃ، رشیدیہ)

(۴) (رد المحتار: ۲/۲۹۵، باب زکاۃ الذہب والفضۃ، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۲/۵۰، باب زکاۃ المال، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲/۳۹۹، باب زکاۃ المال، رشیدیہ)

(۵) (مجمع الأنہر، کتاب الأضحیۃ: ۴/۱۷۳، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

غیر ملکی سکہ سے ادائے زکوٰۃ

سوال[۴۵۰۹]: فرانسیسی سکہ مروجہ کو "فرانک" کہا جاتا ہے، زید کے ذمہ زکوٰۃ فرض ہے، زید اپنی زکوٰۃ ہندوستان میں مستحقین اور مساکین ذوی القربیٰ کو ادا کرنا چاہتا ہے، چونکہ فرانک ہندوستان میں رائج نہیں ہے اس لئے اس کا تبادلہ یہاں کے انگریزی (ہندی) روپے سے کرنے کی دو مختلف صورتیں ہیں:

۱- وہاں کی حکومت سے تبادلہ۔

۲- وہاں کے تجار کو دیکر ان سے چیک لے کر اس چیک کو یہاں ہندوستان بنک میں بھنا کر۔ صورت اولیٰ میں حکومت چالیس فرانک کے عوض ہندوستانی ایک روپیہ دیتی ہے اور وہ بھی اس شخص کے اہل وعیال کی طرف سے یہاں کے حکام کی تصدیق کے ساتھ درخواست کئے جانے پر اور وہ بھی صرف نان نفقہ کے لئے یعنی ادائے زکوٰۃ یا بخشش وغیرہ کے لئے وہاں کی حکومت تبادلہ نہیں کرتی۔

صورتِ ثانیہ میں وہاں کے تجار بعوض ستر فرانک ایک روپیہ ہندوستانی کے حساب سے چیک حوالہ کرتے ہیں۔ بس قابلِ دریافت یہ امر ہے کہ زید نے تجار سے چیک لے کر یہاں پر زکوٰۃ ادا کی، اب چونکہ وہاں کی سرکاری قیمت فی روپیہ چالیس فرانک ہے (مگر تبادلہ معذور ہے کما ذکر سابقا) اور تاجرانہ قیمت فی روپیہ ستر ہے جو ممکن ہے، لہٰذا اگر زید نے تاجرانہ قیمت سے فرانک کے روپیہ بنا کر ہندوستان میں زکوٰۃ ادا کی تو بہ نسبت سرکاری قیمت فی روپیہ تیس فرانک زائد خرچ ہوئے، پس اس مزید خرچ کے حساب کا کیا حکم ہوگا، یعنی مؤدی خود متحمل ہوگا یا زکوٰۃ کی رقم مؤدی میں سے خرچ کی جائے گی؟

الراقم: غلام رسول بن حاجی اسماعیل، مقام ماڑا پور ضلع کھیڑا گجرات، ۲۹/شوال/ ۷۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ادائے زکوٰۃ کے لئے ضروری ہے کہ مقدارِ واجب مستحقین کے پاس پہونچ جائے اور اس کو پہونچانے میں جو کچھ خرچ ہوگا، اس کا متحمل خود مزکی ہوگا، زکوٰۃ کی رقم سے اس کا وضع کرنا درست نہیں، ورنہ مقدارِ واجب میں نقصان رہ جائے گا اور زکوٰۃ پوری ادا نہیں ہوگی(۱)۔

---

(۱) "در مختار میں ہے: "ويقوم في البلد الذي المال فيه ولو في مفازة ففي أقرب الأمصار إليه".

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "فلو بعث عبد التجارة في بلد آخر يقوم في البلد الذي فيه

جو حکم نفسِ سکّی کا ہوتا ہے، وہی حکم اس سکّہ کا ہے جو تجارتی سکّے ہیں، یہ اس وقت ہے کہ چاندی کے سکّہ کا چاندی کے سکّہ سے تبادلہ کیا جائے جس میں وزناً کمی زیادتی جائز نہیں (۱)۔ اگر چاندی کے سکّہ کا تبادلہ کسی اور شئے سے کیا جائے تو اس میں وزناً برابری لازم نہیں، وہاں زیادتی کمی درست ہے (۲)، پس اگر فراتھ چاندی کا سکّہ ہے اور ہندوستانی روپیہ سے اس کا تبادلہ ہو تو ان میں جس قیمت پر بھی تبادلہ ہو جائے درست ہے کیونکہ اس روپیہ میں چاندی بالکل نہیں، یا اگر ہے تو اس قدر مغلوب ہے کہ کالعدم ہے۔ نیز یہ بھی درست ہے کہ فراتھ کے حساب سے معاملہ کریں، جس طرح چاہیں اس صورت میں مزکّی پر کوئی مزید ذمہ داری نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ذیقعدہ/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۰/ ذیقعدہ/ ۶۷ھ۔

روپے کی زکوٰۃ وزن سے ہے یا قیمت سے؟

سوال [۴۵۹۰]: علم الفقہ جلد چہارم ص: ۳۳، میں تحریر ہے کہ روپیہ کی زکوٰۃ گنتی سے دیا جاتا تھا

= الخ۔ اس جزئیہ سے بطور مفہوم ثابت ہے کہ صورتِ مسئولہ میں موجودہ قیمت کا مزکّی کو واجب ہے، فرق چکانے کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ اعلم"۔ (خیر الفتاویٰ، کتاب الزکاۃ: ۳/ ۲۸۰، جامعہ خیر المدارس، ملتان، پاکستان)

(وکذا فی الفتاوی الحقانیۃ، کتاب الزکوٰۃ، باب العشر: ۳/ ۲۲۷، جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک)

"ویقوم فی البلد الذی المال فیہ، ولو فی مفازۃ ففی أقرب الأمصار إلیہ" (الدر المختار). وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "(قولہ: ویقوم فی البلد الذی المال فیہ) فلو بعث عبداً للتجارۃ فی بلد آخر، یقوم فی البلد الذی فیہ العبد". (رد المحتار، کتاب الزکوٰۃ: ۲/ ۲۸۶، سعید)

(۱) "فإن باع فضۃ بفضۃ أو ذہباً بذہب، لا یجوز إلا مثلاً بمثل" (الہدایۃ، کتاب الصرف: ۳/ ۸۳، شرکۃ علمیہ)

(۲) "ویجوز بیع الذہب بالفضۃ مجازفۃ، وکذا سائر الأموال الربویۃ بخلاف جنسہا؛ لأن المساواۃ غیر مشروطۃ فیہ". (الہدایۃ مع فتح القدیر، کتاب الصرف: ۷/ ۱۴۰، ۱۴۱، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

www.ahlehaq.org

جائز ہیں یا ایک صورت؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب ڈھائی تولہ چاندی واجب ہوئی تو اس میں اختیار ہے خواہ چاندی یا زیور وغیرہ دے خواہ روپیہ اٹھنی چونی دے، خواہ ڈھائی تولہ چاندی کی قیمت کی کوئی اور شی کپڑا وغیرہ دیدے سب درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۱۱/۶۰ھ۔

نصابِ زکوٰۃ روپے کے اعتبار سے

سوال [۴۵۱۲]: کم سے کم کتنے روپیہ پر زکوٰۃ ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جتنے روپے میں ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

وظیفہ پر زکوٰۃ اور اداۓ زکوٰۃ سے قبل مسجد کا صحن بنوانا

سوال [۴۵۱۳]: ایک بڑھیا نے پہلے زمانہ میں چار ہزار روپیہ دین کے اور لڑکوں سے کہہ دیا تھا

---

(۱) "وجاز دفع القیمة في الزکاة ..... فلا تعتبر القیمة في نصاب كمي أو وزني ..... وهذا إذا أدى من جنسه، وإلا فالمعتبر هو القیمة اتفاقاً، لتقوم الجودة في المال ..... ثم إن المعتبر عند محمد الأنفع للفقیر من القدر والقیمة، الخ". (رد المحتار علی الدر المختار: ۲۸۵/۲، باب زکاة الغنم، سعید)

(وکذا في المبسوط للسرخسي: ۲۰۱/۲، الفصل الثالث، کتاب الزکاة، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في مجمع الأنهر: ۳۰۰/۱، فصل في زکاة الخیل، کتاب الزکاة، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۲) "وإن کان الغالب هو الغش والفضة فیها مغلوبة، فإن کانت أثماناً رائجة أو کان یمسکها للتجارة، یعتبر قیمتها، فإن بلغت قیمتها مائتي درهم من أدنی الدراهم التي تجب فیها الزکاة وهي التي الغالب علیها الفضة تجب فیها الزکاة، وإلا فلا". (بدائع الصنائع، کتاب الزکاة، فصل في بیان صفة النصاب: ۴۰۸/۲، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا في رد المحتار: کتاب الزکاة، باب زکاة المال: ۳۰۰/۲، سعید)

پھر سے بعد نکال لیتا، اب بڑھیا کے انتقال کے بعد بھائیوں نے اس مدفون کو نکالا، وہ سکہ بارہ ہزار کا ہوا، اس میں سے ایک بھائی نے اپنا حصہ لے لیا، باقی تینوں نے اپنا حصہ مسجد میں دے دیا جس سے مسجد کا صحن بنوایا گیا تو اب اس مدفون پر زکوٰۃ واجب تھی یا نہیں؟ اور اس صحن پر نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خود اس بڑھیا کے ذمہ زکوٰۃ واجب تھی، اس کے انتقال کے بعد اس کے لڑکے مالک ہوئے (۱)، اس وقت سے سال بھر گذرنے پر حسبِ ضابطۂ شرعیہ ان کے ذمہ واجب ہوگی۔ اس فرش صحن میں نماز درست ہے، سال سے پہلے مسجد میں دینے سے زکوٰۃ واجب نہیں (۲)۔

دینِ قوی اور دینِ ضعیف

سوال [۳۵۱۴]: ہمارے یہاں نیپالی لوگ آتے ہیں اور مال لے جاتے ہیں۔ قیمت کبھی کبھار تو آٹھ دس سال تک دیتے ہیں۔ یہ مسئلہ معلوم ہے کہ سوداگری کے مال کی قیمت قرضِ قوی کی صورت ہے، جیسا کہ بہشتی زیور میں لکھا ہے اور اس کا حکم بھی یہی ہے کہ جب وہ روپے وصول ہو جائیں تو سب برسوں کی زکوٰۃ دینا ہوگی حساب سے، لیکن ہمارے یہاں صورت یہ ہے کہ نیپالی لوگ دوسری حکومت کے رہنے والے ہیں جن پر نہ ہم دعویٰ کر سکتے ہیں نہ کوئی کچہری عدالت کر سکتے ہیں اور وہ لوگ دس دن، بارہ یا چودہ چودہ دن کا سفر کر کے آتے ہیں اس لئے ہم خود وہاں جا کر وصول نہیں کر سکتے اور اگر بالفرض وہاں پہنچ بھی جائیں تو اخلاقی طریقہ پر وصول کر سکتے ہیں، لیکن غیر حکومت ہونے کی وجہ سے کوئی زبردستی نہیں کر سکتے۔ اب ان کی مرضی ہے دیں یا نہ

---

(۱) "إذا مات من عليه زكاة، سقطت عنه بموته، حتى انه إذا مات عن زكاة سائمة فالساعي لا يجبر الوارث على الأداء". (التاتارخانية: ۲/ ۲۹۹، الأسباب المسقطة للزكاة، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۲/ ۳۵۵، الأسباب المسقطة للزكاة، غفاريه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۱/ ۲۵۴، فصل في مال التجارة، رشيديه)

(۲) "وسبب افتراضها ملك نصاب حولي نسبة للحول لحولانه عليه تام" الخ". (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/ ۲۵۹، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/ ۲۴۲، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

دیں، مگر اتنے تنگ دست ہیں کہ ان سے جبراً وصول نہیں کر سکتے۔

تو سوال یہ ہے کہ ہمارا قرض، قرضِ ضعیف کی صورت ہوگا جس کا حکم یہ ہے کہ اگر وصول شدہ قرض بقدرِ نصاب ہے اور اس پر سال وصول کے وقت سے گزر جائے تب زکوٰۃ فرض ہوگی یا قرضِ قوی کی صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دَین اس صورت میں بھی دَینِ قوی ہے، اس کے وصول ہونے کا آپ کو پورا اطمینان ہے (اگرچہ دیر میں ہو) اور آپ ان لوگوں کے ہاتھ اپنا مال فروخت نہ کرتے، اس لئے اس کا حکم وہی ہے جو دَینِ قوی کا ہوتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۲/۹۲ھ۔

قرض پر زکوٰۃ

سوال [۴۰۵۲]: ایک شخص نے کسی کو دو ہزار روپیہ قرضِ حسنہ دیا ہے اور اس کی ادا کرنے کی امید ہے، تقریباً چار سال سے، جب تک کچھ بھی پیسے قرض میں ادا نہیں ہوئے، تو جس شخص نے قرض دیا ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر زکوٰۃ دینا ہے تو اس کی کیا شکل ہے؟ جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس قرض کے وصول ہونے پر اس کی زکوٰۃ دینا لازم ہوگا، جتنے سال میں وصول ہو ہر سال کی زکوٰۃ دے، کذا فی رد المحتار(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "اعلم أن الديون عند الإمام ثلاثة: قوي، ومتوسط، وضعيف، فتجب زكاتها إذا تم نصاباً وحال الحول، لكن لا فوراً، بل عند قبض أربعين درهماً من الدين القوي كقرض وبدل مال تجارة، الخ".

(الدر المختار: ۲/۳۰۵، باب زكاة المال، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۷۵، الفصل الثاني عشر في زكاة الدين، ادارة القرآن كراچی)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۲۳۵، الفصل السادس في الديون، امجد اكيدمي لاهور)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "دين ضعيف پر زكوٰة")

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ

سوال [۴۵۰۷]: زید کا ایک ہزار روپیہ پراویڈنٹ فنڈ میں گورنمنٹ کے یہاں جمع ہے اور یہ روپیہ نوکری چھوڑنے پر ملتا ہے، نیز اس پر سات سو روپے کا قرض بھی ہے تو اب اس ایک ہزار روپے پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ روپیہ مل جائے گا تو اس پر گذشتہ کی زکوۃ لازم نہیں ہوگی (۱) اور آئندہ جس قدر قرض سے فاضل بچے گا اس پر زکوۃ ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ کا حکم

سوال [۴۵۰۸]: پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ ہے یا نہیں؟ اس میں نصف رقم مالک کی ہوتی ہے اور نصف ادارہ شامل کرکے اس کو محفوظ کر دیتا ہے، مگر مالک کا اس پر قبضہ نہیں ہوتا ہے، اگر زکوۃ ہے تو مجموعہ پر ہے یا صرف اپنی رقم پر؟ نیز بعد القبض سے زکوۃ کا حکم ہوگا یا سال کے سال اپنی باقی رقوم کے ساتھ اس کا حساب شامل رکھا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جتنی مقدار ادارہ شامل کرتا ہے اس پر ابھی تو ملک ہی ثابت نہیں ہوئی لہذا اس پر تو ابھی زکوۃ نہیں،

---

(۱) "روى ابن أبي شيبة في مصنفه عن عمرو بن ميمون قال: أخذ الوليد بن عبد الملك مال رجل من أهل الرقة يقال له: أبو عائشة عشرين ألفاً، فألقيت في بيت المال، فلما ولي عمر بن عبد العزيز أتاه ولده فرفعوا مظلمتهم إليه، فكتب إلى ميمون أن: ادفعوا إليهم أموالهم وخذوا زكاة عامهم هذا". (فتح القدير: ۲/۱۶۴، كتاب الزكاة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

"وفي الضعيف لا تجب ما لم يقبض نصاباً، ويحول الحول بعد القبض عليه". (البحر الرائق: ۲/۳۶۳، كتاب الزكاة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۲/۳۰۵، باب زكاة المال، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۷۵، كتاب الزكاة، رشيديه)

جتنی مقدار تنخواہ سے وضع کی گئی ہے اس پر بھی زکوٰۃ لازم نہیں (۱)، بحث و تحقیق کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ اگر ہر سال بھی وضع شدہ رقم کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو یہ احتیاط و تقویٰ ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

پراویڈنٹ فنڈ اور زرِ ضمانت پر زکوٰۃ

سوال [۴۵۱۹]: پراویڈنٹ فنڈ اور ضمانت کی رقوم جو زید کو کئی سال کے بعد ملی ہیں اور اب تک اس کے قبضہ میں نہیں تھیں ان پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو کس طریقہ سے نکالی جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زرِ ضمانت پر حسبِ ضابطۂ شرعیہ زکوٰۃ گذشتہ زمانۂ وصول سے قبل کی بھی لازم ہوگی (۳)، تنخواہ جمع شدہ پر گذشتہ کی زکوٰۃ لازم نہیں (۴) وہ تو ایسی رقم ہے کہ گویا اب وصول ہونے پر ملک میں آئی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۱/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ختمِ ملازمت پر ملے ہوئے روپیہ کی زکوٰۃ

سوال [۴۵۲۰]: زید ایک مسلمان کے فرم میں عرصہ ۲۳/ سال سے کام کر رہا تھا، افسران اور مخصین

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ")

(۲) حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کی تحقیق کو دیکھ کر اس کی تصریح و تصویب فرمائی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: "آپ صاحبوں کی تحقیق صحیح ہے، لہذا میں بھی اسی کو اختیار کرتا ہوں اور اس کے خلاف سے رجوع کرتا ہوں"۔ (امداد الفتاویٰ: ۲/۴۸، فصل: در تنقیح وجوب یا عدم وجوب زکوٰۃ بر پراویڈنٹ فنڈ: دار العلوم کراچی)

(۳) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "دین قوی وضعیف")

(۴) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ")

"وسببه ملك نصاب حولي، تام، فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد، وفارغ عن حاجته الأصلية، وشرطه كمال النصاب في طرفي الحول، فلا يضر نقصانه بينهما". كذا في الدر المختار على هامش رد المحتار ۲/۵-۶ (۱)۔

ظاہر ہے کہ رقم سے افسران و منتظمین نے زید کا مال ناحق اور باطل طریقہ پر لیا جس کی حرمت نصوص شرعیہ میں موجود ہے، کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿یا أیها الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارةً عن تراضٍ منکم﴾ الآیة (۲)۔

حرام مال کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کتب حدیث میں موجود ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ ایک لقمہ حرام بھی جو منہ تک پہونچ جاتا ہے اس کی وجہ سے ۴۰/ روز تک اس کی دعاء قبول نہیں ہوتی، اگر دس درہم کی پوشاک میں ایک درہم بھی چار آنے کی مقدار بھی حرام مال ہو تو جب تک وہ لباس بدن پر رہتا ہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی اور اپنے پیچھے جو چھوڑ جائے وہ اس کو دوزخ میں لے جانے کے لئے رہبر بن جاتا ہے اور جو بدن مال حرام سے پلا ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا:

"عن جابر قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لا یدخل الجنة لحمٌ نبت من السحت، وکل لحم نبت من السحت فالنار أولی به".

"وعن أبي بکر رضي الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لا یدخل الجنة جسدٌ غُذي بالحرام"۔

"وعن ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما: من اشتری ثوباً بعشرة دراهم، وفیه درهم

(۱) (الدر المختار: ۲/۲۵۹، کتاب الزکاة، سعید)

(وکذا في تبیین الحقائق: ۲/۲۲، کتاب الزکاة، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في البحر الرائق: ۲/۳۵۵، کتاب الزکاة، رشیدیه)

(۲) (النساء: ۲۹)

قال أبو بکر الجصاص رحمه الله تعالی: "قد انتظم هذا العموم النهي عن أکل مال الغیر بالباطل، وأکل مال نفسه بالباطل، وذلک، لأن قوله تعالی ... نهي لکلّ أحد عن أکل مال نفسه ومال غیره بالباطل الخ". (أحکام القرآن للجصاص: ۲/۲۲۴، باب التجارات وخیار البیع، قدیمي)

www.ahlehaq.org

حرام، لم يقبل الله تعالى صلوة ما دام عليه. ثم أدخل إصبعيه في أذنيه، وقال: صمتا إن لم يكن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم سمعته يقوله". كذا في المشكوة: ص: ۲۴۲، ۲۴۳ (۱)۔

جو رقم الفرقان اور منتظمین نے زبردستی لی ہے اس کو زکوۃ میں شمار نہیں کیا جائے گا، الفرقان اور منتظمین کے حق میں خداوند تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ ان کو ایسے افعال شنیعہ سے توبہ اور اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے:

"أشار إلى أنه لا اعتبار للتسمية، فسواء سماها هبة أو قرضاً. وإلى أن السلطان لو أخذها منه كرهاً، لا يسقط الفرض عنه في الأموال الباطنة بخلاف الظاهرة، هو المفتي به". كذا في الشامي، ص: ۲/۱۱ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۳/۹ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

کسور پر زکوۃ اور اس کی مثال

سوال [۵۰۲۱]: کسور میں بھی زکوۃ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کو تفصیل کے ساتھ مثال دیکر بیان فرمادیں تو باعث شکریہ ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو کسر خمس نصاب تک پہونچ جائے اس میں بھی زکوۃ آئے گی، یہ تو بالاتفاق ہے۔ جو کسر خمس سے کم رہ جائے اس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زکوۃ نہیں، صاحبین کے نزدیک اس میں بھی زکوۃ ہے، مثلاً

---

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الثالث: ۲۴۳/۱، قدیمی)

"عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه" (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني: ۲۵۵/۱، قديمي)

(۲) (رد المحتار: ۲۶۸/۲، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۶۹/۲، كتاب الزكاة، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۴۱۸/۱، كتاب الزكاة، امداديه ملتان)

چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے اس کا خمس چالیس ہے، یعنی اگر کسی کے پاس دوسو چالیس درہم ہوں تو ان پر بالاتفاق چھ درہم زکوٰۃ ہوگی، اگر کسی کے پاس دوسو تیس درہم ہوں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف دوسو درہم پر زکوٰۃ ہوگی یعنی پانچ درہم، اور تیس ایسی کسر ہے جو خمس سے کم ہے، وہ معاف ہے اس کی زکوٰۃ نہیں آئے گی۔ اور صاحبین کے نزدیک ان تیس پر بھی نصف درہم واجب ہوگی، یعنی دوسو تیس درہم پر ساڑھے پانچ درہم زکوٰۃ ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۹/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

☆ ... ☆ ...... ☆ ...... ☆ .... ☆

---

(۱) "وفي كل خمس بحسابه، ففي كل أربعين درهماً درهم، وفي كل أربعة مثاقيل قيراطان، وما بين الخمس إلى الخمس عفو، وقالا: ما زاد بحسابه، وهي مسألة الكسور". (الدر المختار: ۲/۲۹۹، باب زكاة المال، سعيد)

"ذكر البيهقي في باب فرض الصدقة، وهو كتابه عليه السلام الذي بعثه إلى اليمن مع عمرو بن حزم، وفيه: "وفي كل خمس أواق من الورق خمسة دراهم، وما زاد ففي كل أربعين درهماً درهم". ودلالة هذا الحديث والذي بعده على أنه لا زكاة على زيادة النصاب من الفضة حتى تبلغ تلك الزيادة إلى أربعين درهماً، فإذا بلغت ففي أربعين درهماً درهم واحد ظاهرة، وهو مذهب إمام الأمصار إمام الأعظم أبي حنيفة وأرضاه، خلافاً لصاحبيه رحمهما الله تعالى. وأيضاً فقد ذكر عبد الحق في أحكامه: روى أبو أويس ... عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كتب هذا الكتاب ... وفيه:

"ليس فيها (الفضة) صدقة حتى تبلغ مائتي درهم ففيها خمسة دراهم، وفي كل أربعين درهماً درهم، وليس فيما دون الأربعين صدقة". (إعلاء السنن، كتاب الزكاة، باب ما جاء في كسور الذهب والفضة: ۹/۴۷، ۴۸، إدارة القرآن كراچی)

"ولو زاد على نصاب الفضة شيء فلا شيء في الزيادة حتى تبلغ أربعين فيجب فيها درهم في قول أبي حنيفة، وعلى هذا أبداً في كل أربعين درهم. وقال أبو يوسف ومحمد والشافعي: تجب الزكاة في الزيادة بحساب ذلك قلّت أو كثرت حتى لو كانت الزيادة درهماً يجب فيه جزء من الأربعين جزءاً من درهم". الخ

(بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، الأثمان المطلقة فصل: وأما صفة هذا النصاب: ۲/۱۰۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۳۹۶، باب زكاة المال، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۳۳، باب زكاة المال، امدادية ملتان)

باب زکاۃ العروض

(سامانِ تجارت پر زکوٰۃ واجب ہونے کا بیان)

سامانِ تجارت پر زکوٰۃ

سوال[۲۰۵۴]: ہمارا اپنا پریس ہے، اپنی کتابیں بھی چھاپتے ہیں اور دوسروں کے کام بھی اجرت لے کر کرتے ہیں، کتابوں کی فروخت اور چھپائی کے بل وصول ہوتے ہیں تو روپیہ آجاتا ہے، کاغذ وغیرہ ہم خود خریدتے ہیں اور اس کا ذخیرہ ہمارے پاس رہتا ہے مگر اس میں سے وہی بچتا ہے جو چھپائی سے رہ جائے، کتب خانہ میں کتابوں کا ذخیرہ رہتا ہے۔ مذکورہ بالا روپیہ کچھ تعمیری کاموں میں صرف ہوجاتا ہے اور کچھ ذاتی اخراجات ہیں، جس قدر مال بچ رہتا ہے اس کی مقدار اس قرض سے بہت کم ہوتی ہے جو کاغذ وغیرہ کا لوگوں کا بھی ہمارے ذمہ ہے، انکم ٹیکس والے کل آمد و خرچ معلوم کرکے ایک رقم نفع کی متعین کردیتے ہیں اور اس پر ٹیکس لگادیتے ہیں مگر ہمارے پاس کوئی روپیہ نفع کا جمع نہیں رہتا۔ اس حالت میں زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے؟ کیا انکم ٹیکس والے جو نفع متعین کرتے ہیں اسی کو نفع سمجھ کر اس کے حساب سے زکوٰۃ دے دی جائے یا کوئی اور شکل کی جائے اور وہ کیا شکل اختیار کی جائے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

آپ نے تحریر کیا ہے کہ "جس قدر مال بچ رہتا ہے اس کی مقدار اس قرض سے بہت کم ہے جو کاغذ وغیرہ کا لوگوں کا ہمارے ذمہ ہے"۔ اس مال سے مراد روپیہ ہے یا کل سامانِ تجارت، اگر روپیہ مراد ہے تو اس روپیہ کے ساتھ کل سامانِ تجارت کو ملا کر دیکھئے کہ یہ مجموعہ قرض کے مجموعہ سے زیادہ ہے یا برابر یا کم ہے، اگر برابر یا کم ہو تب اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے، اگر زیادہ ہو اور مقدارِ نصاب سے زیادہ ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ نقد روپیہ کو قرض میں محسوب کیا جائے اور جس قدر قرض اس کے بعد بچے اس کو سامانِ تجارت سے منہا کرکے بقیہ پر

زکوۃ فرض ہوگی (۱)۔ نفع کی رقم متعین کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اصل سامان تجارت (بعد منہائی مقدار قرض) کا حساب کرکے اور قیمت لگا کر زکوۃ ادا کی جائے (۲)۔ اگر اس مال سے مراد کل سامان تجارت ہے تو اس پر زکوۃ فرض نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/۲/۲۰ھ۔

سامان تجارت کی زکوۃ

سوال [۵۲۲۳]: اگر کسی کے پاس سو روپیہ کا مال تجارت ہے تو زکوۃ میں ڈھائی روپیہ دینا واجب ہے یا ڈھائی تولہ چاندی؟

عرضشد: محمد عبد الرؤف مقیم ملتان پور۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

ڈھائی روپیہ دے یا اس کی قیمت کی چاندی وغیرہ، نیز مال تجارت کا چالیسواں حصہ دینا بھی درست ہے (۳)۔ لیکن اگر اس کے پاس صرف سو روپیہ کا سامان تجارت ہے اور نقد، چاندی، سونا کچھ اس کے پاس نہیں تو

---

(۱) "من كان عليه دين يحيط بماله، فلا زكوة عليه، وإن كان ماله أكثر من دينه زكى الفاضل إذا بلغ نصاباً" (الهداية: ۱/۱۸۶، كتاب الزكاة، شركة علمية ملتان)

(وكذا في الدر المختار: ۲/۲۶۰، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۲۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۸۶، الفصل العاشر في بيان ما يمنع وجوب الزكاة، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "شرط وجوب أدائها حولان الحول على النصاب الأصلي" (مراقي الفلاح: ص: ۳۱۴، كتاب الزكاة، قديمی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۷۵، كتاب الزكاة، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲/۲۰۰، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) "وفي عروض التجارة بلغت نصاب ورق أو ذهب، يعني في عروض التجارة يجب ربع العشر إذا بلغت قيمتها من الذهب أو الفضة نصاباً إلى آخره" (تبيين الحقائق: ۲/۷۷، باب زكوة المال، دار الكتب العلمية، بيروت)

اس پر زکوۃ تو واجب نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۶۰ھ۔

مالِ تجارت میں زکوۃ

سوال[۴۰۵۴]: میں نے صرف پچاس روپے کے سرمایہ سے کتب خانہ شروع کیا، جوں جوں فروختگی ہوتی رہی یونہی یونہی دینی، درسی، تبلیغی کتابیں اردو، ہندی، عربی، فارسی، گجراتی ۱۰۰۰،۱۰۰ روپے کی ادھار خرید لی گئیں، فروختگی پر کتابیں منگواتا رہتا ہوں، پانچ پچیس کا مال، کبھی قرآن شریف ہے تو کبھی کتابیں، اس طرح درسی کتب سال دو سال جمع رہتی ہیں، فی الحال جملہ مال دو ہزار روپے تک کا جمع ہوجاتا ہے اور ماہ دو ماہ میں ختم ہوجاتا ہے، پھر تھوڑا تھوڑا مال تیس پچیس کا طلب کرتا رہتا ہوں۔ تو اس حیثیت میں زکوۃ نکالنی ہوگی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جس وقت آپ کا سرمایہ (نقد، کتابیں، زیور) بقدر نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کا) ہوگیا اس وقت سے سال بھر گزرنے پر آپ کے ذمہ اس کی زکوۃ لازم ہوگی، بشرطیکہ ختم سال پر نصاب سے کم نہ رہ جائے (۲) درمیان میں کم ہوکر پھر پورا ہوجائے تو زکوۃ ساقط نہیں ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۰/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۰۵، باب زكاة الذهب والفضة والعروض، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۳۷، الفصل الثالث في بيان ما يمنع وجوب الزكاة، إدارة القرآن، كراچی)

(۱) چونکہ یہ مقدار نصاب سے کم ہے اس وجہ سے اس میں زکوۃ نہیں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) "في عروض التجارة بلغت قيمته نصاباً من أحدهما، تقوم بما هو أنفع للفقراء، و تضم قيمتها إليهما ... نقصان النصاب في أثناء الحول لا يضر إن كمل في طرفيه؛ لأن في اعتبار كمال النصاب في جميع الحول حرجاً، فاعتبر وجود النصاب في أول الحول للانعقاد، و في آخره للوجوب". (مجمع الأنهر: ۱/۳۰۲، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مختصر الطحاوي، ص: ۵۰، باب زكاة التجارة، سعيد)

(وكذا في فتح القدير شرح الهداية: ۲/۲۱۸، فصل في العروض، مصطفى البابي الحلبي مصر)

ایضاً

سوال[۴۵۰۵]: بکر نے کپڑے کی دوکان کی ہے اور مال قرض مہاجن کے یہاں سے لاتا ہے اور مال بیچ کر تھوڑا تھوڑا روپیہ مہاجن کو دیتا ہے(۱)۔ تو ایسے مال تجارت میں زکوۃ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی زکوۃ کیسے ادا کی جائے گی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر اس کے پاس کپڑا یا روپیہ بقدر نصاب زکوۃ (ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت) قرض سے زائد ہو اور اس پر سال بھر گزر جائے تو اس کی زکوۃ (چالیسواں حصہ) واجب ہے ورنہ واجب نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

مال تجارت کی زکوۃ ادا کرنے کا طریقہ

سوال[۴۵۰۶]: تجارتی مال کی زکوۃ کا طریقہ کیا ہے، سال کے آخر میں موجودہ مال کی قیمت نکال کر ادا کرے یا کوئی اور طریقہ ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

سال پورا ہونے پر جس قدر مال موجود ہو اس وقت اس کی جتنی قیمت ہو اس کے حساب سے زکوۃ

---

(۱) "مہاجن: سودا گر، بیوپاری"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۲۱، فیروز سنز، لاہور)

(۲) "فلا زكاة على مكاتب، ومديون للعبد بقدر دينه فيزكي الزائد إن بلغ نصاباً. الخ". (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۲/۲۶۳، كتاب الزكاة، سعيد)

"(وفي مضروب كل) منهما (ومعموله ولو تبراً أو حلياً مطلقاً) ... (أو) في (عروض تجارة قيمته نصاب) ... (من ذهب أو ورق) ... (ربع عشر)". (الدر المختار، كتاب الزكاة: ۲/۲۹۸، ۲۹۹، سعيد)

(وكذا في الهداية: ۱/۱۸۶، كتاب الزكاة، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۴۷، الفصل العاشر، إدارة القرآن، كراچي)

ادا کرے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

بعض مالِ تجارت فروخت ہو جائے اور بعض رہ جائے تو زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے؟

سوال [۵۲۷۰]: مالِ تجارت یعنی ایک دکان میں تیس ہزار روپے کا سامان ہے مگر بعض فروخت ہو چکا ہے اور بعض موجود ہے اب زکوٰۃ کس حساب سے ادا کی جائے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جتنا مال موجود ہے اس کا چالیسواں حصہ دیدے یا اس کی قیمت دیدے، جتنا روپیہ ہے اس کا چالیسواں حصہ دیدے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۹/۸۸ھ۔

مالِ تجارت کی زکوٰۃ تھوڑی تھوڑی تدریجاً ادا کرنا

سوال [۵۲۸۰]: زید نے تجارت کی غرض سے ۱۲/ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ کو دو ہزار قلم خریدے جن کی مجموعی قیمت چار ہزار روپے ہوتی ہے، اب ظاہر ہے کہ زید صاحبِ نصاب ہے اور ۱۲/ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ کو اس مال پر زکوٰۃ واجب ہو جانے کی وجہ سے اس کا ادا کرنا ضروری ہوگا، مگر زید یہ چاہتا ہے کہ زکوٰۃ کو تدریجی طور پر ابھی سے ادائیگی شروع کردے اور صاحبِ نصاب ہونے کی وجہ سے وہ ایسا کر بھی سکتا ہے، اس لئے اس نے ۱۴/ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ سے ہی مختلف مقامات پر ضرورت مند طلباء کو زکوٰۃ کی نیت سے ایک ایک دو دو قلم بھیجنا شروع

---

(۱) "وشرط وجوب أدائها حولان الحول على النصاب الأصلي، وأما المستفاد في أثناء الحول، فيضم إلى مجانسه، ويزكي بتمام الحول الأصلي سواء استفيد بتجارة أو ميراث". (مراقي الفلاح، ص: [illegible]، كتاب الزكاة، قديمي)

(وكذا في الدر المختار: ۲/۳۰۲، فصل في زكاة الغنم، سعيد)

(وكذا في مختصر الطحاوي، ص: ۵۰، باب زكاة التجارة، سعيد)

(۲) (ولقد تخريجه تحت عنوان: "سامانِ تجارت کی زکوٰۃ")

کر دیئے اور یہ ارادہ کر لیا کہ آخر سال میں راس المال کا حساب لگا کر جو کچھ واجب ہوگا اس کو ادا کر دے گا۔

اصل نیت زکوۃ ادا کرنے کی ہے، ظاہر ہے کہ اس طرح قلموں کے بھیجنے سے قلموں کی شہرت ہوتی ہے اور اس شہرت سے زید کی تجارت کو فائدہ پہونچتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ زید حصولِ منفعت کے شائبہ کی پرواہ کئے بغیر قلم اسی طرح زکوۃ میں بھیجتا رہے یا بند کر دے؟ اگر بند کر دے تو جو قلم وہ بھیج چکا ہے وہ زکوۃ میں شمار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح قلم دینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی، اس شائبہ سے ادائے زکوۃ میں نقصان نہیں ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۰/۱/۸۸ھ۔

مالِ تجارت میں کس قیمت پر زکوۃ ہوگی؟

سوال [۱۰۵۰]: کتابوں کی کمی پر کمیشن وغیرہ نکال کر ہمیں بیس پچیس روپے فی سیکڑا بچ رہتا ہے۔ تو کتابوں کے اسٹاک میں اس لاگت پر زکوۃ واجب ہوگی جو ہم نے ان پر خرچ ہوا ہے، یا جس قیمت پر ہم کتابوں کو فروخت کرتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بوقتِ ادائے زکوۃ یعنی سال بھر پورا ہونے پر جس قدر مالیت موجود ہو اس قدر پر زکوۃ واجب ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۹/۶/۶۰ھ۔

---

(۱) "وشرط صحة أدائها نية مقارنة له أي للأداء ولو كانت المقارنة حكماً ... أو مقارنة بعزل ما وجب كله أو بعضه ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء". (الدر المختار: ۲/۲۶۸، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۷۰، كتاب الزكاة، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۲۹۰، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية، بيروت)

تجارت کے لئے کتاب چھپوائی، زکوٰۃ کس قیمت سے ادا کرے؟

سوال [۴۵۳۰]: مالِ تجارت کی قیمت زکوٰۃ کے لئے کس حساب سے لگائی جائے گی؟ آیا مع مصارف کے یا مع منافع؟ مثلاً زید نے تجارت کے لئے ایک کتاب کے دو ہزار نسخے چھپوائے، ہر نسخہ پر مع مصارف بغیر منافع کے ایک روپیہ آیا، یعنی کل مال کی اصل قیمت دو ہزار روپے ہوئی، مگر زید نے اس کتاب پر بازار کے لئے تین روپے قیمت مقرر کی اور خود اس کو دوسرے تاجروں کو دو روپے فی کتاب کے حساب سے فروخت کرنا شروع کیا، اپنے کاروبار کے لئے زید نے ملازم بھی رکھے، دوکان وغیرہ کا کرایہ بھی دیا، جب سال پورا ہوا تو اس کے پاس اسی کتاب کے آٹھ سو نسخے رکھے تھے، نقد کچھ نہ تھا، درمیانِ سال میں ملازم کی تنخواہ اور دوکان کے کرایہ وغیرہ میں چار سو روپے بھی خرچ کئے۔ اب سوال یہ ہے کہ زید کا اس سال کا کیا حساب ہے؟ زید اگر زکوٰۃ میں کتاب ہی دینا چاہے تو مستحق کی قیمت کیا لگائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سال پورا ہونے پر زید کے پاس تجارتی کتاب کے آٹھ سو نسخے ہیں، اس کے علاوہ اور کوئی مال نقد وغیرہ نہیں جس پر زکوٰۃ واجب ہو، تو اب زکوٰۃ کتاب کے موجودہ نسخوں ہی میں واجب ہوگی (۱)، شروع سال میں جس قدر صرف کرکے کتاب چھپوائی اور خرچ کردہ تنخواہ وغیرہ اس کا اعتبار نہیں، بلکہ فروخت شدہ وخرچ شدہ قیمت میں [illegible] آسان صورت یہ ہے کہ بیس نسخے زکوٰۃ میں ادا کرے، بجز مصرفِ زکوٰۃ ان نسخوں کو چالیس روپے میں فروخت کرے یا ساتھ میں ان کو خرید لے، یا جس قیمت میں خود فروخت کرتا ہے بیس نسخوں کی وہ قیمت دیدے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "وفي عروض التجارة بلغت نصاب ورق أو ذهب يعني في عروض التجارة، بعد ربع العشر إذا بلغت قيمتها من الذهب أو الفضة نصاباً". (تبيين الحقائق: ۲/۴۷، باب زكوة المال، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۲۴۳، الفصل الخامس في زكاة المال، امجد اكيدمي لاهور)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۳۹۳، كتاب الزكاة، امداديه ملتان)

چھپائی کے کاغذ پر زکوٰۃ

سوال [۲۵۳۱]: جو کاغذ کتابیں چھاپنے کے لئے ہمارے یہاں رہتے ہیں آیا اس کی قیمت میں زکوٰۃ ہے؟ یہ واضح ہے کہ وہ کاغذ تجارت کے لئے نہیں ہوتا، بلکہ اس پر کتابیں چھاپ کر بیچا جاتی ہیں، سادہ کاغذ ہم فروخت نہیں کرتے۔

نوٹ: اگر کوئی بات دریافت طلب ہو تو مہربانی فرما کر دریافت فرمائیں۔ یا کسی چیز کی تشریح کی ضرورت ہو، بہر حال مفصل و مشرح جواب تحریر فرمائیں تاکہ ہم عند اللہ ماخوذ نہ ہوں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس کاغذ پر زکوٰۃ فرض ہوگی، یہ کتابوں کے حکم میں ہے مشینوں کے حکم میں نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۶/۲/۹۰ھ۔

آلاتِ تجارت پر زکوٰۃ

سوال [۲۵۳۲]: آلاتِ تجارت پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ مثلاً پن چکی یا ٹریکٹر جس کے ذریعہ تجارت کی جاتی ہے یعنی پیسہ کمایا جاتا ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر یہ آلات خود فروخت کرنے کے لئے ہوں تو ان پر زکوٰۃ ہوگی، اگر ان کے ذریعہ کاشت کی

---

(۱) "وإن كان يبقى أثرها في المعمول كما لو اشترى الصباغ عصفراً أو زعفراناً ليصبغ ثياب الناس بأجر وحال عليه الحول، كان عليه الزكاة إذا بلغ نصاباً، وكذا كل من ابتاع عيناً ليعمل بها ويبقى أثرها في المعمول كالعفص والدهن لدبغ الجلد، فحال عليه الحول، كان عليه الزكاة". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۰، كتاب الزكاة، الباب الأول في تفسيرها وصفتها وشرائطها، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ۲/۲۶۵، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۴۲، الفصل الثالث في بيان زكاة عروض التجارة، إدارة القرآن كراچي)

www.ahlehaq.org

جاوے یا آٹا پیس جاوے خود ان کو فروخت نہ کیا جائے تو ان پر زکوۃ نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۰/۱/۸۹ھ۔

سامانِ مطب میں زکوۃ

سوال[۲۵۳۲]: میں حکیم ہوں، دوائی خانہ بھی رکھتا ہوں، مجھ پر دواؤں کی زکوۃ فرض ہے یا نہیں؟ دوائیں جن شیشیوں میں رکھی ہیں ان کی زکوۃ، وہ شیشیاں جو مریضوں کو دوائیں دینے کے لئے رکھی ہیں، نیز میز، کرسی، الماری جو مطب کی آرائش کے لئے ہے ان میں سے کس کس کی زکوۃ دی جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو سامان مطب کی آرائش کے لئے ہے یا دوائیں رکھنے کے لئے اس میں زکوۃ نہیں (۲)، جو سامان فروخت کے لئے ہے جیسے دوائیں یا شیشیاں وغیرہ تو اس میں زکوۃ فرض ہے جب کہ وہ قدر نصاب ہو اور اس پر سال بھی گزر جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/محرم/۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفر لہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/محرم/۶۸ھ۔

---

(۱) "فليس في دور السكنى ... وسلاح استعمال زكاة ... وكذا كتب العلم إن كان من أهله، وآلات المحترفين، هذا في الآلات التي ينتفع بنفسها، ولا يبقى أثرها في المعمول". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۷۲، كتاب الزكاة، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ۲/۲۶۵، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۲/۱۶۳، كتاب الزكاة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "أصل هذا أنه ليس على التاجر زكاة مسكنه وخدمه ومركبه وكسوة أهله وطعامهم ... العطار إذا اشترى قوارير فهو هكذا الخ" (التاتارخانية: ۲/۲۳۰، الفصل الثالث في زكاة عروض التجارة، إدارة القرآن كراتشي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۰، الفصل الثالث في العروض، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ۲/۲۶۵، كتاب الزكاة، سعيد)

www.ahlehaq.org

پریس کی مشین پر زکوۃ

سوال[۴۵۲۴]: چھاپنے کی مشینوں کی اصل لاگت میں زکوۃ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ان مشینوں پر بھی زکوۃ واجب نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ　　صحیح: عبداللطیف، ۱۶/۶/۶۰ھ۔

شیئرز کی بیع اور ان کی زکوۃ

سوال[۴۵۲۵]: ۱... ہمارے یہاں شیئرز کی ایک کمپنی ہے اس کے اس شیئرز کی قیمت مثلاً دس روپیہ ہے تو زید نے دس شیئرز خریدے، وہ کمپنی منافع کچھ نہیں دیتی مگر جب اس کو بیچتے ہیں اگر کمپنی کو نفع ہوتا ہے تو وہ نفع دیتی ہے اور اگر نقصان ہوتا ہے تو نقصان کے ساتھ اصل روپیہ کو واپس کرتی ہے تو اس طرح کا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو جب وہ روپیہ مل جاوے گا تو زمانۂ ماضی کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ملنے سے قبل اس کی زکوۃ ادا کرے تو نفع کے حساب سے یا نقصان کے حساب سے ادا کریں؟

۲... یہ کمپنی دوسری کمپنی کو روپیہ دیتی ہے اور ظاہر بات ہے کہ سود بھی دیتی ہوگی اور کمپنی ہمیں سود میں سے دیتی ہوگی تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور جب نقصان کا خطرہ ہو تو اپنے شیئرز کو بیچ کر اپنی اصل قیمت لے لینا صحیح ہے یا نہیں؟

۳... چھ ہزار روپیہ کا شیئرز رکھا تو اس میں سے پانچ سو روپیہ کمیشن ایجنٹ کٹ جاتا ہے تو اب ہمیں ساڑھے پانچ ہزار کی زکوۃ ادا کرنی چاہئے یا چھ ہزار کی جب کہ ۵۰۰/ روپیہ ایجنٹ خود رکھ لیتا ہے اسے بینک میں جمع ہی نہیں کرتا تو اب بینک سے چھ ہزار روپے ملنے کا انتظار کر کے روپیوں کو روکے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

۴... زید کی پوری آمدنی سودی ہے تو اس کے ساتھ تعلق رکھنا اس کے گھر پر فیس ادا کر کے کھانا کھانا کیسا ہے؟ اور اگر بعض آمدنی سود کی ہے اور بعض حلال طریقہ کی تو اس کا کیا حکم ہے؟ اگر کوئی غیر مسلم دوست ہو

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "آلات تجارت پر زکوۃ")

www.ahlehaq.org

۳...... جب آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی رقم ساڑھے پانچ ہزار روپے کی ہوگئی تو زکوۃ بھی اتنے ہی روپے کی ہوگی (۱)، اگر وہاں صرف سود پر رقم دی جاتی ہے تو اس میں شرکت ہی درست نہیں، جلد از جلد روپیہ نکال لیا جائے۔

۴...... جب متعین طور پر معلوم ہو کہ یہ سود کی آمدنی کھاتا ہے تو فیس ادا کر کے یا بغیر ادا کئے ہوئے کھانا درست نہیں، مسلم ہو یا غیر مسلم سب کا حکم ایک ہے، اگر مخلوط آمدنی ہو تو غالب کا اعتبار ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مالِ مضاربت میں زکوۃ کا حکم

سوال [۴۵۶۲]: زید نے بکر کو تجارت کے لئے روپیہ دیا کہ روپیہ زید کا اور محنت بکر کی اور نفع نصف نصف، اب اس روپیہ کی زکوۃ زید دے یا دونوں کو نصف نصف؟ دوسرے کی طرف سے بغیر اس کی اطلاع کے زکوۃ دے دی تو زکوۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اصل روپیہ زید کا ہے اس کی زکوۃ بھی زید کے ذمہ ہے بکر کے ذمہ نہیں، اگر زید کی اجازت سے بکر اصل

= (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الربا، الفصل الأول: ١/٢٤٣، قديمي)

(١) "(وسببه) أي سبب افتراضها - أي الزكاة (ملك نصاب حولي)". (الدر المختار). "(قوله ملك نصاب) فلا زكاة في سوائم الوقف ... لعدم الملك". (رد المحتار، كتاب الزكاة: ٢/٢٥٩، سعيد)

(٢) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثه أو استقرضه من رجل، كذا في الينابيع". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ٥/٣٤٢، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ٢/٢٩٢، سعيد)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ٣/٤٠٠، وما يكره أكله وما لا يكره وما يتعلق بالضيافة، رشيديه)

روپیہ کی زکوۃ ادا کردے گا تو ادا ہو جائے گی، بغیر اجازت کے ادا نہیں ہوگی (۱) اور ضمان بکر کے ذمہ لازم ہوگا (۲)۔ نفع میں بکر بھی نصف کا شریک ہے وہ اپنے حصہ نفع کی زکوۃ دیگا (۳) اور زید کی اجازت سے زید کے حصہ نفع کی زکوۃ دینا بھی درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

مضاربت میں زکوۃ

سوال [۴۵۳۷]: ایک تجارت ہے جس کے اندر تین شریک ہیں اس طریقہ سے کہ رقم ایک آدمی اور باقی کی صرف محنت ہے اور نفع برابر برابر ہے مثلاً تین ہزار کا سالانہ نفع ہوا اور اصل رقم چالیس ہزار تھی باقی شرکاء کا نفع زکوۃ ایک ایک ہزار کا نکالیں گے۔ اب جس کی اصل رقم ہے وہ اکتالیس ہزار کی نکالے گا، ایک ہزار کی صرف نفع ہی کی زکوۃ نکالے گا تو باقی شرکاء تو نفع میں ہے اور اس کا گھر سے بھی گیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مضاربت کی صورت ہے، زکوۃ اصل مال اور نفع کے مجموعہ پر واجب ہوتی ہے، جس شخص کا راس

---

(۱) "لأنه: أي المضارب ليس بمالك، ولا نائب عنه في أداء الزكاة، إلا أن يكون في المال ربح يبلغ نصيبه نصاباً، فيؤخذ منه؛ لأنه مالك له". (الهداية: ۱/۱۹۸، باب في من يمر على العاشر، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في الدر المختار: ۲/۳۱۶، باب العاشر، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۹۱، باب العاشر، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "لو أدى زكوة غيره بغير أمره فبلغه فأجاز، لم يجز، لأنها وجدت نفاذاً على المتصدق؛ لأنه ملكه، ولم يصر نائباً عن غيره فنفذت عليه". (رد المحتار: ۲/۲۶۹، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۳۶۹، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۸۳، المسائل المتعلقة بمعطي الزكاة، إدارة القرآن، كراچی)

(۳) "لأنه [أي المضارب] ليس بمالك ولا نائب عنه في أداء الزكاة إلا أن يكون في المال ربح يبلغ نصيبه نصاباً فيؤخذ منه؛ لأنه مالك له. قال ابن الهمام: بخلاف حصة المضارب؛ لأنه يملكها فيؤخذ منه عنها". (الهداية مع فتح القدير: ۲/۲۳۱، كتاب الزكاة، باب فيمن يمر على العاشر، مصطفى البابي الحلبي مصر)

المال چالیس ہزار ہے اور ایک ہزار اس کا نفع ہوا تو اکتالیس ہزار کی زکوٰۃ اس کے ذمہ لازم ہے، دوسرے دو شرکاء مضارب کی ملک میں اگر اس نفع کے علاوہ کچھ نہیں تو جب سے مقدار نصاب کے مالک ہوئے اس وقت سے سال بھر پورا ہونے کے بعد اس کے ذمہ اس کی زکوٰۃ واجب ہوگئی ہے (۱)۔

رہا یہ سوال کہ تجارت کا نفع کیا ہوا؟ تو خود غور کرلیں کہ سال بھر کے اخراجات بھی اس تجارت سے پورے کئے ہوں گے، اگر تجارت نہ کرتا تو وہ اخراجات چالیس ہزار سے منہا کئے جاتے پھر حساب لگا کر دیکھتا کہ کیا نفع ہوا، نیز سال بھر کی زکوٰۃ مزید ادا ہوتی یعنی تجارت کی برکت سے سال بھر کے اخراجات حاصل ہوئے اور زکوٰۃ میں صرف رأس المال (چالیس ہزار روپیہ) میں سے پچیس روپیہ ادا کرنے کی نوبت آئی، تجارت نہ ہوتی تو سال بھر کے اخراجات اس چالیس ہزار سے نکلتے اور زکوٰۃ بھی اس میں سے ادا ہوتی۔ نیز دوسرے دونوں شرکاء کو ایک ایک ہزار اس تجارت کی بدولت ملا اور تجارت کی ساکھ قائم ہوگئی، باقی آئندہ کتنا نفع ہوگا، اس کا علم اللہ کو ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۳/۱۴۰۰ھ۔

جس غلہ میں تجارت کی نیت نہ ہو اس پر زکوٰۃ

سوال [۴۵۳۸]: زید کے پاس دو من دھان موجود ہیں (۲) اس پر حولان حول بھی گزر گیا لیکن تجارت کی نیت نہیں، کیا اس دھان پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر زید کے پاس دو ہزار روپیہ موجود ہو اس دھان کے علاوہ تو کس صورت میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب کہ وہ دھان تجارت کے لئے نہیں تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں خواہ اس پر حولان حول ہوا یا نہیں، اس کے علاوہ جو روپیہ موجود ہے وہ اگر مقدار نصاب ہے تو اس روپیہ میں زکوٰۃ واجب ہوگی (۳)، دھان پر روپیہ

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "مالِ مضاربت میں زکوٰۃ کا حکم"۔)

(۲) "دھان: چاول کا پودا، چھلکے دار چاول"۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۴۰، فیروز سنز لاہور)

(۳) "وشرط حولان الحول وثمنية المال كالدراهم والدنانير والسوم ونية التجارة في العروض".

(تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۲/۲۶۷، كتاب الزكاة، سعيد) .... =

کیسا تھا بھی زکوۃ واجب نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

گھر کے سامان میں زکوۃ

سوال [۴۵۲۹]: زید کہتا ہے کہ زکوۃ صرف زیور پر واجب ہے سونے کی شکل میں ہو یا چاندی کی صورت میں، لیکن بکر کہتا ہے کہ زیور پر، کپڑوں پر چاہے استعمال کے ہوں یا ننے رکھے ہوں اور برتنوں پر جو کہ استعمال میں آ رہے ہیں یا وہ برتن جو یوں ہی رکھے ہوئے ہیں، یا گھر کے استعمال کی الماریاں ہوں یا صندوق غرضیکہ جو بھی اشیاء ہوں سب پر زکوۃ واجب ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

چاندی، سونا، نقد (نوٹ) اور مالِ تجارت پر زکوۃ واجب ہوتی ہے، گھر کے استعمالی سامان: کپڑوں، برتنوں، صندوقوں وغیرہ پر زکوۃ نہیں، اگرچہ وہ ویسے ہی رکھے ہوں استعمال میں نہ ہوں:

"(قوله: فارغ عن حاجته الأصلية) وفسره ابن ملك بما يدفع عنه الهلاك تحقيقاً أو تقديراً: أي فسر المشغولة بالحاجة الأصلية، والأولى فسرها، و ذلك حيث قال: وهي ما يدفع الهلاك عن الإنسان تحقيقاً كالنفقة و دور السكنى والآلات الحرب والثياب المحتاج إليها لدفع الحر والبرد، أو تقديراً كالدين وكالآلات الحرفة وأثاث المنزل و دواب الركوب و كتب العلم لأهلها اهـ". درمختار و شامی: ۲/۶ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في بدائع الصنائع: ۲/۲۹۵، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۲۳۵، كتاب الزكاة، امجد اكيڈمي لاهور)

(۱) "ولو وجد من أرضه حنطةً تبلغ قيمتها قيمة نصاب، نوى أن يمسكها و يبيعها، فأمسكها حولاً، لا تجب فيها الزكاة، حتى يبيعها فيتم حولها و يحول الحول". (التاتارخانية: ۲/۲۲۳، باب زكاة عروض التجارة، ادارة القرآن كراچي)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۲۵۱، فصل في مال التجارة، رشيديه)

(۲) (الدر المختار: ۲/۲۶۲، كتاب الزكاة، سعيد)

گھڑی کی زکوۃ

سوال [۴۵۴۰]: ہاتھ کی گھڑی اور گھر میں بڑی گھڑی کی زکوۃ نکالی جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر گھڑی چاندی سونے کی نہیں اور تجارت کے لئے بھی نہیں تو اس کی زکوۃ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

کرایہ کے مکانات پر زکوۃ

سوال [۴۵۴۱]: ہماری اپنی رہائش اور اپنے مصرف میں جو مکان ہے اس کے علاوہ جو مکانات ہیں ان کا کرایہ ورنج آمدنی ہوتا ہے اور تقریباً اس کے قریب قریب دوسرے مکانوں کا کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے، جو کہ اپنی ضرورت کے لئے کرایہ پر لینے پڑتے ہیں، نیز یہ کہ مکانات سال بھر تک کرایہ پر چڑھے نہیں رہتے بلکہ کبھی چڑھ گئے اور کبھی خالی بھی رہ جاتے ہیں، کہ ایک مکان سال بھر تک چڑھا رہے، بہرحال متعین نہیں۔ ایسی صورت میں زکوۃ کی کیا صورت ہوگی؟

= "وأما كونه فارغاً عن الدين وعن حاجته الأصلية كدور السكنى وثياب البدن وأثاث المنازل وآلات المحترفين وكتب الفقه لأهلها، فلأن المشغول بالحاجة الأصلية كالمعدوم". (تبيين الحقائق: ۲/۲۴۳، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۲۵، باب زكاة عروض التجارة، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۷۲، كتاب الزكاة، رشيدية)

(۱) "فليس في دور السكنى ... وسلاح مستعمل زكاة ... وكذا كتب العلم إن كان من أهله والآت المحترفين، هذا في الآلات التي ينتفع بنفسها ولا يبقى أثرها في المعمول". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة: ۱/۱۷۲، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲/۲۶۵، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الزكاة: ۲/۱۶۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان مکانوں پر زکوٰۃ واجب نہیں (۱) ان کی آمدنی کا روپیہ اگر بقدرِ نصاب ہو یعنی کہ اس پر سال بھر گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی بشرطیکہ دوسری حوائجِ اصلیہ سے فارغ ہوں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، [illegible]۔

یتیم کے روپیہ اور زمین پر زکوٰۃ؟

سوال [۴۵۲۱]: ایک صاحبِ نصاب کے پاس جو زمین ہے اس زمین کی قیمت لگا کر زکوٰۃ دینی ہے یا صرف جمع شدہ روپے کی زکوٰۃ دینی پڑے گی؟ اور جو روپیہ لوگوں کے پاس بطور قرض کے ہے اس طرح پر کہ قرض لے کر قرض میں دیئے اور زمین والوں کے پاس ہیں روپے کے بدلے میں رہن ہیں؟ یا نصف کی ضمان دینا پڑے گا؟ اس طریقے پر ملنے ... جو روپیہ قرض دیا ہے کیا اب ان روپیوں کی زکوٰۃ دینی ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زمین اگر کاشت کے لئے ہے تجارت کے لئے نہیں تو اس زمین کی زکوٰۃ نہیں خواہ اس کی قیمت کتنی ہی ہو، اس کی پیداوار پر عشر یا نصف عشر واجب ہوگا اگر وہ زمین عشری ہو (۳)۔ روپیہ بقدرِ نصاب اگر موجود ہو اور

---

(۱) (راجع، ص: ۴۰۸، رقم الحاشیة: ۱)

(۲) "إذا آجر داره أو عبده بمائتي درهم لا تجب الزكاة ما لم يحل الحول بعد القبض في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى، فإن كانت الدار والعبد للتجارة وقبض أربعين درهماً بعد الحول، كان عليه درهم بحكم الحول الماضي قبل القبض؛ لأن أجرة دار التجارة وعبد التجارة بمنزلة ثمن التجارة في الصحيح من الرواية". (الفتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۲۵۳، كتاب الزكاة، فصل في مال التجارة، رشيدية)

(۳) "وقد أورد الزيلعي أيضاً ما إذا اشترى أرض عشر وزرعها، أو اشترى بذراً للتجارة وزرعه، فإنه يجب فيه العشر ولا تجب فيه الزكاة؛ لأنهما لا يجتمعان". (رد المحتار: ۲/ ۲۹۸، باب زكاة الذهب والفضة والعروض، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/ ۷۸، باب زكاة الذهب والفضة، دار الكتب العلمية، بيروت)

www.ahlehaq.org

اس پر سال بھی گزر جائے تو اس پر زکوۃ فرض ہوتی ہے (۱)، طریقِ مذکور پر جو روپیہ دیا ہے وہ اس کی ملک سے خارج ہوگیا اب اس روپیہ کو واپس نہیں لے سکتا بلکہ اس روپے کے عوض دھان خرید چکا ہے، دھان لینے کا حقدار ہے لہذا اس روپیہ پر زکوۃ فرض نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۱۱/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

کارخانہ کی زمین و مشین پر زکوۃ

سوال [۴۵۴۳]: میں نے ایک زمین خرید کر اس پر اپنا کارخانہ تعمیر کرایا، چنانچہ اس کارخانہ میں میری مشینیں چل رہی ہیں، اب اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل سوالات ہیں:

۱..... کیا اس سرزمین اور تعمیرات میں زکوۃ واجب ہے؟

۲..... جو مشینوں سے اس کارخانہ میں کام لیا جارہا ہے کیا اس پر بھی زکوۃ واجب ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر یہ زمین و تعمیرات و مشین خود فروخت کرنے کے لئے نہیں، بلکہ آمدنی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں تو ان پر زکوۃ لازم نہیں (۳)، ان سے حاصل شدہ آمدنی حسبِ ضابطۂ شرعیہ دیگر نقود کی طرح زکوۃ واجب ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/۸/۹۹ھ۔

= (وكذا في فتح القدير: ۲/۲۱۸، فصل في العروض، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) "ويقوّم يوم حال عليها الحول بالغةً ما بلغت بعد أن كانت قيمتها في أوّل الحول مائتين، ويزكي عن مائتي درهم خمسة دراهم". (التاتارخانية: ۲/۲۲۸، باب زكوة عروض التجارة، إدارة القرآن)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲/۱۵، فصل في نصاب أموال التجارة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۷۹، الفصل الثاني في العروض، رشيديه)

(۲) "قيد بكونها للتجارة؛ لأنها لو كانت للغلة فلا زكاة فيها؛ لأنها ليست للمبايعة". (البحر الرائق: ۲/۲۹۸، باب زكاة المال، رشيديه)

(۳) "ليس في دور السكنى .... وسلاح الاستعمال زكاة .... وكذا كتب العلم إن كان من أهل، وآلات المحترفين، وهذا في الآلات التي ينتفع بنفسها ولا يبقى أثرها في المعمول". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكوة: ۱/۱۷۲، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الزكوة: ۲/۲۶۵، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الزكوة: ۲/۱۶۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

تجارت کے جانوروں کی زکوٰۃ

سوال[۴۵۲۵]: ایک شخص نے تجارت کے لئے بکرے، اونٹ، گھوڑے وغیرہ خریدے، یہ جانور ایک سال میں کئی دفعہ بک جاتے ہیں اور خریدے بھی جاتے ہیں تو اب ان کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قیمت لگا کر اس کا چالیسواں حصہ سال ختم ہونے پر ادا کیا جائے، پھر چاہے قیمت دیدی جائے اور چاہے اس قیمت کا جانور دیدیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۸۷ھ۔

نصاب سے کم جانوروں میں زکوٰۃ نہیں

سوال[۴۵۲۶]: زید کے پاس ۲۵/ بھیڑ اور دو گائے ہیں اور ایک بھینس بھی ہے، کل ۲۸/ عدد ہیں، جنگل میں چرایا جاتا ہے، ان پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس حساب سے ادا کی جاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے پاس بھیڑ: ۲۵/، گائے: ۲/، بھینس: ۱/، اس مجموعہ میں زکوٰۃ واجب نہیں، کسی کا بھی نصاب پورا

---

(۱) "وتجب الزکوٰۃ أیضاً فی عروض التجارۃ بلغت قیمتها نصاباً من أحدهما، الخ". (مجمع الأنهر: ۱/ ۳۰۶، باب زکوٰۃ الذهب والفضة والعروض، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۲/ ۷۷، باب زکوٰۃ المال، دار الکتب العلمیة بیروت)

"عن ابن عمر رضی اللہ عنهما أنه کان یقول: "فی کل مال یدار فی عبید، أو دواب، أو بز للتجارة، تدار الزکاة فیه کل عام". رواہ عبد الرزاق بإسناد صحیح" رقم: ۲۳۴۳". (إعلاء السنن: ۹/ ۶۳، باب زکاة عروض التجارة، إدارة القرآن کراتشی)

"لا یجب فی العلوفة...... حتی لو کانت العلوفة للتجارة، کان فیها زکاة التجارة". (النهر الفائق: ۱/ ۴۲۸، فصل فی الغنم، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/ ۱۷۶، الباب الثانی فی صدقة السوائم، رشیدیه)

نہیں (۱) اور ایک جنس کو دوسری جنس کے ساتھ ملا کر نصاب پورا کرنے کا حکم نہیں (۲)۔ ہاں اگر یہ جانور تجارت کے لئے ہوں تو زکوۃ قیمت کے اعتبار سے چالیسواں حصہ واجب ہوگی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

---
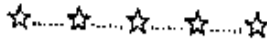
(۱) "ليس في أقل من أربعين من الغنم السائمة صدقة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الفصل الرابع في زكاة الغنم: ۱/۱۷۸، مكتبه رشيديه)

"وفي فتح القدير: والضأن والمعز سواء: أي في تكميل النصاب". (البحر الرائق، كتاب الزكاة، فصل في الغنم: ۲/۳۷۸، رشيديه)

"ليس في أقل من ثلاثين من البقر صدقة ... والجاموس كالبقر". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الفصل الثالث في زكاة البقر: ۱/۱۷۷، ۱۷۸، رشيديه)

(۲) "وأما السوائم إذا اختلف أجناسها، لا يضم البعض إلى البعض لتكميل النصاب". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة، زكاة المال: ۲/۲۳۳، إدارة القرآن كراتشي)

"والمستفاد وسط الحول يضم إلى نصاب من جنسه". (الدر المختار). "(قوله: جنسه) سيأتي أن أحد النقدين يضم إلى الآخر، وأن عروض التجارة تضم إلى النقدين للجنسية باعتبار قيمتها، واحترز عن المستفاد من خلاف جنسه كالإبل مع الشياه، فلا تضم". (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ۲/۲۸۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة، فصل في الغنم: ۲/۳۸۸، رشيديه)

(وكذا في البدائع، كتاب الزكاة، فصل: وأما صفة نصاب السائمة، .... ومنها أن يكون الجنس فيه واحداً من الإبل والبقر والغنم الخ: ۲/۳۰، سعيد)

(۳) "أما التي نوى بها التجارة، فتجب فيها زكاة التجارة". (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: ۲/۲۸۲، سعيد)

"ويضم بعض العروض (أي عروض التجارة) إلى بعض وإن اختلف أجناسها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الفصل الثاني في العروض: ۱/۱۸۰، رشيديه)

"يجب ربع العشر في عروض التجارة إذا بلغت نصاباً من أحدهما ... وكل شيء فهو عرض سوى الدراهم والدنانير ... فيدخل الحيوان". (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۳۹۸، رشيديه)

www.ahlehaq.org

باب العشر والخراج

(عشر اور خراج کا بیان)

قرآن کریم سے عشر کا ثبوت

سوال [۴۵۰۷]: بعض لوگ کہتے ہیں کہ عشر زمین کے بارے میں قرآن پاک میں خدا تعالیٰ نے کوئی حکم نازل نہیں کیا، کیا یہ حکم: ﴿یا ایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض﴾ الآیۃ، پارہ: ۳، رکوع: ۴ سے ثابت نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حافظ ابوبکر جصاص رازی حنفی نے "احکام القرآن" ۳/۱۲ میں امت کا اتفاق نقل کیا ہے اس بات پر کہ آیت: ﴿وآتوا حقہ یوم حصادہ﴾ میں عشر مراد ہے (۱)۔ بعض ائمہ نے: ﴿انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض﴾ سے بھی وجوب عشر پر استدلال کیا ہے، کذا فی احکام القرآن: ۱/۴۴۵ (۲)، والزیلعی ۱/۲۹۲ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۱۰/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/شوال/۶۳ھ۔

---

(۱) (احکام القرآن للجصاص: ۳/۱۲، ذکر الخلاف فی الموجب فیہ، قدیمی)

(۲) "﴿ومما اخرجنا لکم من الارض﴾ عموم فی ایجاب الحق فی قلیل ما تخرجہ الارض وکثیرہ فی [illegible] یحتج بہ العشر فی قلیل ما تخرجہ الارض اھـ". (احکام القرآن: ۱/۵۴۳، باب المکاسب، قدیمی)

(وکذا فی بدائع الصنائع: ۲/۴۹۳، فصل فی زکاۃ الزروع، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی روح المعانی: ۳/۳۹، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی رد المحتار: ۲/۳۲۵، باب العشر، سعید)

(۳) "ولأبی حنیفۃ قولہ تعالیٰ: ﴿انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض﴾ (البقرۃ: ۲۶۷)

وجوبِ عشر

سوال [۴۵۴۸]: ہندوستان کی ایسی زمین کہ جس کی پیداوار بارانی یا اسی پانی سے ہو اور صاحبِ زمین گورنمنٹ کو خراج بھی دیتا ہو تو کیا ایسی زمین کا عشر نکالنا واجب ہے؟ اگر واجب نہیں تو سنت ہے یا مستحب؟ اگر سنت ہے تو کس درجہ کی مدلل ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ زمین عشری ہے تو اس کی پیداوار میں عشر نکالنا واجب ہے(۱) اور گورنمنٹ جو خراج لیتی ہے وہ عشر میں محسوب نہ ہوگا، کیونکہ وہ صحیح مصرف پر خرچ نہیں کرتی، کذا افتیٰ مولانا گنگوهی المرحوم(۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۸/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

عشر کا نصاب

سوال [۴۵۴۹]: ۱..... پیداوار کی زکوٰۃ کا کیا نصاب ہے؟

مقدارِ عشر

سوال [۴۵۵۰]: ۲..... پیداوار میں زکوٰۃ کب اور کس حساب سے نکالی جائے؟

ٹیوب ویل سے بھی پانی دیا گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال [۴۵۵۱]: ۳..... ربیع یا خریف کی زکوٰۃ کا حکم یکساں ہے یا جداگانہ؟ کیونکہ کبھی بارش اور

= وهو بعمومه يتناول جميع ما يخرج من الأرض". (تبيين الحقائق، كتاب الزكوٰة، باب العشر: ۱۰۲/۲، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) "(و) يجب العشر في (مسقى السماء) أي مطر (وسيح) كنهر". (الدر المختار، باب العشر: ۳۲۶/۱، سعيد)

(وكذا في الهندية، باب زكاة الزروع والثمار: ۲۰۱/۱، مكتبه شركت علميه)

(۲) یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ زمینیں زمینداروں کی ملک تھیں بلکہ سرکاری تھیں، خاتمہ زمینداری کے بعد سے عشر =

عشر

سوال [۷۰۵۲]: زید ایک عالم ہے اس کے علاقہ میں غلہ کی پیداوار سے زکوۃ عام طور سے ادا کی جاتی ہے اور زکوۃ ادا کرنے والوں پر لعن طعن ہوتی ہے۔ کیا یہ بحقائق الشرع درست ہے؟ یہ بات تو ظاہر ہے کہ زکوۃ صرف صاحب نصاب ہی لوگ دیتے ہیں۔ زید آج ڈھائی برس سے آسام کے ایک علاقہ میں دینی کام انجام دے رہا ہے، اس سلسلے میں حفظ قرآن پاک کے واسطے ایک مدرسہ قائم کیا گیا ہے جس کی آمدنی کا کوئی خاص ذریعہ نہیں، کیونکہ غلہ کی زکوۃ لوگوں کو گراں معلوم ہوتی ہے، اس کے پیش نظر صرف یہ بات ہے کہ اگر دھان (چھلکوں والا چاول) کی زکوۃ مسلمانوں کی طرف سے نکال کر اکٹھا کرلیا جائے تو عمدہ طور سے مدرسے کے طلباء کے واسطے طعام وقیام کا نظم ہوسکے، جب کہ زید کو کسی قسم کی تنخواہ ومعاوضہ نہیں دیا جاتا ہے اور نہ ہی وہ طلب کرتا ہے۔

اگر ہم پورے ہندوستان کی زمینوں پر گورنمنٹ کا ٹیکس وصول کرلیا جاتا ہے تو کیا یہ مسئلہ ... الارض منفیة العشر پر عمل ہوجاتا ہے؟ دھان وغلہ جس مقدار میں پیدا ہوا اس پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں، اگر ہے تو کتنی ہے؟ مدلل جواب سے مطلع فرمائیں۔ نیز اگر زکوۃ یہاں کی زمینوں پر واجب نہیں ہے تو پھر زید کا یہ عمل کیسا ہے، اب اس کو کیا کرنا چاہئے؟ انتہی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا دینی مدرسہ قائم کرنا اور اس کے لئے کوشش کرنا قابل صد تحسین ہے، اللہ پاک اس کی کوشش کو بار آور فرمائے اور جزائے خیر دے۔

زمین کی پیداوار میں زکوۃ وعشر واجب ہونے کے لئے اس زمین پر ملکِ مسلم قائم ہونا ضروری ہے، خاتمہ زمینداری کے بعد یہاں کی زمینوں پر عموماً ملکِ مسلم قائم نہیں رہی، لہذا ان زمینوں کی پیداوار میں زکوۃ عشر واجب نہیں۔ البتہ بطور صدقہ نافلہ دینی خدمت کے لئے جس قدر بھی دیدیں اور اس سے مدرسہ چلایا جائے موجب خیر وبرکت اور باعث اجر وثواب ہے، جو لوگ عشر نہ دیں ان پر طعن درست نہیں، بات صرف ترغیب تک محدود رکھی جائے۔

(۱) وکذا فی الفتاوی الخانیة: ۲۷۴/۲، الخانیة لوجوب العشر، إدارة القرآن کراچی)

"ولو قسمت بين المسلمين لا يوظف إلا العشر وإن سقيت بماء الأنهار، فهذا قال في التبيين: هذا في حق المسلم، أما الكافر فيجب عليها الخراج عند أبي يوسف؛ لأن الكافر لا يبدأ بالعشر، الخ". مجمع الأنهر: ۱/۲۲۷(۱)۔

"وخراج إن اشترى ذمي أرضاً عشرية من مسلم، أي يجب الخراج؛ لأن في العشر معنى العبادة، والكفر ينافيها، الخ". ۲/۲۳۸ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ذی قعدہ/ ۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۱۱/ ۸۸ھ۔

آبی اور بارشی زمین میں عشر

سوال [۳۵۵۳]: آبی زمین میں عشر کتنا فرض ہے اور بارش والی زمین میں کتنا فرض ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس زمین کی آبپاشی کی جاتی ہے یا محنت کرکے کنویں وغیرہ سے پانی دیا جاتا ہے اس کی پیداوار میں نصف عشر واجب ہے اور جس زمین میں بارش کے پانی سے کھیتی ہوتی ہے اور مستقل پانی دینا نہیں پڑتا اس کی پیداوار میں عشر واجب ہوتا ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

عشری اور خراجی زمین

سوال [۳۵۵۴]: ہندوستان کی زمین خصوصاً نئی آبادی مثلاً ملتان، منٹگمری وغیرہ کے علاقہ کی زمین

---

(۱) (مجمع الأنهر: ۱/۳۲۳، باب زكاة الخارج، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "وخراج إن اشترى ذمي أرضاً عشرية من مسلم: أي يجب الخراج إن اشترى ذمي غير تغلبي أرضاً عشرية من مسلم، الخ" (تبيين الحقائق: ۲/۱۰۴، باب العشر، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح القدير: ۲/۲۵۴، باب العشر، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۲۱، باب العشر، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۶، الباب السادس في زكاة الزرع والثمار، رشيدية)

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان "مقدار عشر")

عشری ہے یا خراجی؟ اس کی صحیح تعریف تحریر کرنے کے بعد یہ بیان فرمایئے کہ ان زمینوں کی پیداوار کی زکوٰۃ کی کیا صورت ہوگی؟ ذرا مفصل تحریر فرمایئے کہ عشر کس زمین پر واجب ہے اور اس کا کیا حکم ہے، پھر عشری خراجی زمین کی بھی تقسیم ہے یا عام ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو زمین اسلامی حکومت کے وقت سے مسلمان کے پاس ہے اور عشری پانی سے سیراب کی جاتی ہے وہ عشری ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی پیداوار میں عشر واجب ہوتا ہے(۱)۔ زمین کی متعدد قسمیں ہیں:

"والأرض إما عشرية أو خراجية أو تضعيفية، والمشترون مسلم وذمي وتغلبي، فالمسلم إذا اشترى العشرية أو الخراجية بقيت على حالها، أو التضعيفية فكذلك عند الإمام ومحمد، وقال أبو يوسف: ترجع إلى عشر واحد. وإذا اشترى التغلبي الخراجية بقيت خراجية أو التضعيفية فهي التضعيفية، وإذا العشرية من مسلم ضوعف عليه العشر عندهما خلافاً لمحمد. وإذا اشترى ذمي غير تغلبي خراجية أو تضعيفية بقيت على حالها، أو عشرية صارت خراجية إن استقرت في ملكه عنده اهـ". طحطاوی: ١/٤١٩ (٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(١) "كل أرض أسلم أهلها أو فتحت عنوة، وقسمت بين الغانمين فهي أرض عشر؛ لأن الحاجة إلى ابتداء التوظيف على المسلم، والعشر أليق به، لما فيه من معنى العبادة ... في جامع الصغير: كل أرض فتحت عنوة فوصل إليها ماء الأنهار فهي أرض خراج، وما لم يصل إليها ماء الأنهار واستخرج منها عين فهي أرض عشر ...... فيعتبر السقي بماء العشر أو بماء الخراج". (الهداية: ٢/٥٩١، باب العشر والخراج، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في رد المحتار: ٢/١٧٦، باب العشر والخراج، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ١/٢٢٢، باب العشر والخراج، دار إحياء التراث العربي)

تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (اسلام کا نظام عشر و خراج، ادارۃ القرآن) (واسلام کا نظام اراضی، دارالاشاعت)

(٢) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ١/٤١٩، باب العشر، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ٢/٢١٢، باب العشر، رشيديه)

مال گذاری سے عشر ساقط نہیں ہوتا

سوال [۴۵۵۵]: صوبہ بنگال کی زمین جس میں گورنمنٹ مالگذاری بھی لیتی ہے، آیا یہ مالگذاری لیۓ خراج شمار ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس زمین پر عشر واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ عشری زمین ہے تو اس پر عشر واجب ہوگا، مالگذاری ادا کرنے سے عشر ساقط نہیں ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

باغ اور زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ

سوال [۴۵۵۶]: زید بارہ سو بیگہ زمین کا زمیندار یا کاشتکار تھا اس کے پاس مالگذاری سال وار ضروری اخراجات خانگی کے بعد ہزاروں من غلہ بچتا تھا، اسی طرح معمولی کی بیشی کے ساتھ ہر سال بچت ہوتی ہے۔ وہ غلہ فروخت بھی نہیں کرتا، خانگی ضرورت کے لئے بھی فروخت کرتا ہے تو بقدر ضرورت سالوں کا پرانا غلہ اس کے پاس فروختگی کے بعد کئی کئی نصاب کی قیمت کا موجود ہے، تو کیا اس حالت میں اس کے اوپر غلوں میں زکوٰۃ ہے؟ اسی طرح ضرورت سے زائد اس کے پاس دو باغ ہیں جن کی قیمت کئی نصابوں کو پہنچتی ہے، تو آیا ان باغات میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی تو کس صورت سے؟

= (وكذا في رد المحتار: ۳۲۹/۲، باب العشر، سعيد)

(۱) "أخذ البغاة والسلاطين الجائرة زكاة الأموال الظاهرة كالسوائم والعشر والخراج، لا إعادة على أربابها إن صرف المأخوذ في محله الآتي ذكره، وإلا يصرف فيه، فعليهم فيما بينهم وبين الله إعادة غير الخراج". (الدر المختار: ۲۸۹/۲، باب زكاة الغنم، سعيد)

(وكذا في الهداية: ۱۹۳/۱، فصل في الغنم، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۸۹/۲، فصل في الغنم، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۳۰۳/۱، فصل في زكاة الخيل، دار الكتب العلمية، بيروت)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو غلہ تجارت کے لئے نہیں اس میں زکوٰۃ فرض نہیں خواہ وہ کتنی بھی مقدار میں ہو، یہی حال زمین، کھیت، باغ کا ہے(۱)۔ البتہ زمین اور باغ کی پیداوار میں عشر واجب ہوگا اگر وہ عشری ہے اور اس میں قیمت کا اعتبار نہیں بلکہ کل پیداوار کا عشر واجب ہوتا ہے خواہ کتنی ہی پیداوار ہو اور اس کی قیمت کتنی ہی ہو(۲)۔ الیہ... کذا فی رد المحتار۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند

زمینداری ختم ہونے کے بعد مسئلۂ عشر

سوال[۴۵۵۷]: تھوڑا عرصہ ہوا کہ سفر میں لوگوں نے ایک استفتاء اور اس کا جواب دکھلایا، اس مجمع میں واقف کار لوگوں نے جواب/سوال پر اظہار تعجب بھی کیا، جواب کی نقل ارسال ہے، صورتحال یہ ہے کہ

---

(۱) "ولا تصح نية التجارة فيما خرج من أرضه العشرية أو الخراجية" (الدر المختار).

"قوله: ولا تصح نية التجارة، لأنها لاتصح إلا عند عقد التجارة، فلا تصح فيما ملكه بغير عقد كإرث ونحوه كما سيأتي، ومثله الخارج من أرضه؛ لأن الملك يثبت له بالنبات ولا اختيار له فيه، ولذا قال في البحر: وخرج أي بقيد العقد ما إذا دخل من أرضه حنطة يبلغ قيمتها نصاباً ونوى أن يمسكها ويبيعها، فأمسكها حولاً، لاتجب فيها الزكاة كما في الميراث". (رد المحتار: ۲۶۸/۲، كتاب الزكوٰة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۷۲، كتاب الزكوٰة، الباب الأول في تفسيرها وصفتها وشرائطها، رشيديه)

(۲) "قال أبو حنيفة: في قليل ما أخرجته الأرض وكثيره العشر، سواء سقي سيحاً أو سقته السماء، الخ". (الهداية: ۱/۲۰۱، باب زكاة الزروع والثمار، شركة علميه)

(وكذا رد المحتار: ۳۲۵/۲، باب العشر، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۶، الباب السادس في زكاة الزروع والثمار، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۲۴۶، الفصل العاشر في العشر والخراج، امجد اکیڈمی لاہور)

(وكذا في امداد الفتاوى: ۲/۵۷، عشر در باغات، دار العلوم كراچی)

www.ahlehaq.org

زمینداری ختم ہونے کے بعد زمین حکومت کی ملک قرار پائی ہو یا نہ پائی ہو، زمین پر قبضہ اور تصرف کا حق رکھنے والوں کے حقوق میں کچھ اضافہ ہوا ہے یا نہیں، یہ ایک علیحدہ بحث ہے کہ زمانہ سابق میں زمین کا مالک کاشتکار تھا یا زمین دار یا حکومت، بہرحال اتنی بات تو واضح ہے کہ زمینداری ختم ہونے سے پہلے جس زمین پر جو متصرف تھا وہ آج بھی ہے اگر اس پر پہلے عشر تھا تو آج بھی ہونا چاہئے۔

اب رہی یہ بات کہ حکومت نے اپنی طرف سے جس جس کو زمین دی ہے تو اس پر نہ عشر واجب ہے نہ نصف عشر تو یہ اس وقت ہو سکتا ہے کہ جب حکومت نے زمینداری ختم کرنے کے بعد زمینوں کے مالکوں کی ملکیت منسوخ کر کے اپنی ملکیت کا اعلان کر دیا ہو اور پھر حکومت نے اپنی طرف سے زید، عمر، سیتارام اور رام سنگھ وغیرہ کو زمین دی ہو لیکن ایسا واقعہ نہیں ہے، حکومت نے جن جن صورتوں میں زمین داری ختم کی اور زمین دار کی جگہ خود وہاں کوئی نئی بندوبستی عمومی طریقے پر نہیں کی گئی، اس لئے یہ سوال ہی نہیں ہوتا کہ زمینداری ختم ہونے کے بعد جو زمین حکومت کی ملک قرار پائی اور پھر حکومت نے اپنی طرف سے لوگوں کو زمین دی ہو۔ اس حالت میں عرض ہے کہ جواب پر نظر ثانی فرمائی جائے اور اس عاجز کی اور ساتھ ہی ساتھ ہزاروں اہل علم کی تشنگی جو اس جواب سے پیدا ہوئی دور فرمائی جائے۔ والسلام۔

محمد عارف۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

زمینداری ختم ہونے کے بعد جب ہر زمین ملک حکومت قرار پا گئی پھر حکومت نے اپنی طرف سے جس جس کو بھی زمین دی ہے تو اس پر نہ عشر واجب ہے نہ نصف عشر، تاہم اگر کوئی شخص عشر یا نصف عشر ادا کر دے تو موجب خیر و برکت ہے، جس قدر بھی دو زیادہ غرباء کو دے گا اجر و ثواب پائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/ ۸۷ھ۔

الجواب هو الموفق للصواب:

وجوب عشر کا مدار حقوق پر نہیں بلکہ ملک پر ہے یعنی وجوب عشر کے لئے شرط یہ ہے کہ زمین مسلمانوں کی ملک ہو اور جب سے مسلمانوں نے اس ملک کو فتح کیا ہو اس کی زمین غانمین میں تقسیم ہوئی ہو اور اس وقت سے آج تک برابر مسلمانوں کی ہی ملک چلی آ رہی ہو،

www.ahlehaq.org

"إرثاً أو شراءً أو غير ذلك. أما شرط الأهلية فنوعان: أحدهما الإسلام، فإنه شرط ابتداء هذا الحق، فلا يبتدأ بهذا الحق إلا على مسلم بلا خلاف، لأن فيه معنى العبادة، والكافر ليس من أهل وجوبها ابتداءً، فلا يبتدأ عليه". (بدائع الصنائع: ۵۴/۲، في باب العشر) (۱)۔

درمیان میں کسی کافر کی ملک میں نہ چلی گئی ہو، اور اگر درمیان میں کسی کافر کی ملک میں چلی گئی ہو تو عشری نہ رہے گی، چنانچہ فقہائے کرام کی عبارتیں اسی کی تصریح کرتی ہیں: "ولو اشترى ذمي أرضاً عشرية من مسلم، فعليه الخراج". ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر: ۲۱۴/۱ (۲)۔ ہدایہ میں ہے: "ولو كانت الأرض لمسلم باعها من نصراني -يريد به ذمياً غير تغلبي- وقبضها، فعليه الخراج عند أبي حنيفة رحمه الله؛ لأنه أليق بحال الكافر". هدایہ: ۱۷۵/۱ (۳)۔

فتح القدیر میں شیخ ابن ہمام فرماتے ہیں: "وإذا اشترى ذمي غير تغلبي خراجية أو تغلبية، بقيت على حالها، أو اشترى عشرية من مسلم فعند أبي حنيفة رحمه الله تصير خراجية إن استقرت في ملكه". فتح القدیر: ۱۹۶/۲ (۴)۔ علامہ جلال الدین خوارزمی شارح ہدایہ فرماتے ہیں: "كذمي اشترى أرض عشر من مسلم، وفيه الخراج عند أبي حنيفة رحمه الله". كفاية مع الفتح: ۱۹۸/۲ (۵)۔ متن مسلم کنز الدقائق ص: ۶۳ (۶)۔ علامہ شامی حاشیہ بحر الرائق میں تحریر فرماتے ہیں: "ولو أن كافراً اشترى أرضاً عشرية، فعليه الخراج في قول أبي حنيفة رحمه الله" منحة

---

(۱) (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل في شرائط الفرضية: ۲۹۲/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، باب زكاة الخارج: ۲۱۴/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) (الهداية، كتاب الزكاة، باب زكاة الزروع والثمار: ۲۰۳/۱، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۴) (فتح القدير، كتاب الزكاة، باب الزروع والثمار: ۲۵۳/۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۵) ("كذمي اشترى أرض عشر من مسلم فعليه الخراج" (الكفاية مع الفتح، باب زكاة الزروع والثمار: ۱۹۸/۲، رشيديه)

(۶) (كنز الدقائق، كتاب الزكاة، باب العشر، ص: ۶۳، رشيديه)

من الأرض في تسمية الأراضي السلطانية، ص: ۲/ ۱۶۲(۱)۔ چنانچہ جب سرکار مسلم ہو اس وقت سرکاری زمین میں نہ عشر واجب ہے نہ خراج تو جب سرکار غیر مسلم ہو تو اس وقت بطریق اولیٰ یہی حکم ہوگا۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ زمین زمینداروں کی ملک تھی جیسا کہ اکثر علمائے کرام کی تصریحات ہیں اور دلائل کے اعتبار سے بھی اقرب والظہر ہے تو اس صورت میں ختم زمینداری کا مطلب یہ ہوا کہ وہ زمین زمیندار سے خرید لی گئی، گو جبراً ہی سہی اور کاشتکار کے ہاتھ فروخت کردی گئی اور کاشتکار کو خریدنے پر مجبور نہیں کیا بلکہ یوں کہا کہ جو دس گنا ادا کرے وہ لے لے، کاشتکار نے براہِ راست زمیندار سے خریدی نہ ہو، اس لئے کہ ان دونوں میں خرید وفروخت ہوئی ہی نہیں۔ لامحالہ سرکار نے زمیندار سے خریدی اور کاشتکار کو فروخت کی تو اس میں ملک کافر کا تخلل ہوگیا اور عشر ساقط ہوگیا (۲)۔

کتب فقہ شامی (۳)، بحر (۴)، طحطاوی (۵)، عالمگیری (۶) وغیرہ تقریباً سبھی میں یہ مسائل بصراحت موجود ہیں جو اہلِ علم حضرات کی نظر سے مخفی نہیں، پھر تعجب ہے کہ اس عاجز کے جواب سے جناب ان اہلِ علم کو تشویش کیوں پیدا ہوئی، کیا یہ سب کتابیں تشویش دفع کرنے کے لئے کافی نہیں، غالباً جواب مختصر ہونے اور استدلالی عبارات جواب میں نقل نہ کرنے اور اہلِ علم کی وسعتِ نظر پر اعتماد کرنے سے ایسا ہوا۔ یہ تمام امور کے خلاف کتب مذہب میں دلائل تو یہ موجود ہوں اور اس عاجز نے لکھنے میں غلطی کی ہو تو رفع تشویش میں اصرار نہیں،

---

(۱) (الدر المختار مع الدر المنتقى في شرح الملتقى، باب العشر والخراج: ۲/ ۱۶۲، مکتبہ غفاریہ)

(۲) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ہندوستانی اراضی کے عشری یا خراجی ہونے کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اگر کسی جگہ مسلمانوں کی متروکہ زمین غصب ہونے کی کوئی شہادت نہ ہو تو وہ بھی بوجہ احتیاط کے عشری نہ رہے گی بلکہ خراجی ہوجائے گی"۔ (اسلام کا نظام اراضی، ص: ۲۰۸، عشر وخراج کے احکام، دار الاشاعت کراچی)

(وكذا في امداد الفتاوى: ۲/ ۶۰، فصل في العشر والخراج، مكتبه دار العلوم كراچی)

(وكذا في فتاوى دار العلوم ديوبند: ۶/ ۱۹۱، جهتها باب عشر، امدادیه ملتان)

(۳) (الحاشية على هامش الفتاوى العالمگيرية، فصل في العشر والخراج: ۱/ ۲۴۰-۲۴۱، رشيديه)

(۴) (البحر الرائق، باب العشر: ۲/ ۴۱۲-۴۱۹، رشيديه)

(۵) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب العشر: ۱/ ۴۳۲-۴۳۳، دار المعرفة بيروت)

(۶) (الفتاوى العالمگيرية، الباب السادس في زكاة الزروع والثمار: ۱/ ۱۸۵-۱۸۶، رشيديه)

سمجھ میں آنے پر انشاء اللہ تعالیٰ رجوع سے دریغ نہ ہوگا۔ حق تعالیٰ عناد اور ہٹ سے محفوظ رکھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۴/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/۲/۸۸ھ۔

نقد، زمین وغیرہ میں زکوٰۃ

سوال [۵۵۹۸]: ۱..... جس زمین کی مالگذاری فی بیگھہ دو روپیہ تین روپیہ چار روپیہ تک سالانہ ہو اس زمین کی بھی زکوٰۃ نکالنی چاہئے یا نہیں؟ اگر زکوٰۃ اس میں نکالنا فرض ہے تو کیا زمین کی قیمت لگا کر، اگر زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ نکالنا ہے تو کتنی پیدا ہونے سے زکوٰۃ فرض ہوتی ہے؟ کیا اسی وقت زکوٰۃ پیداوار کی نکال دینی چاہئے یا سال بھر اپنی ضروریات میں خرچ کرنے کے بعد اور مالگذاری ادا کرنے کے بعد زکوٰۃ نکالنی چاہئے؟

۲..... زید کی دال کی ایک مشین ہے اس مشین کی قیمت لگا کر زکوٰۃ نکالنی چاہئے یا جو نفع سال بھر میں ہو وہ اپنی ضروریات میں صرف کرنے کے بعد جو روپیہ باقی رہے اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی؟

۳..... جو سکہ ہندوستان میں انگریزی رائج ہے اس میں زکوٰۃ کس حساب سے نکالی جائے، سیکڑہ میں کتنی زکوٰۃ نکالنی پڑے گی؟

۴..... زید کے پاس کچھ نقد روپے ہیں اور کچھ زمین ہے، رمضان کا مہینہ زکوٰۃ کے لئے مقرر کیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ نقد روپیہ میں تو زکوٰۃ رمضان میں نکالیں گے، باقی زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ فی الحال نکالی جائے گی، یا اپنی ضرورت میں خرچ کرنے کے بعد جو غلہ بچ جائے گا وہ رمضان میں فروخت کرکے قیمت نقد روپیہ میں ملا کر زکوٰۃ نکالی جاوے؟

۵..... بعض علماء کے نزدیک ہندوستان دار الحرب ہے، چند کھیت زمین زید کے پاس مرہون ہے، زکوٰۃ زمین کی پیداوار سے نکالی جاوے گی یا جو روپیہ باقی ہے اس کی زکوٰۃ نکالی جاوے گی؟

۶..... زید کا کچھ روپیہ بقدر حساب لوگوں کے پاس باقی ہے جس کے وصول ہونے کی بہت کم امید ہے۔ کیا زید پر اس روپیہ کی زکوٰۃ واجب ہے؟

۳.....سو روپیہ میں اڑھائی روپیہ یا اڑھائی روپیہ کے وزن کے برابر چاندی یا اس چاندی کی قیمت کی کوئی اور شی نکالنی چاہیے (۱)۔

۴.....اس کا جواب پہلے نمبر میں آچکا ہے۔

۵.....اس زمین میں زکوٰۃ نہیں ہے اور روپیہ کی زکوٰۃ جب روپیہ تمام یا بقدر نصاب یا خمس نصاب وصول ہو تب گزشتہ تمام سالوں کی ادا کرے۔

۶.....واجب ہے لیکن کم از کم خمس نصاب وصول ہوجانے پر اس کی ادائیگی واجب ہوگی پھر جب دوسرا خمس وصول ہو تو اس کی زکوٰۃ ادا کرے (۲)۔

= ذهب نصف مثقال، مضروباً كان أو لم يكن، مصوغاً أو غير مصوغ، حلياً كانت للرجال أو للنساء، تبراً كان أو سبيكة، معتبر في الذهب وزن المثاقيل وفي الدراهم وزن سبعة". (خلاصة الفتاوى: ۱/۲۳۷، كتاب الزكوة، الفصل الخامس في زكوة المال، امجد اكيڈمي لاهور)

"ليس فيما دون مائتي درهم صدقة ... ... فإذا كانت مائتين وحال عليها الحول، ففيها خمسة دراهم؛ لأنه عليه السلام كتب إلى معاذ رضي الله تعالى عنه: أن خذ من كل مائتي درهم خمسة دراهم ومن كل عشرين مثقالاً من ذهب نصف مثقال .... . ليس فيما دون عشرين مثقالاً من ذهب صدقة فإذا كانت عشرين مثقالاً ففيها نصف مثقال". (الهداية: ۱/۱۹۳، ۱۹۵، كتاب الزكوة، باب زكوة المال، شركت علميه)

(۱) "من كان عليه دين يحيط بماله، فلا زكوة عليه، وإن كان ماله أكثر من دينه، زكى الفاضل إذا بلغ نصاباً". (الهداية: ۱/۱۸۶، كتاب الزكاة، شركة علميه ملتان)

(وكذا في الدر المختار: ۲/۲۶۰، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۲۳، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في التتارخانية: ۲/۲۸۷، الفصل العاشر في بيان ما يمنع وجوب الزكاة، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "واعلم أن الديون عند الإمام ثلاثة: قوي ومتوسط وضعيف، فتجب زكاتها إذا تم نصاباً وحال الحول، ولكن لا فوراً، بل عند قبض أربعين درهماً من الدين القوي كقرض وبدل مال تجارة، الخ". (الدر المختار، ۲/۳۰۵، باب زكاة المال، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۹۹، الفصل الثاني عشر في زكاة الديون، إدارة القرآن كراچی) . . . . —

۷- جب زید کے روپیہ کے برابر اس زمین سے وصول ہوجائے تو زید زمین چھوڑ دے اور اصل مالک کے حوالے کردے کہ میں اپنا مطالبہ وصول کرچکا ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۶/ذی الحجہ/۵۶ھ۔

زکوٰۃ وعشر اور مصرف کی تحقیق

سوال [۵۵۹۱]: ۱- زمینی پیداوار کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے یا بیسواں حصہ؟ اور کن شرائط کے ساتھ یعنی کیا موجودہ حکومت کا لگان اور مال گزاری دیتے ہوئے کی حالت میں بھی زکوٰۃ کی وہی مقدار ادا کرنی پڑے گی جو اسلام نے اسلامی حکومت میں مقرر کی ہے؟

۲- زمینی پیداوار میں صرف غلہ مثلاً گیہوں اور چنا وغیرہ کا شمار ہے یا ادرک اور آلو وغیرہ بھی زمینی پیداوار میں شامل ہے؟

۳- زمینی پیداوار کی زکوٰۃ کب فرض ہوتی ہے، حاصل ہونے کے ساتھ ہی یا سال بھر تک رکھے رہنے کے بعد اگر بچے اس وقت؟

۴- پیداوار کی زکوٰۃ پوری حاصل شدہ پیداوار میں نکلے گی یا مزدوری اور دیگر ضروری اخراجات نکال کر جو باقی بچے اس میں سے زکوٰۃ نکلے گی؟

۵- مقروض پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں، اگر فرض نہیں ہے تو صرف سونے چاندی کی فرض نہیں ہے یا پیداوار کی بھی زکوٰۃ اس پر فرض نہیں ہے؟

۶- اگر کوئی شخص مقروض ہے لیکن اس کے پاس نقد یا غیر منقولہ صورت (زمینداری) موجود ہے جس کی قیمت قرض کے بارے سے زائد ہے، اور مقروض اس جائیداد کا پورا مالک ہے، فروخت اور رہن سب کچھ کرنے کا اختیار رکھتا ہے، ایسی حالت میں اس کے لئے سونے چاندی اور زمینی پیداوار کا کیا حکم ہے، یعنی ان چیزوں کی زکوٰۃ اس پر فرض ہے کہ نہیں؟

۷- اگر کہیں مسلمانوں نے مل کر اپنا ایک قومی بیت المال قائم کرلیا ہو وہاں کوئی شخص زکوٰۃ نکال کر

---

(۱) وکذا فی خلاصۃ الفتاویٰ ۱/۲۴۳، الفصل السادس فی الدیون، امجد اکیڈمی لاہور)

حوالے سے جواب تحریر فرمائیں اور ہر نمبر کا علیحدہ علیحدہ بالترتیب جواب دینے کی زحمت گوارہ کریں اور عنداللہ اجر وثواب حاصل کرنے کے لئے مستحق بنیں۔

المستفتی: بکر یزی کیتی قاضی پورہ نواب گنج گونڈہ یوپی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... جو غلہ وغیرہ عشری زمین سے پیدا ہو خواہ اس کی پیداوار بارش کے پانی سے ہوئی ہو یا قدرتی نہر وغیرہ کے پانی سے بلا قیمت ہوئی ہو، اس میں زکوۃ واجب ہے اور وہ پیداوار کا دسواں حصہ ہے:

"قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى عليه: وفي قليل ما أخرجته الأرض وكثيره العشر، سواء سقي سيحاً أو سقته السماء". هدايه، ص: ۱۸۶(۱)۔

اور اگر چرس(۲) یا رہٹ وغیرہ کے ذریعہ سے اس میں کاشت کی گئی ہے تو اس کی زکوۃ پیداوار کا بیسواں حصہ ہے:

"وما سقي بغرب أو دالية أو سانية ففيه نصف العشر على القولين". هدايه (۳)۔

مالگذاری اور لگان دینے سے یہ زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

۲...... یہ چیزیں بھی پیداوار میں شمار ہیں، ان میں بھی زکوۃ مذکورہ لازم ہے: "فيما سقته السماء أو سقي سيحاً أو أخذه من ثمر جبل العشر، قل أو كثر"(۴)۔

---

(۱) (الهداية: ۱/ ۲۰۱، باب زكاة الزروع والثمار، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۱۸۶، الباب السادس في زكاة الزروع والثمار، رشيديه)

(وكذا في مختصر الطحاوي: ص: ۴۳، باب زكوة الثمار والزروع، سعيد)

(۲) "چرس: چمڑے کا بڑا ڈول"۔ (فیروز اللغات، تحت لفظ چ - ر، ص: ۵۲۶، فیروز سنز، لاہور)

(۳) (الهداية: ۱/ ۲۰۱، باب زكاة الزروع والثمار، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في التبيين ۲/ ۱۰۶، باب العشر، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/ ۳۱۹، باب زكاة الخارج، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) (ملتقى الأبحر على مجمع الأنهر: ۱/ ۳۱۴، باب زكاة الخارج، دار الكتب)

"يجب العشر عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى في كل ما تخرجه الأرض من الحنطة والشعير =

۳... حاصل ہونے کے ساتھ ہی لازم ہوجاتی ہے سال بھر گزرنا لازم نہیں: "بلا شرط نصاب و بقاء و حولان حول". ملتقی الأبحر (۱)۔

۴... پوری پیداوار میں سے لازم آئے گی مزدوری وغیرہ کو اس سے منہا نہیں کیا جائے گا: "و کل شيء أخرجته الأرض مما فيه العشر لا يحتسب أجرة العمال و نفقة البقر" (۲)۔

۶۰۵... قرض کی ادائیگی کے بعد اگر سونا یا چاندی بقدر نصاب اس کے پاس بچے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے ورنہ نہیں (۳) زمین کی پیداوار میں بہر صورت زکوٰۃ یعنی عشر واجب ہے۔

= والسمسم والأرز و أصناف الحبوب، والبقول والرياحين والأوراد والرطاب و قصب السكر و الذريرة والبطيخ والقثاء و الخيار والباذنجان و العصفر وأشباه ذلك مما له ثمرة باقية أو غير باقية قل أو كثر".

(الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۶، الباب السادس في زكاة الزروع والثمار، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲۰۱/۱، باب زكاة الزروع والثمار، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الدر المختار: ۳۲۵/۲، باب العشر، سعيد)

(۱) "بلا شرط نصاب، و بلا شرط بقاء و حولان حول، لأن فيه معنى المؤنة". (الدر المختار: ۳۲۶/۲، باب العشر، سعيد)

(وكذا في الدر المنتقى شرح الملتقى: ۳۱۲/۱، باب زكاة الخارج، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق: ۴۵۳/۱، باب العشر، امداديه ملتان)

(۲) (الهداية: ۲۰۲/۱، باب زكاة الزروع والثمار، مكتبه شركة علميه ملتان)

"(بلا رفع مؤن) يجب العشر في الأول و نصفه في الثاني بلا رفع أجرة العمال و نفقة البقر وكرى الأنهار وأجرة الحافظ و نحو ذلك". (رد المحتار: ۳۲۹/۲، باب العشر، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۳۲۰/۱، باب زكاة الخارج، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۱۶/۲، باب العشر، رشيديه)

(۳) "و من كان عليه دين يحيط بماله، فلا زكاة عليه وإن كان أكثر من دينه، زكى الفاضل إذا بلغ نصاباً لخ". (فتح القدير: ۱۶۰/۲، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في رد المحتار: ۲۶۲/۲، كتاب الزكاة، سعيد)

www.ahlehaq.org

۷۔ ادا ہوجائے گی(۱) اگر بیت المال کے ذمہ دار منتظم اسے صحیح مصرف پر صرف کرتے ہیں تو وہاں دینا بھی درست ہے۔

۸۔ زکوٰۃ سے غریب لڑکوں کو جو کہ سید نہ ہوں وظیفہ اور کپڑا وغیرہ تملیکاً دینا واجب ہے(۲) مکتب کی تعمیر میں لگانا یا معلم کی تنخواہ میں دینا درست نہیں، اگر کسی مستحق کو زکوٰۃ دیجائے اور وہ اس پر قبضہ کرکے اپنی طرف سے مکتب کے متولی اور مہتمم کو دیدے تو پھر معلم کی تنخواہ وغیرہ میں دینا بھی درست ہوگا(۳)۔

۹۔ ادائے زکوٰۃ کے لئے یہ ضروری ہے کہ کسی غریب مسلم غیر سید کو بلا کسی معاوضہ ومنفعت کے برائے خدا تملیکاً دی جاوے اور ایسے جلسوں میں یہ صورت نہیں ہوتی لہٰذا جلسہ میں خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی:

"الزكوة هي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى". زيلعي (٤)۔

۱۰۔ زکوٰۃ اگر فرض ہو اور کوئی ادا نہ کرے تو وہ سخت گنہگار، فاسق اور مردود الشہادۃ ہے مگر اس مال میں حرمت نہیں آتی(۵)، اگرچہ غلہ کا کھانا قبل ادائے زکوٰۃ منع ہے(۶)۔

---

(۱) "في الأموال الظاهرة الأفضل أن يؤدي الزكاة بنفسه، لأنهم لا يضعون مواضعها". (خلاصة الفتاوى: ۱/۲۳۱، جنس آخر في أداء الزكاة، امجد اكيڈمي لاهور)

(وكذا في رد المحتار: ۲/۳۳۷، باب العشر، سعيد)

(۲) "ولو أدى من خلاف جنسه، تعتبر القيمة بالإجماع". (مجمع الأنهر: ۱/۳۰۵، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "والحيلة أن يتصدق بها على فقير، ثم هو يكفن، فيكون الثواب لهما، وكذا في تعمير المسجد، وتمامه في حيل الأشباه". (الدر المختار: ۲/۲۷۱، كتاب الزكاة، سعيد)

(۴) (تبيين الحقائق: ۲/۱۲۱، كتاب الزكوة، باب المصرف، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في رد المحتار: ۲/۲۵۶، كتاب الزكاة، سعيد)

(۵) "عن محمد: أن من لم يؤد الزكاة، لم تقبل شهادته". (بدائع الصنائع: ۲/۳۷۲، في كيفية فرضها، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۱۸، كتاب الزكاة، إدارة القرآن كراچي)

(۶) "ولا يأكل من طعام العشر حتى يؤدي العشر، وإن أكل ضمن عشره". (الدر المختار: ۲/۳۳۲، باب العشر، سعيد)

www.ahlehaq.org

۱۱۔ جس طرح چاندی سونے میں زکوۃ ضروری ہے اسی طرح چاندی سونے کے زیورات میں بھی زکوۃ ضروری ہے:

"یجب فی مائتی درهم وعشرین دینارا ربع العشر ولو تبرا أو حلیاً. الخ. ودلیل وجوب الزکوة فی الحلی أحادیث فی السنن: منها قوله علیه السلام لعائشة رضی الله تعالی عنها لما رأیت له بفتخات: "أتؤدین زکوتهن؟" قلت: لا، قال: "هو حسبك من النار" اهـ".

بحر: ۲/۲۲۹(۱)۔

۱۲۔ جو شخص ایک زکوۃ یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کی کوئی اور چیز رکھتا ہو اور وہ اس کی حاجت اصلیہ سے زائد ہو اگرچہ اس پر سال بھر نہ گزرا ہو اور اگرچہ وہ تجارت کے لئے نہ ہو ایسے شخص کو زکوۃ ہرگز نہ دی جائے ورنہ زکوۃ ادا نہ ہوگی، شرعاً ایسا شخص غریب اور فقیر نہیں اور ایسے شخص کو زکوۃ لینا حرام ہے اور اس قدر مالیت اس کے پاس نہیں تو اس کو زکوۃ دینا جائز ہے اگرچہ اس میں کمانے کی قدرت ہو:

"والمصرف هو الفقیر، وهو من یملك لا یبلغ نصاباً ولا قیمته من أی مال کان، ولو صحیحاً مکتسباً". مراقی الفلاح، ص: ۴۱۷(۲)۔

جب کہ ظاہر ہے کہ جو شخص زیادہ حاجت مند ہے وہ کمانے سے عاجز ہے اس کو دی جائے، جس کے پاس کھیت کی آمدنی اس قدر نہیں کہ اس کو اور اس کے اہل وعیال کو کافی ہو اس کو زکوۃ دینا درست ہے اگرچہ کھیت کی قیمت زائد ہو۔

۱۳۔ جس شخص کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو اس کو سوال کرنا اور بھیک مانگنا حرام ہے، کذا فی

=(وکذا فی بدائع الصنائع: ۲/۱۷۰، فصل فی وقت الوجوب، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی التتارخانیة: ۲/۳۳۳، معرفة وجوب العشر عند ظهور الخارج، إدارة القرآن کراچی)

(۱) (البحر الرائق: ۲/۳۹۳، باب زکاة المال، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق: ۱/۴۳۲، باب زکاة المال، امدادیه)

(وکذا فی الدرالمختار: ۲/۳۳۷، باب المصرف، سعید)

(۲) (مراقی الفلاح، باب المصرف، ص: ۷۱۹، قدیمی)

www.ahlehaq.org

الطحطاوی، ص: ٤٦٠)(١)۔ ۲... ایسے لوگوں کو بھیک دینا بھی جائز ہے البتہ اگر کسی شخص کے متعلق علم نہ ہو کہ یہ مالدار ہے یا نہیں، یا اس کے غریب اور عاجز ہونے کا علم نہیں تو اس کو دینا درست ہے، شریعت مطہرہ میں سوال کو منع فرمایا ہے لہٰذا جب تک بغیر سوال کے ضرورت پوری ہو جائے سوال کرنا حرام ہے، پس فقیر بننا اور باوجود صاحب مال ووسعت ہونے کے مانگنے کا پیشہ اختیار کرنا حرام ہے۔

۳... ایسے لوگوں کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگئی اور دینے کا گناہ ہوگا کہ اعانت معصیت ہے۔

۴... اگر بقدر نصاب سونا یا چاندی ہے اور حاجت اصلیہ سے زائد ہے نیز اس پر سال گزر چکا ہے تو زکوٰۃ فرض ہے اور پیداوار میں بھی زکوٰۃ لازم ہے۔

"الفرضیة علی حر مسلم مکلف مالک لنصاب من نقد ولو تبرا أو حلیا أو آنیة أو ما یساوی قیمته من عروض تجارة فارغ عن دین وعن حاجته الأصلیة نام ولو تقدیرا، وشرط وجوب أدائها حولان الحول علی النصاب الأصلی" اھ. (٢) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۹/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ رمضان المبارک/۵۵ھ۔

☆...☆...☆...☆...☆

(١) "ولا یحل أن یسأل شیئاً من القوت من له قوت یومه بالفعل أو بالقوة کالصحیح المکتسب، ویأثم معطیه إن علم بحاله لإعانته علی المحرم" الخ. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ٤٦٢، باب المصرف، قدیمی)

(وکذا فی رد المحتار: ٢/٣٥٤، باب المصرف، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ٢/٤٢١، باب المصرف، رشیدیه)

(٢) "الزکاة إنما تجب إذا ملک نصابا نامیا حولاً کاملاً الخ" (خلاصة الفتاوی: ١/٢٣٥، کتاب الزکاة، امجد اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی التاتارخانیة: ٢/٢١٠، کتاب الزکاة، إدارة القرآن کراتشی)

www.ahlehaq.org

فصل فی أراضی الهند

(ہندوستان کی زمینوں میں عشر کا بیان)

اراضیٔ ہند سے متعلق تفصیل

سوال[۴۵۲۱]: یہ مسالہ بھی نظروں سے نہیں گزرا، جواب سے بڑی تشفی ہوئی، ذرا اس کی وضاحت فرمائیں جو زمین بملکیت مسلم تھی ہو، ہمارے قبضہ میں جو زمین ہے جو سرکار سے بندوبست کرلی ہے، کیا اس زمین پر ہماری ملکیت نہیں ختمۂ زمینداری کے بعد تمام زمینوں کی مالک حکومت ہوگی، ہمارے پاس جو زمین ہے، ہم اس کے عارضی مالک ہیں۔

نورالہدیٰ قاسمی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قانونِ زمینداری جو تشریحات جو حکومت کی طرف سے شائع ہوئی تھیں ان میں واضح کردیا گیا تھا کہ زمیندار مالک نہیں رہا اس کو معاوضہ دیا جائے گا، مالک حکومت ہے، وہ جس کو چاہے دے اور جس طرح چاہے دے۔ پھر اس صورت میں جب کہ مالک مسلم نہیں اس میں عشر کا کیا سوال (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۹۸ھ۔

---

(۱) "حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ "ضبط کرنے کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک قبضہ مالکانہ اگر یہ ہوا ہے تو وہ اراضی عشری نہیں رہیں۔ دوسرا قبضہ حاکمانہ و منتظمانہ (اور احقر کے نزدیک قرائن قویہ سے اسی کو ترجیح ہے) اگر ایسا ہوا ہے تو اراضی عشریہ بحالہا عشری رہیں، البتہ اگر پہلے سے وہ اراضی عشری تھی یا سرکار سے کوئی دوسری زمین اس زمین کے عوض میں دیدی یا کسی صورت میں اس کو زمین دی سو چونکہ دوا دینے سے قبل استیلاء سے سرکار کی ملک ہوگئی تھی لہٰذا وہ عشری نہ رہی، یہ دونوں فتویٰ امداد الفتاویٰ میں ہیں۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کے فتاویٰ میں بھی اسی مضمون کے شاہد موجود ہیں۔ (اسلام کا نظام اراضی، مؤلفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، =

ہندوستانی زمین کا حکم

سوال [۵۱۱۱]: ہندوستانی زمین عشری ہے یا خراجی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

موجودہ حالات میں جب کہ زمینیں ملکِ سرکار ہیں تو نہ وہ عشری ہیں نہ خراجی "لأنه بعد نزع مالكه لا عشرية ولا خراجية من الأراضي ... [illegible] أراضي المملكة وأراضي الحوز ...." شامی(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ہندوستان کی زمین عشری ہے یا خراجی؟

سوال [۵۱۱۲]: ہندوستان کی زمین (خواہ بہار کی ہو، یوپی وغیرہ کی) عشری ہے یا خراجی؟ بحوالہ کتبِ معتبرہ جواب عنایت فرمائیں، بہت نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد سعد اللہ بخاری بیگوسرائی، امام جامع مسجد مونگیر، ۳۰/۱۱/۱۳۹۵ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو زمین بادشاہِ اسلام کے وقت سے مسلم کی ملک وقبضہ میں چلی آرہی ہیں، ان میں عشر ہے، نیز جو زمین اس وقت مسلم کی ملک وقبضہ میں ہیں اور کسی غیر مسلم سے منتقل ہو کر ملکِ مسلم میں آنا معلوم نہیں تو بناء بر استصحابِ حال ان پر قبضہ مسلم مستمر مان کر ان کو بھی عشری قرار دیا جائے گا۔ حکومت جو محصول لیتی ہے وہ خراج میں محسوب ہو سکتا ہے لیکن عشر کے حق میں محسوب نہیں ہو سکتا۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص: ۵۵ میں اس کی تصریح موجود ہے(۲)۔

(بحوالہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کراچی)

(وكذا في امداد الفتاوى: ۲/۶۰، فصل في العشر والخراج، مكتبه دارالعلوم كراچی)

(وكذا في فتاوى دار العلوم ديوبند: ۶/۱۴۹، چھٹا باب عشر، امدادیہ)

(۱) (رد المحتار: ۲/۱۸۴، مطلب أراضي المملكة والحوز لا عشرية ولا خراجية، سعيد)

(وراجع أيضاً عنوان: "اراضی ہند سے متعلق تفصیل")

(۲) (فتاوی رشیدیہ، ص: ۴۶۴، عشر وخراج کے احکام کا بیان، ادارہ اسلامیات لاہور)

www.ahlehaq.org

ایسا ہی عزیز الفتاوی: ۱/ ۲۴۷، ۲۴۶، وتتمہ جلد اول (۱) امداد الفتاوی، ص: ۵۰ (۲) وحوادث الفتاوی، ص: ۱۹ میں بعض علماء نے ہندوستان کے دار الحرب ہونے کی بناء پر یہاں کی زمینوں کو دونوں قسم کی مؤونتوں: عشر وخراج سے مستثنیٰ کر دیا ہے:

"وما أسلم أهله طوعاً أو فتح عنوةً وقسم بين جيشنا والبصرة بإجماع الصحابة عشرية؛ لأنه أليق بالمسلم، الخ". در مختار. "(قوله: وقسم بين جيشنا) احترز به عما إن أقسم بين قوم كفار غير أهله، فإنه خراجي، كما في الفتح، وبه قال: بيناه أشمل ما إذا قسم بين المسلمين غير الغانمين، فإنه عشري؛ لأن الخراج لا يوظف على المسلم ابتداءً". شامی: ۳/ ۲۵۴ (۳)۔

"لا يؤخذ العشر من الخارج ترك السلطان أو نائبه الخراج لرب الأرض أو وهبه له جاز عند الثاني، وحل له لو مصرفاً وإلا تصدق به، به يفتى. ولو ترك العشر، لا يجوز إجماعاً، ويخرجه بنفسه للفقراء، الخ". در مختار۔

"وكذا لو كانت عشرية، لا يؤخذ منها خراج؛ لأنهما لا يجتمعان. (قوله: لا يجوز إجماعاً) لعل وجهه أن العشر مصرفه مصرف الزكوة؛ لأنه زكوة الخارج، ولا يكون الإنسان مصرفاً لزكوة نفسه، بخلاف الخراج، فإنه ليس زكوة، والفيء فيه على أرض الكفر". ملخصاً (۴)۔

حکومت اگر اراضی عشریہ سے خراج وصول کرے تو یہ ناجائز ہے اور اس سے عشر ادا نہیں ہوگا کیونکہ

---

(۱) (عزیز الفتاوی: ۱/ ۱۸۳، دار الاشاعت کراچی)

(۲) (امداد الفتاوی: ۲/ ۷۱، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۳) (رد المحتار علی الدر المختار: ۴/ ۱۷۶، باب العشر والخراج والجزیۃ، سعید)

(وکذا فی الہدایۃ: ۲/ ۵۹۱، باب العشر والخراج، شرکۃ علمیہ ملتان)

(وکذا فی مجمع الأنہر: ۱/ ۶۶۱، باب العشر والخراج، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

(۴) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الجہاد، باب العشر والخراج والجزیۃ: ۴/ ۱۹۲، ۱۹۳، سعید)

www.ahlehaq.org

حکومت مصرفِ زکوٰۃ نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۳/۱۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۳/۷۰ھ۔

اراضیٔ ہند میں عشر وخراج کا حکم

سوال [۴۵۱۳]: ۱..... ما قولکم فی مسئلة وجوب العشر و عدمه فی الأراضی التی کانت مقبوضةً فی أیدی النصاریٰ کأرض الهند، والفنجاب، والفشاور وغیره، فإن کان واجباً فبأی دلیل واضح و سند ساطع، وإن کان غیر واجب، فلعدم وجوبه کونها أراضی دار الحرب کافیة أم لا؟

۲..... وإذا وضعت النصاریٰ علی الأراضی المملوکة المذکورة ثمناً مخصوصاً و نقداً معلوماً الذی یسمی فی عرف عامة الخلائق بمالیة المال، هل هذا خراج شرعی أم لا؟ وفی صورة عدمه موجب لسقوط العشر أم لا؟

۳..... والأراضی التی تسقی بماء الأنهار حفرتها النصاریٰ، و وضعوا لاستعمال مائها طرقاً مختلفةً وثمناً متفرقةً حسب الفصول والبقول، والعامل فی مائها خلاف قوانینهم یکون مجرماً عندهم، هل یجب فیها العشر أو نصف العشر؟ بینوا بحوالة الکتب المعتبرة۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱..... فیه قولان: أحدهما: وجوب العشر إذا ملك المسلم مستمراً علیها من زمن

---

(۱) "أخذ البغاة والسلاطین الجائرة زکاة الأموال الظاهرة کالسوائم والعشر والخراج، لا إعادة علی أربابها إن صرف المأخوذ فی محله الآتی ذکره، وإلا یصرف فیه، فعلیهم فیما بینهم و بین الله إعادة غیر الخراج". (الدر المختار: ۲/۲۸۹، باب زکاة الغنم، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲/۳۸۹، فصل فی الغنم، رشیدیه)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۱/۳۰۳، فصل فی زکوة الخیل، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی الهدایة: ۱/۱۹۳، فصل فی الغنم، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

السلطة المسلمة انتقلت إليه، وهو لا يعلم أنها من مسلم انقلب أو كافر، هذا ما اختاره الشيخ رشيد أحمد المحدث الكنكوهي في فتاواه(۱)، ومولانا أشرف علي التهانوي، وسماه عدم القطع بكونه دار الحرب لا سيما في بعض الأحكام(۲)۔

والقول الثاني: عدم وجوب العشر والخراج، واختاره مولانا محمد علي التهانوي في رسالته حيث قال: إن أراضي الهند ليست بعشرية ولا خراجية، بل هي أراضي الحوز، أي أراضي بيت المال والمملكة، وصرح التهانوي بعدم وجوب العشر والخراج من مثل تلك الأراضي(۳)۔

۲..... الأصح أن الثمن المذكور أجرة الأراضي، والعشر لا يسقط به إذا كانت الأرض عشرية، أما إذا كانت خراجية فهذا الثمن ينوب عن الخراج، كذا في الفتاوى الرشيدية(۴)۔

۳..... إن كانت الأرض مسقية بماء الأنهار المذكورة المأخوذ بالثمن، ففيها نصف العشر(۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) (فتاوی رشیدیہ ص: ۳۶۸، ۳۶۸، ادارہ اسلامیات لاہور)

(۲) (امداد الفتاوی ۲/۶۲، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

"كل أرض أسلم أهلها أو فتحت عنوة وقسمت بين الغانمين، فهي أرض عشر؛ لأن الحاجة إلى ابتداء التوظيف على المسلم، والعشر أليق به لما فيه من معنى العبادة .. الخ". (الهداية، ۲/۵۹۱، باب العشر والخراج، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في رد المحتار: ۴/۱۷۶، باب العشر والخراج، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲/۴۹۱، باب العشر والخراج، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تاليفات رشيديه، ص: ۴۶۲، عشر و خراج کے احکام، ادارہ اسلامیات لاہور)

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "ہندوستان زمین کا حکم")

(۴) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "ہندوستان کی زمین عشری ہے یا خراجی")

(۵) "وما سقي بغرب أو دالية أو سانية، ففيه نصف العشر على القولين؛ لأن المؤنة تكثر فيه .. الخ" -

اراضی ہند میں عشر کا حکم

سوال [۴۵۰۱]: اراضی ہند کی عشری یا غیر عشری ہونے کی تحقیق فرمائیں، علماء نے اس مسئلہ کو ایسا الجھا دیا ہے کہ مسئلہ کا کوئی رخ واضح نظر نہیں آتا۔ اگر عشر واجب ہے تو پھر کیا کریں عشر نکالیں یا نہیں؟ اور زمین کی مالگذاری یا پانی کا جو حکومت نے چیک پر عائد کر دیا ہے یہ عشر کے ذمہ سے ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ آم، امرود، لیموں وغیرہ ترکاریوں میں عشر ہے یا نہیں؟ اور اس کے دینے کی کیا شکل ہوگی؟ بینوا توجروا۔

المرسل: محمد نور الہدیٰ القاسمی، ضلع سہرسہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

علماء نے تو بہت سمجھایا ہے۔ آج تقریباً چار سو سال پہلے شیخ جلال الدین محمد تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ نے جو خلیفہ خاص تھے حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے، اس مسئلہ پر مستقل رسالہ اپنے وقت میں تصنیف فرمایا جس کا نام رسالہ "اراضی ہند" ہے، اس میں زمینوں کے اقسام اور ان کے احکام تفصیلاً بیان کئے ہیں، موجودہ دور میں بھی مختلف رسائل لکھے گئے۔ مختصر عرض یہ ہے کہ ہندوستان ملک مسلم نہ ہو جیسے کہ خاتمہ زمینداری کے بعد سے یہاں کی زمینوں کا حال ہے اس میں عشر واجب نہیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ہندوستانی زمینوں میں عشر

سوال [۴۵۰۲]: ہندوستان کی وہ زمینیں جو حکومت اسلامیہ کے زمانے سے مسلمانوں کے قبضہ میں

= (الهداية: ۱/۲۰۲، باب زكوة الزروع والثمار، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۲۸، باب العشر، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۷، باب زكاة الزروع والثمار، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۳۲۴، الفصل الأول في بيان ما يجب فيه العشر وما لا يجب، إدارة القرآن كراچي)

(۱) وتقدم تخريجه تحت عنوان: "اراضی ہند کی تحقیق"۔

ہیں اور ان کی کاشت میں ہیں تو کیا ان پر عشر واجب ہوگا؟ مشہور یہ ہے کہ جو مال گذاری حکومت کو دی جاتی ہے یہ قائم مقام عشر کے ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اگر زمین دوسرے کو کاشت کے لئے دیدی جائے تو عشر کس پر واجب ہوگا؟

الملتجی راحسن گونڈوی، ۲۱/ رجب/۶۶ھ

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی زمینوں پر عشر واجب ہے(۱)، حکومت کی مالگذاری عشر کے قائم مقام نہیں ہوتی جیسا کہ فتاوی رشیدیہ میں ہے(۲)، عشری زمین اگر کاشت پر دی جائے تو مالک اور مزارع پر حصہ وار عشر واجب ہوگا، جو زمین نقد کرایہ پر دی جائے اس میں اختلاف ہے، امام صاحب کے نزدیک مالک پر عشر ہوگا، صاحبین کے نزدیک مستاجر پر ہوگا:

"والعشر على المؤجر كخراج موظف، وقالا: على المستأجر كمستعير مسلم. وفي الحاوي: وبقولهما نأخذ. وفي المزارعة إن كان البذر من رب الأرض فعليه، ولو من العامل فعليهما بالحصة". در مختار. "وقال: حتى تفسد الإجارة باشتراط خراجها أو عشرها على المستأجر، كما في الأشباه، وكذا حامد آفندي العمادي، وقال في فتاواه: قلت: عبارة الحاوي القدسي لا تعارض عبارة غيره، ولا قاضي خان من أهل الترجيح، فإن من عادته تقديم الأظهر والأشهر، وقد قدم قول الإمام فكان هو المعتمد، وأفتى به غير واحد، منهم: ذكريا آفندي شيخ

www.ahlehaq.org

---

(۱) "كل أرض أسلم أهلها أو فتحت عنوة وقسمت بين الغانمين، فهي أرض عشر، لأن الحاجة إلى ابتداء التوظيف على المسلم، والعشر أليق به لما فيه من معنى العبادة الخ" (الهداية: ۲/۵۱۱، باب العشر والخراج، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في رد المحتار: ۴/۱۷۶، باب العشر والخراج، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲/۶۶۱، باب العشر والخراج، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۲/۳۰۱، الفصل العاشر في العشر والخراج، امجد اكيڈمی لاهور)

(۲) (تاليفات رشيديه مع فتاوى رشيديه، ص: ۴۲۳، عشر وخراج كے احكام، ادارہ اسلاميات لاهور)

(وكذا في امداد الفتاوى: ۲/۶۰، فصل في العشر والخراج، دار العلوم كراچي)

الإسلام وعمل الله تعالى شيخ الإسلام، وقد اقتصر عليه في "الإسعاف والخصاف" اهـ" (رد المحتار، باب العشر: ۲/۷۵ (۱)) ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ رجب/ ۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۵/ رجب/ ۶۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ رجب/ ۶۶ھ۔

کیا ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں؟

سوال [۴۵۰۶]: عشر کے متعلق آپ حضرات تحریر فرماتے ہیں کہ زمینداری ختم ہونے کے بعد اراضی ہندوستان موجودہ حکومت کی ملکیت میں آ گئی لہٰذا عشر واجب نہیں لیکن رسالہ دارالعلوم (مولانا فضل الرحمٰن مونگیری کا) کے پرچہ میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ ہندوستان میں عشری زمین موجود ہے، رسالہ دارالعلوم دیوبند میں اس کے خلاف ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مونگیری حضرات کی رائے عشر کے متعلق وہی ہے کہ واجب ہے، وہ حضرات امارت شرعیہ کو ایک نوع کی اسلامی امارت قرار دیتے ہیں اور دارالعلوم میں جو مضمون شائع ہوا ہے وہ بھی صحیح ہے مگر وہ خاتمۂ زمینداری سے پہلے کا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۲۳، باب العشر، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۵، باب زكاة الزروع والثمار، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۰۳، باب العشر، رشيديه)

(۲) ان حضرات کی رائے ہے جب کہ ہمارے دوسرے اکابر حضرات نے دونوں (خاتمۂ اراضی سے قبل وبعد) میں کوئی فرق نہیں کیا لہٰذا عشر واجب ہوگا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں جواہر الفقہ میں اراضی ہند کے متعلق تفصیل بعنوان "ہندوستان کی زمین عشری ہے یا خراجی؟"

عشر و خراج اور اراضی ہند

سوال [۴۵۶۰] : ۱ ... قبیل رمضان المبارک دارالاسلام و دارالحرب کی تعریف میں چند الفاظ میں احقر کو شبہ ہوا تھا، جناب کے ذریعہ سے بندے نے وہی الفاظ نقل کیا تھا، لیکن بندے نے غلطی سے "تسخر و تحکم من المعنی موسم الخفر" کے علاوہ "سمی فرمظلۃ بنہودیہ" پر نمبر نہیں دیا تھا، اس عبارت کا مطلب حل نہیں ہوا، لہٰذا دوبارہ حضور کو تکلیف دے رہا ہوں، امید ہے کہ حضور اس تکلیف کو گوارا فرمائیں گے۔

۲ ... دیگر یہ کہ احقر کا ذہن تھا کہ تحقیقات الفاظ سے متعلق ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب حل ہو جائے، لیکن چونکہ حضور والا نے متعلق اجرائے احکام کفر کی تفصیل یہ فرمائی ہے کہ "کافر اپنی مملکت میں مستقل طور سے حکم جاری کرے" یعنی "مراد اجرائے احکام کفر این کہ در مقدمہ ملک داری و بندوبست رعایا وجمع خراج و باج و عشر اموال تجارت و سیاست وقطع الطریق و سرقہ وفصل خصومات سزائے جنایات کفار بطور خود حاکم باشند"۔ سو ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب، بندہ کو اس میں شبہ پیدا ہو گیا، کیونکہ ہندوستان میں انگریز مستقل حکم نہیں کرتا ہے بلکہ مجلس اسلام اور ہندوؤں کو لے کر حکم کرتا ہے، یعنی ان احکام مذکورہ کا اجراء انگریز بطور خود نہیں کرتے ہیں۔

۳ ... حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی مدظلہ العالی کے کسی ایک رسالہ میں بندے نے دیکھا ہے کہ حضرت موصوف نے تحریر فرمایا ہے کہ "جو اراضی عشری ہے اس سے عشر ادا کرنا واجب ہے اور جو خراجی ہے اس سے خراج ادا کرنا واجب ہے"۔ لیکن ہندوستان میں سرکار کو خراج دیا جاتا ہے اور چونکہ یہ خراج اپنے مصرف میں خرچ ہوتا نہیں، سو جس مقدار روپے سرکار کو دیا جاتا ہے اسی مقدار روپے یا اسی مقدار غلہ کسی دینی مدرسہ میں یا فقراء کو دیویں تو [illegible] ہوں گے۔

اب اس میں یہ شبہ ہے کہ جو خراج سرکار میں ادا کیا جاتا ہے یہ بعوض حفظ جان و مال ہے، جب کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امین الامت کا تسلط جس وقت اہل شام پر ہوا تھا، اسی اثناء میں جب آپ مع لشکر دوسرے شہر میں محاصرہ کے قصد سے گئے تھے تو شام کے بعض شہر کی حفاظت نہیں ہو سکی، اس بناء پر آپ نے

ہی شہر والوں کے خراج کو جو ان لوگوں نے ادا کیا تھا – واپس کر دیا تھا، پس جو خراج انگریز کو دیا جاتا ہے یہ تحفظ جان و مال کے لئے ہے، پھر فقراء کو دینا ضروری نہیں ہے۔ البتہ عشری زمین کا عشر فقراء کو دینا واجب ہے، کیونکہ یہ حق فقراء کا ہے اور خراج کے مستحق لشکر ہیں، پس خراج کا حقدار مدرسہ یا فقراء ہوں سمجھ میں نہیں آتا ہے۔

۴۔ فتح میں مرقوم ہے کہ وصول مصرفی زمانا جزرت ہے یعنی کرایہ ہے عشر و خراج نہیں۔ اب دریافت اس بات کی ہے کہ مصر کی زمین جس سے کرایہ وصول کیا جاتا ہے اس پر عشر واجب ہوگا یا سوائے کرایہ کے کچھ دینا ضروری نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ اصل عبارت فتاویٰ بزازیہ کی ہے مگر مولانا عبدالحیؒ نے کچھ اختصار کے ساتھ نقل کی ہے اور کہیں کہیں کچھ کتابت کی غلطی بھی ہے، چنانچہ عبارت مسئول میں فتنہ عدم فہم یہی کتابت کی غلطی ہے۔ عبارت اس طرح ہے اور "الاعلان ببیع الخمور واخذ الضرائب والمکوس، وتحکم من البعض برسوم الکفرة والاعلان بین فریقین بالتهود، وطلب التحکم من الطاغوت فی مقابلة محمد علیه الصلوة والسلام فی عهده بالمدینة، ومع ذلک کانت بلدة الاسلام بلا ریب الخ" البزازیة علی هامش الهندیة: ۳۱۱/۶ (۱)۔

جن بلاد پر اس زمانہ میں کفار کا تسلط ہو گیا تھا مگر قدرس، قیام جمعہ وعیدین وغیرہ حکومت نے جبراً نہیں روکا تھا، ان کا مختصر بیان کرتے ہیں کہ وہ دارالحرب نہیں بلکہ دارالاسلام ہے، کیونکہ اسلام کے آثار و احکام بطور یکجا باقی ہیں۔ اس پر اشکال وارد ہوتا تھا کہ خلاف اسلام بھی تو بہت سی اشیاء کا اعلان کیا جاتا ہے جیسے بیع خمور وغیرہ، نیز بعض لوگ کفار کے طریقہ پر حکم کرتے ہیں، اسلام کے طریقہ پر نہیں کرتے، پھر ان بلاد کے دارالاسلام ہونے کو ترجیح کیوں دی گئی؟ اس کا جواب دیا ہے کہ یہ "الاعلان ببیع الخمور" وغیرہ اور "تحکم من البعض برسوم الکفرة" – یہاں "من بعض" ہے "من البعض" نہیں – ایسا ہی ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں بعض فریق اپنے یہودی ہونے کا اعلان کرتے تھے، اخفاء نہیں کرتے

---

(۱) (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الثالث في الحظر والإباحة: ۳۱۲/۶، رشیدیہ)

www.ahlehaq.org

تھے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلہ میں طاغوت سے حکم طلب کرکے اس کی پیروی کرتے تھے اور پھر بھی اس کو دارالحرب نہیں کہا گیا بلکہ وہ دارالاسلام ہی رہا۔

۲… مولانا عبدالحیؒ نے ہندوستان کو دارالاسلام مانا ہے اور عبارات بزازیہ وغیرہ سے استدلال کیا ہے لیکن حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ ہندوستان کو دارالحرب فرماتے ہیں اور اجرائے احکام کی تفصیل وہی بیان فرماتے ہیں جو اس سے قبل نقل کی گئی تھی اور آپ نے بھی اب اس کو سوال میں نقل کیا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشاد پر آپ کا یہ اشکال کہ "ہندوستان میں انگریز مستقل حکم نہیں کرتا، بلکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ساتھ لے کر حکم کرتا ہے" حکم کے معنی نہ سمجھنے کی بناء پر ہے، اس لئے کہ جو ہندو یا مسلمان کسی جگہ ڈپٹی وغیرہ حکام انگریز کی طرف سے مقرر ہے وہ قطعاً حکم انگریز کے تابع ہیں، ذرا بھی خلاف نہیں کرسکتے، تو درحقیقت یہ اجرائے حکم انگریز کا آلہ اور ذریعہ ہے، مستقل طور پر حکم صرف انگریز کا ہے اس میں کسی کی شرکت نہیں، نہ یہ قوانین ان لوگوں کے حوالے کردیئے کہ ان کے ماتحت عمل کرتے رہو، ان کے خلاف یہ لوگ ہرگز نہیں کرسکتے۔ یہ تو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے نزدیک ہے۔ اور مولانا عبدالحیؒ جو کہ دارالاسلام مانتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک بعض احکام اسلام کا بقاء کافی ہے جیسا کہ عبارت بزازیہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ غرض کہ ہندوستان کا دارالاسلام و دارالحرب ہونا ان دونوں بزرگوں کے نزدیک مختلف فیہ ہے۔

۳… حضرت حکیم الامت مدت فیوضہم کی وہ تحریر میں نے نہیں دیکھی، لہٰذا اس کے متعلق کچھ تحریر نہیں کرسکتا، البتہ یہ مسئلہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم، ص: ۵۵ میں مذکور ہے، دیکھ لیجئے (۱)۔

۴… "فتح" سے کیا مراد ہے، فتح القدیر یا فتح الباری یا فتح المعین، یا فتح الملہم، یا فتح المنان وغیرہ، اصل عبارت مع حوالۂ کتاب، جلد، باب وصفحہ نقل کیجئے تاکہ اس عبارت پر غور کیا جاسکے، صرف اتنا لکھ دینا کہ "فتح میں مرقوم ہے" کافی نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۸/۱۰/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

☆…☆…☆…☆…☆

---

(۱) (فتاویٰ رشیدیہ، عشر وخراج کے احکام کا بیان، ص: ۴۹۲، ۴۹۷، ادارہ اسلامیات)

باب أداء الزکاة

(زکوٰۃ کی ادائیگی کا بیان)

زکوٰۃ انفرادی طور پر ادا کی جائے یا اجتماعی طور پر؟

سوال [۵۹۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: زکوٰۃ انفرادی طور پر ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اگر اجتماعی طور پر ادا ہو تو اطمینان کی صورت کیا ہوگی؟

عبدالرحمٰن وکیل۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مولانا ابوالکلام آزاد کا یہ فرمانا: "میں اس منبر سے پوری ذمہ داری کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ صرف یہی نہیں کہ یہ زکوٰۃ جو انفرادی طور پر ادا کی گئی ہے درست نہیں ہے بلکہ صحیح اور واضح یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ ہی نہیں، کوئی دوسرا نام دیا جا سکتا ہے زکوٰۃ کا نام نہیں دیا جا سکتا" تصریحات مذہب اور جمہور علمائے امت کے خلاف ہے، ممکن ہے ان کا منشاء یہ ہے کہ زکوٰۃ کے وصول کرنے کا منصب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا گیا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے ﴿خذ من أموالهم صدقة﴾ الآیة (۱) اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ تک یہی معمول رہا کہ اموال ظاہرہ و باطنہ دونوں کی زکوٰۃ امام کا مقرر کردہ عامل وصول کرتا تھا، جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی حالت میں تغیر پایا تو پھر اموال باطنہ کی زکوٰۃ کے لئے ارباب اموال کو خود ادا کرنے کے لئے فرمایا اور اب تک یہی معمول ہے، یہ امر کہ یہ حکم کیا تھا اور اس کے خلاف کیوں کیا گیا، اس کی جوابدہی ہمارے ذمہ نہیں۔

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن و حدیث کو خوب سمجھتے تھے، انہوں نے جو کچھ فیصلہ کیا وہ حق ہے، اس لئے اس قسم کے ظواہر نص سے استدلال کر کے اور تعامل صحابہ کو نظر انداز کر کے اپنی ذمہ داری پر لوگوں کو مشکل

(۱) (التوبة: ۱۰۳)

کی تلقین کرنا عوام کے لئے نہ صرف مغالطہ ہے بلکہ اصلاح کے ساتھ ساتھ ایک اور فتنۂ عظیمہ کا دروازہ کھولنا ہے جیسا کہ ارباب بصیرت پر مخفی نہیں ہے۔

اس وقت ہم تفصیلی گفتگو نہیں کرنا چاہتے، صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ زکوۃ صاحب مال خود ادا کرے یا امام کا آدمی اس سے وصول کرے، بہر صورت ادا ہو جاتی ہے اور انفرادی طور سے عدم جواز کا فتویٰ اجماع صحابہ کے خلاف ہے:

قال المحقق في الفتح: ۱/۴۸۷، تحت قول صاحب الهداية: "(وإن كان ماله أكثر من دينه زكى الفاضل)": .... ولأبي يوسف في الثاني على ما روي عنه، لأن له مطالباً وهو الإمام، وذلك أن ظاهر قوله تعالى: ﴿خذ من أموالهم صدقة﴾ الآية، توجب حق أخذ الزكوة مطلقاً للإمام، وعلى هذا كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم والخليفتان بعده، فلما ولي عثمان، وظهر تغير الناس، كره أن تفتش السعاةُ على الناس مستور أموالهم .... ولم تختلف الصحابة عليه في ذلك، وهذا لا يسقط طلب الإمام أصلاً، ولذا لو علم أن أهل بلدة لا يؤدون زكوتهم، طالبهم بها. الخ "(۱)۔

بلکہ موجودہ زمانہ میں خود ہی ادا کرنا افضل ہے: "وفي الظهيرية: الأفضل لصاحب المال الظاهر أن يؤدي الزكوة إلى الفقراء بنفسه؛ لأن هؤلاء لا يضعون الزكوة مواضعها". بحر: ۱/۲۲۲ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

تھوڑی تھوڑی کرکے زکوۃ ادا کرنا

سوال[۴۵۶۹]: ایک شخص کے پاس مال وزیور ہے جس کی زکوۃ سالانہ ۱۴۰/روپیہ ہے، اس کی

---

(۱) (فتح القدير: ۲/۱۶۳، كتاب الزكاة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) (البحر الرائق: ۲/۴۰۱، كتاب الزكاة، فصل في الغنم، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۲۸۷، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الخلاصة: ۱/۲۳۱، الفصل الثاني في أداء الزكاة، امجد)

آمدنی یکمشت زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل نہیں اور بار گراں ہے اور بعض اوقات یکمشت زکوٰۃ ادا کرنے کی طاقت بھی نہیں ہوتی، ایک دفعہ ادا کرنا گراں بھی گزرتا ہے آیا تھوڑا تھوڑا ماہانہ زکوٰۃ دے سکتا ہے یا خاص رمضان ہی میں ادا کرے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

تھوڑا تھوڑا دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۷/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبد اللطیف، ۲۰/ شعبان/۶۱ھ۔

زکوٰۃ تھوڑی تھوڑی کر کے اور پیشگی ادا کرنا

سوال[۴۵۰۱]: ۱..... ایک شخص ماہ رمضان آتے ہی اپنے مال اور روپیہ کا حساب کر کے رقم کتاب میں درج کر لیتا ہے، مثلاً دو سو روپیہ، اور سال آئندہ تک بطریق خرچ کرنے لگتا ہے، کچھ اسی رمضان میں فوراً اور کچھ آئندہ مہینوں میں جس وقت مستحقین نظر آویں اور کچھ ماہوار مقررہ مسکینوں کو بطور وظیفہ، کسی کو ماہوار دو روپیہ کسی کو ایک علی ہذا القیاس۔ اس مذکورہ بالا طریق سے زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے یا کل مبلغ فوراً رمضان ہی میں صرف کرنا ہوگا؟

۲..... بعض دفعہ بسبب نہ ملنے مستحقین کے کچھ رقم بچ رہتی ہے اور دوسرا رمضان آتا ہے تو یہ شخص عادت کے موافق زکوٰۃ درج کر لیتا ہے، مثلاً گذشتہ سال کی بچت تیس روپیہ، موجودہ سال کی دوسو، جملہ دو سو تیس روپیہ ہوئے اور اب جیسا نمبر: اول میں ذکر ہوا دینا خرچ کرنے لگتا ہے۔ کیا یہ درست ہے، کسی صورت سے ممنوع تو نہیں؟

---

(۱) "وشرط صحة أدائها نية مقارنة له أي للأداء ولو .... حكماً ..... أو مقارنة بعزل ما وجب كله أو بعضه، ولا يخرج عن العهدة بالعزل، بل بالأداء للفقراء". (الدر المختار: ۲/۲۷۰، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۷۰، الباب الأول في تفسيرها و صفتها وشرائطها، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۳۶۸، كتاب الزكاة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۳۰، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية، بيروت)

۳..... اگر کسی وجہ سے زکوٰۃ کی رقم حساب سے زیادہ صرف ہوگئی ہو تو دوسرے دو موں میں خرچ ہوگئے، کیا یہ بقیہ روپیہ آئندہ سال کی زکوٰۃ میں سے وضع کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱..... کل رقم کا فوراً رمضان میں صرف کرنا ضروری نہیں بلکہ طریقۂ مذکورہ سے بھی زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے، البتہ دیتے وقت نیت کا ہونا ضروری ہے(۱) اور جلد ادا کرنا احوط ہے۔

۲..... یہ بھی درست ہے لیکن ادائے زکوٰۃ میں دیر مناسب نہیں بلکہ مکروہ ہے(۲)۔

۳..... اگر آئندہ بھی اتنا نصاب ہے تو یہ زائد رقم آئندہ سال کی زکوٰۃ میں شمار کرنا شرعاً درست ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

زکوٰۃ تھوڑی تھوڑی کرکے ادا کرنا

سوال[۴۷۷۵]: کسی نے زکوٰۃ کا حساب کیا تو جو رقم واجب الادا ہوتی پوری موجود نہیں تو ایسی صورت میں کیا طریقہ ادائیگی زکوٰۃ کا ہوگا؟ آیا کہ تھوڑی تھوڑی رقم ادا کرتے رہنے سے ادا ہوجائے گی؟

---

(۱) "وشرط صحة أدائها نية مقارنة له ولو حكماً، أو مقارنة بعزل ما وجب كله أو بعضه"

(الدر المختار: ۲/۲۶۸، کتاب الزکاة، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۲۹۰، کتاب الزکاة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۱۸، کتاب الزکاة، امدادیه)

(۲) "ويأثم بتأخيرها بلا عذر". (الدر المختار: ۲/۲۷۱، کتاب الزکاة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۷۰، الباب الأول في تفسيرها و صفتها، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: ۲/۱۸، کتاب الزکاة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "ولو عجل ذو نصاب زكاته لسنين أو لنصب صح لوجود السبب". (الدر المختار: ۲/۲۹۳، کتاب الزکاة، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۷۱۵، قديمي)

(وكذا في المبسوط: ۲/۲۳۶، کتاب الزکاة، دار الكتب العلمية بيروت)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب نصابِ زکوٰۃ پر سال گزر گیا تو اس نصاب کی زکوٰۃ کی ادائیگی میں جلدی کرنا بہتر ہے اور اگر متفرق طور پر مثلاً سال کے اندر فقراء کو تھوڑا تھوڑا ہی زکوٰۃ دیدیا جائے تو یہ بھی درست ہے:

"وقیل: فوري: أي واجب علی الفور، و علیہ الفتوی، .... فیأثم بتأخیرھا بلا عذر الدر المختار، ظاھراً لا تم بالتأخیر ولو قل کیوم أو یومین ۔ ...... و قد یقال: المراد أن لا یؤخر إلی العام القابل"۔ شامی: ۲/۱۷(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۸۸ھ۔

حساب کرنے سے پہلے مختلف اوقات میں زکوٰۃ دینا

سوال[۴۵۷۲]: ۱...زکوٰۃ کے سالانہ حساب سے بے غم رہنے کی غرض سے اگر زکوٰۃ کی نیت سے مساکین کو نقد اور غیر نقد اتنا دیا جاتا رہے جو زکوٰۃ کے حساب سے بگمانِ غالب بلکہ یقیناً زیادہ ہو تو کیا اس طرح بھی ادائیگی زکوٰۃ سے سبکدوشی ہو سکتی ہے؟

غیر نقد سے زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال[۴۵۷۳]: ۲...غیر نقد سے زکوٰۃ کی ادائیگی کی بہت سی ایسی صورتیں ذہن میں آتی ہیں جن کو پوچھنا ضروری ہے، مثلاً بیمار کو دوا دیدی، یا کسی مسکین کو کھانا یا مٹھائی یا پھل کھلا دیا، نیا پرانا کپڑا دیدیا، دستکار کو اوزار دے دیئے، کسی مسکین کو ایسی کوئی چیز دی جس کا وہ بذاتِ خود ضرورت مند ہے، تندرست کو دودھ یا ان پڑھ کو کتاب، نیز بعض ایسی اشیاء ایسی ہیں جن کو زندگی کی اصل اور حقیقی ضروریات سے کچھ تعلق نہیں جیسے پان، چھالیہ، کتھہ، چونا، سگریٹ، بیڑی یا بچوں کے کھیل کھلونے وغیرہ تو غیر نقد سے ادائیگی زکوٰۃ کے لئے اگر شرائط و حدود ہوں تو تحریر فرمائیں۔

---

(۱) ردالمحتار: ۲/۲۷۱، ۲۷۲، کتاب الزکوۃ، سعید)

(وکذا فی فتح القدیر: ۲/۱۵۵، ۱۵۶، کتاب الزکاۃ، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیۃ: ۲/۲۱۷، کتاب الزکاۃ، إدارۃ القرآن کراچی)

(وکذا فی بدائع الصنائع: ۲/۲۷۳، کتاب الزکاۃ، فصل فی کیفیۃ فرضیتہا، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

مستعمل چیز زکوۃ میں دی تو قیمت کیسے لگائی جائے؟

سوال [۴۷۵۴]: ۳..... غیر نقدی اگر نئی ہو تب تو اس کی قیمت معلوم ہوتی ہے اور اگر پرانی یا استعمال شدہ ہو تو اس کی قیمت لگانے میں دشواری ہے کہ مثلاً دس روپے کی جوتی جس کو تین ماہ پہنا گیا اور وہ واقعی مضبوط کہ کم از کم دوسال چلے تو اس کو فروخت کا ارادہ کیا جائے تو نصف یا نصف سے بھی کم قیمت ملتی ہے اور از روئے انصاف کم از کم آٹھ روپے کی بکنی چاہیے تو زکوۃ کے حساب کے لئے کون سی قیمت لگائی جائے گی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱..... جس قدر بحیثیت زکوۃ غرباء کو وقتاً فوقتاً دیا جائے اور مجموعہ زکوۃ واجب ہو جائے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی(۱)، بار بار اگر حساب میں الجھن ہوتی ہو تو ایک دفعہ حساب لگا کر مقدار واجب کو الگ الگ رکھ لیا جائے اس میں سے دیدیا کریں، حساب نہ کرنے سے اندیشہ ہے کہ اگر کمی کی ہوئی تو ذمہ بری نہ ہوگا۔

۲..... ان صورتوں میں جب مقدار واجب مستحق کو بحیثیت زکوۃ تملیکاً دیدی جائے تو ادا ہو جائے گی(۲)، تاہم تندرست کو دوا اور ان پڑھ کو کتاب دینا زیادہ کارآمد نہیں، یا تو وہ ضائع کر دے گا یا بہت کم قیمت پر کسی کو دے گا، مستحق کی حاجت کو پورا کرنا بھی زکوۃ کا بڑا مقصد ہے، وہ اس سے پوری طرح سے حاصل نہیں ہوگا(۳)۔

---

(۱) "ولو عجل ذو نصاب لسنين أو لنصب، صح؛ أما الأول، فلأنه أدى بعد سبب الوجوب، فيجوز لسنة أو سنتين كما إذا كفر بعد الجرح". (البحر الرائق: ۲/۴۰۲، فصل في الغنم، رشيدية)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۲۴۱، الفصل الثامن في أداء الزكاة، امجد اكيدمي لاهور)

(۲) "ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة". (الدر المختار: ۲/۳۴۴، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۷۷، باب من توضع الزكاة فيه، رشيدية)

(۳) "قال محمد: المعتبر ما هو أنفع للفقراء، فإن كان اعتبار القدر أنفع، فالمعتبر هو القدر، كما قال أبو حنيفة وأبو يوسف رحمهما الله تعالى، وإن كان اعتبار القيمة أنفع، فالمعتبر هو القيمة كما قال زفر رحمه الله تعالى". (بدائع الصنائع: ۲/۳۶۲، فصل فيما يرجع إلى المؤدى، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في فتح القدير: ۲/۲۱۹، فصل في العروض، مصطفى البابي الحلبي)

(وكذا في المبسوط: ۱/۲۵۹، باب زكاة المال، دار الكتب العلمية بيروت)

۳.   لیکن تو وہ سب تو اہل تجربہ قیمت تجویز کریں، وہ اگر اس جوتی کو تین روپیہ کی تجویز کریں تو یہی قیمت معتبر ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ذ ق/ ۹۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ذ ق/ ۹۷ھ۔

زکوٰۃ کی ادائیگی رسید پر موقوف نہیں

سوال [۴۵۷۵]: زید نے مہتمم کے نام زکوٰۃ کا روپیہ بھیجا اور مہتمم نے جب زکوٰۃ کا روپیہ وصول کر کے اپنے رجسٹر میں جمع کر لیا تو وصول کر کے جمع کے بعد معطی کی زکوٰۃ ادا ہوگئی یا جب مہتمم رسید دے جب ادا ہوگی؟ اور اگر کسی وجہ سے ایک مرتبہ رسید نہ دیں بلکہ علیحدہ علیحدہ سال تمام رسید دے تھوڑی تھوڑی کر کے بھجوا دے تو رسید سے ادا ہوگی؟ دریافت طلب یہ ہے کہ وصول کر لینے کے بعد معطی زکوٰۃ دینے والا بری ہو گیا یا جب کل رسیدات پہنچیں گی جب زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہوگی اور وصول یابی مہتمم کے کر لینے سے ادا نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوٰۃ کا ادا ہونا رسید پر موقوف نہیں ہے، مہتمم مصالح مدرسہ کے تحت رسید چاہے یکدم دے یا تھوڑا دے بلکہ معطی نے جب مہتمم کو رقم زکوٰۃ دے کر اپنی ملک ختم کر دی اور مہتمم نے وصول کر لی تو معطی بری ہو گیا اور اس کے ذمہ سے زکوٰۃ ادا ہوگئی اور معطی مستحق ثواب ہوگا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/ جمادی الاخریٰ/ ۹۰ھ۔

---

(۱) "ويقوّمها المالك في البلد الذي فيه المال، حتى لو بعث عبداً للتجارة إلى بلد آخر فحال الحول، تعتبر قيمته في ذلك البلد" الخ. (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۰، الفصل الثاني في العروض، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۰۳، باب زكاة المال، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۴۳، زكاة عروض التجارة، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "ولا يخرج عن العهدة بالعزل، بل بالأداء للفقراء" (الدر المختار: ۲/۲۷۰، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۷۱۵، كتاب الزكاة، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۳۶۹، كتاب الزكاة، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۱۲، كتاب الزكاة، امدادية)

www.ahlehaq.org

زکوۃ کے روپیہ کی تقسیم

سوال[۴۵۷۶]: زکوۃ کا روپیہ یکمشت تقسیم کردینا چاہئے یا کسی مدت تک؟ زکوۃ کا مستحق کون شخص ہے؟ فقط۔

خادم خدا بخش خان، بذریعہ تھصیر، ضلع حصار، ۱۳/فروری/۳۴ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یکدم تقسیم کرنا بھی جائز ہے اور حسبِ ضرورت تھوڑا تھوڑا دینا بھی درست ہے اس میں کوئی تحدید نہیں، لیکن جس کو دے کم از کم اتنا دے کہ اس کو سوال کی ضرورت باقی نہ رہے اور اتنا زیادہ نہ دے کہ وہ مالکِ نصاب بن جائے جس کو بالفعل خرچ کرنے کی ضرورت نہیں، جو مالکِ نصاب نہ ہو اس کو زکوۃ دینا درست ہے، مالکِ نصاب اور سید کو دینا درست نہیں:

"وکره الإغناء وهو أن يفضل للفقير نصاب بعد قضاء دينه، وبعد إعطاء كل فرد من عياله دون نصاب من المدفوع إليه، وإلا فلا يكره، وندب غناه عن السؤال". مراقي الفلاح"۔ قال الطحطاوي: "ولا يحل أن يسئل شيئاً من القوت من له قوت يومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب، الخ". طحطاوی، ص: ۴۱۹(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۱۲/۵۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ذی الحجہ/۵۲ھ۔

کیا زکوۃ کے لئے تملیک شرط ہے؟

سوال[۴۵۷۷]: ادائے زکوۃ کے لئے فقہائے احناف نے -جزاھم اللہ خیر الجزاء- شرط

---

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۷۲۱، باب المصرف، قدیمی)

"کره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر، إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً أو كان صاحب عيال، الخ".

(الدر المختار: ۳۵۳/۲، باب المصرف، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱۸۸/۱، الباب السابع في المصارف، رشيدية)

(وكذا في فتح القدير: ۲۷۸/۲، باب من يجوز دفع الصدقة إليه، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

مجاز نہیں کہ کسی خاص قسم کی ملک میں محدود اس کو وہ حق صرف حاصل ہوتی ہو۔ کوئی تصرف بغیر اس کی رضامندی کے کر سکے۔ جب آپ نے اس مال زکوٰۃ کو طلباء کی ملک قرار دیا تو طلباء کو اپنی ملک میں مالک، ہبہ وغیرہ کا پورے طور پر تصرفات کا اختیار حاصل ہوگا، مہتمم وغیرہ کسی کو منع کرنے کا حق نہیں، یہی کیفیت سواروں کی اور قرن اول میں تھی اور اسلامی حکومت کے تمام زمانہ قیام میں ہوتی رہی، اس سے یہ شرط صاف مستنبط ہوتی ہے کہ لینے والے کو زکوٰۃ کا مالک قرار دینا ضروری ہے" اور جس حدیث میں زکوٰۃ کی مصلحت بیان ہوئی ہے کہ "اغنیاء سے لی جائے اور فقراء کو دی جائے" (1) اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ فقراء کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے جس صورت میں فائدہ زیادہ ہو وہی بہتر ہونی چاہیے، زکوٰۃ انتظام کرنے والوں کو اس میں مصلحت دیکھنے کا اختیار رہنا چاہیے۔

پس استدعا ہے کہ عنایت سے سوال کے مقصود کو پورا فرمانے کی زحمت برداشت کریں اور اس دشواری کو سامعین کے دماغ سے دور کرنے کا ثواب لے کر زکوٰۃ عام کے کام کو سہل اور مفید تر بنائیں۔ فقط۔

المستفتی: عاجز محمد رفیق۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مدارس میں طلباء کی خوراک وبسر اوقات کے لئے کس نے زکوٰۃ کو منع کیا؟ آج بھی جگہ جگہ مدارس اسلامیہ میں زکوٰۃ کا روپیہ آتا ہے اور اس سے مستحق طلباء کو کھانا، کپڑا، جوتا، نقد وظیفہ دیا جاتا ہے اور یہ سب کچھ بطور تملیک ہوتا ہے، لہٰذا آپ کا یہ اشکال بے محل ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ تملیک کی قید کس شرعی دلیل سے ہے اور کس وقت سے؟ تو ہمارے فقہاء نے اس کے لئے آیت قرآن سے استدلال کیا ہے، چنانچہ علامہ عثمان بن علی زیلعی التبیین ص: ۱۵۵/۱ میں فرماتے ہیں:

"لأن الزكاة يجب فيها تمليك المال، لأن الإيتاء في قوله تعالى: ﴿وآتوا الزكوة﴾ يقتضي التمليك، ولا تتأدى بالإباحة، حتى لو كفل يتيماً فأنفق عليه ناوياً الزكوة لا يجزيه.

---

(1) عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بعث معاذاً إلى اليمن فقال: "إن الله قد فرض عليهم صدقة تؤخذ من أغنيائهم، فترد على فقرائهم" الحديث. متفق عليه. (مشكوة المصابيح، كتاب الزكوة، الفصل الأول: ۱/۱۵۵، قديمي)

بخلاف الكفارة، لأن الكسوة تحرير لوجود التمليك اهـ" (۱)۔

ابوبکر جصاص رازیؒ نے "تفسیر احکام القرآن" میں متعدد مقامات پر لفظ "ایتاء"، "اعطاء" اور لفظ "اداء" اور لفظ "دفع" وغیرہ سے (جو کہ احادیث میں وارد ہیں) استدلال کیا ہے (۲) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرط وقتِ فرضیت متعلق بجنگ رجہاد کی ہوگی۔ اگر مراد یہ ہے کہ جماعت مدرسہ مدرسہ کی مالک ہو تو اس میں مالک بننے کی صلاحیت ہی نہیں:

"ولا يبنى بها مسجد، ولا يكفن بها ميت، لانعدام التمليك، وهو الركن اهـ". هداية۔

"وينبغي أن تقول: قولكم: التمليك ركن، دعوى مجردة؛ إذ ليس في الأدلة النقلية المنقولة في هذا الباب ما يدل على ذلك، بل خلافه قوله تعالى: ﴿إنما الصدقات للفقراء﴾ الآية، فإنه جعلهم ذلك للعاقبة دون التمليك. والجواب أن معنى قولهم للعاقبة أن المقصود يصير ملكًا لهم في العاقبة، فهم مصارف ابتداء لا مستحقون، ثم يحصل لهم الملك في العاقبة بدلالة اللام، فلم تكن دعوى مجردة اهـ". عناية: ۲/۲۰۴ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

امام کو جوڑا بنا کر دیتے ہیں کیا وہ زکوٰۃ ہے؟

سوال[۸۸۵۴]: اگر کوئی صاحب مسجد کے امام صاحب یا مؤذن صاحب کو ماہِ رمضان المبارک

---

(۱) (تبيين الحقائق: ۲/۱۸، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۷۱۴، كتاب الزكاة، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۳۵۳، كتاب الزكاة، رشيدية)

(۲) "فلا يتعذر أن يكون ذلك مجزئًا من الصدقة، إذ شرط الصدقة وقوع الملك للمتصدق عليه ... فيوجب ظاهر الآية جواز دفع المال الكثير من الزكاة إلى واحد من الفقراء من غير تحديد لمقداره. وأيضًا فإن الدفع والتمليك يصادفانه وهو فقير، فلا فرق بين دفع القليل والكثير لحصول التمليك". (أحكام القرآن: ۳/۱۸۴، ۱۰۱، قديمي)

(۳) (العناية على الهداية على هامش فتح القدير: ۲/۲۰۴، باب من يجوز دفع الصدقة إليه الخ، مصطفى البابي الحلبي مصر)

فقیر کو کھلانے سے زکوۃ کی ادائیگی

سوال [۴۵۸۲]: زکوۃ کے پیسوں سے اناج خرید کر تو مساکین کو دے سکتے ہیں، کیا اس اناج کو پکا کر بھی کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کھلا سکتے ہیں، جتنی مقدار کا ان کو مالک بنا کر کھلا دیں گے اتنی زکوۃ ادا ہو جاوے گی، اگر بغیر مالک بنائے ہوئے بطور اباحت کے اس طرح کھلائیں گے جس طرح عامۂ دعوت میں کھلایا جاتا ہے تو اس سے زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

"الزکوۃ هی تملیك مال مخصوص، الخ). وخرج بالتملیك الإباحة، فلا تکفی فیها، فلو أطعم یتیماً ناویاً به الزکوۃ لا تجزیه إلا إذا دفع إلیه المطعوم" اهـ. طحطاوی، ص: ۳۸۹(۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ذی قعدہ/۶۲ھ۔

زکوۃ میں کھانا دینا

سوال [۴۵۸۳]: زکوۃ میں اگر کسی طالب علم کو دو وقت یا ایک وقت کھانا دے تو اس کی زکوۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ اور کیا زکوۃ کا شمار سال بھر میں ایک دفعہ ہونا ضروری ہے یا کئی ایک دفعہ کے بعد شمار کافی ہے؟ اور جو روپیہ ایک دفعہ دے دیا کیا زکوۃ ہوئی؟ فقط۔

= (وكذا في رد المحتار: ۲۶۸/۲، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱۷۰/۱، الباب الأول في تفسيرها الخ، رشيدية)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۷۱۳، كتاب الزكاة، قديمي)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار: ۲۵۶/۲، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر: ۲۸۳/۱، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوٰۃ اتنی مقدار میں کسی کو دینا جس سے وہ صاحبِ نصاب ہوجائے مکروہ ہے، کذا فی الدر المختار، لیکن اگر اس شخص کے ذمہ مثلاً ہزار روپیہ قرضہ ہے یا اتنا قرضہ ہے کہ یہ رقم بعد زکوٰۃ اس کو دیدی جائے اور وہ اس سے اپنا قرضہ ادا کردے تو مقدارِ نصاب نہ بچے گا تو دینا بلا کراہت درست ہوگا، اسی طرح اگر وہ شخص عیالدار ہے، بے گھر ہے، اگر اس روپے سے گھر خرید کر اس کی ملک میں دیدیا جائے جس سے وہ صاحبِ نصاب نہ ہوجائے جب بھی مکروہ نہ ہوگا بلکہ بہتر ہوگا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۹۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲/۸/۹۹ھ۔

اگر ایک سال زکوٰۃ نہیں دی تو کیا آئندہ سال دو سال کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے؟

سوال [۴۵۸۶]: اگر ایک نصاب کا مالک سال پورا ہوجانے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہ کی کہ دوسرا سال بھی پورا ہوگیا تو اب ایک سال کی زکوٰۃ ادا کرے یا دو سال کی؟ اسی طرح اگر چار سال ہوجائیں تو صرف سال اول کی زکوٰۃ واجب ہوگی یا ہر سال کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو سال کی ادا کرے اگر ایک سال کی ادا کرنے کے بعد بھی مقدارِ نصاب باقی رہے ورنہ صرف ایک سال کی واجب ہوگی، یعنی جب کہ اس کے پاس صرف ایک نصاب تھا اس سے زائد نہیں تھا تو اس میں سے بقدرِ زکوٰۃ سال پورا ہونے پر دین ہوگیا اور سالِ آئندہ کے لئے نصاب باقی نہیں رہا تو سالِ آئندہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

---

(۱) "وکرہ إعطاء فقیر نصاباً أو أکثر، إلا إذا کان المدفوع إلیہ مدیوناً، أو کان صاحب عیال بحیث لو فرقہ علیہم لا یخص کلاً أو لا یفضل بعد دینہ نصاب، فلا یکرہ" (الدر المختار: ۳۵۳/۲، باب المصرف، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۱۸۸/۱، الباب السابع فی المصارف، رشیدیہ)

(وکذا فی فتح القدیر: ۲۸۷/۲، باب من یجوز دفع الصدقۃ إلیہ ومن لا یجوز، مصطفی البابی الحلبی مصر)

www.ahlehaq.org

"ومديون للعبد بقدر دينه فيزكي الزائد إن بلغ نصاباً الخ". در مختار. "(قوله ومديون للعبد) الأولى: "ومديون بدين يطالبه به العبد" ليشمل دين الزكاة والخراج؛ لأنه لله تعالى مع أنه يمنع؛ لأن له مطالباً من جهة العباد كما مر". شامی: ۲/۷(۱)، چار سال کا حکم اسی سے ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۹/۴/۹۵ھ۔

ادائے زکوٰۃ میں بازاری نرخ کا اعتبار کیا جائے گا

سوال[۵۹۹۶]: ایک کتب فروش نے مختلف ہزار کتابیں فی سیکڑہ دس روپے کے حساب سے ایک ہزار روپے میں طبع کرائیں یا خریدیں، اب اس نے فی سیکڑہ چار روپے نفع لینا طے کرکے اس کو فروخت کرنا شروع کیا، سال بھر میں پانچ ہزار کتابیں (جن کی اصل قیمت پانچ سو روپے ہے) فروخت ہوگئیں، جن پر چار روپے سیکڑہ کے حساب سے دو سو روپے نفع ملا اور پانچ ہزار کتابوں کا اسٹاک اس کے پاس موجود ہے، اختتامِ سال پر زکوٰۃ کی ادائیگی کے سلسلہ میں فروخت شدہ پانچ ہزار کتابوں کی اصل قیمت خرید چونکہ پانچ سو روپے ہے اس کے ساتھ نفع کی رقم دو سو روپے بھی شامل کرکے کل سات سو روپے کی زکوٰۃ ادا کی، اب باقی ماندہ پانچ ہزار کتابوں کا جو اسٹاک اس کے پاس موجود ہے جس کی اصل قیمت خرید پانچ سو روپے ہے اور فی سیکڑہ چار روپے نفع کے حساب سے قیمت فروخت سات سو روپے ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے سلسلہ میں موجودہ اسٹاک کی اصل قیمت خرید پانچ سو روپے اور قیمت فروخت سات سو روپے میں سے کونسی قیمت شرعاً معتبر ہوگی؟ اگر اس وقت قیمت فروخت کا معتبر اور ضروری ہو تو کتب فروش پر دوگنا بوجھ پڑے گا، کیونکہ آئندہ سال کے اختتام پر مذکورہ اسٹاک کے فی سیکڑہ

---

(۱) (الدر المختار: ۲/۲۶۳، کتاب الزکوٰۃ، سعید)

(وکذا في مجمع الأنهر: ۱/۲۸۷، کتاب الزکوٰۃ، دار الکتب العلمية بيروت)

(وکذا في العناية شرح الهداية علی هامش فتح القدير: ۲/۱۶۰، کتاب الزکوٰۃ، مصطفی البابي الحلبي مصر)

(وکذا في إعلاء السنن: ۹/۳۱، باب من كان عليه الدين لا زكوة عليه، إدارة القرآن كراچي)

چار روپے نفع سے فروخت ہوجانے کی صورت میں اسے قیمتِ فروخت (سات سو روپے) ہی کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ اس لئے اس سال موجود اسٹاک کی زکوٰۃ اصل قیمتِ خرید (پانچ سو روپے) کے اعتبار سے ادا کرنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سال ختم ہونے پر بازاری نرخ سے (نہ کہ اصل خرید کے اعتبار سے) جتنی قیمت کا مال موجود ہو اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی (۱)، بہتر یہ ہے کہ اسی نرخ کے اعتبار سے زکوٰۃ میں چالیسواں حصہ کپڑا ہی دیدے تاکہ اصل مال اور زکوٰۃ کا نرخ کی وجہ سے تناسب قائم رہے، وجہ ظاہر لا یخفی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۸/۲ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۸/۲ھ۔

صرفۂ ڈاک زکوٰۃ سے وصول نہیں کیا جاسکتا

سوال [۴۵۸۹]: زید جو ہندوستان میں تجارت کرتا ہے، ہندوستان کے اکثر مسلمان زید کی معرفت غربائے حرمین اور وہاں کے مہاجرین کی مالی خدمت کیا کرتے تھے جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ زید جو روپیہ ہندوستان کے اہلِ خیر کا جمع کرتا تھا اس کی ہنڈی (۲) حرمین کے تاجروں کو بھیج دیا کرتا تھا اور وہ تاجر غرباء و مہاجرین کو تقسیم کردیا کرتے تھے اور حرمین شریفین کے تاجر وہ روپیہ جو ہنڈی میں ادا کرتے تھے مال ہنڈی کے ذریعہ ہندوستان میں وصول کرایا کرتے تھے۔

لیکن اب کچھ عرصے سے سونے کی قیمت بڑھ جانے سے اور شرحِ تبادلہ ایکسچینج کے فرق کی وجہ سے وہ حضرات اس سلسلہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں، اس لئے اب مجبوراً زید نے یہ صورت اختیار کی کہ یہ زائد رقم جو اہلِ خیر صدقات بھیجتے ہیں ان سے فیس وصول کرکے مثلاً جو لوگ سو روپیہ بھیجتے ہیں ان سے ایک سو ایک وصول کرکے بھیجا

(۱) "وتعتبر القیمۃ عند حولان الحول بعد أن تکون قیمتھا فی ابتداء الحول مائتی درھم من النقد الغالب علیھا الفضۃ". (الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الزکوٰۃ، الباب الثالث، الفصل الثانی فی العروض: ۱/۱۷۹، رشیدیہ)

(۲) "ہنڈی: بیجک، حوالہ"۔ (فرہنگِ فارسی، ص: ۳۹۲، دارالاشاعت)

زکوٰۃ کی رقم بطورِ قرض لے کر خرچ کرنا

سوال [۴۵۵۱]: یہ بات تو ظاہر ہے کہ صدقات وغیرہ کا مصرف صرف یتیم ومسکین ہیں تو کیا کوئی شرعاً ایسی صورت بھی ہے کہ جس مدرسہ میں کھانے والے بچے نہ پڑھتے ہوں اس مدرسہ میں ان مدات کو خرچ کیا جا سکتا ہے؟ کیا یہ درست ہے کہ مدرسہ بطورِ قرض کے لے کر خرچ کرے اس میں کوئی گناہ نہیں؟ اگر کوئی صورت جواز کی ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

رقمِ واجب التملیک میں، مالکوں کی طرف سے خلط وتصرف کی اجازت ہو تو وقتِ ضرورت ان کو بطورِ قرض دوسرے مدات میں خرچ کیا جا سکتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

زکوٰۃ بذریعہ منی آرڈر بھیجنا

سوال [۴۵۵۲]: اگر مال زکوٰۃ بذریعہ منی آرڈر بھیجی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ کیونکہ "فتاویٰ رشیدیہ"(۲) میں لکھا ہے کہ "روپیہ بذریعہ منی آرڈر نہیں بھیجنا چاہئے اس میں سود کا شبہ ہے" اور ر

= من تعلم من ماله، لا يجوز ويكون ضامناً لعشرة. ولو كانت الدراهم قائمة فأمسكها الوكيل وتصدق من عنده بعشرة، جاز استحساناً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوكالة، الباب العاشر في المتفرقات: ۳/۶۳۳، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكوة، الفصل التاسع في مسائل المتعلقة بمعطي الزكاة: ۲/۲۰۵، قديمي)

(۱) "وعلى الإمام أن يجعل لكل نوع بيتاً يخصه، وله أن يستقرض من أحدها ليصرفه للآخر، ويعطي بقدر الحاجة والفقه والفضل، فإن قصر كان الله عليه حسيباً". (الدر المختار: ۴/۳۳۷، كتاب الجهاد، فصل في الجزية، سعيد)

(۲) "سوال: منی آرڈر کرنا اور محصول منی آرڈر کا دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا درست نہیں ہے اور داخل ربوا ہے، اور یہ جو محصول دیا جاتا ہے وہ درست نہیں ہے۔"

(فتاوی رشیدیہ للمحدث العلامۃ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ، بیوع، سود کے مسائل کا بیان، ص: ۵۰۱، ۵۰۲، سعید)

زکوٰۃ دوسری جگہ بھیجنا

سوال[۴۵۱۳]: اپنے قرب وجوار اور شہر کو چھوڑ کر اگر کوئی شخص محض اس خیال اور نیت سے دوسرے شہروں و مدارسِ اسلامیہ کی امداد کرے کہ وہ چند حیثیت سے بہتر نظر آتا ہو تو حق تلفی کے گناہ کا مرتکب تو نہ ہوگا، مثلاً بڑا اور قدیمی مدرسہ فیض بخش سمجھ کر یا تعلیم اور انتظام اور دیانتداری کی خوبی سمجھ کر یا صحیح عقائد عمدہ تعلیم اور فرقہ بندی کے جھگڑوں سے اس پر زوال آجانے کے سبب سے دور کے مدارس کی امداد کی جائے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

ان وجوہ ترجیح کی بنا پر دور کے مدارس میں بھیجنا گناہ نہیں، ایک شہر سے دوسرے شہر میں بلا کسی معتبر وجہ ترجیح کے زکوٰۃ نقل کرنی مکروہ ہے، یہ کراہت سال پورا ہونے کے بعد میں ہے، اگر کوئی سال پورا ہونے سے پیشتر زکوٰۃ ادا کرنا چاہے اور ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیج دے تو وہ مکروہ نہیں، کذا فی الطحطاوی(۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۷/۵۵ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف غفرلہ۔

زکوٰۃ کا روپیہ اپنے کام میں خرچ کرنا اور تنخواہ سے اس کا عوض دینا

سوال[۴۵۱۴]: ا... کسی مدرسہ میں مدرسہ کی طرف سے زکوٰۃ وصدقات کا مال وصول کرنے والا

---

(۱) "وكره نقلها بعد تمام الحول لبلد آخر لغير قريب أو أحوج أو أورع وأنفع للمسلمين بتعليم، والأفضل صرفها للأقرب" الخ". (مراقي الفلاح) "وكره نقلها: أي تحريماً، ولو إلى مادون مسافة القصر بعد تمام الحول، أما المعجلة ولو لفقير غير أحوج . أما نقلها لقريب، فلا كراهة فيه، لأن الدفع إلى الفقير منهم فيه صلة وصدقة ...... التصدق على العالم الفقير أفضل من الجاهل الفقير" الخ". (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، ص: ۷۲۲، باب المصرف، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹۰، الباب السابع في المصارف، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۸۰، باب من توضع فيه الزكاة، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۳۱، باب المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

درصورتیکہ محصل محتاج ہو اور مصرفِ زکوٰۃ ہو اگر اپنی اجرت سے زائد کچھ روپیہ خرچ کر ڈالے پھر اس کو اپنی آمدنی سے بعد میں پورا کردے ایسا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ زکوٰۃ کا مال مدرسین کی تنخواہوں میں استعمال کرنا بغیر تملیک کے جس مدرسہ میں مطبخ ہو یا عام ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ مدرسہ کی طرف سے جو شخص محصل مقرر کیا گیا ہے وہ امین ہے، جتنا روپیہ زکوٰۃ وصدقات وصول کرتا ہے وہ امانت ہے اس میں تصرف کرنے کا حق نہیں، ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی (۱) اور ذمہ ہے کہ اس کا ضمان معطی کو دے اور کہہ دے کہ آپ کا دیا ہوا روپیہ میں نے خرچ کرلیا وہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، پس یہ روپیہ بطور ضمان دے رہا ہوں، ہاں اگر معطی کی طرف سے صرف کرنے کی اجازت ہو تو بطور قرض اپنے صرف کر سکتا ہے پھر قرض مدرسہ کو واپس کرکے مصارفِ زکوٰۃ میں صرف کردیا جائے۔

۲۔ تنخواہ میں زکوٰۃ کا روپیہ لینا دینا جائز نہیں اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۰/۹۰ھ۔

وکیل کا زکوٰۃ کو اپنے مصرف میں لانا اور پھر ادا کرنا

سوال [۴۵۹۳]: زید کو خالد نے مبلغ سو روپے دیئے کہ یہ روپے فلاں مدرسہ کو بمد زکوٰۃ دیدینا، زید نے کچھ دنوں تک روزگار کرلیا، خود صرف کیا کہ دل میں آرزو رکھی کہ دیدیا جائے، زید اپنی کسی مجبوری سے یا بلا اجازت مجبوراً دیا ہے، روپے کو خود خرچ کرلے اور زید کو کہہ دے کہ میں نے وہ روپیہ تمہارے کہنے کے مطابق مدرسہ کو

---

(۱) "وللوکیل أن یدفع لولده الفقیر وزوجته لا لنفسه، إلا إذا قال: ربها ضعها حیث شئت"

(الدر المختار: ۲/۲۶۹، کتاب الزکاۃ، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲/۳۶۹، کتاب الزکاۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۱/۳۰۸، کتاب الزکاۃ، امدادیہ ملتان)

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "[illegible]")

منی آرڈر کر دیے۔ اب ایک عرصہ کے بعد زید کو حق تعالیٰ نے ہدایت دی اور پچھلے کئے پر نادم ہے اور چاہتا ہے کہ وہ روپے جو خالد نے کسی مدرسہ کے واسطے دیے تھے وہ ادا کردے اور آہستہ آہستہ ادا کرے، چونکہ یکمشت ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے تو کیا اب وہ روپیہ کسی مدرسہ کو ادا کرسکتا ہے؟

"بہشتی زیور" میں لکھا ہے کہ "اگر زکوۃ کا روپیہ کسی کو دیا اور اس نے وہ خرچ کر دیا تو وہ جو اب روپیہ دیگا اس سے زکوۃ ادا نہ ہوگی اور زکوۃ کا روپیہ اگر خرچ نہ کیا اور دوسرا روپیہ اپنے پاس سے دے دیا تو زکوۃ ادا ہوجائے گی"(۱) تو اب اس میں کیا کیا جائے؟ اگر اس روپیہ کو ظاہر کرے تو زید کی عزت وتوقیر ختم ہونے کا قوی احتمال ہے، اس حق کو کس طرح ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب حق تعالیٰ نے اس کو توبہ کرنے اور اپنی اصلاح کرنے کی نعمت دی ہے تو بات صاف صاف بتادے اور روپیہ دینے والے سے اجازت لے لے کہ میں اب وہ روپیہ آپ کی طرف سے ادا کرتا ہوں، بغیر جدید اجازت کے زکوۃ ادا نہیں ہوگی (۲)، اس سے آپ گذشتہ کوتاہی کو معاف کردیں اور اب اجازت دیدیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس سے توقیر ختم نہیں ہوگی بلکہ عند اللہ وعند الناس یہ شخص مستحسن ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/۶/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/۶/۹۲ھ۔

وکیل خود مستحق زکوۃ ہو تو کیا وہ زکوۃ کی رقم رکھ سکتا ہے؟

سوال[۴۵۱۱]: زکوۃ، صدقہ کوئی کسی کو اس واسطے دے کہ جہاں مصرف ہو اور جس کو مستحق دیکھے دیدے، در حقیقت وہ جس کو ادائیگی کے لئے دی جاتی ہے وہ خود مستحق ہے لیکن اس دینے والے کو اس کے مستحق اور

---

(۱) (بہشتی زیور، حصہ سوم، ص: ۲۲۳، دار الاشاعت کراچی)

(۲) "(قوله: ولو تصدق الخ) أي الوكيل بدفع الزكاة إذا أمسك دراهم الموكل ودفع من ماله ليرجع ببدلها في دراهم الموكل، صح، بخلاف ما إذا أنفقها أولاً على نفسه مثلاً ثم دفع من ماله فهو متبرع الخ" (رد المحتار: ۲/۲۶۹، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۸۴، فصل في المسائل المتعلقة بمعطي الزكاة، إدارة القرآن كراچي)

مصرف ہونے کا علم نہیں، کیا وہ مستحق رقم زکوۃ خود لے سکتا ہے یا نہیں، یا صرف دوسرے مستحقین پر تقسیم کردے؟ اس بات کا اس کو اختیار تھا کہ جس کو چاہے دے اور جتنا دے لیکن مستحق کو دے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس صورت میں اس کو خود رکھنا درست نہیں: "ولو قال لرجل: ادفع زكاتي إلى من شئت، أو أعطها من شئت، فدفعها لنفسه، لم يجز. وفي جوامع الفقه: جعله قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى. وقال: عند أبي يوسف رحمه الله تعالى يجوز. ولو قال: ضعها حيث شئت، جاز وضعها في نفسه". شلبی ہامش زیلعی (۱/ ۳۰۵)(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ صحیح: عبداللطیف ۱۱/ ذیقعدہ/ ۱۳۶۰ھ۔

وکیل کا زکوۃ کی رقم خود رکھنا

سوال [۵۰۹۲]: ایک شخص مسمی حمید جو صاحب نصاب ہے، اس نے اپنا مال مملوکہ کی زکوۃ ایک سال گذشتہ کی، ایک سال آئندہ کی بطور پیشگی کی سو یا کئی ہزار کی رقم نکال کر ایک غیر ذی نصاب مسمی رشید مفلس کے حوالہ یوں کردی ہے کہ یہ تمام رقم جو میں آپ کے سپرد کررہا ہوں مد زکوۃ کی ہے، اس رقم کا کوئی جز کسی ذی نصاب کی ملکیت میں ہرگز نہیں ہونا چاہئے، اور بھائی رشید صاحب! آپ بھی چونکہ غیر ذی نصاب ہیں لہذا

(۱) (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: ۲/ ۳۰۳، كتاب الزكوة، دار الكتب العلمية، بيروت)

"سئل شيخ الإسلام عمن أعطى رجلاً دراهم يتصدق بها عن زكاة الآمر، فتصدق المأمور بدراهم نفسه، هل تقع الزكاة عن الآمر؟ فقال: إذا تصدق بذلك على نية الرجوع، جاز. وسئل عنها الوبري، فقال: هذا على وجهين: إن كان صرف المال الذي دفعه الآمر في حاجته، ثم دفعه من مال نفسه، فهذا لا يجوز؛ لأنه لما أنفقه صار مضموناً عليه، فلا يبرأ إلا بالأداء إلى المالك. الخ". (التاتارخانية: ۲/ ۲۹۳، فصل في المسائل المتعلقة بمعطي الزكاة، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في رد المحتار: ۲/ ۲۶۹، كتاب الزكاة، سعيد)

شریعت کے اندر آپ بھی اس رقم میں سے لے سکتے ہیں۔

نمبر۱ مسمی رشید مفلس نے وہ رقم زکوٰۃ کی سوا کئی ہزار کی اپنے قبضہ میں لے لی اور پچاس روپیہ اس رقم زکوٰۃ میں سے خود لے کر اپنی زوجہ کو جو پہلے سے وہ صاحب نصاب تھی اس کو ہبہ کر دیئے، اس کے بعد باقی ماندہ رقم زکوٰۃ میں سے پھر پچاس روپیہ رشید نے خود لے کر اپنی اسی زوجہ کو ہبہ کر دیئے اور بایں صورت اس رقم زکوٰۃ میں سے بار بار مسمی رشید پچاس پچاس روپیہ خود لیتا رہا اور ہر بار اپنی اسی زوجہ کو ہبہ کرتا رہا اور یہ کام ایک ہی دن میں بیک وقت رقم زکوٰۃ کو ختم کر دینے کا رشید نے پورا کر کے تمام رقم زکوٰۃ اپنی زوجہ کی حوالگی میں بصورت مذکورہ بالا دے دی اور مسمی حمید رقم زکوٰۃ کو رشید کے سپرد کر دینے کے وقت خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ میں مسمی رشید کو جس قدر زکوٰۃ کی رقم سپرد کروں گا اس رقم میں رشید ایسا عمل کرے گا جو اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

پس رشید ایسا عمل کرنے کے بعد اپنی زوجہ کی ہمراہ بہ نیت ہجرت یا بلا نیت ہجرت حرمین شریفین چلا گیا یا پاکستان جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ لہٰذا اس میں دریافت طلب یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں مسمی حمید جو صاحب نصاب ہے اس کی زکوٰۃ ادا ہوگئی یا نہیں؟ اور اگر زکوٰۃ ادا ہوگئی تو اس ادائیگی میں کراہت شرعیہ داخل رہی یا بلا کراہت حمید کی زکوٰۃ ادا ہوگئی؟

۲.....اگر صورت مذکورہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی کراہت باقی رہ گئی ہو تو وہ کراہت جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمودہ ہے یا حضرات صحابہ کرام یا حضرات تابعین یا حضرات تبع تابعین کی بتلائی ہوئی ہے، یا ائمہ اربعہ: یعنی حضرت امام اعظم، حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کی ارشاد کردہ ہے؟

المستفتی: فیض الحسن از خورجہ، ۲۹/صفر/ ۷۰ ۱۳ھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱.....زکوٰۃ تو ادا ہوگئی مگر یہ فعل فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے۔

۲..... یہ کراہت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث سے ماخوذ ہے، حضرت سائب غفاری

رضی اللہ عنہ کا قصہ کتبِ صحاح میں مذکور ہے(۱)، وہ اس کی بہت کا ماخذ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۳/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۳/۶۷ھ۔

وکیل کا مؤکل کی ہدایت کے خلاف دوسرے شخص کو زکوٰۃ دینا

سوال[۴۵۰۸]: مرسلِ زکوٰۃ نے یہ شرط لگائی تھی کہ یہ پیسے کاشتکاروں کو اس طرح دیئے جائیں کہ میری زکوٰۃ ادا ہوجائے، مبیّن کے کارندوں (دوکان چلانے والے، زمین بڑھانے والے، جو خود کو قرضدار سمجھتے ہوں) کو یہ پیسے عمداً دیئے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اگر زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی تو یہ گناہ کس کے ذمہ ہوگا؟ تفصیل سے لکھیں۔

---

(۱) "عن عياض بن عبد الله قال: سمعت أبا سعيد الخدري يقول: جاء رجل يوم الجمعة والنبي صلى الله عليه وسلم يخطب بهيأة بذة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أصليت"؟ قال: لا، قال: "صل ركعتين"، وحث الناس على الصدقة، فألقوا ثيابهم، فأعطاه منها ثوبين، فلما كانت يوم الجمعة الثانية جاء ورسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب، فحث الناس على الصدقة، قال: فألقى أحد ثوبيه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "جاء هذا يوم الجمعة بهيأة بذة، فأمرت الناس بالصدقة، فألقوا ثيابهم، فأمرت له منها بثوبين، ثم جاء الآن، فأمرت الناس بالصدقة، فألقى أحدهما"، فانتهره، وقال: "خذ ثوبك". (سنن النسائي، كتاب الجمعة، باب حث الإمام على الصدقة يوم الجمعة في الخطبة، ۲۰۸/۱، قديمي)

"عن جابر بن عبد الله قال: بينا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يخطب يوم الجمعة إذ جاء رجل، فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "أصليت"؟ قال: لا، قال: "قم، فاركع".

"(قوله: رجل) هو سليك بن هدبة الغطفاني، وطلب الحافظ فيه ورد على خصوصه والجواب المشهور منا أن هذا الرجل كان في هيئة بذة، وكان غرضه عليه السلام أن يجتمع له المتفرقات من الناس، وأنه عليه السلام أمهل خطبته، وأما كونه في هيئة بذة فثابت في حديث الباب والنسائي الصغرى ... وأما الحض على الصدقات له فمذكور في النسائي والطحاوي". (الحواشي المعلقة على جامع الترمذي، أبواب الجمعة، باب ما جاء في الركعتين والإمام يخطب: ۱۱۵/۱، سعيد)

الجواب حامداً و مصلیاً:

وکیل امین ہوتا ہے، ہدایتِ مؤکل کے خلاف تصرف کرنے کا اس کو حق نہیں، خلاف کرنے سے وکیل کے ذمہ ضمان لازم آئے گا اور زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۲/۹۱ھ۔

وکیل کا زکوٰۃ دینے میں تاخیر کرنا

سوال [۴۵۹۹]: زید نے عمر کو سو روپیہ زکوٰۃ کے دیئے کہ ان کو تقسیم کردے، مگر عرصہ اس سال گزر گیا عمر نے تقسیم نہیں کئے بلکہ استعمال کر لئے، اب عمر ان کو تقسیم کرنا چاہتا ہے تو کیا صرف سو روپیہ زکوٰۃ کے نکال دے یا کچھ جرمانہ وغیرہ بھی ہوگا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

عمر کا از خود سو روپیہ دینا کافی نہیں، بلکہ اس کے ذمہ ضمان لازم ہے جو زید کو واپس کرنا ضروری ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم ربیع الاول/۸۸ھ۔

معاون کا مالک کی اجازت کے بغیر زکوٰۃ ادا کرنا

سوال [۴۶۰۰]: میں، میرے والد صاحب اور تین بھائی یا نیوں کی تجارت کرتے ہیں، تقریباً

---

(۱) "سئل عمر الحافظ عن رجل دفع إلى الآخر مالاً، فقال له: هذه زكاة مالي فادفعها إلى فلان، فدفعها الوكيل إلى الآخر، هل يضمن؟ فقال: نعم، له التعيين". (التاتارخانية: ۲/۲۸۳، الفصل التاسع في المسائل المتعلقة بمعطي الزكاة، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في رد المحتار: ۲/۲۶۹، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۳۷۰، كتاب الزكاة، رشيديه)

(۲) "(قوله: ولو تصدق الخ) أي الوكيل بدفع الزكاة إذا أمسك دراهم الموكل و دفع من ماله ليرجع ببدلها في دراهم الموكل، صح، بخلاف ما إذا أنفقها أولاً على نفسه مثلاً، ثم دفع من ماله فهو متبرع الخ". (رد المحتار: ۲/۲۶۹، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۸۳، فصل في المسائل المتعلقة بمعطي الزكاة، إدارة القرآن كراچي)

اور حساب وکتاب میرے پاس ہی رہتا ہے اور نفع نقصان کو آپس میں تقسیم نہیں کرتے بلکہ جو کچھ ہو وہ تجارت میں ہی لگا دیتے ہیں، اگر کسی کو روپیہ کی ضرورت ہو تو اس کی ضرورت کے مطابق روپیہ دیدیتے ہیں باقی تمام مال کو تجارت میں لگادیتے ہیں۔ جب زکوۃ کا نصاب آتا ہے تو نصاب کے مطابق زکوۃ دینے کو والد صاحب اور باقی تینوں بھائی تیار نہیں، اس حال میں بندہ مجبور ہے اور حکم خداوندی کو پورا کرنا ضروری ہے اس وجہ سے میں پورے دو سال سے مال کی زکوۃ نکال کر دے رہا ہوں، حالانکہ ان کا بھی حق ہے۔ ان سے اجازت لئے بغیر ان سے چھپ کر زکوۃ نکالنا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اصل رقم والد صاحب کی ہے، اس سے تجارت شروع کی گئی ہے تو کل مال کے مالک والد صاحب ہیں ان کے ذمہ زکوۃ ہے، آپ چاروں بھائی شریک اس کے مالک نہیں، بلکہ والد صاحب کے معاون ہیں اس مال میں چاروں پر زکوۃ واجب نہیں بغیر والد صاحب کی اجازت کے آپ کو اس کی زکوۃ دینا جائز نہیں اور اس طرح زکوۃ ادا بھی نہیں ہوتی (۱)۔

آپ کو چاہئے کہ بہت نرمی اور ادب واحترام سے والد صاحب کو بتائیں اور سمجھائیں کہ زکوۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اور اس کے ادا کرنے سے مال میں برکت ہوتی ہے، مال محفوظ رہتا ہے ضائع نہیں ہوتا، اور جس مال کی زکوۃ نہ دی جائے وہ سانپ بن کر گلے کا طوق ہوگا، کاٹے گا، نیز اس سونے چاندی کو تپا کر پیشانی پر، پہلو پر، کمر پر داغ دیا جائے گا (۲) کتاب "فضائل صدقات" ان کو سنائیں اور دعا بھی کریں، حق تعالیٰ دل

---

(۱) "ولو أدی زکاة غیره بغیر أمره، فبلغه فأجاز، لم یجز؛ لأنها وجدت نفاذاً علی المتصدق، لأنها ملکه و لم یصر نائباً عن غیره، فنفذت علیه". (البحر الرائق: ۲/۳۶۹، کتاب الزکوة، باب المصرف، رشیدیه)

(وکذا في التاتارخانية: ۲/۲۸۴، فصل في المسائل المتعلقة بمعطي الزکاة، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا في الفتاوی العالمکیرية: ۱/۱۷۱، الفصل الأول في تفسیرها و صفتها الخ، رشیدیه)

(وکذا في رد المحتار: ۲/۲۶۹، کتاب الزکاة، سعید)

(۲) "عن أبي هریرة رضي الله تعالی عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "من آتاه الله مالاً فلم یؤد زکاته مثّل له ماله یوم القیمة شجاعاً أقرع، له زبیبتان یطوقه یوم القیمة". الحدیث. (صحیح البخاري، کتاب الزکاة، باب إثم مانع الزکاة: ۱/۱۸۸، قدیمي)

میں اس کا حساب پیدا فرمائے اور زکوٰۃ ادا کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۹۱ھ۔

زکوٰۃ نہ دینے والے کے مال کو چوری کر کے خیرات کرنا

سوال[۴۲۰۱]: عمر بہت مالدار آدمی ہے مگر زکوٰۃ خیرات ادا نہیں کرتا، زید نے اس کا تمام روپیہ چوری کر کے خیرات کر دیا، اس میں عمر اور زید کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

عمر ترکِ فرض کا گناہ گار ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی اس کے ذمہ لازم ہے(۱)، اور زید چور ہے، اگر حکومت اسلامی ہو اور شرعی شہادت سے ثابت ہو جائے تو زید کا ہاتھ کاٹا جائے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/صفر/۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "الزكاة إنما تجب إذا ملك نصاباً تاماً نامياً حولاً كاملاً" الخ. (خلاصة الفتاوى: ۱/۲۳۵، كتاب الزكاة، امجد اكيڈمی لاہور)

(وكذا في الفتاوى الخانية: ۱/۲۴۷، كتاب الزكاة، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۰۱، كتاب الزكاة، امدادية)

(۲) قال الله تعالى: ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاءً بما كسبا نكالاً من الله والله عزيز حكيم﴾ (المائدة)

اگر مال مسروق زکوٰۃ ہی ہو، اصل مال نہ ہو تو اس صورت میں قطع ید کی سزا نہیں دی جائے گی۔

"لو عزل الرجل زكاة ماله، ووضعه في ناحية من بيته، فسرقها منه سارق، لم تقطع يده للشبهة، وقد ذكر في كتاب السرقة من هذا الكتاب أنه يقطع السارق غنياً كان أو فقيراً. اهـ بلفظه.

وإن أخذه كان لصاحب المال أن يسترده إن كان قائماً، ويضمنه إن كان هالكاً".

(البحر الرائق: ۲/۳۹۵، كتاب الزكاة، رشيدية)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۲۶۵، كتاب الزكاة، الفصل الثامن في التعجيل والإباحة، امجد اكيڈمی لاہور)

سفیہ کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

سوال [۴۶۰۱]: نابالغ جس وقت شرعاً بالغ ہوجائے لیکن دنیاوی معاملات میں نابالغ ہے، مثلاً یہ کہ اگر اس کا مال اس کے سپرد کردیا جائے تو اضاعت کا اندیشہ ہے وغیرہ تو اس کے مال کی زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقدارِ زکوٰۃ حساب کرکے اس کو دے دیا جائے کہ وہ مصرفِ زکوٰۃ پر صرف کرے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

زکوٰۃ کے روپیہ کی تملیک کے بعد واپسی

سوال [۴۶۰۲]: ۱... ہمارے یہاں قصبہ اٹاوہ میں ایک اسلامی مکتب ہے، مکتب کے نام پر ایک دوسری جگہ سے مبلغ چار سو چھتیس روپیہ زکوٰۃ کے مہتمم کے پاس آئے، مکتب میں زکوٰۃ کا مصرف نہ تھا، لہٰذا مہتمم نے یہ ۴۳۶/ روپیہ زکوٰۃ کا ایک دوسرے شخص زید کو بطور تملیک کے دے دیا اور کہا کہ تم نے یہ روپیہ مدرسہ میں دے دیا، اس کو مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کریں۔ مہتمم نے روپیہ زید سے نہیں لیا اور کہا کہ تم ہی رکھو، ضرورت پڑنے پر ہم تم سے لے لیں گے۔ ضرورت کے موقع پر زید نے اس میں سے مبلغ ۲۹۰/ روپیہ مدرسہ کو دے دیئے اور باقی ۱۴۶/ روپیہ اپنی ضروریات میں خرچ کرلیا۔ مہتمم مدرسہ باقی ماندہ رقم کو زید سے طلب کرتا ہے۔ جناب سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ باقی ماندہ ۱۴۶/ روپیہ زید کے ذمہ مدرسہ میں دینا واجب ہے یا اس کو پورا اختیار ہے کہ دے یا نہ دے؟

۲... نہ دینے کی صورت میں زید گناہگار ہوگا یا نہیں؟

---

(۱) "ويخرج الزكاة من مال السفيه ... إلا أن القاضي يدفع قدر الزكاة إليه ليصرفه بنفسه إلى مصرفها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحجر، الباب الثاني في الحجر للفساد، الفصل الأول: ۵/ ۵۸، رشيدية)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الحجر، فصل في بيان حكم الحجر: ۱۰/ ۶۶، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الإكراه، باب الحجر: ۸/ ۱۴۳، رشيدية)

www.ahlehaq.org

۳...زید کے ذمہ واجب نہ ہونے کی صورت میں مدرسہ کا مہتمم جبراً یہ روپیہ زید سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

۴...زید سے یہ باقی ماندہ روپیہ لینے کی صورت میں مدرسہ کا مہتمم گناہگار یا فاسق ہوگا یا نہیں؟

۵...زید کے ذمہ ان روپیوں کے واجب الاداء ہونے کی صورت میں اگر زید سے مدرسے کے مہتمم ناراض ہوں اور دل میں کسی قسم کی کشیدگی و کدورت رکھیں تو مہتمم اس کشیدگی و ناراضی سے گناہگار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱/۲...جب یہ روپے مکتب کے نام مہتمم صاحب کے پاس آئے تو مہتمم صاحب کو حق نہیں تھا کہ کسی غیر آدمی کو دیدیں، غیر آدمی کو دینے کی وجہ سے ان کے ذمہ ضمان لازم ہے(۱) پھر جتنا روپیہ اس نے دیا اس کا مکتب میں صرف کرنا اس دینے والے کی طرف سے درست ہے، جو باقی رہ گیا اس کا ابھی مدرسہ میں دینا معتبر نہیں، اس پر مہتمم کا قبضہ نہیں ہوا تھا، وہ وعدے کے درجہ میں ہے اس کو چاہئے کہ اپنا وعدہ پورا کرے اور بقیہ روپیہ دیدے، بلا وجہ وعدہ خلافی کرنا گناہ ہے(۲)۔

---

(۱) "سئل عمر الحافظ عن رجل دفع إلى آخر مالاً فقال له: هذا زكاة مالي فادفعها إلى فلان، فدفعها الوكيل إلى الآخر، هل يضمن؟ فقال: نعم، له التعيين". (التاتارخانية: ۲/۲۸۳، الفصل التاسع في المسائل المتعلقة بمعطي الزكاة، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في رد المحتار: ۲/۲۶۹، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/[illegible]، كتاب الزكاة، رشيديه)

"وقدمنا أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء، وهل له أن يخالف أمره؟ لم أره، والظاهر نعم". (الدر المختار) "وقال: لأنه مقتضى صحة التمليك، قال الرحمتي: والظاهر أنه لا شبهة فيه؛ لأنه ملكه إياه عن زكاة ماله، وشرط عليه شرطاً فاسداً الخ". (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۴۵، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۶۲، باب المصرف، امداديه)

(وكذا في الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر: ۱/۳۲۹، باب المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "وعن عبد الله بن عامر قال: دعتني أمي يوماً ورسول الله صلى الله عليه وسلم قاعد في بيتنا، فقالت: —

www.ahlehaq.org

۳..... جبراً اس سے لینے کا مہتمم کو حق نہیں (۱)۔

۴..... مہتمم اس کو روپیہ ناحق دے کر تملیک کر چکا اب اس سے لینے کا حق نہیں کہ وصول نہ کرنے کی وجہ سے مستحق تنزل کا ہو۔

۵..... زید کے ذمہ وہ پانچ سو روپیہ وعدہ کر لینے کی جہت سے اس کا دینا واجب ہے (۲) زید تو اپنی طرف سے کہہ چکا تھا کہ میں نے یہ روپیہ مدرسہ کو دیا، اس کو مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کرو، اگر اس کہنے کے بعد وہ روپیہ مہتمم کے قبضہ میں دے دیتا تو وہ مدرسہ کا ہو جاتا (۳) پھر مہتمم زید کو دیتا تو یہ امانت ہوتا اور مہتمم کو اس کا واپس لینا شرعاً و قانوناً بھی درست ہوتا اور واپس نہ دینے کی وجہ سے وہ لائق مطالبہ بھی ہوتا، مگر چونکہ اس پر مہتمم کا قبضہ نہیں ہوا اس سے زید کی ملک ختم نہیں ہوئی، لہٰذا یہ روپیہ مدرسہ کے درجہ میں رہ گیا۔ زید کو اور مہتمم کو مسئلہ سمجھا دیا جائے تا کہ دونوں اس کے موافق عمل کریں اور کشیدگی دور کر کے نزاع کو ختم کر دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۲/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۲/ ۹۲ھ۔

حیلۂ تملیک

سوال [۴۶۰۳]: اگر طلبہ برادری زکوۃ کا روپیہ تملیک مدرسہ و کتب داخلہ مسجد میں خرچ

= عنہ تعالی! اضحک، فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ما أردت أن تعطيه"؟ قالت: أردت أن أعطيه تمراً، فقال لها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أما إنك لو لم تعطيه شيئاً، كتبت عليك كذبة". رواه أبو داود والبيهقي في شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الوعد، الفصل الثاني، ص: ۴۱۶، قديمي)

(۱) "عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". رواه البيهقي في شعب الإيمان والدار قطني في المجتبى". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا أوفوا بالعقود﴾ (المائدة: ۱)

(۳) "والصدقة كالهبة بجامع التبرع، وحينئذ لا تصح غير مقبوضة" اهـ. (الدر المختار، كتاب الهبة، فصل في مسائل متفرقة: ۵/ ۶۹۷، سعيد)

کرنا چاہتے ہیں اس کی صورت یہ تجویز کرتے ہیں کہ مہتمم مدرسہ جو صاحب قرض ہیں اور صاحب نصاب نہیں ہیں زکوۃ کا پیسہ ان کو دیدیا جائے وہ اپنے مصرف سے مواقع مذکورہ میں فی الحال یا جب ضرورت ہو صرف کر دیں یا مہتمم صاحب اگر صاحب نصاب ہیں تو وہ اس پیسے کو کسی غیر صاحب نصاب کو دیدیں وہ پھر مہتمم صاحب کو دیدے، پھر مہتمم صاحب اس کی طرف سے مذکورہ بالا مصرف میں صرف کر دے یا کوئی اور صورت جواز کی ہو کہ اس کے مطابق عمل کیا جاوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح زکوۃ ادا ہوجائے گی: "من عليه الزكاة لو أراد صرفها إلى بناء المسجد والقنطرة، لا يجوز، فإن أراد الحيلة فالحيلة أن يتصدق به المتولي على الفقراء، ثم الفقراء يدفعونه إلى المتولي، ثم المتولي يصرف إلى ذلك، كذا في الذخيرة" اهـ. عالمگیری: ۲/۴۷۸(۱)۔

لیکن مہتمم کو کسی دوسرے مصرف پر مجبور کرنا اور اس پر دباؤ ڈالنا درست نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

حیلۂ تملیک

سوال[۵۰۰۱]: کسی صاحب مال کو کسی اسلامی ادارہ میں کچھ رقم خرچ کرنی ہے، صاحب مال یہ حیلہ کرتا ہے کہ کسی مستحق زکوۃ کو وہ رقم اس شرط پر دیتا ہے کہ وہ مستحق زکوۃ وہ رقم اسلامی ادارہ میں داخل کرے، تو یہ حیلہ کیسا ہے، زکوۃ ادا ہوئی یا نہیں؟ اور وہ مستحق زکوۃ جس نے مال اسلامی ادارہ میں داخل کیا ہے اس کو کار خیر میں خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ شرط لگانا ناجائز ہے، صاحب مال کو کسی طرح یہ حق نہیں کہ مستحق زکوۃ کو اس اسلامی ادارہ میں یہ رقم

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۰۳، مطلب يجوز وقف البناء وحده في مسنّاة القنطرة، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ۲/۲۷۱، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۲۴، كتاب المصرف، رشيدية)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۷۱۶، باب المصرف، قديمي)

کے دینے پر مجبور کرے، اگر باوجود شرط کے مستحق زکوٰۃ وہ رقم اسلامی ادارہ میں واپس نہ دے اب بھی صاحب مال کو واپس لینے کا حق حاصل نہیں رہا، جب مستحق کو رقم کا مالک بنادیا اور اس کے حوالہ کردی تو زکوٰۃ ادا ہوگئی، اب اس کو اختیار ہے کہ وہ رقم جہاں چاہے صرف کرے، چاہے اسلامی ادارہ میں دے چاہے دینے کسی اور کام میں لاوے۔ جب ثواب کی جگہ میں صرف کرے گا ثواب کا مستحق ہوگا، ایسی صورت میں شرط اور جبر کا تو حق نہیں ہے صرف تلقین کرسکتا ہے کہ اس ادارہ میں ضرورت زیادہ ہے اور اس میں دینے سے ثواب بھی زیادہ ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۵/۵۹ھ۔

تملیک کی صورت

سوال [۴۶۰۲]: ۱... تملیک کی صورت کیا ہے؟ کیا ان غریب الوطن یتیم طلباء سے جن کے ولی غنی ہیں، لیکن وہ خود نصاب زکوٰۃ کے مالک نہیں ہیں تملیک کرائی جاسکتی ہے؟ نیز کیا تملیک شدہ مال کو تعمیر مساجد جیسے دیگر مصارف میں صرف کیا جاسکتا ہے؟ چرم قربانی کی رقم کی بھی تملیک ہوسکتی ہے یا نہیں؟

۲... تملیک کے لئے مملک کا بالغ ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲... کسی مستحق زکوٰۃ سے کہا جائے کہ ہمارے مدرسہ میں تعمیر یا تنخواہ یا خریداری مال وکتب وغیرہ کی ضرورت ہے، پیسہ موجود نہیں ہے تم مدرسہ کی امداد کرو، وہ کہے گا کہ میں خود غریب مستحق زکوٰۃ ہوں میرے پاس پیسہ نہیں میں کہاں سے دوں گا؟ اس سے کہا جائے گا کہ تم کسی سے مثلاً زید سے قرض لے کر دیدو، اللہ تعالیٰ تمہارا

---

(۱) "والحیلۃ أن یتصدق علی الفقیر، ثم یأمرہ بفعل ہذہ الأشیاء، فیکون لرب المال ثواب الزکاۃ، وللفقیر ثواب ہذا التقرب، ذکرہ فی البحر. وہل لہ أن یخالف أمرہ؟ لم أرہ، والظاہر نعم".

(الدر المنتقی علی ہامش مجمع الأنہر: ۱/۳۲۸، باب المصرف، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی النہر الفائق: ۱/۴۶۳، باب المصرف، امدادیہ)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۴۵، باب المصرف، سعید)

قرض ادا کردے گا، اس کی ذات سے امید ہے، وہ شخص زید سے قرض لاکر مدرسے میں دیدے، اس سے تنخواہ، تعمیر وغیرہ کی ضرورت پوری کرلی جائے، پھر اس کو مذکورہ رقم دیدی جائے جس سے وہ قرض ادا کردے۔

جو طالب علم بالغ ہو، صاحب نصاب نہ ہو اس سے بھی تملیک کرائی جاسکتی ہے اگرچہ اس کے ولی غنی ہوں، نابالغ سے تملیک نہ کرائی جائے۔ جمیع صدقات واجبہ، چرم قربانی وغیرہ میں یہ صورت ہوسکتی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۳ھ۔

حج کے لئے حیلۂ تملیک

سوال[۴۲۰۷]: احقر کو میراثی ترکہ سے حصہ ملا ہے، کل تین سو روپیہ ہیں، وہ اس طرح کہ مرحومہ بیوی کے حصہ میں باپ کا ترکہ کل نوسو روپیہ آیا جس کے حسب وصیت مرحومہ تین حصہ کئے گئے: ایک حصہ مرحومہ کی بہن کو ملا اور ایک احقر کو اور ایک حصہ مرحومہ کے ایصالِ ثواب کا نکال کر ڈیڑھ سو میرے پاس ہیں اور ڈیڑھ سو مرحومہ کی بہن کے پاس ہیں، گویا ڈیڑھ سو ایصالِ ثواب میں میں صرف کروں گا اور ڈیڑھ سو مرحومہ کی بہن صرف کرے گی۔

چونکہ مرحومہ کی بیماری میں روپیہ بھی دوا کے لئے بھیجے تھے جو مرحومہ کی کچھ دوا میں لگ گئے باقی ماندہ کچھ مرحومہ اپنے ہاتھ سے خیرات کرگئی، کچھ میں نے ایصالِ ثواب میں لگا دیئے وہ پچاس روپیہ بہن نے اس کے تین تہائی حصہ میں وضع کرکے احقر کو کل چار سو روپیہ دیئے جس میں تین سو میرے حصے کے ہیں اور ایک سو مرحومہ کے حصے کے ہیں، اب میں کل تین سو کا مالک ہوں اس کے علاوہ میں نے جو اپنے سرمایہ کا حساب دیکھا تو قرض وغیرہ ادا کرکے کل پچاس روپیہ کا حساب ہے جس میں پچاس سے زیادہ ادھار میں ہیں جن کی مد

---

(۱) "لا تدفع الزكاة لبناء المسجد .... وكذا بناء القناطير وإصلاح الطرقات .... وإن أريد الصرف إلى هذه الوجوه، صرف إلى فقير، ثم يأمره بالصرف إليها، فيثاب المزكي والفقير". (مجمع الأنهر: ۱/۳۲۸، باب المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۳۰۱، باب المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/۳۹۲، الفصل الثالث في مسائل الآبار من الحيل، رشيديه)

انضرورت وصولیت کی بھی امید نہیں اور ایام حج کے چھ سات مہینے باقی ہیں، نہ معلوم تب تک دن اگر وہ باقی میں سے کچھ گھٹے گا یا بڑھے گا اس کا علم نہ تعلق کا ہے کہ یہ صورت ہوئی مذکورہ رقم میں سے پچاس روپیہ ادا کر دیئے۔

جب حج کو بہت تنگی ہوئی اور گزارہ مشکل ہونے لگا تو اوہام بھی ایسا ہے کہ وقت پر نہ ملے۔ احقر کے سرمایہ کی یہ صورت ہے اور فریضہ حج کی ادائیگی لازم ہے، اس لئے عرض کیا تھا کہ مرحومہ کے حصے کے جو ایک صد روپیہ باقی ہے اگر ان کی اجازت مل گئی تو ساڑھے تین سو کے قریب روپیہ قبضہ میں آجائے گا۔ حج کا ارادہ کر رہا ہوں گو اتنا روپیہ بھی مجھ جیسے معذور کے لئے کافی معلوم نہیں ہوتا کیونکہ مجھے معیت کے لئے ہر وقت ایک مستقل آدمی کی ضرورت ہے کیونکہ وہ سفر تو دور دراز کا ہے، اگر قریبی سفر میں بھی جاتا ہوں بغیر معیت دوسرے آدمی کے پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔

معاذ نیز جب گیا بازار میں تو اچانک ہی کمزوری محسوس کی کئی دفعہ چوٹ سے بچا اور مغرب کے بعد تو اندھیرے میں گھر آنے جانے کی بہت ہی دقت ہوتی ہے کہ ایک دن دوکان میں بیٹھا ہوا آدمی بہت دیر میں پہچانا جاتا ہے، چنانچہ اپنے حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب اور مولانا ایاز صاحب چھوٹے مدرسے کی سہ دری میں تشریف فرما تھے، صبح کے وقت جب میں گیا تو پہچان نہیں سکا، یوں ہی السلام علیکم کہا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اس وقت مصافحہ کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ وہ ایک صد روپیہ کسی غریب کو برائے ایصال ثواب دے دیا جائے وہ اپنی خوشی سے آپ کو دے دے تو پھر آپ اس کو اپنے صرف میں لا سکتے ہیں، مرحومہ نے آپ کو اس روپیہ کے مصرف خیر پر صرف کرنے کا وکیل بنایا ہے خود رکھنے کی اجازت نہیں دی اس لئے بغیر تملیک کے آپ کو خود رکھنا جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲/۲/ ۷۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبد اللطیف، ۵/ربیع الاول/ ۷۹ھ۔

---

(۱) "قال الطیبی: إذا تصدق علی المحتاج بشیء ملکه، فله أن يهدي به إلی غیره الخ". وهو معنی قوله –

صدقۂ نافلہ کے ہوتے ہوئے حیلۂ تملیک

سوال [۴۰۰۵]: ہمارے مدرسہ میں نافلہ کی مد میں کافی مقدار میں رقم ہے مگر زکوٰۃ کی رقم حیلۂ تملیک کے بعد مدرسین کی تنخواہ وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے، کیا صدقاتِ نافلہ جب تک بالکل ختم نہ ہو جائے اس وقت تک حیلۂ تملیک جائز نہیں؟ ان مفاد کے پیشِ نظر زکوٰۃ کی رقم وحیلۂ تملیک کے ساتھ نافلہ باقی رہتے ہوئے مگر زکوٰۃ جلد از جلد ادا ہو جاتی ہے اور عوام محتاج ومجبور اول لوگوں پر صرف کرنے میں دیر کا خدشہ رہتا ہے کہ کہیں یہ صاحبِ نصاب تو نہیں، نیز تملیک کے بعد یہ وسعت ہو جاتی ہے زکوٰۃ کی مد میں صرف کر سکتے ہیں اور نافلہ کی مد میں بھی (حسبِ ضرورت) وغیرہ، کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضرورت کے وقت بقدرِ ضرورت اس کی گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

سید سے تملیکِ زکوٰۃ

سوال [۴۰۰۶]: سید مجبور غریب ہو اس سے مدرسہ کا حیلۂ تملیک کرا سکتے ہیں یا نہیں؟

---

(۱) "قال ابن الملک: فیحل التصدق علی من حرم علیه بطریق الهدیة" (مرقاة المفاتیح: ۴/۲۲۹، باب من لا تحل له الصدقة، رشیدیه)

"والحیلة لمن أراد ذلک أن یتصدق ینوی الزکاة علی فقیر، ثم یأمره بعد ذلک بالصرف إلی هذه الوجوه، فیکون لصاحب المال ثواب الصدقة، ولذلک الفقیر ثواب هذا الصرف، وإن ملک المال من المحتاج لیحج عن نفسه دون المملک، جاز لوجود التملیک من الفقیر" (الفتاوی التاتارخانیة: ۲/۲۷۰، الفصل الثامن في من توضع الزکاة فیه، إدارة)

وأیضاً: "وکل حیلة یحتال بها الرجل لیتخلص بها عن حرام، أو لیتوصل بها إلی حلال، فهي حسنة، والأصل في جواز هذا النوع من الحیل قول الله تعالیٰ: ﴿وخذ بیدک ضغثاً فاضرب به ولا تحنث﴾" (الفتاوی العالمکیریة: ۶/۳۹۰، الفصل الأول في بیان جواز الحیل وعدم جوازها، رشیدیه)

(وکذا في أحکام القرآن للجصاص: ۳/۲۰۷، تفسیر سورة ص، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سادات کرام کی خدمت پورے ادب اور احترام سے ساتھ ہدیہ، تحفہ وغیرہ کے عنوان سے کی جائے، صدقات واجبات ان کے لئے جائز نہیں (۱) ان سے تملیک بھی نہ کرائی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۹۵ھ۔

کیا مہتمم مدرسہ کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

سوال [۴۶۱۰]: گزارش ہے کہ احقر کو ایک مسئلہ درپیش ہے اور چونکہ اس میں زید (عالم) کی طرف سے چند کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں اس لئے احقر آپ سے تحقیق کی غرض سے ملتمس ہے کہ آیا زید نے جو عبارات تحریر کی ہیں وہ مفتیٰ بہا اور معمول بہا ہیں یا نہیں؟ اور بصورت ثانیہ وجہ ترجیح وکیفیت ذکر فرما کر عنایت فرمادیں، اولاً مسئلہ متعلقہ بیان کرتا ہوں بعد ازیں زید کی پیش کردہ عبارات درج کروں گا۔

مسئلہ: احقر ایک مدرسہ کا رکن ہے، اس نے حصولِ چندہ مدرسہ کا کام بھی انجام دیا ہوتا ہے، زید نے مجھ سے کہا کہ تم نے جو چندہ فراہم کیا کہ جس میں زکوٰۃ اور دوسری رقوم و نیز رقوم مختلطین کو اگر باہم مختلط

---

(۱) (رد المحتار: ۲/۳۵۱، سعید)

"ولا یدفع إلی بني هاشم، وهم آل علي وآل عباس وآل جعفر وآل عقیل وآل الحارث بن عبد المطلب... هذا في الواجبات کالزکاة والنذر والعشر والکفارات، فأما التطوع فیجوز الصرف إلیهم". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۱۸۹، الباب السابع في المصارف، رشیدیه)

(وکذا في إعلاء السنن: ۹/۹۳، باب من یجوز دفع الصدقات إلیه، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا في البدائع: ۲/۴۸۲، فصل الذي یرجع إلی المؤدی إلیه، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في فتح القدیر: ۲/۲۷۲، فصل: الذي یرجع إلی المؤدی إلیه، مصطفی البابي الحلبي مصر)

(وکذا في البحر الرائق: ۲/۴۲۴، باب المصرف، رشیدیه)

(وکذا في مرقاة المفاتیح: ۴/۲۳۵، باب لا تحل له الصدقات، رشیدیه)

(وکذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۳۰، باب بیان أحکام المصرف، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في النهر الفائق: ۱/۴۵۶، باب المصرف، امدادیه)

کردیا ہو تو مزکّین کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی اور مہتمم اس رقم زکوٰۃ کے ضامن ہوئے اور تمہاری طرف سے مدرسہ میں تبرّع ہوا، چنانچہ احقر نے بناءً علیٰ حسن الظن بالعلماء یہ جواب دیا کہ اکثر و بیشتر مدارس کی طرف سے جو محصلین دورہ کرتے ہیں یا تو وہ خود بھی عالم ہوتے ہیں یا مرسل من المہتمم العالم ہوتے ہیں، نیز علمائے دیوبند وسہارنپور جیسے معتبر و معتمد حضرات اس مسئلۂ اختلاط سے واقف ضرور ہوں گے اور جانتے ہیں کہ اختلاط رقوم میں ضمان آتا ہے اور باوجود اس کے ساکت ہیں لہٰذا کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔

زید نے کہا سکوت محض اثباتِ جواز کے لئے ناکافی ہے جب کہ عالمگیری، بزازیہ، شامی وغیرہ میں عدمِ جواز کی تصریح ہے، البتہ حسن ظن بھی قائم رہ سکتا ہے، بایں وجہ ممکن ہے دیوبند وسہارنپور کے سفیر اختلاط سے اجتناب کرتے ہوں، یا ممکن ہے کتب مذکورہ کے خلاف فقہاء کا کوئی راجح، قوی اور مفتیٰ بہ قول ان کے پیش نظر ہو جو مثبتِ جوازِ اختلاط ہو، لیکن پھر بھی جب تک کہ قول راجح کی تصریح نہ ہو، زید نے کہا اس وقت تک کتب مذکورہ بالا پر عمل کرنا واجب ہوگا۔ پس احقر ملتمس ہے کہ جواب باصواب سے سرفراز فرمائیں۔ معاً حکم بیننا بالحق۔

عبارات کتب:

"رجلان دفع كل واحد منهما زكوة ماله إلى رجل ليؤدي عنه، فخلط مالهما، ثم تصدق، ضمن الوكيل، وكانت الصدقة عنه". عالمگیری، جلد اول، مسائل متفرقة من كتاب الزكاة (۱)۔

"رجلان دفع كل واحد منهما زكوة ماله إلى واحد يتصدق به عن زكوته إلى فقير، فخلط قبل الدفع ... يجب يضمن عني الكل". مرابعة على هامش العالمگیریہ(۲)۔

"ولو خلط زكوة موكليه، ضمن وكان متبرعاً" درمختار۔ "(قوله: ضمن وكان متبرعاً) لأنه ملكه بالخلط، وصار مؤدياً مال نفسه، وقال في التاتارخانية: إلا إذا وجد الإذن أو أجاز المالكان، ثم قال في التاتارخانية: أو وجدت دلالة الإذن بالخلط، ويحصل بهذا العالم إذا سئل

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، مسائل متفرقة: ۱/۱۹۲، رشيدية)

(۲) (المرابعة، كتاب الزكاة ۲/۹۸، رشيدية)

ورثہ کا حق ہے جس کی تفتیش وتکمیل واجب ہے۔ زمانہ شارع علیہ السلام وخلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جو ہیئت اصل تھا اس میں یہ اشکال جاری ہے، بہت سوچا مگر توجیہ شرعیہ سے حل نہ ہوا اور مختلف چندوں کو خلط کرنا استعمال کے ہو جانا چاہیے اور مستحق ملک مستہلک ہو کر صرف کیا جائے تو اس کا متبرع ہوگا اور مالکوں کا ضامن ہوگا۔ اگر یہ ہے تو اہل مدرسہ کے، ہر انجمن کو سخت دقت ہے۔ امید ہے کہ جواب باصواب سے مشفی فرمائیں۔

جواب: مہتمم مدرسہ کا، نائب جملہ طلبہ کا ہوتا ہے جیسے امیر نائب جملہ عام کا ہوتا ہے، پس جو شئی کسی نے مہتمم کو دی مہتمم کا قبضہ خود طلبہ کا قبضہ ہے، اس کے قبضے سے ملک معطی سے نکلا اور ملک طلبہ کا ہو گیا اگرچہ وہ مجہول التعیین والذات ہوں مگر نائب معین ہے، پس بعد موت معطی کے ملک ورثہ معطی اس میں نہیں ہو سکتی اور مہتمم بعض وجوہ میں وکیل معطی کا بھی ہو سکتا ہے۔ بہرحال نہ یہ وقف مال ہے اور نہ ملک ورثہ معطی کی ہوگی اور نہ خود معطی کی ملک رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"(۱)۔

اس مختصر سے جواب میں زید کے جملہ اشکالات کا حل موجود ہے بشرطیکہ غور وتعمق سے مطالعہ کیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۱۲/۶۵ھ۔

دوبارہ جو تنقیحات اور ان کے جوابات زید کی طرف سے نقل کئے گئے ہیں ان کو دیکھا، ان کے دیکھنے کے بعد بھی اصل مسئلہ کے جواب میں کوئی فرق نہیں آیا، اس لئے اب بھی بندہ کی رائے وہی ہے کہ صورت مسئولہ میں ضمان واجب نہیں ہے، باقی وکالت مہتمم کا مسئلہ اختلافی ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں کا اس میں اختلاف ہے(۲)، بعد میں بھی فقہاء کا اختلاف رہا ہے۔ حضرت گنگوہی کی تحریر مفتی صاحب نے نقل کر دی ہے، جس لئے اس میں کلام کی ضرورت معلوم نہیں ہوئی۔ فقط۔

سعید احمد غفرلہ، ۱۸/ذی الحجہ/۶۵ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ذی الحجہ/۶۵ھ۔

---

(۱) (تذکرۃ الرشید، عنوان شبہات طلبیہ ومسائل مختلف فیہ، ص: ۲۲۴، ۲۲۵، ادارۃ اسلامیات، لاہور)

(۲) "لو أدى زكاة غيره بغير أمره فبلغه فأجاز، لم يجز ... قال في البحر: ولو تصدق عنه بأمره، جاز، ويرجع بما دفع عند أبي يوسف. وعند (محمد) لا يرجع إلا بشرط الرجوع. اهـ". (رد المحتار، كتاب الزكاة: ۲/۲۶۹، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوۃ کے لئے تملیک شرط ہے، اباحت بھی کافی نہیں چہ جائیکہ مصرف کا چوری کرلینا۔ عمر مہتمم مدرسہ اگر مصرف معطی زکوۃ کا وکیل ہے تو صورت مسئولہ میں زکوۃ ادا نہیں ہوئی۔ پھر اگر بغیر تعدی مہتمم یعنی باوجود حفاظت تامہ کے چوری ہوئی تو عمر پر ضمان لازم نہیں، زید دوبارہ زکوۃ ادا کرے، کیونکہ وکیل امین ہوتا ہے اور امین کا یہی حکم ہے۔ اگر عمر کی طرف سے تعدی ہوئی یعنی حفاظت میں کوتاہی کی تو عمر پر ضمان لازم ہے۔ عمر مہتمم مدرسہ اگر طلباء کا وکیل ہے تو اس کا قبضہ طلباء ہی کا قبضہ ہے، لہٰذا زکوۃ ادا ہوگئی، کسی پر ضمان لازم نہیں:

"(الزكوة هي تمليك) خرج الإباحة، فلو أطعم يتيماً ناوياً الزكوة، لايجزيه، إلا إذا دفع إليه المطعوم كما لو كساه بشرط أن يعقل القبض، اهـ". درمختار(۱)۔ "(قوله: خرج الإباحة): أي فلا تكفي فيها .... (قوله: إذا دفع الخ) مقيد بما إذا لم يكن أبوه غنياً؛ لأنه يعد غنياً بغنى أبيه .... ومنه علم أنه لايشترط في المدفوع إليه البلوغ بل ولا العقل؛ لأن تمليك الصبي صحيح، لكن إن لم يكن عاقلاً فإنه يقبض عنه وصيه أو أبوه أو من يعوله، قريباً أو أجنبياً أو الملتقط. وإن كان عاقلاً فيقبض من ذكر، وكذا قبضه بنفسه اهـ". طحطاوی: ۱/۳۸۸(۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، ۱۱/ شعبان۔

مہتمم مدرسہ، طلبہ کا وکیل ہے یا معطی کا؟

سوال [۴۶۱۳]: مہتمم مدرسہ غرباء کا وکیل ہوتا ہے یا ارباب اموال کا، ارباب اموال اور غرباء کے

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكوة: ۲/۲۵۶، ۲۵۷، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۶۵، من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۲۸۳، كتاب الزكوة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۲۴، باب المصرف، رشيدية)

(۲) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۱/۳۸۸، دار المعرفة، بيروت)

www.ahlehaq.org

وکیل کی کیا تعریف ہے اور کیا حد ہے؟ ان دونوں کا وکیل کوئی کس طرح بنتا ہے، دونوں میں امتیازی فرق کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہتمم مدرسہ کو ارباب اموال نے صراحۃً وکیل بنایا ہے کہ ہم روپیہ حسب ضوابط مصارف میں صرف کریں، طلبہ کا بھی وکیل ہے اس طرح کہ طلبہ نے جب اس کے اہتمام کو تسلیم کرلیا تو گویا یہ کہہ دیا کہ آپ ہمارے واسطے ارباب اموال سے زکوۃ وغیرہ وصول کرکے ہماری ضروریات (کھانا، کپڑا وغیرہ) میں صرف کریں۔ امداد الفتاویٰ جلد نمبر ۲(۱) کے اخیر میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق سوال کیا ہے اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ہے، نہایت مفید مکمل سوال ہے اور ایسا ہی جواب ہے، جس سے شبہ مرتفع ہوجاتا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

مہتمم مدرسہ طلبہ کا وکیل ہے یا معطی کا؟

سوال [۴۲۰۱]: زکوۃ کا روپیہ مدرسہ کے غریب فنڈ میں داخل کردینے سے زکوۃ ادا ہوجاتی یا نہیں؟ مسئلہ یہ ہے کہ یہ روپیہ طلبہ میں بتدریج تقسیم ہوگا اور مدت تک فنڈ میں جمع رہے گا، معطی زکوۃ کے ذمے سے بعد داخل فی المدرسہ زکوۃ ساقط ہوئی یا بعد تقسیم بین الطلبہ؟ اگر ثانی صورت ہے تو قبل التقسیم اگر روپیہ بوجہ آفت یا چوری نقصان ہوجائے تو زکوۃ ادا نہیں ہوئی تو یہ خیر کیونکر ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ارباب مدرسہ کو طلبہ کا وکیل تسلیم کرلیا جائے تو یہ شبہ ہی وارد نہیں ہوتا کیونکہ اس کا قبضہ طلبہ کا قبضہ ہے، اگر اصحاب اموال کا وکیل مانا جائے تو پھر ان کا مسئلہ یہ ہے کہ زکوۃ اس وقت ادا ہوگی جب کہ طلبہ پر تقسیم ہوجائے، لیکن اگر خدانخواستہ قبل تقسیم اضطراراً ضائع ہوگیا تو ارباب مدرسہ پر ضمان لازم نہیں جیسے کہ مالک پر لازم نہیں اور

(۱) امداد الفتاویٰ، کتاب الزکوۃ: ۲/۱۱۳، دار العلوم کراچی

(۲) تذکرۃ الرشید: ص ۱۲۳، بعنوان "شبہات فقہیہ مسائل مختلف فیہا"

اصحابِ اموال سے زکوٰۃ ساقط ہو جاوے گی۔ امداد الفتاویٰ میں متعدد مقامات پر اس کی بحث ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ادارے میں زکوٰۃ کی رقم سال بھر سے زیادہ پڑے رہنا

سوال [۴۹۱۰]: ہمارے یہاں ایک قومی ادارہ ہے جو غریب، یتیم، بیوؤں کی امداد کے لئے قائم کیا گیا ہے اور وہ اپنی خدمات ماشاء اللہ انجام بھی دیتا ہے۔ اس کی نوعیت یہ ہے کہ ہر سال رمضان المبارک میں زکوٰۃ، فطرہ اور عید الاضحیٰ کے موقع پر چرمِ قربانی جمع کرتا ہے اور سال بھر ماہانہ یتیم، بیواؤں کو ایک مقدار مقرر دی جاتی ہے۔ فی الوقت ادارے کے پاس جمع شدہ کئی سال کی کچھ رقم موجود ہے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ اس طرح رقم زکوٰۃ، فطرہ کی جمع کرکے رکھنا درست ہے، یا سال بھر مکمل جتنی رقم جمع ہو صرف کردی جائے؟ حکمِ شریعت سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوٰۃ، فطرہ دینے والوں نے ادارے کے ذمہ داروں کو وکیل بنایا ہے کہ ان کی زکوٰۃ، فطرہ کو صحیح جگہ پر صرف کردیں، جب تک وہ صرف نہیں کریں گے زکوٰۃ، فطرہ کی ادائیگی نہیں ہوگی، ذمہ بری نہیں ہوگا، واجب باقی رہے گا (۲)۔ ایسی رقوم پر سال بھر گزر جانا اچھا نہیں ہے اور واجب میں تاخیر نہیں کی جائے، درمیان میں حوادث کا بھی احتمال رہتا ہے۔ گزشتہ رقم جو کچھ باقی ہو اس کو حسبِ ضرورت غرباء اور مستحق کو دیدے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۹۱ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) (امداد الفتاویٰ: ۲/۵۳، ۳۶، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(وامداد الفتاویٰ: ۲/۵۳۳، مکتبہ دار العلوم)

"بخلاف ما إذا ضاعت في يد الساعي؛ لأن يده كيد الفقراء". (رد المحتار: ۲/۲۷۰، كتاب الزكوٰة، سعيد)

(۲) "ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: ولا يخرج عن العهدة بالعزل) فلو ضاعت لا تسقط عنه الزكوٰة، ولو مات كانت ميراثاً عنه، بخلاف ما إذا ضاعت في يد الساعي؛ لأن يده كيد الفقراء". (رد المحتار، كتاب الزكوٰة: ۲/۲۷۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الزكوٰة: ۲/۳۶۹، رشيديه)

باب مصارف الزکاۃ

(زکوٰۃ کے مصارف کا بیان)

فقیر کی تعریف

سوال[۴۷۰۷]: زید مسلک شافعیہ وحنفیہ کے اصول کے مطابق صاحبِ نصاب نہیں اور زید پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، زید کو زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو زید کا شمار کس فرقہ میں ہوگا؟ اگر مساکین میں ہے تو مساکین کی تعریف وتشریح کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو شخص مقدارِ نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی کا مالک نہ ہو وہ مستحقِ زکوٰۃ ہے، ایسے شخص کو شرعاً فقیر کہتے ہیں، بعض نے مسکین کی یہ تعریف کی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۹۵ھ۔

www.ahlehaq.org

مسکین کسے کہتے ہیں؟

سوال[۴۷۰۸]: مسکین کی کیا تعریف ہے؟ مفصل تحریر کیجئے۔

---

(۱) "مصرف الزكوة والعشر هو فقير، وهو من له أدنى شيء: أي دون نصاب، أو قدر نصاب غير نام مستغرق في الحاجة، ومسكين من لا شيء له على المذهب" (الدر المختار). "(قوله: على المذهب) من أنه أسوأ حالاً من الفقير، وقيل على العكس، والأول أصح" (رد المحتار: ۲/۳۳۹، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۱۹، باب المصرف، رشيدية)

(وكذا في فتح القدير: ۲/۲۶۱، باب من يجوز دفع صدقة إليه ومن لا يجوز، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۲۲، باب في بيان أحكام المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً و مصلیاً:

جس کے پاس کچھ نہیں، کھانے اور بدن چھپانے کے لئے بھی سوال کی حاجت پیش آئے:

"مسكين من لا شيء له، فيحتاج إلى المسألة لقوته وما يواري بدنه، الخ".

الدر المختار و الشامی(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۱۰/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/شوال/۶۷ھ۔

مستحق زکوۃ کون ہے؟

سوال[۴۶۱۹]: خیرات لینے دینے اور خیرات مانگنے کا کس کو حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر صاحبِ وسعت اپنی حیثیت کے موافق خیرات کر سکتا ہے، وجوب زکوۃ کے لئے نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے یا ساڑھے سات تولہ سونا شرط ہے اس سے کم پر زکوۃ نہیں ہے، جو شخص مالک نصاب نہ ہو اس کو خیرات زکوۃ وغیرہ دینا درست ہے(۲) اور صدقۂ نافلہ مالک نصاب کے لئے بھی جائز ہے(۳)۔ جس

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب المصرف: ۲/۳۴۲، سعید)

(۲) "ولا يحل أن يسأل شيئاً من القوت من له قوت يومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب، الخ".

(الدر المختار: ۲/۳۵۴، باب المصرف، سعید)

(وكذا في فتح القدير: ۲/۲۹۱، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۸، الباب السابع في المصارف، رشيدية)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲/۱۰۸، فصل: الذي يرجع إلى المؤدى إليه، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) "الصدقة بمنزلة الهبة في المشاع وغير المشاع وحاجتها إلى القبض، إلا أنه لا رجوع في الصدقة إذا تمت ويستوي إن تصدق على غني أو فقير في أنه لا رجوع فيها. ومن أصحابنا رحمهم الله تعالى من يقول: الصدقة على الغني والهبة سواء، كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الثاني عشر في الصدقة: ۴/۴۰۶، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الهبة، فصل في مسائل متفرقة: ۵/۷۰۹، سعيد)

کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو اس کو خیرات مانگنا اور سوال کرنا جائز نہیں، البتہ اگر ایک وقت کا کھانا بھی نہ ہو تو اس کو سوال کرنا درست ہے، بشرطیکہ کمانے پر بھی قدرت نہ ہو (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۶/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ جمادی الثانی ۵۵ھ۔

سب سے بہتر مصرف زکوٰۃ

سوال [۴۶۲۰]: زکوٰۃ کے روپیہ کا سب سے بہتر مصرف کیا ہے؟ سنا جاتا ہے کہ دینی تعلیم اور اشاعت میں کرنا فی زمانہ بہتر ہے۔ یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوٰۃ کا بہترین مصرف اپنے دیندار اقرباء ہیں جبکہ وہ مستحق زکوٰۃ ہوں (۲)، اس کے ساتھ ساتھ اگر وہ دین میں مشغول ہوں تو اس میں رشتہ داری اور تعلیم دین کی رعایت ہو سکتی ہے۔ فساق وفجار کو دینے سے تعلیم دین میں مشغول ہونے والوں کو دینا بہر حال افضل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ تعالیٰ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۷/۵۵ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف غفرلہ۔

---

(۱) اگر کمانے پر قادر ہو تو اس کو سوال کرنا جائز نہیں۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "(ولا) يحل أن (يسأل) شيئا من القوت (من له قوت يومه) بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: كالصحيح المكتسب)؛ لأنه قادر بصحته واكتسابه على قوت اليوم". (رد المحتار، كتاب الزكوة، باب المصرف: ۲/۳۵۴، ۳۵۵، سعيد)

"ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب وإن كان صحيحاً مكتسباً". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۹، الباب السابع في المصارف، رشيدية)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۲۴۲، جنس آخر في أداء الزكاة، امجد اكيڈمي لاهور)

(وكذا في فتح القدير: ۲/۲۸۰، باب من يجوز دفع الصدقة إليه الخ، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "القيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأخوال الفقراء، بل هم أولى؛ لأنه صلة ...

مصارف زکوٰۃ

سوال [۱۱۲۱]: زکوٰۃ کن کن لوگوں کو دی جائے گی، اس کے بارے میں بھی واضح فرمادیں تو بہتر ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوٰۃ ایسے مسلمانوں کو دی جائے جو غریب فقیر ہوں، سید نہ ہوں، اپنے عزیز قریب مقدم ہیں، ایتام، لاوارث بچے، نادار طالب علم، بیوائیں سب مستحق ہیں(۱)، مگر اپنے والدین، دادا، دادی، نانا، نانی، شوہر، بیوی کو نہ دی جائے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱/۹۰ھ۔

= وصدقة، وفي الظهيرية: ويبدأ في الصدقات بالأقارب، ثم الموالي، ثم الجيران". (رد المحتار: ۲/۳۵۴، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹۰، الباب السابع في المصارف، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۳۵، باب المصرف، رشيدية)

(۱) "مصرف الزكاة والعشر هو الفقير، وهو من له أدنى شيء، والمسكين من لا شيء له ... وإن طالب العلم يجوز له أخذ الزكاة ولو غنياً إذا فرغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب، والحاجة ... ولا يصرف إلى بناء نحو مسجد ... ولا إلى من بينهما ولاد أو زوجية" الخ. (الدر المختار: ۲/۳۳۹-۳۴۶، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۵۸، ۴۶۳، باب المصرف، امدادية)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۲۱، ۳۲۹، باب في بيان أحكام المصرف، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "أنه لا يجوز دفع الزكاة إلى أولاده أو أولاد أولاده من قبل الذكور والإناث وإن سفلوا، ولا إلى أبيه وأجداده وجداته وإن علوا من قبل الآباء والأمهات ... ولا يجوز الدفع إلى بني هاشم ولا إلى مواليهم ... ولا يجوز الدفع إلى الغني" الخ. (خلاصة الفتاوى: ۱/۲۴۲، جنس آخر من أداء الزكاة، امجد اكيڈمي لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۹، الباب السابع في المصارف، رشيدية)

مصارف بیت المال

سوال [۴۷۲۲]: ۱۔۔۔ ایک بستی کے اندر گاؤں میں ایک بیت المال قائم ہے، اس میں زکوٰۃ کی رقم اور کچھ عطیات جمع کر کے بوقت ضرورت حاجت مندوں کو قرض دیا جائے، اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

۲۔۔۔ اس جمع شدہ رقم میں سے مسجد کی تعمیر یا مرمت میں خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

۳۔۔۔ امام و مؤذن کی تنخواہ بھی زکوٰۃ میں دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

۴۔۔۔ یتیم طلبہ یا غریبوں مسکینوں کے نابالغ بچے، ان کا انتظام یا کھانا، کپڑا وغیرہ یا کتب بیت المال سے دی جا سکتی ہیں یا نہیں؟

۵۔۔۔ ان تمام بچوں کو مصارف دوا علاج، دوائی وغیرہ دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

۶۔۔۔ سستے میں غلہ کچھ کافی مقدار میں خرید کر جمع وغیرہ رکھا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔۔۔ اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، سب کی زکوٰۃ جو وہ جمع ہوئی وہ ان کے ذمہ میں باقی رہے گی، زکوٰۃ جس مصرف (مستحق) کو دی جائے بطور تملیک دی جائے، نہ کہ بطور قرض۔

۲۔۔۔ ان مواقع میں زکوٰۃ صرف کرنا جائز نہیں (۱)، نہ قرض کے طور پر دینا درست ہے۔

۳۔۔۔ زکوٰۃ کی رقم تنخواہ میں دینا جائز نہیں۔

۴۔۔۔ ان کو کھانا، کپڑا، کتب زکوٰۃ سے دینا درست ہے، مگر جو کچھ دیا جائے ان کو اس کا مالک بنا دیا جائے، پھر ان سے واپس نہ لیں۔

۵۔۔۔ رقم زکوٰۃ ان کو دے دیں، پھر وہ دوا علاج معالجہ کرائے، آمدورفت میں جہاں ضرورت ہو خرچ کریں (۲)۔

= (وكذا في الهداية: ۱/۲۰۴، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، شركت علميه ملتان)

(وكذا في النتف في الفتاوى، ص: ۱۲۶، من لا تعطى لهم الزكاة، سعيد)

(۱) (سیاتی تخریجہ تحت عنوان: "رفاہ عامہ کے کام میں زکوٰۃ صرف کرنا")

(۲) (سیاتی تخریجہ تحت عنوان: "امام کو زکوٰۃ دینا")

۱۰۔۔۔ درست ہے مگر جو کچھ زکوٰۃ میں مستحقین کو دیں اس کا مالک بنادیں۔ زکوٰۃ کے علاوہ صدقات اور عطیات سے مذکورہ بالا تمام مصارف میں صرف کرنا درست ہے، اس لئے بیت المال کے دونوں شعبے الگ رکھے جائیں، نیز کسی کو مجبور نہ کیا جائے کہ وہ اپنی رقم زکوٰۃ عطیہ بیت المال کو ہی دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

بیت المال

سوال [۴۲۲۳]: جب کہ آج کے دور میں مسلمانوں کے اقتصادی حالات بہت نازک ہیں روز بروز حالت خراب ہو رہی ہے تو کیا ایسے وقت میں ایک بیت المال قائم کرلیا جائے جس سے غریب مسلمانوں کی حالت بہتر بنایا جاسکے جب کہ اسلام میں بیت المال کی اجازت ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بیت المال قائم کیا گیا تھا، شرعی اعتبار سے بیت المال کی کیا تعریف ہے؟ اور کیا اصول ہونے چاہئیں؟ اور کس قسم کا مال جمع ہوسکتا ہے؟ کیا زکوٰۃ وغیرہ کی اجازت ہے تاکہ غریب مسلمان پر خرچ ہوسکے، چونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی لوگ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں مگر جو اس کے مستحق ہیں ان کو نہیں ملتی، بلکہ غیر لوگ حاصل کرلیتے ہیں اور مستحق لوگ محروم رہ جاتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امیر المؤمنین خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وقت میں جو بیت المال تھا اس کے شرائط کا اس وقت یہاں وجود نہیں، یہاں مسلمانوں کی موجودہ پریشانی کے دفعیہ کے لئے ایک اجتماعی نظم اتفاق و اتحاد سے ہوسکتا ہے اور کرنا چاہئے۔ اس کی نظیر بھی متعدد مقامات پر قائم ہے قریب تر مقام دیوبند ہے، مسلم فنڈ کے نام سے یہاں بھی یہی نظم ہے۔ بہتر یہ ہے کہ وہاں سے ضوابط اور طریق کار کے کاغذات منگالیں یا تکلیف کرکے ایک روز کے لئے تشریف لے آئیں اور پوری تفصیل ان کے ذمہ داروں سے سمجھ لیں۔ پھر اگر شرعی حیثیت سے کسی چیز پر اشکال ہو تو اس کو پیش کریں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون﴾ (النحل: ۴۳)

زکوۃ اور عشر کا مصرف

سوال [۴۶۲۲]: ۱- زکوۃ وعشر کی رقم سے فساد زدہ مسلمانوں کی مدد کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

۲- کسی یتیم بچے کو میں اپنی پرورش میں رکھوں اور اس سے اپنی خدمت بھی کراؤں تو ایسے بچے کو زکوۃ اور عشر وغیرہ کی رقم سے کپڑا اور علاج کرا سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- زکوۃ کی رقم واجب التملیک ہے جو لوگ مستحق زکوۃ ہیں تو ان کو تملیکاً دیدی جائے (۱) پھر وہ جہاں چاہیں صرف کریں، یا ان کو اس رقم کا سامانِ ضرورت خرید کر دیدیا جائے۔ اس طرح صرف نہ کریں کہ ان کی ملک نہ ہوسکے مثلاً اگر ان کا مقدمہ ہو تو عدالت کے اخراجات میں ان کی طرف سے از خود خرچ نہ کریں۔ قانون کے موافق ان اطراف میں زمینداروں کی ملک ختم کر کے سب زمین ملکِ حکومت قرار دیدی گئی ہے اس لئے عشر واجب نہیں رہا، تاہم جو کچھ بھی دیدیں وہ باعثِ خیر و برکت ہے، اس کے خرچ کرنے میں اتنی تنگی نہیں جتنی زکوۃ میں ہے۔

۲- کپڑے بنا کر زکوۃ کی رقم سے اس کو دینا درست ہے، علاج کے لئے اس کو پیسے دیدیں کہ وہ خود چاہے دوا میں خرچ کرے، چاہے فیس وغیرہ میں دیدے یہ بھی درست ہے (۲) مگر یہ یاد رہے کہ خدمت کے معاوضہ میں دے رہے ہیں تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اس لئے خدمت کا معاوضہ جداگانہ ادا کر دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۶/۶/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۶/۸۹ھ۔

---

(۱) "وهي تمليك جزء مال عينه الشارع، وهو ربع عشر نصاب حولي من مسلم فقير غير هاشمي ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى". (الدر المختار: ۲/۲۵۶، ۲۵۸، ۲۵۹، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۷۰، كتاب الزكاة، رشيدية)

(وكذا في ملتقى الأبحر على مجمع الأنهر: ۱/۲۸۳، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "أما إذا أدى من خلاف جنسه، فالقيمة معتبرة اتفاقاً". (رد المحتار: ۲/۲۸۹، باب العشر، سعيد)

سے دے(۱) اگر مقدار قرض کے علاوہ صاحب نصاب نہیں تو اس کے لئے اجازت ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۱۴۰۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

مقروض کو زکوٰۃ دینا

سوال[۴۶۲۷]: ۱..... جو کسان قرض میں ڈوبے ہوئے ہیں مثلاً کوئی تین ہزار کوئی پانچ ہزار کا قرضدار ہے، اب ایسے کسانوں کو زکوٰۃ کا مالک بنا دیا جائے اور وہ فوراً اسی جگہ قبضہ کر کے سوسائٹی میں قرض کے عوض جمع کرا دیں تو ایسا کرنے سے صاحبِ زکوٰۃ کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں جبکہ کاشتکار قبضہ کر کے اپنے ہی ہاتھ سے جمع کرائے گا؟

۲..... ایک قرضدار کو ایک دو تین نصاب کی مقدار مال دیا گیا، مثلاً ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت چھ سو روپے اور چھتیس روپے کے قرضدار کو چاندی کے تین نصاب کی مقدار مال دیا گیا تو آیا یہ جائز ہے؟

۳..... چند حضرات دوکان چلانے کے لئے یا زمین بڑھانے کے لئے یا مکانات بنانے کے لئے رقم صرف کرتے ہیں اور خود کو قرضدار سمجھتے ہیں تو آیا ان کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... مدیون کو اتنی زکوٰۃ دینا درست ہے کہ اس کے ذریعہ دین ادا کر دے پھر بقدرِ نصاب اس کے پاس باقی نہ رہے اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی (۳)۔ مصرفِ زکوٰۃ اس پر مالکانہ قبضہ کر کے اپنا دین ادا کر دے

---

(۱) "ومدیون للعبد بمقدار دینه، فیزکی الزائد إن بلغ نصاباً، الخ". (الدر المختار: ۲/۲۶۳، کتاب الزکاۃ، سعید)

(وکذا فی الهدایة: ۱/۱۸۶، کتاب الزکاۃ، شرکة علمیة)

(وکذا فی الدر المنتقی شرح الملتقی: ۱/۲۸۷، کتاب الزکاۃ، دار الکتب العلمیة ملتان)

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "تاجر مقروض کو زکوٰۃ دینا".)

(۳) "وکره إعطاء فقیر نصاباً أو أکثر، إلا إذا کان المدفوع إلیه مدیوناً أو کان صاحب عیال بحیث لو —

اور سبکدوش ہو جائے۔

۲۔ یہ بھی درست ہے (۱)۔

۳۔ ان کے حوائج اصلیہ دَین وغیرہ سے فاضل اگر مقدار نصاب ان کی ملک میں نہیں تو وہ مستحق زکوٰۃ ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جس کی ضروریات تنخواہ سے پوری نہ ہوں وہ بھی مستحق زکوٰۃ ہے

سوال [۴۲۲۸]: ۱... اسلم ایک دینی مدرسہ یا مسجد کا خادم ہے اس کی ضروریات اس کی تنخواہ سے پوری نہیں ہوتیں، اس صورت میں اسلم زکوٰۃ لے سکتا ہے یا نہیں؟

ایضاً

سوال [۴۲۲۹]: ۲... خالد ایک مسجد کا خادم تھا، پانچ سال بھر کی ضروریات جو تنخواہ سے پوری نہیں ہو سکتی تھیں، مال زکوٰۃ سے پوری کرتا تھا، اب ایک دینی مدرسہ میں اس کو خدمت کا موقع ملا، اب آمدنی کچھ بڑھ

= "قوله: عليهم لا يخص كلاً أو لا يخص بعد فيه نصاب، فلا يكره" (الدر المختار: ۲/۳۵۳، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۸، الباب السابع في المصارف، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۲۳، باب في بيان أحكام المصارف، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "ويكره أن يدفع إلى واحد مائتي درهم فصاعداً، وإن دفع جاز". (الهداية: ۱/۲۰۷، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، شركة علمية ملتان)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۲۴۳، الفصل الثامن في أداء الزكاة، امجد اكيدمى لاهور)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۳۰، باب المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب وإن كان صحيحاً مكتسباً". (الفتاوى العالمكيرية ۱/۱۸۹، الباب السابع في المصارف، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۲/۲۷۸، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۲۸، باب المصرف، رشيديه)

کئی معمولی تنگی کے ساتھ اپنی ضروریات پوری کرسکتا ہے مگر صاحب نصاب نہیں ہے، اس صورت میں خالد حسب معمول زکوۃ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... لے سکتا ہے مگر معاوضہ خدمت میں نہ ہو(۱)۔

۲... جب تک ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت حاجت اصلیہ سے زائد اس کے پاس نہ ہو وہ مستحق زکوۃ ہے(۲) مگر جب اللہ تعالیٰ نے آمدنی میں اضافہ فرمادیا ہے تو زکوۃ لینے سے بچنا بہتر ہے کہ اضافہ آمدنی کا شکریہ ہے، اس سے مزید ترقی کی توقع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۹۵ھ۔

پس انداز کرنے والی بیوہ کا زکوۃ لینا

سوال[۴۴۳۰]: مسماۃ زاہدہ خاتون کے شوہر کا عرصہ چار سال قبل انتقال ہوا، مرحوم نے کوئی جائیداد از قسم مکان اور نقدی وزیور کچھ نہیں چھوڑا، البتہ تین بچے دو بچیاں ان کی یادگار ہیں جو ابھی نابالغ ہیں۔ بیوہ اور بچوں کا خرچ مرحوم کے بڑے بھائی دوسو روپے ماہوار مرحوم کے بعد سے اب تک دے رہے ہیں، بیوہ اسی خرچ سے تھوڑا تھوڑا کفایت کرکے اب تک اس غرض سے بچا رہی ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے بچیاں ہیں، رہنے کا کوئی مکان نہیں، نیز ان کی تعلیم، بیاہ شادی وغیرہ کرنا ہے، لہٰذا اب تک دو ہزار روپیہ یا اس سے کچھ زیادہ ہی انداز کرچکی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بیوہ کو اس حالت میں زکوۃ لینا چاہئے یا نہیں؟ بحوالہ کتب جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اب بیوہ کو زکوۃ لینا جائز نہیں، بیوہ پر خود زکوۃ واجب ہوگی(۳) اگر نابالغ بچوں اور بچیوں کو وہ روپیہ

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "مقروض کو زکوۃ دینا")

(۲) "ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحۃً، لا یصرف ... ولا إلی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجتہ الأصلیۃ من أی مال کان، الخ" (الدر المختار: ۲/۳۴۴، باب المصرف، سعید)

(وکذا فی التاتارخانیۃ: ۲/۲۷۷، باب من توضع الزکاۃ فیہ، إدارۃ القرآن کراچی)

دے کر اپنی ملک ختم کردے اور خود بطورِ محافظ وامین اپنے قبضہ میں رکھے تو بیوی پر زکوٰۃ نہیں ہوگی، اور وہ مستحق زکوٰۃ رہے گی اور بالغ ہونے سے پہلے ان بچوں بچیوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۵/۹۰ھ۔

جس کا گذر تنگی سے ہوتا ہے کیا وہ مستحق زکوٰۃ ہے؟

سوال [۴۹۴۳]: کسی آدمی کی آمدنی کم ہے، تنگی سے گذر اوقات ہوتے ہیں۔ اس صورت میں کیا زکوٰۃ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لے سکتا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۹۵ھ۔

گداگروں کو زکوٰۃ

سوال [۴۹۴۴]: دیہاتوں میں جو فقیر بھیک مانگتے پھرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۹، باب المصارف، رشيدية)

(۱) "وشرط افتراضها عقل وبلوغ، فلا تجب على مجنون وصبي؛ لأنها عبادة محضة وليسا مخاطبين بها". (رد المحتار: ۲/۲۵۸، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۹۰، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۱۲، كتاب الزكاة، إمداديه)

(۲) "ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب وإن كان صحيحاً مكتسباً، كذا في الزاهدي". (الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في المصارف: ۱/۱۸۹، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۴۲۱، رشيدية)

"(مصرف الزكاة والعشر ... هو فقير، وهو من له أدنى شيء) أي دون نصاب، أو قدر نصاب غير نام مستغرق في الحاجة (ومسكين من لا شيء له) الخ". (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۳۹، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح، ص: ۷۱۹، كتاب الزكاة، باب المصرف، قديمي)

ہیں۔ ایسے لڑکوں کو زکوۃ وغیرہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ صاحب نصاب ہیں تو ان کو دینا جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۸۸ھ۔

زکوۃ لے کر اپنے باپ کو دینا

سوال [۴۲۳۳]: بالغ اولاد زکوۃ لے کر دیدے (باپ) کو، یا والدہ یا اپنی اولاد کے صرف میں لائے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بالغ اولاد مصرفِ زکوۃ ہے تو ان کو لے کر خود استعمال کرنا، والد کو یا کسی دوسرے غیر مستحق زکوۃ کو دیدینا درست ہے (۲) اور پھر ان کو لے کر خود استعمال کرنا، والدین وغیرہ کے صرف میں لانا بھی درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۱۱/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

لڑکی کی شادی کے لئے چندہ مانگنے والے کو زکوۃ دینا

سوال [۴۲۳۴]: موجودہ دور میں گرانی کے پیش نظر آج کل لڑکی کی شادی پر بڑی رقم خرچ ہو جاتی ہیں، اب ایک شخص جو کہ صاحب نصاب نہیں ہے شادی کے لئے چندہ وغیرہ کر کے صاحب نصاب

---

(۱) "ولا یجوز دفع الزکاة إلی من یملک نصاباً أی مال کان دنانیر أو دراهم ... فاضلاً عن حاجته في جمیع السنة" (الفتاوی العالمگیریة، الباب السابع في المصارف: ۱/۱۸۹، رشیدیة)

(۲) "قال الطیبي: إذا تصدق علی المحتاج بشيء ملکه، فله أن یهدي به إلی غیره الخ، وهو معنی قوله: من ملک فیحل التصدق علی من حرم علیه بطریق الهدیة" (المرقاة: ۴/۳۲۸، رقم الحدیث: ۱۸۲۴، باب من لا تحل له الصدقة، رشیدیة)

ہوجاتا ہے یوں بھی وہ صاحب نصاب ہے مگر اس کے باوجود اسباب شادی کی تکمیل کے لئے چندہ مانگ رہا ہے تو کیا اس کو زکوٰۃ کی رقم دینا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کو چندہ مانگنا اور دوسروں کا اس کو اس حالت میں زکوٰۃ دینا درست نہیں، لأنه ليس بمصرف الزكوة كما في كتب الفقه (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

عالم کی اولاد کے لئے زکوٰۃ

سوال [۵۲۳۵]: زید ایک عالم ہے، اس کی بالغ اولاد کو زکوٰۃ لینا جائز ہے، اور اولاد خود اپنے خرچ میں لگائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اولاد مصرفِ زکوٰۃ ہے تو اس کو لینا درست ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۸/۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

امام اور عالم کو صدقات واجبہ دینا

سوال [۵۲۳۶]: ایک شخص بستی والوں کی طرف سے امام مسجد مقرر ہوا ہے، درس دیتا ہے، بستی والے اس کو مقرر کر دیتے ہیں کہ تمام صدقات، خیرات، مثلاً صدقۂ فطر شرعاً لے سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ وہ خود صاحب نصاب ہے۔ زکوٰۃ اس پر فرض ہے، ایسے لے تو دینے والوں کی زکوٰۃ ہو جائے گی یا نہیں؟ کتاب

---

(۱) "ولا يحل أن يسأل شيئاً من القوت من له قوت يومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب، ويأثم معطيه إن علم بحاله لإعانته على المحرم". (الدر المختار: ۲/۳۵۴، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۶۹، باب المصرف، امداديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۴۲، ۴۴۳، باب المصرف، رشيديه)

(۲) (سيأتي تخريجه تحت المسئلة الآتية)

www.ahlehaq.org

"مستطرف الفقہ" صفحہ ۱ جلد اول میں لکھا ہے: إذا عينوا لإمامهم شيئاً من الأوقاف والصدقات والهبات وغيرها لزمهم كذا هذا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقۂ فطر و چرم قربانی امام متعین لے سکتا ہے۔

گذشتہ زمانوں میں علماء اور قاضیوں کو بیت المال سے وظائف ملتے تھے اور وہ بیت المال زکوٰۃ وغیرہ کے روپے اور اجناس کا فراہم شدہ مال ہوتا تھا۔ ان میں سے قاضی اور علماء جو خود بھی صاحب نصاب ہوتے تھے لیتے تھے، جب وہ بیت المال کے جمع شدہ روپے سے وظائف لیتے تھے تو اب بھی زکوٰۃ یا صدقات واجبہ کا روپیہ کسی امام متعین کو دیا جائے تو ناجائز کیوں ہے؟

"فتاویٰ جوہرہ" صفحہ ۲۶۴ جلد اول میں لکھا ہے: "من تفرغ لمصلحة المسلمين كفاية مؤنته كالقاضي والعالم والمفتي في طلب العلم له من بيت المال وظيفة بحسب على اعتبار تلك البلدة نفقته وكسوته" یعنی عالم اور معلم کو نفقہ دینا اہل قریہ پر واجب ہے۔

ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب نصاب ہونے پر بھی امام متعین صدقہ وغیرہ لے سکتا ہے۔ دوسرا یہ کہ امام متعین اراضی اور مال نامی رکھتا ہے لیکن اس اراضی کی پیداوار اور مال کی آمدنی اس کو کفایت نہیں کرتی، عوام بھی اس کے مستحق ہونے کا علم نہیں اور وہ خود اپنے اس حال قرض وغیرہ تنگی معاش کو لوگوں سے چھپاتا ہے۔

المستفتی: نور احمد بہاولپوری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان دونوں شخصوں کو زکوٰۃ، صدقات واجبہ: زکوٰۃ وغیرہ کا لینا درست نہیں، اگر کسی نے ان کو زکوٰۃ وغیرہ دی تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ اول شخص میں عدم جواز کی دو وجہ ہیں۔ ایک یہ کہ وہ غنی صاحب نصاب ہے اور مذہب، در مختار، بحر، مجمع الأنہر، عالمگیری، قاضی خان وغیرہ کتب فقہ میں تصریح ہے کہ "لا تدفع إلى غني" اھ (۱)۔

(۱) (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳۴۳/۲، رشيديه)

(والفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف: ۱۸۹/۱، رشيديه)

(ومجمع الأنهر، باب في بيان أحكام المصارف: ۲۲۳/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وفتاوى قاضي خان، فصل فيمن توضع فيه الزكاة: ۲۴۲/۱، رشيديه)

www.ahlehaq.org

دوم وجہ یہ ہے کہ اس کو امامت وتدریس کے عوض اجرت میں زکوٰۃ دی جارہی ہے اور زکوٰۃ کے لئے ضروری ہے کہ بشرط: "قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ" ہو(۱)۔

دوسرے شخص میں اول وجہ موجود نہیں البتہ دوسری وجہ موجود ہے "أحصروا في سبيل الله" کے مصداق کو بھی اجرت میں دینا درست نہیں۔

سلطان الفقہ میرے پاس موجود نہیں، اگر یہ کوئی معتبر کتاب ہے اور اس کے مسائل قابل اعتماد ہیں تب بھی عبارت مذکورہ استدلال کے لئے کافی نہیں کیونکہ اس میں صرف "الصدقات" ہے "واجبہ" کی قید نہیں اور چونکہ دیگر کتب معتبرہ میں صدقات واجبہ کے عدم جواز کی تصریح ہے لہٰذا یہاں صدقات غیر واجبہ مراد ہوں گے۔

بیت المال سے جو وظائف علماء اور قضاۃ کو ملتے تھے وہ زکوٰۃ سے نہیں بلکہ خراج اور جزیہ وغیرہ سے ملتے تھے:

"والنوع الثالث: الخراج والجزية، وما يؤخذ من صدقات بني تغلب، وما يأخذه العاشر من أهل الذمة، ومن أهل الحرب إذا مروا عليه، فهذا نوع مصروف إلى نوائب المسلمين. ومنها إعطاء المقاتلة كفايتهم وكفاية عيالهم؛ لأنهم فرغوا أنفسهم للجهاد ودفع شر المشركين عن المسلمين، فيعطون الكفاية من أموالهم، ومن هذا النوع يعطى للكراع والأسلحة، وسد الثغور، وإصلاح القناطر والجسور، وسد البثوق، وكري الأنهار العظام. ومنه أرزاق القضاة والمفتين والمحتسبين والمعلمين، وكل من فرغ نفسه لعمل من أعمال المسلمين على وجه الحسبة، فكفايته في هذا النوع من المال" اهـ. مبسوط: ۳/۱۸ (۲)۔

---

(۱) (الهداية، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز: ۱/۲۰۲، شركة علمية ملتان)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الزكاة: ۲/۱٤٦، دار الكتب العلمية - بيروت)

(وكذا في المبسوط، كتاب الزكاة: ۳/۱٤۲، غفاريه، كوئٹه)

(۱) (وسيأتي تخريجه تحت عنوان: "تبلیغی جماعت کو زکوٰۃ دینا")

(۲) (المبسوط للسرخسي، باب ما يوضع فيه الخمس: ۳/۲۲، الجزء الثالث، غفاريه، كوئٹه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۳۸، مطلب في مصارف بيت المال، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹۰، ۱۹۱، فصل: ما يوضع في بيت المال أربعة أنواع، رشيدية)

www.ahlehaq.org

فتاویٰ جواہر کی عبارت میں تو صدقاتِ واجبہ دینے کا اشارہ تک بھی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ ذیقعدہ/ ۶۰ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۰/ ذیقعدہ/ ۱۳۶۰ھ۔

امام کو زکوۃ دینا

سوال [۴۹۳۷]: محلہ کے بڑا گاؤں ہے اس مولوی کو جو مفلس ہے زکوۃ اور صدقہ فطر اس نیت سے دیں کہ نماز پڑھا دیں، کیا ایسی صورت میں زکوۃ اور صدقہ ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ معاوضہ امامت ہے اس سے زکوۃ ادا ہوگی نہ صدقہ فطر(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

شریکِ مکان کو زکوۃ دینا

سوال [۴۹۳۸]: ۱... زید اور بکر ماموں بھانجے ہیں، ایک ہی مکان میں جو بکر کی ملک ہے دونوں رہتے ہیں، بکر نادار اور غریب ہے، کیا اس مکان کی مرمت میں۔ جبکہ مرمت میں دونوں کا فائدہ ہے، زید بکر کو زکوۃ کی رقم دے سکتا ہے اور بکر اس رقم کو مرمت وغیرہ میں لگا سکتا ہے؟

۲... زید اور بکر دونوں کا کھانا مشترک تیار ہوتا ہے، کیا زید بکر کو زکوۃ کی رقم سے خورد ونوش کا سامان منگوا سکتا ہے اور دے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... بھانجا اگر ماموں کو زکوۃ دے تو شرعاً درست ہے بشرطیکہ تملیک کر دی جائے، بعد تملیک پھر ماموں کو اختیار

---

(۱) "هي تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير غير هاشمي ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى". (الدر المختار: ۲/ ۲۵۶، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/ ۴، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/ ۳۵۲، كتاب الزكاة، رشيدية)

ہے کہ مکان کی تعمیر وغیرہ میں جہاں چاہے صرف کرے (۱)۔

۲... اگر زکوٰۃ کا پیسہ بکر کو دے دیا پھر اس نے سامان خریدا اور زید کے ساتھ مشترک طور پر وہ کھانا پکایا گیا تو شرعاً درست ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نابالغ کو زکوٰۃ

سوال [۴۶۳۱]: زکوٰۃ کا پیسہ اگر نابالغ یتیم بچے کو دے دیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ یتیم قبضہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے تو اس کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی بشرطیکہ وہ مصرفِ زکوٰۃ ہو یعنی غنی یا ہاشمی وغیرہ نہ ہو (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود گنگوہی، ۲۵/۲/۹۳ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/صفر/۹۳ھ۔

---

(۱) (سیأتی تخریجہ تحت عنوان: "رشتہ داروں میں سے سب سے مقدم مستحق زکوٰۃ")

(۲) "إذا دفع الزكاة إلى الفقير، لا يتم الدفع ما لم يقبضها" الخ. (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۱۹۰، الباب السابع في المصارف، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۷۰، من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۳/۲۱۳، من توضع الزكاة فيه، غفارية)

(۳) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "ولا إلى من بينهما ولاد أو زوجية" (الدر المختار مع تنوير الأبصار) وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "وقيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأخوال الفقراء" (رد المحتار: ۲/۳۴۶، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۲۴۳، الفصل الثامن في أداء الزكاة، مجمد اكيڈمی لاہور)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۷۱، من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتح القدير: ۲/۲۷۴، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، مصطفى البابي الحلبي مصر)

زکوٰۃ دینے میں تو کسی قسم کا شبہ نہ رہے گا اگر چہ زکوٰۃ دینے والے کے پاس ہی امانت ہوگی مگر وہ اس کا حقدار نہ ہوگا۔ کیا یہ صورت جائز ہوگی؟

۵... اگر یہی نمبر ۱ کا یتیم لڑکا اپنے ایک چچا کے پاس بود و باش کرنے لگ جاوے اور وہی زکوٰۃ دیتا ہو اب وہ بالکل اپنے پاس جمع کر سکتا ہے یا نہیں، جو بصورت بالغ ہونے کے اس کو ادا کر دیا جائے؟

۶... اگر یتیم بچہ کسی چچا کے پاس رہتا ہے اور زکوٰۃ دینے والے کے پاس نہیں ہے، کیا زکوٰۃ دینے والا اپنے پاس رکھ سکتا ہے جو ایک ہزار روپیہ بصورت بالغی اس کو ادا کر دے؟

۷... ایک شخص کے پاس صرف پانچ بیگھہ جائیداد ہے اور دو ہزار روپیہ کا مقروض بھی ہے اور نہایت خستہ حال و غریب ہے، کیا وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے اور قوم سے راجپوت ہے، وجہ زوال روزی نہیں کر سکتا ہے۔ جواب باصواب سے جلد از جلد مطلع فرمادیں۔

امام الدین، پنجابہ، تحصیل نالاگڑھ، ڈاکخانہ مصطفیٰ آباد، ضلع انبالہ، مورخہ ۳/۱۲/۳۲ھ

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... صورت مسئولہ میں زکوٰۃ اس لڑکے کو دینا درست ہے، بلکہ اگر اس سے زیادہ قریبی رشتہ دار مستحق زکوٰۃ موجود نہ ہو تو اس لڑکے کو زکوٰۃ دینا افضل ہے:

"والأفضل في الزكاة والفطر والنذور الصرف أولاً إلى الإخوة والأخوات، ثم إلى أولادهم، ثم إلى الأعمام والعمات، ثم إلى أولادهم، ثم إلى الأخوال والخالات، ثم إلى أولادهم الخ". عالمگیری: ۱/۱۸۷(۱)۔

۲... اگر وہ لڑکا سمجھدار ہے، روپیہ پر قبضہ کر سکتا ہے تو خود اس کو دینا جائز ہے، پھر اگر ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس سے بطور امانت لیکر رکھ سکتا ہے اور اگر وہ نا سمجھ ہے، روپیہ کو کہیں پھینک دے گا یا کسی اور طرح ضائع کر دیگا تو پھر اس کو دینا درست نہیں، بلکہ وہ جس کی پرورش میں ہے اس لڑکے کے لئے دیدیا جائے، اگر وہ قابل

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹۰، الباب السابع في المصارف، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۲۴، باب المصرف، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في رد المحتار: ۲/۳۴۹، باب المصرف، سعيد)

احتیاط ہو تو پھر کوئی سا چچا اس روپیہ پر لڑکے کے لئے پرورش کرنے والے کا قبضہ کرا کے بطور امانت رکھ سکتا ہے(۱)۔

۳. لڑکے کو خرچ کی ضرورت اس وقت ہے جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے، بینک میں جمع کرنے سے وہ وقتی ضرورت کیسے پوری ہوگی لیکن اگر زائد ہو تو بعض علماء کے نزدیک لڑکا سمجھدار ہو اور پرورش کرنے والا اگر نا سمجھ ہو قبضہ کرا کے بینک میں جمع کرنا درست ہے۔

۴.... اگر ولی نے لڑکے کی طرف سے زکوٰۃ کا روپیہ اپنے قبضہ میں رکھا ہے تو اس میں کوئی نقصان نہیں لیکن جو روپیہ خود ولی نے زکوٰۃ کا نکالا ہے وہ جب تک بطور تملیک لڑکے کی ضرورت میں صرف نہ کردے گا زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

۵.... اگر وہ لڑکا سمجھدار ہے تو اس کو فی الحال ہی زکوٰۃ دینا جائز ہے، اگر نا سمجھ ہے تو چچا اس کی ضروریات میں صرف کرسکتا ہے بطور تملیک بلوغ کے انتظار کی ضرورت نہیں ہے(۲)۔

---

(۱) "وإذا دفع الزكاة إلى الفقير، لا يتم الدفع ما لم يقبضها، أو يقبضها للفقير من له ولاية عليه نحو الأب والوصي يقبضان للصبي ...... ولو قبض الصغير وهو مراهق، جاز، وكذا لو كان يعقل القبض بأن كان لا يرمي ولا يخدع عنه، الخ". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹۰، الباب السابع في المصارف، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۷۲، من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في رد المحتار: ۲/۲۵۷، كتاب الزكاة، سعيد)

(۲) "فلو أطعم يتيماً ناوياً الزكاة، لا يجزيه، إلا إذا دفع إليه المطعوم، كما لو كساه بشرط أن يعقل القبض، إلا إذا حكم عليه بنفقتهم". (الدر المختار)

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: بشرط أن يعقل القبض) قيد في الدفع والكسوة كليهما. وفسره في الفتح وغيره بالذي لا يرمي به ولا يخدع عنه، فإن لم يكن عاقلاً فقبض عنه أبوه أو وصيه أو من يعوله قريباً أو أجنبياً أو ملتقطه، صح، كما في البحر والنهر. وعبر بالقبض، لأن التمليك في التبرعات لا يحصل إلا به، فهو جزء من مفهومه، فلذا لم يقيده أولاً، كما أشار إليه في البحر".

(رد المحتار، كتاب الزكوة: ۲/۲۵۷، سعيد)

"لأن تمليك الصبي صحيح، لكن إن لم يكن عاقلاً فإنه يقبض عنه وصيه أو أبوه أو من يعوله قريباً أو أجنبياً أو الملتقط، كما في الولوالجية. وإن كان عاقلاً فقبض من ذكر أو قبضه بنفسه". (البحر =

۶... جس چچا کے پاس لڑکا رہتا ہے اس کو دینا بھی درست اور خود بھی لڑکے کی ضروریات میں خرچ کرنا جائز ہے اور کچھ روپیہ بچ گیا تو اس کو امانت رکھنا بھی درست ہے۔

۷... اگر آمدنی جائیداد کی اتنی نہیں ہے کہ قرض ادا کر کے ایک نصاب موافق بچ جائے تو اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۰/ رمضان/۵۳ھ۔ صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، ۲۱/ رمضان/۵۳ھ۔

بچوں کو زکوٰۃ دینا

سوال[۱۹۳۱]: زکوٰۃ کا روپیہ زکوٰۃ کے مستحق بچوں کو اگر دیا جائے، ملک ہو، بچے سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ قبضہ اور مالک کرنے کے اہل ہوں اور سمجھدار ہوں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۹۵ھ۔

= الرائق، کتاب الزکوٰۃ: ۲/۴۵۳، رشیدیہ)

(۱) "ومديون لا يملك نصاباً فاضلاً عن دينه ... والدفع للمديون أولى منه للفقير". (الدر المختار: ۲/۳۴۳، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۲۵، فصل في بيان أحكام المصارف، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۲۲، باب المصرف، رشيدية)

(۲) "في التمليك إشارة إلى أنه لا يصرف إلى مجنون وصبي غير مراهق ... ويصرف إلى مراهق يعقل الأخذ". (رد المحتار: ۲/۳۴۴، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹۰، الباب السابع في المصارف، رشيدية)

(وكذا في الخانية: ۱/۲۶۳، باب من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في فتح القدير: ۲/۲۷۴، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، مصطفى البابي الحلبي مصر)

اقرباء کو زکوۃ دینا

سوال [۴۶۲۲]: اگر کسی کو حقیقی بھائی اس قدر غریب ہو کہ جس قدر غریب ہونے پر دینا جائز ہوتا ہے تو کیا بھائی کو بھی زکوۃ دی جا سکتی ہے یا نہیں اور اگر جائز نہیں تو اپنے کنبہ میں سے کس کس کو دینا جائز ہے؟ برائے مہربانی تحریر فرمائیں۔

المستفتی محمد یونس، ۱۲/ رمضان مبارک۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھائی کو زکوۃ دینا جائز ہے جب کہ وہ مستحق ہو اور اصول و فروع و زوجین کے علاوہ سب رشتہ داروں کو زکوۃ دینا درست ہے جبکہ وہ مصرف زکوۃ ہوں: "ولا إلی من بينهما ولاد أو زوجية". تنویر۔ وقال ابن عابدین الشامی: "وقيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأخوال الفقراء". ص ۶۳ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ رمضان مبارک/۶۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۱/ رمضان مبارک/۶۳ھ۔

رشتہ داروں میں سب سے مقدم مستحق زکوۃ

سوال [۴۶۲۳]: زید زکوۃ کا مبلغ بجائے انفرادی شکل میں پانچ دس روپیہ تقسیم کرنے کے کسی ایک رشتہ کے مستحق لڑکے کو چن کر مستقل طور سے اس کی پڑھائی کی ذمہ داریاں پوری کرنا چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں رشتہ داروں میں کس کا بیٹا یا بیٹی پہلے مستحق قرار پائے گی؟ از روئے شریعت بھائی کا یا بہن کا، خالو کا یا ماموں کا؟ تفصیل سے لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حاجت میں اور تعلیم میں سب مساوی ہوں تو بھائی کا لڑکا مقدم ہے، پھر بہن کا، پھر خالہ اور

---

(۱) رد المحتار علی الدر المختار: ۲/۳۴۳، باب المصرف، سعید

(وکذا فی خلاصة الفتاوی: ۱/۲۴۳، الفصل الثامن فی أداء الزکاة، امجد اکیڈمی)

(وکذا فی التاتارخانیة: ۲/۲۷۰، من توضع الزکاة فیه، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی فتح القدیر: ۲/۲۷۰، باب من یجوز دفع الصدقة إلیه ومن لا یجوز، مصطفی البابی الحلبی مصر)

کیا نانا، ماموں، چچا مصرفِ زکوٰۃ ہیں؟

سوال[۴۲۲۵]: زید صاحبِ نصاب ہے اور اس کے نانا غریب ہیں، تو زید کو نانا، ماموں، چچا کو زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نانا غریب ہونے کے باوجود مصرفِ زکوٰۃ نہیں(۱)، ماموں، چچا اور ان کی اولاد اگر غریب ہوں تو ان کو دے سکتا ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

لڑکے کی بیوی کو زکوٰۃ، فطرہ دینا

سوال[۴۲۲۶]: زید اپنے لڑکے کی بیوی کو زکوٰۃ یا صدقۃ الفطر دے سکتے ہیں یا نہیں، جبکہ لڑکا مفرور ہے، چار بچے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکے کی بیوی کو اگر زکوٰۃ، فطرہ دے تو درست ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۹۹ھ۔

غریب بھائی کو زکوٰۃ دینا

سوال[۴۲۲۷]: کیا اپنے حقیقی غریب بھائی کو خوشحال بھائی زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے؟

---

(۱) (سابقہ تخریجہ تحت عنوان: "اولاد، ماں باپ کو زکوٰۃ دینا"۔)

(۲) (سابقہ تخریجہ تحت عنوان: "رشتہ داروں میں سب سے مقدم مستحق زکوٰۃ"۔)

(۳) "ویجوز دفعها لزوجة أبیه وابنه وزوج ابنته الخ". (رد المحتار: ۲/۳۴۶، باب المصرف، سعید)

(وأیضاً مقدم تخریجہ تحت عنوان: "داماد کو زکوٰۃ دینا"۔)

الجواب حامداً ومصلیاً:

غریب بھائی کو زکوٰۃ دینا درست ہے بلکہ وہ غیروں سے مقدم ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۰/۸۹ھ۔

زکوٰۃ بھائی اور اس کی اولاد کو

سوال [۴۳۴۸]: ہم دو بھائی چچا تایا کے ہیں اور ایک دادا کی اولاد ہیں، ہمارے دونوں بھائیوں کے علیحدہ علیحدہ بچے ہیں اور ہماری تیسری نسل ہے، ہم میں ایک کی اولاد تنگدست ہے اور ایک کی اولاد زکوٰۃ کا مالک ہے تو وہ زکوٰۃ کے روپے جو کہ تنگدست ہیں ان کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ شریعت کے مطابق آپ مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوٰۃ کے پیسے بھائی کو اور بھائی کی اولاد کو دینا درست ہے جبکہ وہ مستحق ہوں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

زکوٰۃ کی رقم ماموں، سالے اور ان کی اولاد کو دینا

سوال [۴۳۴۹]: زکوٰۃ اور قربانی کے چمڑے کی قیمت نانی، ماموں، سالے یا ان تینوں کی اولاد کو بھی دی جاسکتی ہے؟ اگر ان کا تذکرہ ثابت مشکل ہوتا ہے، احکام شرعیہ مع دلائل سلیس اردو میں تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نانی کو تو جائز نہیں، ماموں اور سالے کو جائز ہے، ان دونوں کی اولاد کو بھی جائز ہے، نانی کی اولاد میں سے والدہ کو جائز نہیں، خالہ، ماموں اور ان کی اولاد کو جائز ہے:

"(وقوله: أصله) بالجر: أي لا يجوز الدفع إلى أبيه وجده وإن علا، وفيه إشارة إلى أن

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "رشتہ داروں میں سب سے مقدم مستحق زکوٰۃ")

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "رشتہ داروں میں سب سے مقدم مستحق زکوٰۃ")

هذا الحكم لا يختص بالزكاة، بل كل صدقة واجبة لا يجوز دفعها لهم كالعشر والكفارات والنذور وصدقة الفطر والمنذور وفيه: بأصله وفرعه؛ لأن من سواهم من القرابة يجوز الدفع لهم، وهو أولى لما فيه من الصلة مع الصدقة كالإخوة والأخوات والأعمام والعمات والأخوال والخالات الفقراء، ولهذا قال في الفتاوى الظهيرية: ويبدأ في الصدقات بالأقارب، اهـ". البحر: ۲/۴۲۴ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۱۲/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

پھوپھی زاد بہن کو زکوۃ دینا

سوال [۵۰۲۰]: ۱... زید نے اپنے پھوپھا اور پھوپھی کے انتقال ہوجانے کے بعد اپنی پھوپھی زاد بہن کو بغرض پرورش اپنے مکان پر رکھ لیا ہے اور بیاہ دی، بالغ بہن کو زکوۃ کا روپیہ دینا چاہے تو کیا یہ صورت صحیح معنی میں ادا بھی ہوجاوے گی یا نہیں؟

۲... سوتیلی ماں کی طرف سے لڑکی کے حصہ کا روپیہ مل جانے کے بعد بالغ یا نابالغ ہر دو صورت میں لڑکی مذکورہ زکوۃ کی مستحق ہوسکتی ہے یا نہیں؟ فقط والسلام۔

مرسلہ: حاجی عنایت اللہ از میرواڑہ، ۱۴/جنوری/۳۸ء۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱، ۲... اگر وہ مصرفِ زکوۃ ہے یعنی اس کی ملک بقدرِ نصاب نہیں تو اس کو زکوۃ دینا درست ہے (۲)۔

---

(۱) (البحر الرائق: ۲/۴۲۴، باب المصرف، رشيدية)

(وراجع للتفصيل عنوان "اقرباء کو زکوۃ دینا")

(۲) "ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب وإن كان صحيحاً مكتسباً" (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۹، الباب السابع في المصارف، رشيدية)

(وكذا في فتح القدير: ۲/۲۸۱، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۲۸، باب المصرف، رشيدية)

www.ahlehaq.org

اور اس کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اگر وہ مصرفِ زکوٰۃ نہیں یعنی اس کی ملک بقدرِ نصاب ہے جو کہ حاجتِ اصلیہ سے زائد ہے تو زکوٰۃ دینا درست نہیں(۱)، اس مسئلہ میں بالغ اور نابالغ سب کا ایک حکم ہے، نابالغ کا باپ اگر زندہ ہو اور وہ صاحبِ نصاب ہو تو ایسے نابالغ کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ربیع الثانی/۶۷ھ۔

اگر وہ لڑکی نابالغ و یتیم ہے تو زکوٰۃ دینا اس کو جائز ہے لیکن اس پر اول مال پر قبضہ کرانا ضروری ہے، محض اپنے گھر کھانا کھلانا کافی نہیں ہے، ہاں یہ کہ کھانا دینے کے وقت زکوٰۃ کی نیت کی جائے (۳)۔

نمبر: ۲ میں جو ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حصہ میں کچھ روپیہ موجود ہے، اگر وہ بقدرِ نصاب اور جلد وصول ہو سکنے کی امید ہے تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہ ہوگا (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ربیع الاول/۶۷ھ۔

---

(۱) "الزكاة هي تمليك مال مخصوص ..... أخرج بالتمليك الإباحة، فلا تكفي فيها، فلو أطعم يتيماً ناوياً به الزكاة لاتجزيه، إلا إذا رفع إليه المطعوم ..... اهـ". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الزكوة، ص: ۳۸۷، قديمي)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار، كتاب الزكوة: ۲/۲۵۷، سعيد)

(وكذا في الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر، كتاب الزكوة: ۱/۲۸۳، بيروت)

(۲) "(ولا إلى طفله): أي الغني، فيصرف إلى البالغ ولو ذكراً صحيحاً، قهستاني. فأفاد أن المراد بالطفل غير البالغ ذكراً كان أو أنثى، في عيال أبيه أو لا، على الأصح، لما أنه يعد غنياً بغناه". (رد المحتار: ۲/۳۴۹، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۶۵، باب المصرف، امداديه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۲/۳۳۳، باب المصرف، غفاريه)

(۳) "تمليك، خرج الإباحة، فلو أطعم يتيماً ناوياً الزكاة لا يجزيه، إلا إذا دفع إليه المطعوم، كما لو كان بشرط أن يعقل، إلا إذا حكم عليه بنفقتهم". (الدر المختار: ۲/۲۵۷، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۷۵، من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۱۳، كتاب الزكاة، امداديه)

(۴) "وفي الفتح: دفع إلى فقيرة لها مهر دين على زوجها يبلغ نصاباً وهو موسر بحيث لو طلبت أعطاها =

دوا کے ذریعہ زکوۃ ادا کرنا

سوال [۴۶۱۵]: زید مصری دوا فروخت کرتا ہے، عمرو و دوسرے لوگ دوا کے لئے آتے ہیں جو مستحق زکوۃ ہیں، تو کیا زید ان کو دوا دیتے وقت اپنی زکوۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ یعنی قیمت بالکل نہ لے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

دے سکتا ہے، مگر ان پر ظاہر کردے تو اچھا ہے کہ یہ زکوۃ کی مد سے ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

زکوۃ سے طبی امداد

سوال [۴۶۱۶]: دریافت طلب امر یہ ہے کہ زکوۃ کا مصرف اس طبی امدادی فنڈ میں لگایا جاسکتا ہے

= لا یجوز، وإن کان لا یعطی لو علمت، جاز" (رد المحتار: ۳۴۴/۲، کتاب الزکوة، باب المصرف، سعید)

"ولو کان الدین علی مقر ملیئ أو معسر تجب الزکوة لإمکان الوصول إلیه ابتداء أو بواسطة التحصیل" (الهدایة: ۱/۱۸۶، کتاب الزکوة، شرکت علمیه)

(۱) "ویجزیه أن یعطی من الواجب جنساً آخر من المکیل والموزون أو العروض أو غیر ذلک بقیمته وعلیه عندنا وقد بیناه". (کتاب المبسوط للسرخسی، کتاب الزکوة، باب العشر: ۱/۲۰۴، الجزء الثانی، غفاریه کوئٹه)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الزکوة، باب زکوة البقر: ۲/۲۸۶، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الزکوة، باب زکوة المال: ۲/۳۹۹، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الزکوة، الفصل الثانی فی العروض: ۱/۱۷۹، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الزکوة، باب زکوة المال: ۱/۴۳۵)

(سوال): زکوۃ کے روپے میں سے مستحق زکوۃ کو اگر کپڑے بنا کر دیئے جائیں تو جائز ہے یا نقد دینا ضروری ہے؟

(الجواب): زکوۃ کے روپے سے کسی مستحق کو کپڑے بنا کر دیئے جاویں تو یہ بھی درست ہے۔

(فتاوی دار العلوم دیوبند، کتاب الزکوة، مسائل مصارف الزکوة، (سوال نمبر ۳۱۵)، ۶/۲۱۶، مکتبه امدادیه ملتان)

www.ahlehaq.org

یا نہیں؟ اس کا اشتہار یہ ہے:

طبی امدادی فنڈ: ہمارے شہر جنگل کی آبادی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اور بیماریوں کی بھی کثرت ہو رہی ہے، ڈاکٹروں کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی ہے اور میونسپلٹی کی طرف سے کوئی انتظام نہیں ہے، بعض مسلمان ڈاکٹر غریب اور مزدوروں پر رحم کھا کر یا تو ادھار دوا دے دیتے ہیں یا ان پر مہربانی کرتے ہیں، مگر ہمارے شہر میں کوئی ایسا انتظام نہیں ہے جہاں پر غریب عوام بیماری میں دوا دارو کے لئے کچھ اعانت طلب کر سکیں۔ بعض ایسے مریضوں کو بھی دیکھا گیا ہے جن کو ڈاکٹری مشورے کے مطابق جنگل سے باہر جا کر علاج کرنا چاہیے مگر بغیر خرچ اور دوسرے انتظامات نہ ہونے کی وجہ سے تڑپتے رہتے ہیں۔

مجلس اصلاح وتنظیم نے اس سلسلے میں بہت غور کیا اور ایک مرتبہ ڈاکٹروں کو بلا کر مشورے بھی کئے، آخر ہم نے یہ طے کر لیا ہے کہ مجلس کے زیر اہتمام ایک طبی امدادی فنڈ قائم کیا جائے تا کہ قوم کے امیر لوگ تعاون کر کے مجبور اور غریب مریضوں کو کچھ سہارا دے سکیں، ابھی ہم لوگوں کو اور بھی ضرورت ہے تا کہ اپنی عورتوں کی پریشانیوں کا کچھ مداوا کر سکیں۔

۱- اس فنڈ سے غریب مریضوں کو ان کی دوا دارو کے لئے ان کی مدد کی جائے گی۔

۲- مریضوں کے لئے ضروری چیزیں خرید کر رکھی جائیں گی اور ضرورت پر ان کو استعمال کے لئے دی جائیں گی۔

۳- غریب مریضوں کے لئے ڈاکٹروں کے دیئے ہوئے مشورے پر عمل کرانے کی کوشش کی جائے گی۔

۴- امکان میں ہوا تو مسلمان ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کر کے غریبوں کے لئے خیراتی دواخانہ کی صورت پیدا کی جائے گی۔ یہ سب کچھ جب ہی ممکن ہے جب ہمارے طبی امدادی فنڈ میں دل کھول کر اپنا عطیہ عطا کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دوائیں بنا کر جن کی قیمت مقدار واجب (زکوٰۃ) ہو غرباء و مستحقین کو تملیکاً دی جائیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، یہی حکم صدقۃ الفطر اور قیمت چرم قربانی کا ہے (۱)۔ ہسپتال میں مستحق اور غیر مستحق دونوں قسم کے

---

(۱) "ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا اباحۃ کما مر، لا یصرف إلی بناء نحو مسجد ... إلخ"

آدمی آتے ہیں، وہ بھی اکثر اوقات تملیک نہیں دی جاتی، ان دونوں باتوں کی رعایت اگر کی جائے تو زکوٰۃ ادا ہونے میں تردد نہیں رہے گا۔ اگر ہسپتال میں زکوٰۃ کا روپیہ دیا گیا اور اس سے ذمہ داروں نے دوا منگانے، بنوانے کی مزدوری دی تو اتنی مقدار زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، غرض ادائے واجب کے لئے معاملہ کی پوری تفتیش لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۸۸ھ۔

تبلیغی جماعت کو زکوٰۃ دینا

سوال[۴۱۵۴]: زکوٰۃ کی رقم تبلیغی جماعت کے افراد پر خرچ کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اور یہ کہنا کہ زکوٰۃ کا صحیح مصرف تبلیغی جماعت ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ مصرفِ زکوٰۃ ہیں تو ان پر صرف کرنا درست ہے(۱)، لیکن مصرفِ صحیح کو ان میں منحصر کرنا صحیح نہیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= الحيلة أن يتصدق على الفقير، ثم يأمر بفعل هذه الأشياء، الخ" (الدر المختار) "(قوله: نحو مسجد) كبناء القناطر والسقايات، وإصلاح الطرقات، وكري الأنهار، والحج والجهاد، وكل ما لا تمليك فيه". (رد المحتار: ۳۴۴/۲، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱۸۸/۱، الباب السابع في المصارف، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱۲۰/۲، باب المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۲۳۳/۳، الفصل الثامن في من يوضع الزكاة فيه، غفاريه)

(۱) "هي تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير غير هاشمي ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى" (الدر المختار: ۲۵۶/۲، ۲۵۸، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۵۲/۲، كتاب الزكاة، رشيديه)

(۲) "أما قوله تعالى: ﴿وفي سبيل الله﴾ [التوبة: ۶۰] عبارة عن جميع القرب، فيدخل فيه كل من سعى

www.ahlehaq.org

نادار طلبہ کو زکوۃ دینا

سوال [۴۵۰۳]: یہاں ایک مدرسہ اسلامیہ ہے جس کا خرچ آمد سے زیادہ ہے اس لئے چندہ کیا جاتا ہے، کچھ لوگ زکوۃ دیتے ہیں، روپیہ ہم خود زکوۃ کا روپیہ لینے سے احتیاط برتتے ہیں، تملیک کو ہم بہتر نہیں سمجھتے اس لئے زکوۃ کم ہی آتی ہے۔ آپ ہمیں بتائیں کہ اگر اتفاق سے زکوۃ آجائے تو ہم اس کو کسی ایسے آدمی کے بچوں پر خرچ کر سکتے ہیں جو بظاہر صاحبِ نصاب نہیں ہے اور خوددار بھی ہے؟ اگر ان سے کہا جائے کہ تمہارے بچوں کے سلسلہ میں کتابوں کا روپیہ زیادہ ہو گیا ہے وہ ادا کرو اور وہ مجبوری ظاہر کرے اس پر ہم ان سے کہیں کہ ہم ان کتابوں کا روپیہ زکوۃ کی مد سے ادا کر دیں تو وہ اپنی خودداری کی وجہ سے اس پر آمادہ بھی نہ ہو تو ہم بغیر اس پر ظاہر کئے اس کے بچوں کو ماہانہ وظیفہ مدرسہ سے دے سکتے ہیں یا مدرسہ کے نام پر آئی ہوئی زکوۃ کو بیواؤں، لاچاروں وغیرہ میں تقسیم کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوۃ لینے سے جب آپ احتیاط کرتے ہیں تو بہتر یہی ہے کہ جو شخص دے اس کو بھی انکار کر دیں، تاہم نادار طالب علم کو زکوۃ کا پیسہ بمد زکوۃ بے قاعدہ یا رد تملیک کا دینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی جب کہ وہ طالب علم سمجھدار ہو، وہ مال کا قبضہ کی اہلیت رکھتا ہو بالکل چھوٹا نا سمجھ نہ ہو (۱)۔

مدرسہ میں خرچ کرنے کے لئے جو زکوۃ آئے اس کو بیواؤں اور مدرسہ سے غیر متعلق لاچاروں پر صرف کرنے کا حق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

۔۔۔ في طاعة الله وسبيل الخيرات إذا كان محتاجاً". (بدائع الصنائع: ۲/۴۷۱، فصل في الذي يرجع إلى المؤدي، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۲۲، باب المصرف، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۶۱، باب المصرف، امدادية)

(۱) "في التمليك إشارة إلى أنه لا يصرف إلى مجنون وصبي غير مراهق... ويصرف إلى مراهق يعقل ۔

نادار طلبہ کو زکوۃ دینا

سوال [۴۲۵۱]: یہاں ایک مدرسہ اسلامیہ ہے جس کا خرچ آمد سے زیادہ ہے، اس لئے چندہ کیا جاتا ہے، کچھ لوگ زکوۃ دیتے ہیں، ویسے ہم خود زکوۃ کا روپیہ لینے سے احتیاط برتتے ہیں، تملیک کو ہم بہتر نہیں سمجھتے، اس لئے زکوۃ کم ہی آتی ہے۔ آپ ہمیں بتائیں کہ اگر اتفاق سے زکوۃ آجائے تو ہم اس کو کسی ایسے آدمی کے بچوں پر خرچ کر سکتے ہیں جو بظاہر صاحب نصاب نہیں ہے اور خوددار بھی ہے؟ اگر اس سے کہا جائے کہ تمہارے بچوں کے سلسلہ میں کتابوں کا روپیہ اتنا ہو گیا ہے وہ ادا کرو اور وہ مجبوری ظاہر کرے، اس پر اگر ہم اس سے کہیں کہ ہم ان کتابوں کا روپیہ زکوۃ کی مد سے ادا کر دیں تو وہ اپنی خودداری کی وجہ سے اس پر آمادہ بھی نہ ہو، تو ہم بغیر اس پر ظاہر کئے اس کے بچوں کو ماہانہ وظیفہ مدرسہ سے دے سکتے ہیں، یا مدرسہ کے نام پر آئی ہوئی زکوۃ کو بیواؤں لاچاروں وتنگ دست کو دے سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوۃ لینے سے جب آپ احتیاط کرتے ہیں تو بہتر یہی ہے کہ جو شخص دے اس کو بھی انکار کر دیں۔ تاہم نادار طالب علم کو زکوۃ کا پیسہ بمد زکوۃ سے قاعدہ پارہ تملیکاً دینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی جب کہ وہ طالب علم سمجھدار ہو، در ماکانہ قبضہ کی اہلیت رکھتا ہو، بالکل چھوٹا نا سمجھ نہ ہو(۱)۔ مدرسہ میں خرچ کرنے کے لئے جو زکوۃ

= (ردالمحتار: ۲/۳۴۴، باب المصرف، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹۰، الباب السابع في المصارف، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۷۴، باب من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتح القدير: ۲/۲۶۷، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) "(والزكاة هي التمليك) خرج الإباحة، فلو أطعم يتيماً ناوياً الزكاة، لا يجزيه، إلا إذا دفع إليه المطعوم كما لو كساه بشرط أن يعقل القبض، اهـ". (الدرالمختار) "(قوله: خرج الإباحة): أي فلا تكفي فيها ... (قوله: إذا دفع الخ) مقيد بما إذا لم يكن أبوه غنياً، لأنه يعد غنياً بغنى أبيه ... ومنه علم أنه لا يشترط في المدفوع إليه البلوغ ولا العقل؛ لأن تمليك الصبي صحيح، لكن إن لم يكن عاقلاً فإنه يقبض عنه وصيه أو أبوه أو من يعوله، قريباً أو أجنبياً أو الملتقط. وإن كان عاقلاً فقبض من ذكر، وكذا قبضه بنفسه. اهـ". =

آگے اس کو دینا اس مدرسہ سے غیر متعلق ناداروں پر صرف کرنے کا حق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۰/۹۰ھ۔

حاجت مند ماں باپ کو زکوٰۃ دینا

سوال[۴۲۵۱]: کسی شخص کی ایک لڑکی ہے جس کی شادی ہوگئی ہے تو اب اس لڑکی پر اپنے ماں باپ کا نفقہ تو واجب ہے نہیں تو لڑکی اپنے ماں باپ کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتی ہے جبکہ اس کے ماں باپ محتاج ہیں؟ اگر زکوٰۃ نہیں دے سکتی تو کیا اس لڑکی کے ذمہ نفقہ واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے(۱)، اگر وہ حاجت مند ہوں تو ان کا نفقہ بھی واجب ہے، عطیہ کے طور پر بھی امداد کی جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

– (وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكوة: ۲/۳۴۶، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۷۰، من توضع الزكوة فيه، إدارة القرآن كراتشي)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۲۸، كتاب الزكوة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۲۴، باب المصرف، رشيدية)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۱/۴۸۸، دار المعرفة بيروت)

(۱) "ولا يدفع المزكي زكاة ماله إلى أبيه وجده وإن علا" (الهداية: ۱/۲۰۶، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، شركة علمية ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۸، الباب السابع في المصارف، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۲۲، باب المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "لا تدفع الزكاة إلى الوالدين وإن علوا ... لأن منفعتهم واحدة على المزكي الخ" (الفقه الإسلامي وأدلته: ۳/۱۹۶۶، مصارف الزكاة، رشيدية)

بشرطیکہ مستحق الدین کو دیا جائے۔

جن اقرباء وغیرہ کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے

سوال [۴۲۵۸]: زکوٰۃ جن لوگوں کو نہ دی جائے ان کے نام تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"اصول" ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، وغیرہ۔ "فروع" بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی وغیرہ۔ "زوجین" شوہر بیوی، ان رشتہ داروں کو زکوٰۃ نہ دی جائے (۱)، بقیہ رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، سادات کرام کو بھی زکوٰۃ نہ دی جائے، نیز صاحب نصاب کو زکوٰۃ نہ دی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۸/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۸/۲۹ھ۔

سادات کو زکوٰۃ دینا

سوال [۴۲۵۹]: سیدوں کو زکوٰۃ، عشر، صدقات واجبہ مثل فطرہ، نذر و نیاز دینی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز نہیں:

"ولا إلى بني هاشم، وجازت التطوعات من الصدقات" الخ۔ "قيد بها ليخرج بقية الواجبات كالنذر والعشر والكفارات"۔ درمختار، شامی (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

= البتہ صدقات نافلہ والدین کو دینا جائز ہے:

"وأما صدقة التطوع: فيجوز دفعها إلى هؤلاء، والدفع إليهم أولى؛ لأن فيه أجرين: أجر الصدقة وأجر الصلة" الخ۔ (بدائع الصنائع: ۲/۱۸۳، فصل في الذي يرجع إلى المؤدى إليه، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۲/۲۳۳، باب من توضع الزكاة فيه، غفاريه)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۷۳، من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراچي)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "مصارف زکوٰۃ"۔)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۵۱، باب المصرف، سعید)

نہیں؟ اگر نہ لوٹائے تو چندے سے گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

۲۔ بہشتی زیور(۱) میں یہ مسئلہ ہے کہ: "ایک شخص کو مستحق سمجھ کر زکوۃ دیدی تھی، پھر معلوم ہوا کہ وہ مالدار ہے یا سید ہے، یا اندھیری رات میں کسی کو دیدی پھر معلوم ہوا کہ وہ تو میری ماں یا میری لڑکی تھی یا اور کوئی رشتہ دار تھا جس کو زکوۃ دینا درست نہ تھا، ان سب صورتوں میں زکوۃ ادا ہوگئی، دوبارہ ادا کرنا واجب نہیں۔ اگر دینے کے بعد معلوم ہوا کہ جس کو دیا ہے وہ کافر ہے تو زکوۃ دوبارہ ادا کرے۔" در مختار: ۲/۸۰(۲)، ہدایہ: ۱/۱۸۹(۳)۔

المستفتی: محمد سعید (دہلی)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ سید کو زکوۃ دینا درست نہیں، "وهاشمي: أي لا يجوز دفعها لبني هاشم لقوله عليه السلام: "إن هذه الصدقات إنما هي أوساخ الناس، وإنها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد" رواه مسلم. وقال عليه الصلوة والسلام "نحن أهل بيت، لا تحل لنا الصدقة". رواه البخاري." زیلعی: ۲/۳۰۳(۴)۔

۲۔ جی ہاں "عقد الجید" سے نقل کیا ہے(۵) لیکن ابو جعفر نے "شرح معانی الآثار" میں تین روایتیں

---

(۱) (بہشتی زیور، حصہ دوم، ص: ۳۴، کتاب الزکوۃ، جن لوگوں کو زکوۃ دینا جائز ہے ان کا بیان، المکتبۃ المدینۃ، لاہور)

(۲) "دفع بتحر لمن يظنه مصرفاً فبان أنه عبده أو مكاتبه أو حربي ولو مستأمناً أعادها" (الدر المختار: ۲/۳۵۲، کتاب الزکوۃ، باب المصرف، سعید)

"والحق المنع فقد قال في غاية البيان معزياً إلى التحفة: وأجمعوا أنه إذا ظهر أنه حربي ولو مستأمناً لا يجوز". (البحر الرائق: ۲/۴۲۳، کتاب الزکوۃ، باب المصرف، رشیدیہ)

(۳) (الهداية: ۱/۲۰۷، كتاب الزكوة، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز، شركة علمية، ملتان)

(۴) (تبيين الحقائق: ۲/۱۲۴، باب المصرف، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۵) "باب كراهية الصدقة للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأهل بيته ومواليه المسئلة متفق عليها الخ وأما آله فقيها اختلاف، قال الزيلعي شارح الكنز: إنها لا يجوز للهاشمي، وتبعه ابن الهمام، وأما غيره—

کے قریب بنی ہاشم کے لئے زکوۃ کے ناجائز ہونے پر تحریر فرماتے ہیں (۱) اور اسی شرح ترمذی میں ہے۔ ص:۲۹۳ "باب کراهة الصدقة للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأهل بيته ومواليه ، المسئلة متفق عليها" (۲) اور امام رازی شافعی المذہب ہیں (۳)۔

۳..... فتح القدیر (۴) اور شامی (۵) وغیرہ میں ابوعصمہ کی روایت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے جواز کی نقل کی ہے جو کہ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے (۶)۔

۴..... اس کا مطلب یہ ہے کہ جن احکام کا مدار عرف پر ہوتا ہے وہ عرف کے بدلنے سے بدلتے رہتے ہیں، لہذا مفتی کو عرف کا پہچاننا ضروری ہے تاکہ اس کے موافق خود عمل کرے اور دوسروں کو بتلائے، اگر عرف کو نہیں پہچانے گا تو غلطی کا احتمال زیادہ ہے، اس کی نظیریں زمانہ گذشتہ اور موجودہ میں بکثرت موجود ہیں (۷)۔

= لیجوز ما نه ..... اهـ".

"وفي عقد الجيد: أفتى الطحاوي من الحنفية وفخر الدين الرازي من الشافعية بجواز الزكاة للهاشمي في هذه العصور إذ وصل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فلا تجوز له الغالة أيضاً". (العرف الشذي على هامش الترمذي، باب كراهية الصدقة للنبي صلى الله عليه وسلم: ۱/۱۴۳، سعيد)

(۱) (شرح معاني الآثار، كتاب الزكوة، باب الصدقة على بني هاشم: ۱/۳۴۷-۳۵۳، سعيد)

(۲) (راجع الحاشية رقمها: ۱)

(۳) (راجع ص: ۵۵۳، رقم الحاشية: ۵)

(۴) (فتح القدير: ۲/۲۷۲، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في التاتارخانية ۲/۲۷۳، باب من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراچی)

(۵) (رد المحتار: ۲/۳۵۰، باب المصرف، سعيد)

(۶) "ولا يدفع إلى بني هاشم". هذا ظاهر الرواية وروى أبو عصمة عن أبي حنيفة أنه يجوز في هذا الزمان". (فتح القدير: ۲/۲۷۲، كتاب الزكوة، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۷) "واعلم أن اعتبار العادة والعرف رجع إليه في مسائل كثيرة حتى جعلوا ذلك أصلاً، فقالوا في الأصول في باب ما تترك به الحقيقة: تترك الحقيقة بدلالة الاستعمال والعادة، هكذا ذكر فخر الإسلام" (رسائل ابن عابدين: ۲/۱۱۴، سهيل اكيدمي) ....

۶،۵۔۔ میں نے ان علماء کی کوئی تحریر اس مسئلہ میں ایسی نہیں دیکھی جس سے معلوم ہوتا ہو کہ سید کو زکوۃ دینی جائز ہے، بلکہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کی عبارت جواب نمبر: ۲ میں منقول ہے، تاہم اگر کسی ناواقف نے ان حضرات سے فتویٰ لے کر سید کو زکوۃ دی ہے اور اس کا یہی اعتقاد ہے کہ ان حضرات نے صحیح بتایا ہے تو اس کے ذمہ اس زکوۃ کا اعادہ ضروری نہیں۔ رہا ان حضرات کو گنہگار ہونا نہ ہونا تو یہ سائل کا سوال بے محل ہے، سائل کو اس سے کچھ غرض نہیں، یہ حضرات اپنے علم کے مطابق جو کچھ فتویٰ دیتے ہیں اپنی ذمہ داری پر دیتے ہیں۔

نمبر: ۵ کا حکم مستقلاً معلوم ہو گیا، اس مسئلہ کو نمبر: ۱ والے مسئلہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں، اس لئے کہ نمبر: ۱ میں مسئلہ کا علم صحیح طور پر حاصل ہے، غلطی جو کچھ ہوئی وہ عمل میں ہوئی اور وہ تحری کے بعد عملی غلطی شرعاً معاف ہے اور نمبر: ۵ میں علم واعتقاد کی خطا ہے اور عمل جو کچھ کیا ہے اعتقاد کے مطابق کیا ہے اور اعتقادی غلطی، نیز اس کی غلطی جو کہ اعتقادی غلطی پر مرتب ہو شرعاً معاف نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۱۰/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/شوال/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

سید کی زکوۃ سید کو دینا

سوال[۶۶۶۲]: کیا سید مالدار اپنے غریب مسکین رشتہ داروں کو زکوۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر سید صاحب علم سفر میں ہو تو کیا زکوۃ کے مال سے کچھ کھا پی سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناجائز ہے یہی صحیح ودرست ہے: "ولا إلى بني هاشم، ظاهر المذهب بإطلاق المنع، وقول

= (وكذا في الأشباه والنظائر: ۱/۲۶۸، القاعدة السادسة العادة محكمة، إدارة القرآن كراچی)

نــــوٹ: یہی سوال کفایۃ المفتی میں موجود ہے، مزید برآں جواز کے فتویٰ دینے والے علماء کرام کے فتاویٰ بھی موجود ہیں، تفصیل کے لئے دیکھئے: (کفایۃ المفتی: ۴/۲۷۱، مصارف زکوۃ، دار الاشاعت)

www.ahlehaq.org

العینی: "والهاشمی یجوز دفع زکوته لمثله" صرح به "لایجوز" نهر" اھ". (درمختار: ۲/ ۳۵۰)(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

زکوۃ سے سید کا قرض ادا کرنا

سوال [۴۶۰۰]: زید جو نسباً سید ہے اور عمر کا مقروض ہے، بکر صاحبِ نصاب ہے، وہ اگر زکوۃ کے روپیہ سے زید کا قرض ادا کردے اس طرح سے کہ زکوۃ کا روپیہ عمر کو دیدے اور زید کو اس کی خبر کردے تو کیا یہ جائز ہے؟ اور بکر کی زکوۃ ادا ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح قرض تو ادا ہوجائے گا مگر زکوۃ ادا نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۲/ ۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۲/ ۹۵ھ۔

---

(۱) (الدر المختار: ۲/ ۳۵۰، باب المصرف، سعید)

"واطلاقه یفید انه لا فرق بین دفع غیرهم لهم ودفعهم بعضهم لبعض، وجوّز الثانی دفع بعضهم لبعض، وهو روایة عن الإمام، وقول العینی: "والهاشمی یجوز له ان یدفع زکاته إلی هاشمی مثله عند ابی حنیفة خلافاً لأبی یوسف" صرح به "لایجوز"". (النهر الفائق: ۱/ ۴۶۶، باب المصرف، امدادیہ)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۱/ ۳۳۲، باب فی بیان أحکام المصرف، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی فتح القدیر: ۲/ ۲۷۲، باب من یجوز دفع الصدقة إلیه ومن لایجوز، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

(۲) "وجازت التطوعات من الصدقات وغلة الأوقاف لهم، أی لبنی هاشم، سواء سماهم الواقف أولا علی ما هو الحق کما حققه فی الفتح لکن فی السراج وغیره إن سماهم جاز وإلا لا". (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/ ۳۵۰، سعید)

"ولا یدفع إلی بنی هاشم، وهم: آل علی وآل عباس وآل جعفر وآل عقیل وآل الحارث بن عبد المطلب ... هذا فی الواجبات کالزکاة والنذر والعشر والکفارات، فأما التطوع فیجوز الصرف إلیهم". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/ ۱۸۹، الباب السابع فی المصارف، رشیدیہ)

www.ahlehaq.org

سادات اور انگریزی پڑھنے والے طلبہ کو زکوٰۃ دینا

سوال [۴۶۶۲]: کیا اس زمانہ میں سادات کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟ انگریزی تعلیم پر زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابو عصمہ کی روایت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ ہے کہ "بیت المال سے حصہ (خمس الخمس) نہ ملنے کی وجہ سے بنو ہاشم کے لئے زکوٰۃ درست ہے، کذا فی الدر المختار: ۹۱/۲ (۱)۔ امام طحاوی نے بھی اس کو اختیار کیا ہے، کذا فی مراقی الفلاح، ص: ۳۹۳ (۲)، لیکن ظاہر روایت یہ ہے کہ درست نہیں (۳)۔ اگر

= (وكذا في إعلاء السنن: ۹۳/۹، باب من يجوز دفع الصدقات إليه، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱۶۲/۲، فصل الذي يرجع إلى المؤدى إليه، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح القدير: ۲۷۲/۲، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ۲۴۹/۲، باب المصرف، رشيدية)

(وكذا في مرقاة المفاتيح: ۲۳۵/۴، باب لا تحل له الصدقات، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۳۳۰/۱، باب بيان أحكام المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في التاتارخانية: ۲۷۴/۲، باب من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في النهر الفائق: ۴۵۸/۱، باب المصرف، امدادية)

(۱) "وروى أبو عصمة عن الإمام أنه يجوز الدفع إلى بني هاشم في زمانه؛ لأن عوضها وهو خمس الخمس لم يصل إليهم". (رد المحتار: ۳۵۰/۲، باب المصرف، سعيد)

(۲) "واختار الطحاوي دفعها لبني هاشم، وكذا روى أبو عصمة عن الإمام يجوز الخ". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۷۲۱، باب المصرف، قديمي)

(۳) "ولا يدفع إلى بني هاشم" هذا ظاهر الرواية". (فتح القدير: ۲۷۲/۲، كتاب الزكوة، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، مصطفى البابي الحلبي مصر)

www.ahlehaq.org

مستحق کو تملیک کردیا جائے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی اگرچہ وہ انگریزی پڑھتا ہو لیکن دیندار کو دینا افضل ہے(۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

سادات کو بینک کا سود اور زکوۃ دینا

سوال[۴۰۶۵]: پچھلے دنوں شری وردھن سے ایک استفتاء بھیجا گیا تھا، اس سلسلہ میں چند باتیں دریافت طلب ہیں:

سوال یہ تھا کہ بینک جو سود دیتا ہے وہ لیا جائے یا نہیں؟ لینے کی صورت میں کیا کیا جائے؟ ضائع کیا جائے یا غرباء کو دیا جائے، سادات کو دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ یا اسکول کی تعمیر یا اسکول کے لئے پیشاب خانہ، بیت الخلاء یا عام لوگوں کے لئے پیشاب خانہ، بیت الخلاء بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب کا ماحصل یہ ہے کہ بینک سے ملنے والا سود لیا جائے، غرباء کو دیا جائے، غرباء مثلاً سادات اور دینی مدارس کے طلبہ کو دینا بالکل درست ہے، لیکن اسکول کی تعمیر، اسکول کے لئے پیشاب خانے، بیت الخلاء بنانا بالکل درست نہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ بینک جو سود دیتا ہے، کیا وہ اس سود کی تعریف میں نہیں آتا جو قرآن میں مذکور ہے یعنی بینک کا سود سود ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کی حرمت کے فتوے دیئے جاتے تھے، اگر بینک کا سود حرام ہے بلکہ شدید الحرمت ہے تو سادات اور علوم دینیہ کے طلباء کے لئے بالکل درست اور اسکول اور اس کی ضرورت کے لئے ناجائز کیوں ہے؟

---

(۱) "وكره نقلها إلا إلى قرابة أو أحوج أو أصلح أو أورع أو أنفع للمسلمين أو إلى طالب علم. وفي المعراج: التصدق على العالم الفقير أفضل الخ". (الدر المختار: ۲/۳۵۳، ۳۵۴، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۳۶، باب المصرف، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۳۰، باب بيان أحكام المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سود کی حرمت منصوص یعنی قطعی ہے، بینک کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا اس لئے وہ حرام ہے، بینک سے اگر سود وصول نہ کیا جائے تو وہ خلافِ اسلام مواقع میں استعمال کیا جاتا ہے جس کا ضرر ظاہر ہے، اس ضرر سے تحفظ کے لئے وہاں سے وصول کر لیا جائے پھر خود استعمال نہ کیا جائے کیونکہ حرام ہے، حرام مال واجب التصدق ہوتا ہے، جو شخص ایسے واجب التصدق مال کا مستحق ہو اس کو دے دیا جائے، جو غرباء طلباء وغیرہ ایسے ہوں کہ ان کے گزارے کی کوئی صورت نہ ہو وہ اس کے مستحق ہیں (۱)۔

سادات کا اکرام واحترام لازم ہے اس لئے ان کو زکوۃ وصدقات واجبہ دینے سے احتراز کا حکم ہے کیونکہ اس کو اوساخ الناس کہا جاتا ہے، لیکن جو سادات اس قدر حاجت مند ہوں کہ گزارے کے لئے بھیک مانگنے پر مجبور ہو جائیں، ان کے حق میں حنفیہ میں سے امام طحاوی اور شافعیہ میں سے امام رازی نے زکوۃ کو درست قرار دیا ہے کہ زکوۃ لینے میں جس قدر ان کے احترام پر زد پڑتی ہے اس سے زیادہ تر بھیک مانگنے میں ہے، یہ سب کی نگاہوں میں بڑی ذلت ہے اس بڑی ذلت سے بچانے کے لئے اگر ان کو زکوۃ دیدی جائے تو یہ آسان ہے، اگرچہ یہ قول ظاہر الروایت نہیں ہے اور عام حالات کے لئے اختیار نہیں کیا جاتا، لیکن سخت مجبوری اور تنگی کی حالت میں اس پر عمل کرنے کی گنجائش اکابر کے کلام میں معلوم ہوتی ہے۔

حضرت مولانا انور شاہ صاحب کے کلام کا خلاصہ "فیض الباری" (۲) اور "العرف الشذی (۳)" میں

www.ahlehaq.org

---

(۱) "الرجل مات وكسبه من بيع الباذق، أو الظلم، أو أخذ الرشوة، يتورع الورثة، ولا يأخذون منه شيئاً، وهو أولى بهم، ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه". (رد المحتار: ۳۸۵/۶، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۴۹/۵، الباب الخامس عشر في الكسب من الكراهية، رشيدية)

(وكذا في كفاية المفتي: ۱۱۸/۸، كتاب الربو، دار الإشاعت كراچی)

(وكذا في أحسن الفتاوى: ۱۸/۷، باب الربو، سعيد)

(۲) "قلت: وأخذ الزكاة عندي أسهل من السؤال، فأفتي به أيضاً". (فيض الباري: ۵۲/۳، باب ما يذكر في الصدقة للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم وآله، خضر راه بك ڈپو، ديوبند)

(۳) (العرف الشذي على هامش جامع الترمذي: ۱۴۲/۱، باب كراهية الصدقة للنبي صلى الله تعالى

منقول ہے۔ تاہم جہاں تک ہوسکے سادات کرام کو اس سے بچانا اَولیٰ و افضل ہے اور ان کے احترام کا تقاضا ہے۔ اسکول کی تعمیر اور بیت الخلاء، پاخانے وغیرہ مستحق نہیں ہوتے جو کہ تصدق کا حاصل ہے اس لئے اس سے منع کیا گیا ہے۔ مستحق کو مالک بنا کر دیدیا جائے، پھر وہ جو دل چاہے جہاں چاہے خرچ کرے۔ سابقہ فتویٰ نمبر، ۵۰۵۳، ۲۵/۱۱/۹۲ھ میں اختصار کی وجہ سے تفصیل نہیں آسکی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

صاحبِ نصاب کا کسی کو پڑھانے کی نیت سے زکوٰۃ سے کھالینا

سوال[۶۲۲۶]: زید صاحبِ نصاب کسی مجبوری کی وجہ سے مدرسہ کا کھانا کھائے یہ نیت کرکے کہ میں بعد میں کسی لڑکے کو پڑھادوں گا اتنے سال جتنے کہ میں پڑھا ہوں۔ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

غیر مستحق بلا ضرورتِ شدیدہ کے زکوٰۃ وغیرہ نہ کھائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۱/۹۰ھ۔

زکوٰۃ کی کتابیں صاحبِ نصاب کو دینا

سوال[۶۲۲۷]: کسی صاحبِ نصاب نے اپنے زکوٰۃ کے روپیہ سے کتب خرید کر دوسرے عالم

= عليه وسلم وأهل بيته ومواليه. سعيد)

(وشرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الزكوة، باب الصدقة على بني هاشم: ۱/۳۴۲–۳۵۳، سعيد)

(۱) "ولا إلى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال كان، الخ". (الدر المختار ۲/۳۴۷، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۹، الباب السابع في المصارف، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۳/۲۳۳، الفصل الثامن في موضع الزكوة فيه، مكتبه غفاريه)

دار الحرب میں حربی کو زکوٰۃ وصدقہ

سوال [۴۲۶۹]: ہندوستان اس وقت دار الحرب ہے یا کیا ہے؟ نیز ہندو حربی ہیں یا کیا ہیں؟ اور بہر صورت ہندو کو صدقۂ فطر دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندوستان کے متعلق دیر سے اختلاف چلا آرہا ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اور حضرت شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی نے دار الحرب قرار دیا ہے، یہی رائے حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا نانوتوی کی ہے، دیگر اکثر علماء اسی طرف گئے ہیں اور یہاں کے جملہ کفار کو حربی فرماتے ہیں، کذا فی فتاوی الرشیدیة، ج۲(۱)۔

دار الحرب کے متعلق تین قول نقل کر کے فرماتے ہیں:

"ومذہب قول ثالث را محققین ترجیح دادہ اند، وبریں تقدیر معمولۂ انگریز و اشباہ ایشاں بلاشبہ دار الحرب است، اھ" فتاوی عزیزیہ: ۲۱(۲)۔

"ودر کافی می نویسد "إن المراد بدار الإسلام بلاد یجری فیہا حکم إمام المسلمین، وتکون تحت قہرہ، وبلاد الحرب بلاد یجری فیہا أمر عظیمہا، وتکون تحت قہرہ، انتہی"۔

"دریں شہر (دہلی) حکم امام المسلمین اصلاً جاری نیست، وحکم رؤسائے نصاری بے دغدغہ جاری است، ومراد از اجرائے احکام کفر ایں است کہ در مقدمۂ ملک داری، وبندوبست رعایا واخذ خراج وباج وعشور، اموال تجارت، وسیاست قطاع الطریق وسراق، وفصل خصومات، وسزاء جنایات کفار بطور خود حاکم باشند آرے، اگر بعضے احکام اسلام را مثل جمعہ وعیدین واذان وذبح بقر تعرض نکنند نکردہ

---

(۱) (تالیفات رشیدیہ، ص: ۶۵۳، "فیصلۃ الأعلام فی دار الحرب والإسلام"، ادارہ اسلامیات، لاہور)

(۲) (فتاوی عزیزی (فارسی): ۱/۱۱۰، سودگرفتن از حربیاں، مکتبہ رحیمیہ، دیوبند، یوپی)

باشند، لیکن اصل الاصول ایں چیزہا نزد ایشاں ہدر است، زیراکہ مساجد رابے تکلف منہدم می نمایند، و ہیچ مسلمان یا ذمی بغیر استیمانِ ایشاں دریں شہر و در نواح آں نمی تواند آمد، برائے منفعت خود از واردین مسافرین و تجار مخالفت نمی نمایند، اعیان دیگر مثل شجاع الملک و ولایتی بیگم بغیر حکم ایشاں دریں بلاد داخل نمی تواند شد، و ازیں شہر کلکتہ عملِ نصاریٰ ممتد است آرے در چپ وراست مثل حیدرآباد، لکھنؤ ورام پور احکام خود جاری نکردہ اند بسبب مصالحت و اطاعت آں ملک، اھ" فتاویٰ عزیزیہ: ۱/۱۷(۱)۔

بعض علماء نے دارالاسلام فرمایا ہے جیسے مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور نواب صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (۲)۔ یہاں کے ہنود کو حربی ماننے کی صورت میں (جیسا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہے) صدقۃ الفطر دینے کی گنجائش نہیں اور ان کا ذمی نہ ہونا تو بالکل ظاہر ہے، ذمی کے متعلق بھی امام ابویوسفؒ کا قول یہ ہے کہ اس کو دینا درست نہیں، درمختار نے حاوی قدسی سے اسی پر فتویٰ نقل کیا ہے اور صاحب ہدایہ وغیرہ نے قولِ طرفین کو ترجیح دی ہے:

"ولا تدفع (الزکاۃ) إلی ذمی، وجاز دفع غیرها وغیر العشر والخراج إلیه: أی الذمی ولو واجبًا کنذر وکفارة وفطرة، خلافًا للثاني، وبقوله یفتی، حاوی القدسی. وأما الحربي فجمیع الصدقات لا تجوز له اتفاقًا، بحر عن الغایة وغیرها" اھ. درمختار۔

"(قوله: وبقوله یفتی) الذي في حاشیة البحر عن الحاوي: وبقوله نأخذ. قلت: لکن کلام الهدایة وغیرها یفید ترجیح قولهما، وعلیه المتون" اھ. شامی: ۲/۹۲(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (فتاویٰ عزیزی (فارسی): ص ۳۰۲، مسئلہ دارالحرب شدن دارالاسلام، مکتبہ رحیمیہ، دیوبند یوپی)

(۲) (مجموعۃ الفتاویٰ (اردو): ۱/۲۳۴، سعید)

(۳) (الدرالمختار: ۲/۳۵۱، باب المصرف، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۲/۱۱۹، باب المصرف، دارالکتب العلمیة، بیروت)

www.ahlehaq.org

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/رمضان/ ۶۶ھ۔

ابھی ہندوستان کے سابقہ حالات میں کوئی خصوصی تغیر نہیں ہوا ہے، نہ ابھی مکمل آزادی حاصل ہوئی ہے، اس لئے سابقہ ہی احکام ہیں، ہاں آئندہ آزادی ملنے پر دستورِ جدید کی رو سے ممکن ہے کوئی تغیر پیدا ہو جائے۔ فقط۔

سعید احمد غفرلہ، ۱۵/رمضان/ ۶۶ھ۔

زکوٰۃ غیر مسلم کو دینا

سوال[۴۱۰۷]: زکوٰۃ کا مال یا غلہ وغیرہ میں سے ۳/ واں نکال کر کسی ہندو کو دیا جائے، اسی طرح صدقۃ الفطر اگر کسی ہندو کو دیدیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/ ١٨٨، الباب السابع في المصارف، رشيديه)

ترجمۂ سوال: "اور اسی تعبیر سے قول کو محققین نے ترجیح دی ہے اور اسی تقدیر پر بلاشبہ انگریز کا زیر تسلط علاقہ دارالحرب ہے، اھ"۔ (فتاویٰ عزیزیہ: ۱/ ۱۹)

"کافی میں لکھا ہے کہ دارالاسلام سے مراد وہ شہر ہیں جن میں امام المسلمین کا حکم جاری ہو اور اس کے قبضہ و تسلط میں ہوں، اور دارالحرب سے مراد وہ شہر ہیں جن میں ان کے بڑے (سردار کفار) کا حکم جاری ہو اور وہ اسی کے تسلط میں ہوں، انتہی"۔

"اس شہر (دہلی) میں امام المسلمین کا حکم بالکل جاری نہیں اور روساء نصاریٰ کا حکم بے کھٹکے جاری ہے اور احکامِ کفر کے جاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ ملک داری اور رعایا کے بندوبست کے مقدمات ٹیکس اور اموالِ تجارت سے عشر وصول کرنے، چوروں اور ڈاکوؤں کے انتظام، لڑائی جھگڑوں کے فیصلہ کرنے اور جرائم کی سزا دینے میں کفار خود حاکم ہوں، اگرچہ بعض احکامِ اسلام مثلاً جمعہ، عیدین، اذان اور گائے ذبح کرنے سے تعرض نہ کرتے ہوں، لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ چیزیں ان کے نزدیک بے حقیقت ہیں، اس لئے کہ مساجد کو بے تکلف منہدم کردیتے ہیں اور کوئی مسلمان یا ذمی ان سے اجازت طلب کئے بغیر اس شہر (دہلی) اور اس کے اطراف میں داخل نہیں ہوسکتا، اپنی منفعت کی خاطر آنے والوں سے، مسافروں سے، تاجروں سے تعرض نہیں کرتے، دوسرے بڑے حضرات مثلاً: شجاع الملک اور ولایتی بیگم ان کے حکم کے بغیر ان شہروں میں داخل نہیں ہوسکتے اور اس شہر سے کلکتہ تک نصاریٰ کا عمل دخل پھیلا ہوا ہے، مگر دائیں بائیں مثلاً: حیدرآباد، لکھنؤ، رام پور میں احکام اس ملک کی اطاعت و مصالحت کی بناء پر جاری نہیں کئے"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوۃ دینا ہندو کو ناجائز ہے، صدقۃ الفطر دے سکتے ہیں بشرطیکہ ہندو ذمی ہو: "لا یجوز دفع الزکوۃ إلی ذمی، وصح دفع غیر الزکاۃ من الصدقات: أی إلی الذمی کصدقۃ الفطر". زیلعی: ۱/۳۰۰ (۱)۔

مگر احتیاط یہ ہے کہ صدقۃ فطر بھی مسلم ہی کو دیا جائے گا کہ اس میں امام ابو یوسف کا اختلاف ہے، وہ ناجائز فرماتے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۸/۱۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۹/۱۱/۵۷ھ۔

حج کے لئے زکوۃ لینا

سوال [۴۴۷۱]: اگر کوئی حج کو جا رہا ہے اور اس کے پاس پیسہ کم پڑ جائے تو اس کو زکوۃ کا پیسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کے پاس خرچ کم ہو اس کے لئے زکوۃ کا پیسہ لینا جائز نہیں (۳)، لیکن اگر پیسہ پورا تھا اور چلا گیا مگر راستہ میں کوئی حادثہ پیش آگیا کہ روپیہ ضائع ہوگیا اور مکان سے منگانے کی کوئی صورت نہیں تو اس کو وہاں

---

(۱) (تبیین الحقائق: ۲/۱۲۰، باب المصرف، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

"ولا تدفع إلی ذمی لحدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وجاز دفع غیرھا وغیر العشر والخراج إلیہ أی الذمی ولو واجباً کنذر وکفارۃ وفطرۃ، خلافاً للثانی، وبقولہ یفتی". (الدر المختار: ۲/۳۵۱، باب المصرف، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۱۸۸، الباب السابع فی المصارف، مکتبہ رشیدیہ)

(وکذا فی النہر الفائق: ۱/۴۶۲، باب المصرف، امدادیہ)

(۲) (الدر المختار، المصدر السابق)

(۳) (تقدم تخریجہ تحت عنوان "صاحب نصاب کا کسی کو پڑھانے کی نیت سے زکوۃ لینا")

زکوٰۃ کا پیسہ بقدرِ ضرورت لے لینا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۱۰/۸۹ھ۔

زکوٰۃ سے میت کو کفن دینا

سوال[۴۲۶۷]: مسمیٰ رحمت اللہ کا انتقال ہوا جو بالکل مفلس تھا، مسمیٰ احمد حسن نے کفن دیا اور نیت کی کہ زکوٰۃ دے رہا ہوں، یہ زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟ یہ پوچھنا ہے کہ زکوٰۃ کا وقت ابھی نہ تھا یعنی رمضان میں زکوٰۃ واجب ہوتی اور حسن نے نیت کی کہ آئندہ زکوٰۃ میں محسوب ہوجائے گا۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، نہ گذشتہ نہ آئندہ، ادائے زکوٰۃ کے لئے مصرف کو مالک بنانا ضروری ہے اور میت میں مالک بننے کی اہلیت نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

زکوٰۃ فطرہ سے کفنِ میت

سوال[۴۲۶۸]: بیت المال میں جو زکوٰۃ فطرہ کی رقم جمع ہوتی ہے اس میں سے کسی غریب میت کے کفن دفن کے لئے خرچ کرنا چاہئے یا نہیں؟

---

(۱) "﴿وفي سبيل الله﴾، وهو منقطع الغزاة، وقيل: الحاج". (الدر المختار). "أي منقطع الحاج، قال في المغرب: الحاج كالسامر بمعنی السمار في قوله تعالی: ﴿سامراً تهجرون﴾. وهذا قول محمد، الخ". (رد المحتار، كتاب الزكوٰة: ۲/۳۴۳، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۱۹، باب المصرف، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۳/۲۱۳، باب المصرف، غفاريه)

(۲) "(ولا) إلى (كفن ميت وقضاء دينه) لعدم صحة التمليك منه، الخ". (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۴۴، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۸، الباب السابع في المصارف، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۲/۲۶۷، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، مصطفى البابي الحلبي مصر)

الجواب حامداً ومصلیاً:

رقم فطرہ وزکوٰۃ براہِ راست میت کے کفن دفن میں خرچ کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں تملیک نہیں (۱)۔

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمن نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۵ھ۔

رفاہِ عام کے کام میں زکوٰۃ صرف کرنا

سوال [۳۶۷۳]: زکوٰۃ کی رقم رفاہِ عام کے کاموں میں خرچ کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ جیسے کنواں بنا دینا، کاروان سرائے طلباء کے رہنے کے لئے کمرہ وغیرہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوٰۃ کی رقم مواقعِ مذکورہ میں صرف کرنا درست نہیں، اگر کسی مستحق کو زکوٰۃ دے دی جائے اور پھر وہ مواقعِ مذکورہ میں اپنی خوشی سے بعد قبضہ کے دیدے تو صرف کرنا درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۰/۶/۶۰ھ۔

= (وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۷۲، باب من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "ولا إلى كفن ميت وقضاء دينه) لعدم صحة التمليك منه. الخ". (الدر المختار، باب المصرف: ۲/۳۴۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في المصارف: ۱/۱۸۸، رشيدية)

(وكذا في فتح القدير، باب من يجوز دفع الصدقات إليه، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في التاتارخانية، باب من توضع الزكاة فيه: ۲/۲۷۳، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر، لا يصرف إلى بناء نحو مسجد ...... الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمر بفعل هذه الأشياء، الخ". (الدر المختار ......

قبرستان کے مقدمہ میں زکوٰۃ لگانا

سوال[۴۶۷۵]: حضرت مفتی صاحب! ضروری گذارش ہے کہ قبرستان پر غیر مسلموں نے قبضہ کر لیا ہے جس پر مقدمہ چل رہا ہے، چندہ ہو رہا ہے، مگر بعض حضرات زکوٰۃ کی رقم دیتے ہیں تو مقدمہ کے اخراجات میں زکوٰۃ کی رقم دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

قبرستان کے مقدمہ میں خرچ کرنے کے لئے بھی زکوٰۃ کی رقم دینا درست نہیں، کسی مستحق کو دیدی جائے وہ مالکانہ قبضہ کے بعد کرو دیدے تو یہاں بھی خرچ کرنا درست ہوگا(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۵/۹/۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

قتل کے مقدمہ میں زکوٰۃ دینا

سوال[۴۶۷۶]: ایک مسلمان نے کسی کو عمداً قتل کر دیا اور اس کو پھانسی کا حکم ہو گیا، اس کے بھائی چاہتے ہیں کہ زکوٰۃ سے اس کی اپیل کریں اور پھانسی سے بچائیں تو قاتل کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر وہ مستحق زکوٰۃ ہے اور اس کو زکوٰۃ کا روپیہ دیدیا جائے اور وہ اس روپیہ پر قبضہ کر کے اپنے مقدمہ میں خرچ کرے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی(۲)، اگر زکوٰۃ کا روپیہ اس کو نہ دیا جائے بلکہ برادری جمع کر کے اس کے

= "(قوله: نحو مسجد) كبناء القناطر، والسقايات، وإصلاح الطرقات، وكري الأنهار، والحج، والجهاد، وكل مالا تمليك فيه" (رد المحتار: ۲/۳۴۴، باب المصرف، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۸، الباب السابع في المصارف، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۲۰، باب المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۲/۳۴۴، الفصل الثامن من توضع فيه الزكاة، غفاريه)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "رفاہ عام کے کاموں میں زکوٰۃ صرف کرنا")

(۲) "إذا دفع الزكاة إلى الفقير لايتم الدفع مالم يقبضها، اهـ" (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹۰، رشيدية) =

لحتوی یصرف إلی ذلک، کذا فی الذخیرۃ۔ اھ". عالمگیری: ۲/۴۷۳(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۶/۱۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔　　صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۷/۱۲/۵۹ھ۔

مالکِ اراضی کے لئے زکوٰۃ لینا

سوال [۴۷۸۰]: ایک شخص جو نصاب زکوٰۃ کا مالک نہیں، مقروض ہے، لیکن اراضی اور مال نامی از قسم جانوراں رکھتا ہے، لیکن وہ جانور نصاب کے برابر نہیں، البتہ ان کی قیمت نصاب چاندی کے برابر ہے، اسی طرح اراضی زرعی کی پیداوار فصل بھی اس کو کافی نہیں، لیکن اس اراضی کی گر قیمت کی جائے تو نصاب چاندی سے کئی گنا زیادہ ہے۔ کیا وہ شخص زکوٰۃ یا صدقۂ فطر یا چرم قربانی لے سکتا ہے یا نہیں جبکہ وہ غریب بالکل تنگدست اور مفلس ہے، قرضہ کا بوجھ رکھتا ہے؟

دوسری صورت وہ شخص جو اراضی اور مال نامی کا مالک ہے لیکن مقروض اور تنگدست ہے اس کو سرکاری نوکری سے تین چار سو روپے یا اس سے کچھ زیادہ ماہوار تنخواہ ملتا ہے، لیکن حالت نہایت تنگی کی ہے، کثیر العیال کی وجہ سے روزی اس کی پوری نہیں ہوتی، مقروض رہتا ہے، نصاب سونا چاندی کی بھی کوئی چیز نہیں رکھتا۔ کیا وہ شرعاً زکوٰۃ یا صدقۂ فطر لے سکتا ہے یا نہیں؟

خلاصہ یہ کہ مفلس غریب آدمی کے لئے اس کی اراضی ملکیت اور تنخواہ معین اس کو استحقاق زکوٰۃ میں مانع ہے یا نہیں جبکہ وہ صاحب تنخواہ یا بالکل غریب اور تنگدست مقروض ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان دونوں شخصوں کو صدقۂ فطرہ، چرم قربانی کی قیمت لینا درست ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر الخ: ۲/۴۷۳، رشیدیہ)

(وراجع للتفصیل عنوان: "جمعیت علماء اسلام کو زکوٰۃ دینا")

(۲) "وکرہ إعطاء فقیر نصاباً أو أکثر، إلا إذا کان المدفوع إلیہ مدیوناً أو کان صاحب عیال بحیث لو فرقہ علیہم لا یخص کلاً أو لا یفضل بعد دینہ نصاب، فلا یکرہ". (الدر المختار: ۲/۳۵۳، باب المصرف، سعید) ■

جو شخص صاحب نصاب نہ ہو لیکن مالک مکان ہو اس کے لئے زکوٰۃ لینے کا حکم

سوال[۶۹۸]: ایک شخص صاحب نصاب تو نہیں لیکن آسودہ اور فارغ البال ضرور ہے، ذاتی مکان بھی ہے اور کھانے وکپڑے وغیرہ کی کل ضروریات بآسانی پوری ہوجاتی ہیں۔ کیا ایسے شخص کو زکوٰۃ وصدقات دینا درست ہے؟ اگر ہے تو کیوں؟ جو شخص ایسے کو زکوٰۃ دے اس کی طرف سے ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی ایسے شخص کو تو سوال کرنا حرام ہے مگر مالک نصاب نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ لینا درست ہے اور خود اس کے ذمہ زکوٰۃ فرض نہیں، آسودہ ہونے کی وجہ سے سوال کرنا حرام ہے اور صاحب نصاب نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ کا لینا درست ہے اور خود اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

"والأولى أن يفسر الفقير بمن له ما دون النصاب، كما في النقاية أخذاً من قولهم: يجوز دفع الزكوة إلى من يملك ما دون النصاب، أو قدر نصاب غير نام، وهو مستغرق في الحاجة. اهـ". بحر: ۲/۲۵۸(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

"يجوز صرف الزكاة إليه". (البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۴/۸۵، الثاني في المصرف، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۲۴۲، الفصل الثامن في أداء الزكاة، امجد اكيدمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۹، الباب الثالث في زكوة الذهب والفضة والعروض، رشيديه)

(۱) (البحر الرائق: ۲/۴۲۹، باب المصرف، رشيديه)

"ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب وإن كان صحيحاً مكتسباً". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۹، الباب السابع في المصارف، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۲/۲۷۸، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۲۸، باب المصرف، رشيديه)

www.ahlehaq.org

جس کی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں کیا وہ مستحق زکوٰۃ ہے؟

سوال [۴۱۹۲]: خالد جو مستحق زکوٰۃ تھا زکوٰۃ لیتا تھا اب اس کی آمدنی مسجد اور مدرسہ کی خدمت میں جو ہوتی ہے کس طرح پوری ہو سکتی ہے اب اگر وہ زکوٰۃ لے کر اپنے استعمال میں نہیں لا سکتا ہے تو جو لوگ اس کو دیتے ہیں وہ دیا ہی کرتے رہتے ہیں اب رہ گیا کہ دوسرے مستحقین زکوٰۃ کو پہونچا سکتا ہے یا نہیں (یعنی جو لوگ پہلے سے دیتے آئے ہیں وہ دیتے ہیں خالد نے اپنے استعمال میں نہیں لایا دوسرے جو مستحق ہیں ان کو پہونچا دیا) ایسا کرنا خالد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بغیر زکوٰۃ لئے اس کی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں تو اچھا ہے کہ زکوٰۃ دینے والوں سے کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری ضروریات اب پوری ہو جاتی ہیں آپ کسی ضرورت مند کو دے دیں(۱)۔ فقط۔

واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۷/۹۵ھ۔

تعمیر اسکول میں زکوٰۃ

سوال [۴۱۹۳]: ایک پرائمری اسکول ہے جہاں اکثر یتیم وغریب بچے پڑھتے ہیں سرکاری نصاب کے ساتھ دینی تعلیم بھی ہوتی ہے، حکومت کی طرف سے اس کی تعمیر کے لئے کوئی امداد نہیں ملتی، ایسے اسکول کی تعمیر کے لئے عشر، صدقات وغیرہ دینا اور خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) "وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر، إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً أو كان صاحب عيال، بحيث لو فرقه عليهم لا يخص كلاً، أو لا يفضل بعد دينه نصاب، فلا يكره". (الدر المختار: ۲/ ۳۵۳، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۱۸۸، الباب السابع في المصارف، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/ ۳۲۲، باب في بيان أحكام المصرف، دار الكتب العلمية، بيروت)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً ومصلیاً:

صدقاتِ واجبہ کو براہِ راست تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

صدقۂ جاریہ میں زکوٰۃ کا مصرف

سوال [۴۶۸۳]: مالِ زکوٰۃ اصل میں تو غریبوں اور حاجت مندوں کی اعانت کرنے کے لئے شریعت نے مالداروں کو مالکِ نصاب کو مجبور کیا ہے کہ حسبِ شریعت زکوٰۃ دے کر ان کی حاجت روائی کریں۔ اب صدقۂ جاریہ میں مالِ زکوٰۃ خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیوں کہ اس میں اکثر غریبوں کے لڑکے پڑھتے ہیں اور راستہ اور سراؤں میں مسافر وغیرہ کے اندر صرف ہوتے ہیں جیسے مکتب اور اسکول تیار کرتے ہی خرچ کرنا، یا مکتب اور اسکول میں خرچ کرنا، راستہ بنانا، پانی کے لئے کنواں کھدوانا وغیرہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ادائے زکوٰۃ کے لئے مستحق کو مالک بنادینا ضروری ہے، بغیر مالک بنائے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی (۲)۔ کنواں، راستہ، اسکول، مکتب میں مالک بننے کی صلاحیت نہیں، لہٰذا تعمیر کے لئے ان مواقع میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے، البتہ اگر غریب مستحق طلبہ کو مالک بنادیا جائے خواہ روپیہ دے کر خواہ کتاب دے کر خواہ کپڑوں وغیرہ دے کر تو ادا ہوجائے گی۔ اگر غریب مستحق کو بطورِ ملک زکوٰۃ دے دی جائے اور پھر وہ اپنی طرف سے مواقعِ مذکورہ میں

---

(۱) "لایجوز أن یبني بالزکوٰۃ المسجد؛ لأن التملیک شرط فیها، ولم یوجد، وکذا لا یبني بها القناطر والسقایات الخ". (تبیین الحقائق: ۲/۱۲۰، باب المصرف، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في الفتاوی التاتارخانیة، باب من توضع الزکوٰۃ فیه: ۲/۲۷۴، إدارۃ القرآن کراچی)

(وکذا في المحیط البرهاني: ۳/۲۱۳، باب من توضع الزکوٰۃ فیه، غفاریه کوئٹه)

(۲) "ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحةً کما مر". (الدر المختار، کتاب الزکوٰۃ، باب المصرف: ۲/۳۴۴، سعید)

(وکذا في النهر الفائق: ۱/۴۶۲، باب المصرف، إمدادیه)

(وکذا في تبیین الحقائق: ۲/۱۲۰، باب المصرف، دار الکتب العلمیة بیروت)

www.ahlehaq.org

فصل فی صرف الزکوٰۃ فی المدارس

(مدارس میں زکوٰۃ دینے کا بیان)

مدارس میں زکوٰۃ دینا

سوال [۴۲۸۵]: ... اہل مدارس مدارس کے جملہ اخراجات کے لئے مدرسے کے نام و پتے کی چھپی ہوئی رسیدوں پر زکوٰۃ وصدقات واجبہ وصول کرتے ہیں یہ ان کا خود ساختہ نوال مصرف ہے۔

۲... رسید بک، پوسٹر، کتابچے، چارٹ، کلینڈر، رووادو کارڈ کے سہارے زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی وصول کا مروجہ طریقہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہیں ہے۔

۳... اس جدید اختراعی طریقہ وصول وبجٹ کا رواج دینے کے لئے علماء وفقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا کہیں اجماع نہیں ہوا، اس پر عمل کرنے والے جو چیلنج کرتے ہیں کیا سنت ہے؟

۴... زکوٰۃ وصدقات واجبہ کا تعلیمی مشغلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۵... زکوٰۃ وصدقات واجبہ کے لئے طلبائے علم دین کی حیثیت بالکل غیر منصوص ہے۔

۶... مدارس ومکاتب نہ بیت المال ہیں نہ مثل بیت المال، اور نہ ان کے مہتممین [illegible] عاملین علیہا ہیں۔

۷... مدارس کے مہتممین زکوٰۃ دہندوں پر مسلط کئے گئے وکیل ہوتے ہیں۔

۸... معطیان زکوٰۃ پر وکیل مسلط کرنا غیر شرعی ہے یہ تو رقیق نقطۂ نظر ہے۔

۹... رسید بک، پوسٹر، کتابچے، چارٹ، کلینڈر، کارڈ وغیرہ کی طباعت بھی تجارتی نقطۂ نظر سے کی جاتی ہے اور ان کی طباعت میں قوم کا ہزاروں روپیہ فضول خرچ کیا جاتا ہے۔

۱۰... زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی آڑ کی رقم مدارس کے مقررہ غیر شرعی وکیل اپنے خرچ میں لاتے ہیں۔

۱۱... یہی رقم مدرسین کی تنخواہوں میں، دارالاقامہ مدارس کی تعمیر ومرمت میں کلینڈر، چارٹ، رسیدوں

وغیرہ کی طباعت میں مقدمات اور مہمان نوازی وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے، جب کہ شرعاً ممنوع ہے۔

۱۲... زکوۃ وصدقات واجبہ کی رقوم کا بمشکل دسواں حصہ ہی غریب طلباء پر خرچ ہوتا ہے۔

۱۳... اہل مدارس اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرتے ہیں، مستحق طلباء کو مالک نہیں بناتے اور زکوۃ جب تک مستحق کی ملکیت میں نہیں دی جاتی ادا نہیں ہوتی۔

۱۴... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شام ہونے سے پہلے تمام صدقات تقسیم فرمادیا کرتے تھے(۱) اہل مدارس زکوۃ وصدقات واجبہ کی رقوم سالہا سال تحویل میں رکھتے ہیں، نہ جانے یہ کس کا طریقہ ہے؟

۱۵... کسی مستحق کو زکوۃ کی رقم اتنی دی جائے کہ وہ صاحبِ نصاب نہ بن جائے، اہل مدارس اتنی رقوم جمع کرلیتے ہیں کہ اگر وہ مستحق طلباء میں تقسیم کی جائے تو وہ سب ہی صاحبِ نصاب بن جائیں اور کثیر رقم بچ جائے۔

۱۶... ایک شہر کی زکوۃ دوسرے شہر کو بھیجنا مکروہ ہے، اہل مدارس دور دراز شہروں سے زکوۃ وصول کراتے ہیں۔

۱۷... اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہ گار اور مشرک وکافر کا بھی ایک دن کے لئے کھانا بند نہیں کرتے، لیکن اہل مدارس انہیں مہمانانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کھانا مہینوں بند رکھتے ہیں جب کہ وہ امتحان میں کم نمبر پاتے ہیں، جب کہ انہیں کا نام لے کر زکوۃ وصدقات وصول کرتے ہیں۔

۱۸... ان مدارس میں بعض ایسے منتظم بھی ہوتے ہیں جو وصول کم اور خرچ زیادہ کرتے ہیں، اپنے خرچ کی بقیہ رقم مدرسہ کی تحویل سے لیتے ہیں۔

۱۹... کلام الٰہی اتنا مطہر ہے کہ مومن پاک ہونے پر بھی بلا وضو چھو نہیں سکتا، اس علم نبوت کے حاصل کرنے اور کرانے والے کے لئے میل کچیل کا استعمال علم مطہر کی توہین ہے۔

---

(۱) "عن ابن أبي مليكة أن عقبة بن الحارث حدثه قال: صلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم العصر فأسرع، ثم دخل البيت، فلم يلبث أن خرج، فقلت أو قيل له؟ فقال: "كنت خلفت في البيت تبراً من الصدقة فكرهت أن أبيته فقسمته". (صحيح البخاري: ۱/۱۹۲، كتاب الزكوة، باب من أحب تعجيل الصدقة من يومها، قديمي)

۲۰- زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ کے متعلق آٹھ مصارف ہیں (سورۂ توبہ، رکوع: ۱۴)

۱- فقراء جن کے پاس کچھ نہ ہو۔ ۲- مساکین جن کو بقدرِ ضرورت میسر نہ ہو۔ ۳- عاملین علیہا جو اسلامی حکومت کی طرف سے تحصیل صدقات پر مامور ہوں۔

۴- مؤلفۃ القلوب جن کے اسلام لانے کی امید ہو یا اسلام میں کمزور ہوں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ مصرف باقی نہیں رہا۔ ۵- رقاب یعنی غلاموں کو آزاد کرانے میں۔ ۶- غارمین یعنی وہ لوگ جن پر کوئی حادثہ پڑا اور وہ مقروض ہو گئے۔ ۷- فی سبیل اللہ جہاد وغیرہ جانے والے کو۔ ۸- ابن السبیل وہ مسافر جو بحالتِ سفر مالک نصاب نہ ہو گو مکان پر دولت رکھتا ہو۔

محی الدین سنگاہی کھیری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوٰۃ کی فرضیت قرآن کریم سے ثابت ہے، تقریباً بتیس آیت میں اقامتِ صلوٰۃ کے ساتھ ایتاءِ زکوٰۃ کا بھی حکم ہے (۱)، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہے: ﴿خذ من أموالهم صدقة﴾ (الآية) (۲)۔

زکوٰۃ کے مصارف بھی بتائے گئے ہیں: ﴿إنما الصدقات للفقراء﴾ (الآية) (۳)۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے اپنی طرف سے آدمی مقرر کرکے بھیجے ہیں (۴)، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں جب لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو

(۱) "قرنها بالصلاة في اثنين وثمانين موضعاً في التنزيل دليل على كمال الاتصال". (الدر المختار).

"(قوله: في اثنين وثمانين موضعاً) كذا عزاه في البحر إلى مناقب البزازية وتبعه في النهر والمنح. قال ح: وصوابه اثنين وثلاثين كما عده شيخنا السيد رحمه الله تعالى". (رد المحتار، كتاب الزكوة: ۲/۲۵۶، سعيد)

(۲) (التوبة: ۱۰۳)

(۳) (التوبة: ۶۰)

(۴) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: بعث رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عمر على الصدقة فقيل: منع ابن جميل وخالد بن الوليد والعباس الخ". (مشكوة المصابيح: ۱/۱۵۷، كتاب الزكوة، الفصل الأول، قديمي)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے قتال کا عزم فرمایا جیسا کہ صحاح کی روایت میں موجود ہے(۱) زکوٰۃ کے لئے ترغیب دینا، آدمیوں کے ذریعہ پیغام بھیجنا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور خلفائے راشدین سے صاف صاف منقول ہے(۲)۔

دینی مدارس کے غیر مستطیع طلبہ جو کہ سید نہ ہوں وہ مستحق زکوٰۃ ہیں اور فقراء ومساکین میں داخل ہیں(۳) اس نوع کو نئی قسم قرار دینا غلط ہے، علم دین کی تحصیل کوئی جرم نہیں کہ جس کی وجہ سے فقر ومسکنت کے با

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: لما توفي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم واستخلف أبو بكر بعده ...... فقال أبو بكر: والله لأقاتلن من فرق بين الصلوة والزكاة، فإن الزكوة حق المال، والله لو منعوني عقالاً كانوا يؤدونه إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لقاتلتهم على منعه". (الصحيح لمسلم: ۱/۳۷، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا: لا إله إلا الله محمد رسول الله، قديمي)

(۲) "عن أبي حميد الساعدي رضي الله تعالى عنه قال: استعمل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رجلاً من الأسد على صدقات بني سليم يدعى ابن اللتبية، فلما جاء حاسبه". (صحيح البخاري: ۱/۲۰۳، باب قول الله تعالى والعاملين عليها الخ، قديمي)

"أجمع المسلمون في جميع الأعصار على وجوب الزكاة، واتفق الصحابة رضي الله تعالى عنهم على قتال مانعيها، فمن أنكر فرضيتها كفر وارتد إن كان مسلماً، الخ". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۳/۱۷۹۲، فرضية الزكاة، رشيديه)

(۳) "هي تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير غير هاشمي ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه، الخ". (رد المحتار على الدر المختار: ۲/۲۵۸، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۲۸۳، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۳۵۲، كتاب الزكاة، رشيديه)

"إن طالب العلم يجوز له أخذ الزكاة ولو غنياً إذا فرغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب والحاجة داعية إلى ما لا بد منه". (الدر المختار)

"وفي المبسوط: لا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصاباً إلا إلى طالب العلم والغازي ومنقطع الحج لقوله عليه الصلاة والسلام: "لا يجوز دفع الزكاة لطالب العلم وإن كان له نفقة أربعين سنة" –

www.ahlehaq.org

وجوہ زکوۃ دینا منع ہو۔

معترض صاحب نے جو اپنے ہینڈ بل کے نمبر: ۴۰ میں تلقین کی ہے کہ "کسی طالب علم کو دینے کا طریقہ یہ ہے کہ براہ راست دیجئے"۔ تو انہوں نے یہ نیا مصرف کہاں سے نکالا؟ نیز اسی ہینڈ بل میں نمبر: ۴۰ میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ "طلباء پر برقم زکوۃ کی کم خرچ کی جاتی ہے اور ان کو مالک نہیں بنایا جاتا"۔ اگر یہ مصرف نیا اور ذاتی ہے جو کہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے پھر گلہ کیوں ہے؟ معترض صاحب کے ہینڈ بل کے نمبر: ۱۴ میں یہ لکھا کہ "نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سونے سے پہلے تمام صدقات تقسیم کردیا کرتے تھے"(۱) اور اس کو کلیہ سمجھنا حدیث پاک اور سیرت مبارکہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عدم واقفیت پر مبنی ہے، بخاری شریف میں مذکور ہے کہ "صدقہ کی حفاظت کے لئے ایک صحابی کو مقرر فرمایا، انہوں نے وہیں نماز کی نیت باندھ لی، رات کا وقت تھا، ایک چور آیا اور لے کر اس میں سے بھر لیا، انہوں نے نیت توڑ کر اس کو پکڑ لیا کہ چل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس، اس نے معذرت کی کہ آمدنی کم ہے اور عیال زیادہ اس لئے میں نے ایسا کیا آئندہ نہیں کروں گا، انہوں نے اس کو چھوڑ دیا، صبح کو جب حاضر خدمت ہوئے تو یہ واقعہ پیش ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ جھوٹا ہے پھر آئے گا"۔ چنانچہ دوسری اور تیسری رات جب انہوں نے خدمت اقدس میں لے جانے پر زور دیا تب اس نے بتایا کہ میں آپ کو ایسی چیز بتاتا ہوں کہ جہاں اس کو پڑھ دیں گے وہاں نہ آؤں گا اور اس نے آیت الکرسی بتلائی، پھر صبح کو خدمت اقدس میں حاضری ہوئی قصہ بتایا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "وہ جھوٹا مگر

= والمعنى أن الإنسان يحتاج إلى أشياء لاغنى له عنها، فحينئذٍ إذا لم يجز له قبول الزكاة مع عدم اكتسابه أنفق ما عنده ويمكث محتاجاً فينقطع عن الإفادة والاستفادة، فيضعف الدين لعدم من يتحمله ..... قلت: وهو كذلك والأوجه تقييده بالفقير، ويكون طلب العلم مرخصاً لجواز سؤاله من الزكوة وغيرها وإن كان قادراً على الكسب إذ بدونه لايحل له السؤال". (رد المحتار: ۲/۳۴۰، كتاب الزكوة، باب المصرف، سعيد)

(۱) "عن ابن أبي مليكة أن عقبة بن الحارث حدثه قال: صلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم العصر، فأسرع، ثم دخل البيت، فلم يلبث أن خرج، فقلت أو قيل له؟ فقال: "كنت خلفت في البيت تبراً من الصدقة فكرهت أن أبيته فقسمته". (الصحيح البخاري: ۱/۱۹۴، كتاب الزكوة، باب من أحب تعجيل الصدقة من يومها، قديمي)

بات سچی بتا گیا، وہ شیطان تھا"(۱)۔

اگر تمام صدقات سونے سے پہلے تقسیم فرمادینے کا حتمی معمول تھا تو آخر اس کی نوبت کیوں آئی، نیز اہل عرینہ کا واقعہ بھی بخاری شریف اور دیگر صحاح میں مذکور ہے کہ "ان کو مدینہ کا پانی موافق نہیں آیا مریض ہوگئے تو ان کو ایک جگہ بھیج دیا کہ "وہاں صدقہ کے اونٹ چرتے ہیں وہاں جاکے رہو" چنانچہ وہ گئے اور کچھ روز تک رہے تندرست ہوگئے، راعی کو قتل کیا، مثلہ کیا، اونٹوں کو ہنکا لے گئے، جس وقت خبر پہنچی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو پکڑنے کے لئے آدمی بھیجے، وہ پکڑے ہوئے آئے"(۲) اگر سونے سے پہلے تمام صدقات تقسیم فرما دیتے تھے تو اتنے روز تک یہ صدقے کے اونٹ کیسے باقی رہے؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدقات واجب التملیک کی حفاظت کا مستقل انتظام فرما رکھا تھا، وقتاً فوقتاً حسب ضرورت ومصلحت مستحقین کو دیتے تھے (۳)، صحابہ کرام تمام امت سے افضل

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: وكلني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بحفظ الزكاة رمضان، فأتاني آت، فجعل يحثو من الطعام فأخذته، فقلت: لأرفعنك إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقص الحديث فقال: إذا أويت إلى فراشك فاقرأ آية الكرسي لن يزال من الله حافظ ولا يقربك شيطان حتى تصبح وقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: صدقك وهو كذوب، ذاك الشيطان".

(صحيح البخاري: ۲/۷۴۹، فضل البقرة، قديمي)

(وجامع الترمذي: ۲/۱۱۵، باب ماجاء في سورة البقرة وآية الكرسي، سعيد)

(۲) "عن قتادة أن أنساً رضي الله تعالى عنه حدثهم أن ناساً من عكل وعرينة قدموا المدينة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وتكلموا بالإسلام، فقالوا: يا نبي الله إنا كنا أهل ضرع ولم نكن أهل ريف، واستوخموا المدينة، فأمرهم رسول الله بذود وراعي، وأمرهم أن يخرجوا فيه فيشربوا من ألبانها وأبوالها فانطلقوا ناحية الحرة كفروا بعد إسلامهم وقتلوا راعي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم واستاقوا الذود فبلغ النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فبعث الطلب في آثارهم فأمر بهم فسمروا أعينهم وقطعوا أيديهم وتركوا في ناحية الحرة حتى ماتوا على حالهم". (صحيح البخاري: ۲/۶۰۲، باب قصة عكل وعرينة، قديمي)

(۳) "وقد بلغ من عدل عمر أنه كان يحرص كل الحرص على دفع أعطيات المسلمين إليهم في مواعيدها لافرق بين عامة وخاصة ..... وكذلك كان أحرص الناس على أموال المسلمين -

تھے (۱)، اصحاب صفہ کا ایک خاص مقام تھا کہ قرآن کریم اور علوم دین حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کئے ہوئے تھے، اہل وسعت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم صدقات ان کو دیا کرتے تھے (۲) تو قرآن کریم وعلم دین حاصل کرنے کے لئے آدمی کا طاہر ومطہر ہونا ضروری ہے تو یہ صدقات ایسے لوگوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اور آپ کی ہدایت کے مطابق دوسرے صحابہ کی طرف سے کیوں دیئے جاتے تھے؟"

= ومصارفهم، فكثيرا ما كان يرى وهو بيده من إبل الصدقة وكان عمر رضي الله تعالى عنه يعطيهم على قدر الحاجة والفقه والفضل، والأخذ بهذا في زماننا أحسن، الخ". (ردالمحتار: ۲۱۹/۳، مصارف بيت المال، سعيد)

(۲) "عن عبد الله عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "خير أمتي قرني، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم".

قال النووي رحمه الله: اتفق العلماء على أن خير القرون قرنه صلى الله تعالى عليه وسلم والمراد أصحابه، وقد قدمنا أن الصحيح الذي عليه الجمهور أن كل مسلم رأى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولو ساعة فهو من أصحابه. ورواية "خير الناس" على عمومها، والمراد منه جملة القرن". (الصحيح للإمام مسلم مع شرحه للإمام النووي: ۳۰۹/۲، كتاب الفضائل، باب فضل الصحابة ثم الذين يلونهم ... الخ، قديمي)

"قال القاضي: ويؤيده هذا ما قدمناه في أول باب فضائل الصحابة عن الجمهور من تفضيل الصحابة كلهم على جميع من بعدهم". (شرح الصحيح لمسلم للنووي: ۳۱۰/۲، كتاب الفضائل، باب تحريم سب الصحابة، قديمي)

"والصحابة كلهم عدول مطلقاً لظواهر الكتاب والسنة وإجماع من يعتد به".

"في شرح السنة قال أبو منصور البغدادي: أصحابنا مجمعون على أن أفضلهم الخلفاء الأربعة على الترتيب المذكور، ثم تمام العشرة، ثم أهل بدر، ثم أحد، ثم بيعة الرضوان، وممن له مزية من أهل العقبتين من الأنصار، وكذلك السابقون الأولون". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح: ۳۵۵/۱۱، كتاب المناقب والفضائل، باب مناقب الصحابة رضي الله تعالى عنهم أجمعين، حقانيه)

(۳) "قال عليه الصلوة والسلام: "أهل الصفة أضياف الإسلام، لا يأوون على أهل ولا مال ولا على أحد، إذا أتته صدقة بعث بها إليهم ولم يتناول منها شيئاً، وإذا أتته هدية أرسل إليهم وأصاب منها وأشركهم فيها" =

ایک شہر سے دوسرے شہر زکوۃ بھیجنا یا منتقل کرانا اگرچہ بعض صورت میں مکروہ ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عامل بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے مختلف بستیوں میں جاتے تھے (۱) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا انتظام فرمایا تھا کہ دوسرے شہروں میں سے زکوۃ منگوائی جاتی تھی (۲)۔ اگر اپنے عزیز رشتہ دار دوسرے شہر میں ہوں تو وہاں بھیجنا بھی مکروہ نہیں، اسی طرح زیادہ ضرورتمند دوسری جگہ ہوں تو بھیجنا مکروہ

= قال الحافظ: وتقدم في "باب علامات النبوة" وغيره حديث عبد الرحمن بن أبي بكر أن أصحاب الصفة وكانوا ناساً فقراء، وأن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من كان عنده طعام اثنين فليذهب بثالث". (فتح الباري: ١١/٢٨١-٢٨٦، كتاب الرقاق، باب كيف كان عيش النبي وأصحابه، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(١) "قال العيني عند قوله "تؤخذ من أغنيائهم" دليل على أن الإمام يرسل السعاة إلى أصحاب الأموال لقبض صدقاتهم، وقال ابن المنذر: أجمع أهل العلم على أن الزكوة كانت تؤخذ لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولرسله وعماله وإلى من أمر بدفعها إليه". (عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ٨/٢٣٣، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة، رشيدية)

"وقال غيره: إنه يجوز مع كراهة لما علم بالضرورة أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يستدعي الصدقات من الأعراب إلى المدينة، ويصرفها في فقراء المهاجرين والأنصار، كما أخرج النسائي من حديث عبد الله بن هلال الثقفي قال: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم فقال: كدت أقتل بعدك في عناق أو شاة من الصدقة، فقال صلى الله تعالى عليه وسلم: "لولا أنها تعطى فقراء المهاجرين ما أخذتها". وأيضاً أخرج البيهقي وعلقه البخاري عن معاذ أنه قال لأهل اليمن: ائتوني بكل خميص ولبيس آخذه منكم مكان الصدقة، فإنه أرفق بكم وأنفع للمهاجرين والأنصار بالمدينة".

(نيل الأوطار: ٤/٢٠٥-٢٠٦، كتاب الزكوة، أبواب تفرقة الزكاة في بلدها، دار الباز مكة المكرمة)

"ومن الثاني حديث محمد بن مسلمة أنه بعثه مصدقاً في عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فكان يأمر الرجل إذا جاء بالفريضة أن يأتي بعقالها وقرانها". (حاشية سنن أبي داؤد: ١/٢٢٤، كتاب الزكوة، رحمانية)

(٢) "وقال ابن الأثير: قد جاء في الحديث ما يدل على القولين، فمن الأول حديث عمر أنه أخر الصدقة عام الرمادة، فلما أحيا الناس بعث عامله فقال: اعقل عنهم عقالين، فاقسم فيهم عقالاً وائتني بالآخر، يريد صدقة =

نہیں، کتبِ فقہ، البحر الرائق (۱)، شامی (۲)، عالمگیری (۳)، مجمع الانہر (۴) میں یہ مسائل مذکور ہیں، تو اگر دوسرے شہر کے دینی مدارس میں زکوٰۃ بھیجیں جن کے رشتہ دار رہتے ہیں اور جہاں زیادہ حاجت مند ہیں اور جہاں زیادہ اہلِ دین ہیں تو کوئی کراہت نہیں (۵)۔

"مصدقه عاملين" (حاشية سنن أبي داؤد: ۱/۲۲۰، كتاب الزكوة، رحمانية)

"عن سالم عن أبيه قال: كتب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كتاب الصدقة، فلم يخرجه إلى عماله حتى قبض، فقرنه بسيفه، فعمل به أبوبكر حتى قبض، ثم عمل به عمر حتى قبض" (سنن أبي داؤد: ۱/۲۲۰، كتاب الزكوة، باب زكاة السائمة، رحمانية)

"عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: جاء هلال أحد بني متعان إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بعشور نحل له، وكان سأله أن يحمي وادياً يقال له: سلبة، فحمى له رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ذلك الوادي، فلما ولي عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه، كتب سفيان بن وهب إلى عمر بن الخطاب يسأله عن ذلك، فكتب عمر: إن أدى إليك ما كان يؤدي إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من عشور نحله فاحم له سلبة، وإلا فإنما هو ذباب غيث يأكله من يشاء" (سنن أبي داؤد: ۱/۲۲۸، كتاب الزكوة، باب زكاة العسل، امدادية ملتان)

(۱) "وعدم الكراهة في نقلها للقريب للجمع بين أجري الصدقة والصلة، وللأحوج؛ لأن المقصود منها سد خلة المحتاج، فمن كان أحوج كان أولى، وليس عدم الكراهة منحصراً في هذين، فإنه لو نقلها إلى فقير في بلد آخر أورع وأصلح كما فعل معاذ رضي الله عنه، لا يكره، ولهذا لو نقلها إلى العالم الفقير أفضل، كذا في المعراج" (البحر الرائق، باب المصرف: ۲/۲۴۶، رشيدية)

(۲) (رد المحتار، باب المصرف: ۲/۳۵۳، ۳۵۴، سعيد)

(۳) (الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في المصارف: ۱/۱۹۰، رشيدية)

(۴) (مجمع الأنهر، باب في بيان أحكام المصرف: ۱/۲۲۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۵) "وكره نقلها إلا إلى قرابة أو أحوج أو أورع أو أنفع للمسلمين، أو من دار الحرب إلى دار الإسلام، أو إلى طالب علم أو إلى الزهاد، الخ" (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۲/۳۵۳، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۳۳، باب بيان أحكام المصارف، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۳۵، باب المصرف، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۳۳، باب بيان أحكام المصرف، دار الكتب العلمية، بيروت)

www.ahlehaq.org

البتہ زکوٰۃ کا مستحق کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے خواہ اس کو نقد دیا جائے یا اس کی ضرورت کے مطابق گرمی سردی کے کپڑے دیے جائیں یا کتابیں دی جائیں یا ان کو کھانا دیا جائے، زکوٰۃ کا پیسہ تنخواہوں میں، تعمیر میں، کیلنڈر، رسید وغیرہ طبع کرانے میں خرچ کرنا درست نہیں ہے(۱) جو ارباب مدارس لیا کرتے ہیں ان کو اس کا لحاظ رکھنا واجب ہے۔

اللہ پاک نے براہ راست ﴿وآتوا الزكوة﴾(۲) کا خطاب فرمایا ہے پھر اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے حکم دیا یعنی مسلط فرمایا: ﴿خذ من أموالهم صدقة﴾(۳) پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مسلط فرمایا، یمن کے دو ڈویژن تھے ایک پر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور دوسرے پر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلط فرمایا وغیرہ وغیرہ(۴) پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملین کو مقرر فرمایا اور جنہوں نے ادائے زکوٰۃ سے انکار کیا ان سے قتال کے لئے تیار ہو گئے پھر ان کے بعد دیگر خلفاء نے اس سلسلہ کو باقی رکھا(۵)۔

---

(۱) "ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر، لا يصرف إلى بناء نحو مسجد ولا إلى كفن ميت وقضاء دينه، الخ". (رد المحتار: ۲/۳۴۴، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۲۰، باب المصرف، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۸، الباب السابع في المصارف، رشيديه)

(۲) (سورة البقرة: ۴۳)

(۳) (سورة التوبة: ۱۰۳)

(۴) "عن أبي بردة قال: بعث رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أبا موسى ومعاذ بن جبل رضي الله تعالى عنهما إلى اليمن، قال: وبعث كل واحد منهما على مخلاف، قال: واليمن مخلافان، ثم قال: "يسرا ولا تعسرا" ... فانطلق كل واحد منهما إلى عمله". (صحيح البخاري: ۲/۶۲۲، باب بعث أبي موسى ومعاذ بن جبل إلى اليمن، قديمي)

(والسنن لأبي داود: ۱/۲۲۲، باب زكاة السائمة، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۳/۲۳۱، الفصل الثامن في من توضع الزكاة فيه، غفاريه)

(۵) "عن سالم عن أبيه قال: كتب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كتاب الصدقة فلم يخرجه إلى عماله حتى قبض، فقرنه بسيفه، فعمل به أبو بكر حتى قبض، ثم عمر حتى قبض". (سنن أبي داود: ۱/۲۳۰، -

آج تبلیغ کی قوت نہیں، ترغیب وترہیب کا وقت ہے، یہ سلسلہ جاری ہے، جس طرح کسی آدمی کے ذریعہ زبانی پیغام دے کر زکوۃ وصول کی جاتی ہے اسی طرح خط، اشتہار وغیرہ کے ذریعہ ترغیب دی جاتی ہے، اس پر اعتراض کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ ریل اور جہاز میں سوار ہو کر حج کرنا کہاں سے ثابت ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو اونٹ پر سوار ہو کر مسافت طے فرمائی ہے، ریل اور جہاز سے سفر نہیں فرمایا؟ ظاہر ہے کہ یہ اعتراض بالکل ناسمجھی کا ہے۔

اگر تربیت وتہذیب کے لئے کوئی سزا مناسب تجویز کی جائے جو حدود شرع کے اندر ہو تو اس میں کیا مضائقہ ہے، یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کافر ومشرک کا کھانا بند نہیں کرتے تو مہمانانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کھانا کیوں بند کیا جاتا ہے؟ یہ بھی ناسمجھی پر مبنی ہے۔ کسی شخص سے زنا کا صدور ہو جائے اس کو سنگسار کیا جاتا ہے یا کوڑے مارے جاتے ہیں، اگر کوئی سوال کرنے لگے کہ کافر ومشرک کفر وشرک میں مبتلا ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نہ سنگسار کرتے ہیں نہ کوڑے مارتے ہیں تو مسلمان کو یہ سزا کیوں دی جاتی ہے۔ کوئی شخص تہذیب سکھانے کے لئے اپنے بچے کی کمر پر چپت مارتا ہے جس سے اس کی غلطی پر تنبیہ ہو، اگر وہ بچہ مطالبہ کرے کہ جو غلطی میں نے کی اس سے بڑی غلطی کو فلاں کرتا ہے اللہ تعالیٰ تو انہیں چپت نہیں مارتا، آپ نے مجھے چپت کیوں ماری؟ ظاہر ہے کہ اس کا قول ناسمجھی پر محمول کیا جائے گا، کیونکہ اس میں بات سمجھنے کی اہلیت وصلاحیت ہی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) کتاب الزکوۃ، باب فی زکاۃ السائمۃ، (امدادیہ)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: لما توفي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم واستخلف أبوبكر بعده، وكفر من كفر من العرب ... فقال أبوبكر: والله! لأقاتلن من فرق بين الصلوة والزكاة، فإن الزكاة حق المال. والله لو منعوني عقالاً كانوا يؤدونه إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لقاتلتهم على منعه". (سنن أبي داود: ۲۲۱/۱، كتاب الزكوة، امداديه)

(وكذا في صحيح لمسلم: ۳۷/۱، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس إلخ، قديمي)

"قيل: الأول حديث عمر أنه أخر الصدقة عام الرمادة، فلما أحيا الناس بعث عامله فقال: اعقل عنهم عقالين، فاقسم فيهم عقالاً وائتني بالآخر، يريد به صدقة عامين. وجمعت معوية أنه بعث ابن أخيه عمرو بن عتبة بن أبي سفيان على صدقات كلب". (حاشية سنن أبي داود: ۲۲۱/۱، كتاب الزكوة، رحمانيه)

زکوٰۃ وغیرہ مدارس میں دینا

سوال[۲۹۸۲]: کیا صدقۂ فطر، قربانی کی کھال اور زکوٰۃ وغیرہ دینی مدارس میں دے سکتے ہیں، اسی طرح کیا انہیں مسجد کی تعمیر وغیرہ میں خرچ کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ چیزیں براہِ راست مدرسہ یا مسجد وغیرہ کے کسی ملازم کی تنخواہ یا تعمیر وغیرہ میں خرچ کرنا درست نہیں۔ ہاں دینی مدارس کے مستحق طلبہ پر صرف کرنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

زکوٰۃ وغیرہ مدرسہ میں دینا

سوال[۲۹۸۳]: ایک بہت بڑا مجمع مسلمانوں نے آباد کیا ہے، مگر وہاں کے لوگ بہت جاہل اور ناسمجھ ہیں، عام طور سے غیر مستطیع ذرائع معاش ہیں، شرعی زندگی اور رسم و رواج سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ یہاں پر ایک مکتب جاری کیا گیا، سب حضرات کوشش کرتے رہے کہ مکتب میں کوئی رقم ماہانہ دی جائے لیکن لوگوں نے نہیں دی، مکتب و مدرسہ عمارت کے ختم ہو گئے لیکن لوگوں نے توجہ نہیں کی۔ یہاں کے لوگ اعطاء چندہ کی کوئی اہمیت نہیں رکھتے، مگر دوسرے گاؤں والوں کو آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی لیکن بڑی ناکامی رہی، یہ دیکھ کر ایک صاحب نے کوشش کر کے چالیسواں حصہ غلہ، فطرہ، زکوٰۃ، کچھ معمولی رقم بیرونی حضرات سے اعانت لے کر مدرسہ چلانا شروع کیا اور عمارت بھی بنوایا، ابھی زیر تعمیر ہے۔

اس مدرسہ میں مدرسین ہیں، علاوہ دینیات کے ہندی اور جغرافیہ حساب وغیرہ کی بھی تعلیم ہوتی ہے۔ اب نادار طلبہ کو مدرسہ سے کتابیں دی جاتی ہیں مگر اب تک گاؤں کے لوگوں نے اس پر توجہ نہیں کی اور نہ کچھ مدد کرتے ہیں صرف چالیسواں حصہ سے کچھ مدد کر دیتے ہیں۔ یہاں کے لوگ عموماً جاہل اور مفلس ہیں، مدرسہ کی ترقی سے کچھ واسطہ نہیں رکھتے، یہاں مدرسہ اسلامیہ کا ہونا بہت ضروری ہے۔ سوال یہ ہے کہ بجائے تنخواہ کی ہر قسم کی

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان "مدرسہ میں زکوٰۃ دینا")

(وكذا في الفتاوى العالمگيرية: ۱/۱۸۸، الباب السابع في المصارف الزكاة، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۳/۱۹۵۸، المصارف الزكاة، رشيديه)

رقم سے مدرسین کی تنخواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن رقوم (زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، قیمتِ چرمِ قربانی، نذر، کفارۂ یمین وصوم وغیرہ) میں تملیک ضروری ہے، ان کو تعمیر یا تنخواہ میں براہِ راست صرف کرنا جائز نہیں (۱)، ایسا کرنے سے واجب ادا نہ ہوگا، غریب طلباء پر بصورتِ لباس، طعام وغیرہ تملیکاً صرف کرنا ضروری ہے (۲)، البتہ نفلی خیرات وصدقات کو تعمیر و تنخواہ میں بھی صرف کیا جاسکتا ہے (۳)۔

جو حضرات اہلِ دینی مدارس چلاتے ہیں اور طریق سے واقف ہیں، نیز اللہ پاک نے ان کو خشیت اور تقویٰ بھی عطا فرمایا ہے، ان کے وعظ کرائیں اور ان سے مشورہ لیں، اپنی بستی کی حالت ان کو دکھائیں، وقتاً فوقتاً بستی کے لوگوں کو دیگر مقامات پر دینی مدارس کا معائنہ کرائیں کہ کس طرح وہ مدارس چلاتے ہیں اور ان کی کیسی کیسی علمی و عملی و اخلاقی ترقیات ہوتی ہیں اور ان سے مخلوق کو کس قدر منفعت ہوتی ہے اور فیض پہونچتا ہے، اس سے ان کے دلوں میں بھی شوق اور علمِ دین کا جذبہ پیدا ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۸۸ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "زکوٰۃ غیر مدارس میں دینا")

(۲) "ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً" الخ. (الدر المختار: ۳۴۴/۲، باب المصرف، سعید)

(وکذا فی التاتارخانیة: ۲۶۵/۲، باب من توضع فیه الزکاۃ، إدارۃ القرآن)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۳۲۸/۱، کتاب الزکاۃ، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق: ۴۲۱/۲، باب المصرف، رشیدیه)

(وکذا فی فتاوی دار العلوم دیوبند: ۲۳۳/۶، باب المصرف، امدادیه)

(۳) "وأما الصدقة علی وجه الصلة والتطوع فلا بأس به. وفی الفتاوی العتابیة: وکذلک یجوز النفل للغنی" الخ. (التاتارخانیة: ۲۷۵/۲، باب من توضع الزکاۃ فیه، إدارۃ القرآن کراچی)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱۸۹/۱، الباب السابع فی المصارف، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق: ۴۶۳/۱، باب المصرف، امدادیه)

www.ahlehaq.org

بچیوں کے مدرسہ میں زکوۃ دینا

سوال[۴۶۶۸]: ایک بچیوں کا مدرسہ قائم ہوا جس میں دینی تعلیم ہو رہی ہے لیکن اس کی مالی حالت کمزور ہے اس لئے دریافت طلب امر یہ ہے:

(الف) کیا اس مدرسہ میں زکوۃ کی رقم دی جا سکتی ہے؟ اگر دی جا سکتی ہے تو دینے والا کس کو دینے کی نیت کرے؟ کیونکہ معلوم ہوا ہے کہ زکوۃ میں تملیک شرط ہے تو کیا غریب اور نابالغ بچیوں کی نیت سے زکوۃ دی جا سکتی ہے؟

(ب)... زکوۃ کی رقم مدرسہ کے ذمہ دار کو دی جائے گی اور وہ ذمہ دار بچیوں کو دے کر حیلہ تملیک کرے گا تو کیا بچیاں اس سے مدرسین کی تنخواہیں ادا کر سکتی ہیں؟

(ج) کیا بچیوں کو دے کر پھر اس رقم کو ان سے بطور فیس واپس لے کر مدرسہ کے حساب میں جمع کیا جا سکتا ہے اور پھر اس سے تنخواہیں دی جا سکتی ہیں؟

(د)... نیز اس طرح صدقات، خیرات، فطرہ، عید قربانی پر کھال کی قیمت، عقیقہ پر بکرے کی کھال کی قیمت، فدیہ وغیرہ بھی ان بچیوں کی نیت سے دیگر ذمہ دار مدرسہ کیا شرعی اس کو ان سے لے کر مدرسہ میں جمع کر سکتے ہیں اور ان سے تنخواہیں وغیرہ ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس دینی مدرسہ کے اخراجات پورے کرنے کے لئے کوئی وقف کی آمدنی ہے، نہ چندہ ہوتا ہے، نہ فیس وصول ہوتی ہے تو بدرجۂ مجبوری رقم واجب التملیک کو اس طرح صرف کرنا درست ہے کہ مستحق زکوۃ بچیوں کو تملیکاً دے دیا اور وہ مالک وقابض ہونے کے بعد مقررہ فیس میں ذمہ دار کو دے دیں، پھر ذمہ دار اس رقم کو تنخواہ یا دیگر ضروریات میں صرف کر دے۔

لڑکیاں اگر چھوٹی ہوں اور ان کے اولیاء مستحق زکوۃ ہوں تو زکوۃ ان کے اولیاء کو بھی اس مقصد کے لئے دی جا سکتی ہے اور ذمہ دار مدرسہ معلم وغیرہ کو بھی دی جا سکتی ہے اس تصریح کے ساتھ کہ یہ زکوۃ ہے،

زکوٰۃ، فطرہ، قیمت چرمِ قربانی، نذر وغیرہ سب کا حکم یہی ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۱۳۸۸ھ۔

نیم سرکاری مدرسہ میں زکوٰۃ دینا

سوال [۶۱۸۹]: قنوج میں ایک مدرسہ اسلامیہ محض قرآن کی تعلیم نیز ضروری حساب واردو کی تعلیم کے لئے کھولا گیا تھا جس کے اخراجات کی یہ صورت تھی کہ مسلمانوں سے کسی قدر بطور چندہ لیا جاتا تھا، جب اس چندے سے مدرسہ کا خرچ نہ چلا تو زکوٰۃ کی مد سے نیز چرمِ قربانی کا روپیہ لوگوں سے حاصل کرکے بحیلہ جواز مدرسہ میں صرف کرنے لگے، چند روز اسی طرح کارروائی کی گئی بعد میں سرکاری امداد بھی اس قدر امداد کا مطالبہ کیا، چنانچہ اس وقت تک سرکاری امداد بھی اسی قدر مل رہی ہے جو اخراجات مدرسہ کو کافی ہے جتنی مدرسہ ھذا میں چار مدرس ہیں ان کی تنخواہ اسی سے ادا ہوتی ہے، رہا مدرسہ کا کرایہ یا سامان وغیرہ کا خرچ وہ بھی چندہ وغیرہ طلبہ سے وصول کرکے پورا کیا جاتا ہے کیونکہ یہ مدرسہ مجبوری کی وجہ سے سرکاری ضابطے کے تحت کارروائی کرنے پر مجبور ہو گیا جس میں جبریہ تعلیم کی رو سے بچوں کی تعلیم میں رخنہ اندازی بھی ہو رہی ہے۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ مدرسہ محض اسلامی تو رہا نہیں سرکاری سرپرستی میں آگیا ہے، اس مدرسہ میں بصورت مذکورہ بالا زکوٰۃ اور چرمِ قربانی کا روپیہ بحیلہ جواز لگانا درست ہے یا نہیں، جب کہ اس مدرسہ کا خرچ معلموں کی تنخواہ میں صرف ہوتا ہے؟ نیز مدرسہ کے روپیہ کو مہتمم اپنے ذاتی کام میں بطور قرض تصرف میں لاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوٰۃ جب مستحق کے پاس پہنچ گئی تو وہ ادا ہو گئی، اب اس نے جس کام کے لئے وہ روپیہ مدرسہ میں دیا

(۱) "بشرط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحۃً کما مر". (الدرالمختار). "وفی التملیک إشارۃ إلی أنہ لا یصرف إلی مجنون وصبی غیر مراھق إلا إذا قبض لھما من یجوز لہ قبضہ کالأب والوصی وغیرھما".

(رد المحتار: ۲/۳۴۴، باب المصرف، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۱/۱۹۰، الباب السابع فی مصارف الزکاۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی المحیط البرھانی: ۳/۲۰۳، الفصل الثامن من توضیع الزکاۃ فیہ، إدارۃ القرآن کراچی)

(وکذا فی خلاصۃ الفتاویٰ: ۱/۲۴۳، الفصل الثامن فی أداء الزکاۃ، مجد اکیڈمی لاہور)

www.ahlehaq.org

مصرف میں خرچ کرتے ہیں، گویا مہتمم صاحب وکیل ہوتے ہیں۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ طلباء کی خوراک پوشاک میں بایں طور دینا جائز ہے یا نہیں کہ زکوٰۃ کے روپے کا غلہ وسامان وغیرہ خرید کر عام مطبخوں کی طرح تیار کرا کے تقسیم کردیا جائے یا روپیہ ہی کا طلباء کو مالک بنادیا جائے؟

عبداللطیف، مہتمم مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ، ضلع مظفرنگر، یوپی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوٰۃ کے روپے سے غلہ خرید کر مطبخ میں کھانا پکا کر مستحقین طلباء کو کھانے کا مالک بنا کر دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اور نقد روپیہ دینے سے بھی ادا ہوجائے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۷/۹۳ھ۔

فی الحال زکوٰۃ کی ضرورت نہ ہونے پر بھی زکوٰۃ وصول کرنا

سوال [۱۴۰۰]: زکوٰۃ کے پیسوں کی فی الحال ضرورت نہیں ہے مگر مدرسے کے بقاء وارتقاء اور استحکام کے پیش نظر بعض بعض جگہ زکوٰۃ کی رقم لی جاتی ہے، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ مستحقین زکوٰۃ کی حق تلفی تو نہیں؟ اگر مہتمم مدرسہ زکوٰۃ وصول کرکے حیلہ تملیک کرے اور پھر حسب مصالح صرف کرتا ہے تو حیلہ تملیک سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؟ اگر مہتمم مدرسہ زکوٰۃ لینے سے انکار کردے تو وقت ضرورت زکوٰۃ ملنا دشوار ہے، ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مدرسے کے بقاء وارتقاء اور استحکام کے لئے صورت مسئولہ اختیار کرنا درست ہے، تملیک سے زکوٰۃ فوراً

---

(۱) "هي تمليك، خرج الإباحة، فلو أطعم يتيماً ناوياً الزكاة لا يجزيه، إلا إذا دفع إليه المطعوم، كما لو كساه بشرط أن يعقل القبض، إلا إذا حكم عليه بنفقتهم". (الدر المختار: ۲/۲۵۶، ۲۵۷، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۷۵، من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۱۳، كتاب الزكاة، امداديه)

www.ahlehaq.org

سے لیتا ہے اور خدمت مدرسہ کے عوض تنخواہ لیتا ہے یا حسبۃً للہ خدمت کرتا ہے تو اس کے لئے درست ہے لیکن بقدر نصاب مالک ہونے کے بعد زکوۃ لینا درست نہیں اگرچہ آئندہ ضرورت پیش آنے کا گمان غالب ہو(۱)۔ یہ بات کہ واقعی الخدمت تصور کرتے ہوئے زکوۃ لیتا ہے یا نہیں، اس طرح معلوم ہوسکتی ہے کہ اس کو زکوۃ بالکل نہ دی جائے پھر دیکھا جائے کہ وہ مدرسہ کی خدمت حسب سابق کرتا ہے یا نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

مکتب میں زکوۃ اور قیمت چرم قربانی

سوال[۴۶۹۳]: ہمارے یہاں ایک مکتب اسلامیہ بہ عہد چیئرمین تک قائم ہے جس میں دو مدرس کام کرتے ہیں، مدرس کی بورڈ ضلع میرٹھ سے مبلغ پندرہ روپیہ ماہوار بطور امداد مقرر ہے، تعداد طلباء ۲۰ ہے، مکتب مذکورہ ضلع کے خاص مکتبوں میں شمار ہوتا ہے، یہاں کے مسلمانوں کی حالت نہایت کمزور ہے، مکتب والے مالی امداد سے مجبور ہیں، طلباء سے فیس وغیرہ قطعاً نہیں لی جاتی اور غریب طلباء کے لئے کتابوں کا انتظام بمشکل چندہ سے کیا جاتا ہے۔ مکتب میں درجہ تین دو پرائمری تک پڑھائی جاتی ہے، دینیات میں رسالہ ہائے تعلیم الاسلام مصنفہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب پڑھائے جاتے ہیں، ایک حافظ قرآن کا مسائل کے حفظ کلام جاری کرنے کا ارادہ ہے، ایسی صورت میں چرم قربانی، نیز زکوۃ کا روپیہ اس مکتب کی امداد میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوۃ اور چرم قربانی کو تنخواہ میں یا دیگر کتب و قرآن شریف خریدنے میں صرف کرنا جائز نہیں،

---

(۱) "وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر، إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً، أو كان صاحب عيال، بحيث لو فرقه عليهم لا يخص كلاً، أو لا يفضل بعد دينه نصاب، فلا يكره". (الدر المختار: ۲/۳۵۳، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۲۸، باب المصرف، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۳۰، باب المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۳/۲۲۹، الفصل الثامن من توصيه زكوة فيه، غفاريه)

البتہ مستحق طلبہ کے وظائف میں صرف کرنا درست ہے کہ ان طلباء کے کپڑے وغیرہ بنا دیئے جائیں۔ اگر مکتب حوالہ یا مہتمم غریب اور مستحق زکوۃ ہو اور مالکان زکوۃ یا قیمت چرم قربانی ان کو دیدیں اور مالک بنادیں تو اس کو از خود تنخواہ یا تعمیر وغیرہ میں صرف کرنا درست ہوگا(۱)۔ اسی طرح اگر کسی غریب مستحق کو دیکر قبضہ کرادیں اور وہ اپنی طرف سے مکتب کے لئے دیدے تب بھی مکتب کی جمیع ضروریات میں صرف کرنا درست ہے، یہ حکم ہے زکوۃ اور قیمت چرم قربانی کا(۲)۔ اگر مالکان قیمت نہیں بلکہ خود چرم قربانی کا مہتمم مکتب کو مالک بنادیں تو اس کے لئے مہتمم کا غریب اور مستحق زکوۃ ہونا ضروری نہیں، بلکہ وہ مالدار ہونے کی حالت میں بھی اس کو حسب ضرورت صرف کر

---

(۱) "ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً الخ" (الدر المختار: ۳۴۴/۲، باب المصرف، سعید)

(وکذا فی [illegible]: ۱۷۵/۲، باب من توضیح الزکاۃ، ادارۃ القرآن کراچی)

(وکذا فی مجمع الأنهر ۲۸۳/۱، کتاب الزکاۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق: ۴۲۴/۲، باب المصرف، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاوی دار العلوم دیوبند: ۲۳۴/۶، باب المصرف، امدادیہ)

(۲) "تملیکاً لا إباحة کما مر، فلا یکفی فیها الإطعام إلا بطریق التملیک، ولو أطعمه عنده ناویاً الزکاة لا تکفی الخ". (رد المحتار ۳۴۴/۲، باب المصرف، سعید)

(وکذا فی ایضاح وخانیہ ۱۷۵/۲، من توضیح الزکاۃ، ادارۃ القرآن کراچی)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۲۸۳/۱، کتاب الزکاۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق: ۴۲۴/۲، باب المصرف، رشیدیہ)

اس کے لئے یہ صورت اختیار کی جائے کہ اول نقد روپیہ یا جلد وغیرہ زکوۃ کی تملیک کرادی جائے، پھر اس کی طرف سے اپنی مدرسہ کے فنڈ میں داخل کیا جائے۔ "وحیلة التکفین بها التصدق علی فقیر ثم هو یکفن، فیکون الثواب لهما وکذا فی تعمیر المسجد". (الدر المختار: ۲۷۱/۲، کتاب الزکاۃ، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۳۹۲/۱، الفصل الثالث فی مسائل الزکاۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق ۴۲۴/۲، باب المصرف، رشیدیہ)

(وکذا فی النهر الفائق ۴۶۲/۱، باب المصرف، امدادیہ)

(وکذا فی کفایة المفتی: ۲۹۴/۴، کتاب الزکاۃ، دار الاشاعت)

(وکذا فی فتاوی دار العلوم دیوبند: ۲۰۸/۶، کتاب الزکاۃ)

سکتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۵/۷۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم۔　　صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/۵/۷۵ھ۔

مدارس میں زکوٰۃ کا مصرف

سوال[۴۲۹۴]: ۱… زکوٰۃ کے روپیہ سے غریب نادار طلبہ کی رہائش کے لئے حجرے بنانا، آلات دستکاری خریدنا، مدرسہ کے کتب خانہ کیلئے کتابیں خرید کر ایک وقت مقررہ کے لئے طلبہ کو مستعار دینا جائز ہے یا ناجائز؟

۲… زکوٰۃ کے روپے سے اگر کوئی مکان اس لئے خریدا جائے کہ اس کی آمدنی سے غریب طلباء کو امدادی وظائف دیئے جائیں گے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

۳… زکوٰۃ کے روپیہ سے مدرسین اور معلمین دستکاری کو تنخواہیں دینا درست ہے یا نہیں؟

براہِ کرم جملہ امور کا جواب بحوالہ کتب مسلک احناف کے مطابق مرحمت فرمایا جاوے۔ فقط والسلام۔

المستفتی: قاضی خلیق احمد، نمک روڈ، ہرنا گلہ، لکھیا واڑ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱… زکوٰۃ کے روپیہ کے لئے تملیک یعنی مستحق زکوٰۃ کو مالک بنانا شرط ہے، حجرے بنانے، آلات اور دستکاری خریدنے اور کتب خرید کر مستعار دینے میں تملیک مستحق نہیں، لہٰذا زکوٰۃ کا روپیہ ایسے مواقع میں صرف کرنا درست نہیں، البتہ اگر آلات اور کتب وغیرہ خرید کر بطور تملیک دیدیں تو درست ہے۔ نیز کسی مستحق کو زکوٰۃ کا روپیہ دیدیا جائے اور وہ حجرے بنوادے، کتب وغیرہ خرید کر مدرسہ میں وقف کردے تب بھی درست ہے اور زکوٰۃ ادا ہو جائے گی:

---

(۱) "يتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال أو جراب وقربة ودلو، أو يبدل بما ينتفع به باقياً فإن بيع اللحم أو الجلد به أو بدراهم تصدق ثمنه الخ" (الدر المختار: ۳۲۸/۶، باب الأضحية، سعيد)

(وكذا في الجوهرة النيرة: ۲/ ۲۷، كتاب الأضحية، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق: ۸/ ۱۷۹، كتاب الأضحية، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... ناجائز ہے، البتہ صدقات نافلہ کو جمیع مصارف مذکورہ میں صرف کرنا درست ہے۔ ۲... ناجائز۔

۳... ناجائز۔ ۴... اگر وہ طلباء سید نہ ہوں تو خود ان کو دینا جائز ہے۔ ۵... ناجائز۔ ۶... جائز ہے بشرطیکہ وہ مستحق ہوں اور سید نہ ہوں۔ ۷... جائز ہے بشرط مذکور۔ ۸... ناجائز ہے۔ ۹... ناجائز ہے۔

۱۰... ناجائز ہے۔

اگر کسی غریب مستحق کو زکوٰۃ، صدقۂ فطر، چرم قربانی کی قیمت دیدی جاوے اور وہ خود اپنی طرف سے مدرسہ میں دیدے تو اس کو جمیع مصارف مذکورہ بالا میں صرف کرنا درست ہے(1)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۱۹/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ ذی قعدہ/ ۵۳ھ۔

طلباء کے لئے زکوٰۃ کی ادائیگی کی صورت

سوال [۴۶۹۱]: میں ایک جامع مسجد میں عرصہ بارہ سال سے امام ہوں، الحمد للہ میری گذر اوقات اچھی ہو رہی ہے۔ کوئی ذاتی غرض نہیں ہے، محض مسجد کی آبادی کے لئے کچھ میرا خیال ہے کہ چند طلباء بیرونی رکھ لئے جائیں جو دین سیکھیں تو بصورت مدرسہ کے ان کی سب ضروریات کے انتظام کا، مال زکوٰۃ سے بعض حضرات نے وعدہ کیا ہے، اس واسطے یہ مسائل دریافت کئے گئے ہیں، اگر مسئلہ کا جواب مع حوالہ جات تحریر فرمائیں تو نوازش ہوگی ورنہ یہ بھی معتبر ہوں گے۔

عبدالعزیز، امام مسجد نور، جوالا نگر۔

---

(۱) "مصرف الزكاة ... هو فقير ... وفي سبيل الله ... قيل: طلبة العلم ... يصرف المزكي إلى كلهم أو إلى بعضهم ... ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة" اهـ. (الدر المختار). "فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التمليك" الخ" (رد المحتار: ۲/۳۳۹-۳۴۴، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۱۹-۴۲۳، باب المصرف، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۷۰، من توضيح الزكاة فيه، إدارة القرآن، كراتشي)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۲۸، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية، بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مستحق طلبہ کی ضروریات بصورتِ تملیک پوری کرنے کے لئے زکوٰۃ وغیرہ کا صرف کرنا شرعاً درست ہے اور اس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، اس میں کسی حیلہ کی ضرورت نہیں (۱)، جس مد میں حیلہ کی ضرورت ہو اس کو تحریر کرکے دریافت کر لیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذیقعدہ/ ۶۲ھ۔

صاحبِ نصاب طلبہ کے لئے زکوٰۃ لینا

سوال [۵۹۹۱]: طلبہ میں سے کثیر ایسے ہوتے ہیں جو نصابِ شرعی کے مالک ہیں جن پر صدقۃ الفطر و قربانی واجب ہوتی ہے اور سوال کرنا حرام ہوتا ہے، مگر اس کے باوجود طلبہ اپنا خرچ نہیں دے سکتے جس وجہ سے دارالعلوم سے امداد لیتے ہیں، بالخصوص دورانِ تعلیم مقروض ہو جاتے ہیں، لوگ صراحۃً زکوٰۃ کی رقم دیتے ہیں وہ اس سے اپنا قرض ادا کرتے ہیں۔ کیا ایسے طلباء امداد لے سکتے ہیں اور زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ لے کر اپنی ضروریات سے اپنی ضروریات قرض وغیرہ میں کام لا سکتے ہیں؟ اور دینے والوں کی زکوٰۃ وصدقات ادا ہو جاتے ہیں، اور اگر وا نہیں ہوتے تو ان طلبہ کی تکمیلِ تعلیم کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو طلبہ اپنے وطن میں صاحبِ نصاب ہیں اور یہاں نہیں ہیں اور اپنے وطن سے منگا بھی نہیں سکتے وہ زکوٰۃ،

= (وکذا فی النہر الفائق: ۱/۴۶۱، کتاب الزکاۃ، امدادیہ)

(واجع للتفصیل عنوان "طلبہ کو زکوٰۃ سے کھانا کھلانا")

(۱) "مصرف الزکاۃ ... هو فقیر ... وفی سبیل اللہ ... وقیل: طلبة العلم ... مصرف الزکاۃ ... إلی کلهم أو إلی بعضهم ... ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة ..." (الدر المختار)

"فلا یکفی فیها الإطعام إلا بطریق التملیک" (رد المحتار: ۲/۳۴۰، ۳۴۴، باب المصرف، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲/۴۲۰، ۴۲۴، باب المصرف، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیۃ: ۲/۲۰۵، من توضع الزکوۃ فیہ، إدارۃ القرآن کراچی)

(وکذا فی مجمع الأنہر: ۱/۳۲۲، کتاب الزکاۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

www.ahlehaq.org

قیمت چرم قربانی صدقۃ الفطر کے مصرف ہیں ان کو یہ چیزیں اگر دی جائیں اور یقیناً دی جاتی ہیں تو واجب ادا ہو جاتا ہے(۱)۔ واقعہ کے وقت ان کے ساتھ اگرچہ ایک دن کھانے کی مقدار موجود ہو اور اس دن کے لئے ان کے لئے سوال کرنا جائز ہو لیکن وہ صرف اس دن کے لئے سوال نہیں کرتے نہ ان کا سوال اس دن پورا کر دیا جاتا ہے بلکہ وہ تمام سال قیام کا ارادہ کرتے ہیں اور تمام سال کے مصارف ان کے ساتھ موجود نہیں اور کسی دوسری جگہ سے آمدنی کی توقع بھی نہیں، اس لئے ان کا حکم وہ نہیں جس کا شبہ ہوتا ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۸۷ھ۔

طلبہ کو بھی بٹھا کر زکوٰۃ سے کھلانا

سوال[۴۱۹۸]: جس مدرسے میں زکوٰۃ کے پیسے دیئے جاتے ہیں تو مستحق زکوٰۃ کو مطبخ سے جو کھانا کھلایا جاتا ہے وہ امیر غریب سب کو ساتھ بٹھا کر کھلانے میں زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی قباحت تو نہیں آئے گی؟

■ (وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۱۰، كتاب الزكاة، امداديه)

(۱) "وبهذا التعليل يقوى ما نسب للواقعات من أن طالب العلم يجوز له أخذ الزكاة ولو غنياً إذا فرغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب، والحاجة داعية إلى ما لا بد منه، الخ". (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۴۰، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۲۶، باب بيان أحكام المصرف، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۳/۱۹۵۹، مصارف الزكاة، رشيديه)

(۲) "ولا يحل أن يسأل شيئاً من القوت من له قوت يومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب، وإلا سؤال الكسوة أو لاشتغاله عن الكسب بالجهاد أو طلب العلم جاز لو محتاجاً". (الدر المختار: ۲/۳۵۴، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۳۴، باب المصرف، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۶۹، باب المصرف، امداديه)

(وكذا في الدر المنتقى: ۱/۳۳۳، باب في بيان أحكام المصارف، دار الكتب العلمية، بيروت)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوٰۃ کا کھانا مستحق کو بطور تملیک دینا لازم ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہو کہ یہ اتنی مقدار میری ملک ہے خواہ میں کھاؤں یا فروخت کروں یا کسی کو کھلاؤں (۱) اور ایک ساتھ سب کو بٹھا کر کھلانے میں یہ بات نہیں ہوتی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

مطبخ سے بمد زکوٰۃ طلبہ کو کھانا دینا

سوال [۴۹۹۰]: حضرت مفتی صاحب زید مجدکم العالی! السلام علیکم

آپ کا مرسلہ جواب موصول ہوگیا، اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فوراً طلبہ کے مطبخ کے دیگر اخراجات کی طرح تنخواہ باورچی بھی ایک خرچ ہے جس کی تنخواہ باورچی کی نوعیت درج ذیل اخراجات سے مختلف مثلاً طلبہ کے لئے راشن لانے کا صرفہ، گندم کی پسائی، سوختہ کی خریداری اور اس کی چیرائی وغیرہ، کیا ان اخراجات کی نوعیت میں کچھ فرق ہے، اگر نہیں ہے تو ان سب کا مد زکوٰۃ سے دینا جائز ہوگا اور اگر ہے تو کیا اور کیوں؟ مدلل جواب کی ضرورت ہے۔ فقط زید۔

---

(۱) "وتمليكاً لا إباحة كما مر، فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التمليك، ولو أطعمه عنده ناوياً الزكاة لا تكفي الخ". (رد المحتار: ۲/۳۴۴، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في الفتاوى الخانية: ۱/۲۶۴، فيمن يوضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۲۸۲، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۲۳، باب المصرف، رشيديه)

(۲) اس کی تدبیر یہ کی جائے کہ اولاً نقد روپیہ یا اجناس وغیرہ زکوٰۃ کی تملیک کرادی جائے پھر ان کی طرف سے داخل مدرسہ کرکے کھانا طلبہ کو کھلا دیا جائے "وحيلة التكفين بها التصدق على فقير ثم هو يكفن، فيكون الثواب لهما، وكذا في تعمير المسجد". (الدر المختار: ۲/۲۷۱، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۲۴، باب المصرف، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۶۲، باب المصرف، امداديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

"(هي تمليك) خرج الإباحة (جزء مال) خرج المنفعة، فلو أسكن ..... فقيراً داره سنة ناوياً لا يجزيه، اهـ".

"(قوله: فلو أسكن) في البحر عن الكشف الكبير، وقال فيه: والمال كما صرح به أهل الأصول ما يتمول ويدخر للحاجة وهو خاص بالأعيان فخرج تمليك المنافع، اهـ". در مختار وشامی(۱)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ادائے زکوۃ کے لئے تملیک مال ضروری ہے محض تملیک منافع سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی، گندم پسائی اور مطبخ کی چرائی وغیرہ میں بھی مد زکوۃ سے صرف کرنا درست نہیں، یہی حال تنخواہ باورچی کا ہے، ان مواقع پر صرف کرنے سے طلبہ کی ملک میں مال نہیں پہنچتا بلکہ ان کو منافع حاصل ہوتے ہیں، اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔

اگر جواز کی صورت مطلوب ہے تو اس طرح کیا جائے (کہ) مدرسہ اپنی طرف سے غلہ سوختہ وغیرہ خرید کر کھانا تیار کرائے اور اس میں مد زکوۃ سے صرف نہ کرے پھر تیار شدہ کھانے کی قیمت لگا کر یا طلبہ کے ہاتھ فروخت کرے اور طلبہ کو بصورت نقد مد زکوۃ سے وظیفہ دے کر کھانے کی قیمت ان سے وصول کرلے یا وہ تیار شدہ کھانا مد زکوۃ کے جمع شدہ روپیہ سے بدل کر مدرسہ اپنا خرچ شدہ روپیہ (جس میں پسائی، چرائی، تنخواہ وغیرہ سب داخل ہیں) وصول کرلے اور اس زکوۃ میں سے یہ کھانا طلبہ کو دیدے، اس صورت میں یہ نہیں ہوگا کہ مد زکوۃ کا روپیہ منافع طلبہ میں خرچ ہوا بلکہ تیار شدہ کھانا مد زکوۃ سے خرید کر (بدل کر) طلبہ کو دیا گیا ہے اور وہ کھانا دینا یقیناً تملیک المال ہے(۲) تملیک المنفعۃ نہیں لہذا ادائے زکوۃ میں خلجان نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱۲/۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۴/ ذی الحجہ/ ۶۹ھ۔

---

(۱) (الدر المختار: ۲/۲۵۷، کتاب الزکاة، سعید)

(وكذا في الدر المنتقى في شرح الملتقى: ۱/۲۸۴، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۰۳، كتاب الزكاة، امداديه)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "طلبہ کو کھانا زکوۃ سے کھلانا")

غریب طلبہ کی کتابوں پر زکوٰۃ کو صرف کرنا

سوال [۴۷۰۰]: یہاں ایک مدرسہ اسلامیہ ہے جس کا خرچ آمد سے زیادہ ہے اس لئے چندہ کیا جاتا ہے، کچھ لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں، مدرسہ والے ہم خود زکوٰۃ کا روپیہ لینے سے احتیاط برتتے ہیں، تملیک کو ہم بہتر نہیں سمجھتے، اس لئے زکوٰۃ کم ہی آتی ہے۔ آپ ہمیں بتائیں کہ اگر اتفاق سے زکوٰۃ آجائے تو ہم اس کو کسی ایسے آدمی کے بچوں پر خرچ کر سکتے ہیں جو بظاہر صاحبِ نصاب نہیں ہے اور خوددار بھی ہے؟ اگر اس سے کہا جائے کہ تمہارے بچوں کے سلسلہ میں کتابوں کا روپیہ اتنا ہوگیا ہے وہ ادا کرو اور وہ مجبوری ظاہر کرے، اس پر ہم اس سے کہیں کہ ہم ان کتابوں کا روپیہ زکوٰۃ کی مد سے ادا کر دیں تو وہ اپنی خودداری کی وجہ سے اس پر آمادہ بھی نہ ہو تو ہم بغیر اس پر ظاہر کئے اس کے بچوں کو ماہانہ وظیفہ مدرسہ سے دے سکتے ہیں یا مدرسہ کے نام پر آئی ہوئی زکوٰۃ کو بیواؤں لاچاروں و تنگ دست کو دے سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوٰۃ لینے سے جب آپ احتیاط کرتے ہیں تو بہتر یہی ہے کہ جو شخص دے اس کو بھی انکار کر دیں، تاہم نادار طالب علم کو زکوٰۃ کا پیسہ یا مدِ زکوٰۃ سے قاعدہ یا رہ تعلیم کا دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی جب کہ وہ طالب علم سمجھدار ہو اور مالکانہ قبضہ کی اہلیت رکھتا ہو بالکل چھوٹا ناسمجھ نہ ہو (۱)۔ مدرسہ میں خرچ کرنے کے لئے جو زکوٰۃ آئے اس کو بیواؤں اور مدرسہ سے غیر متعلق لاچاروں پر صرف کرنے کا حق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۹۲ھ۔

زکوٰۃ سے ملازمین مدرسہ کو تنخواہ دینا

سوال [۴۷۰۱]: ہمارے یہاں ایک مدرسہ عربیہ عرصہ سے قائم ہے جس میں دینی تعلیم دی جاتی ہے

---

(۱) "وفي التمليك إشارة إلى أنه لا يصرف إلى مجنون وصبي غير مراهق ... ويصرف إلى مراهق يعقل الأخذ". (رد المحتار: ۲/۳۴۴، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹۰، الباب السابع في المصارف، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۷۲، باب من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراچی)

اور غریب ونادار طلبہ کے قیام وطعام ولباس اور دیگر ضروریات سے مدد و اعانت کی جاتی ہے۔ مدرسہ مذکورہ میں کئی قسم کی آمدنیاں ہیں۔ قسم اول: منافع جائیداد موقوفہ چندہ عمومی خصوصی امداد سرکاری صدقات نافلہ۔ قسم دوم: صدقات مثل زکوۃ وقیمت کھال وغیرہ وغیرہ۔

آمدنی قسم اول تنخواہ مدرسین وملازمین ودیگر مصارف دفتر وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے اور قسم دوم خوراک طلبہ وپوشاک ودیگر ضروریات طلبہ میں خرچ کی جاتی ہے کیونکہ آمدنی قسم اول مصارف قسم اول کے لئے ناکافی اور اراکین مدرسہ میں بعض ایسے خیال کے حضرات بھی ہیں جو حیلہ شرعی کو پسند نہیں کرتے۔ اس لئے دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا آمدنی قسم دوم میں سے محصل ومحرر ومحاسب جو اس مدرسہ میں بھی کام کر رہے ہیں اور ان کی اجرت یا تنخواہ کا حصہ بھی اس میں سے دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صدقات واجبہ کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ ان کو مصارف (فقراء وغیرہ) پر بطور تملیک بلا عوض صرف کیا جائے لہذا تنخواہ میں دینا جائز نہیں، اگر کارکنان مدرسہ بغیر حیلہ شرعی کے تنخواہ میں دیں گے تو زکوۃ وغیرہ ادا نہیں ہوگی (۱) اور اصل معطی کے حق میں یہ لوگ ضامن ہوں گے، هكذا في كتب الفقه۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

= (وكذا في فتح القدير: ۲/ ۲۰۷، باب من يجوز دفع الصدقة إليه وما لا يجوز، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) "بتمليك لا إباحة كما مر، فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التمليك، ولو أطعمه عنده ناوياً الزكاة لا تكفي، الخ" (رد المحتار: ۲/ ۳۴۴، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/ ۲۷۵، من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراتشي)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/ ۲۸۴، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/ ۴۲۴، باب المصرف، رشيديه)

اس کی صورت یہ تجویز کی جائے کہ اول نقد روپیہ یا اجناس وغیرہ زکوۃ کی تملیک کر دی جائے، پھر اس کی طرف سے وہ شخص مدرسہ کو دے تو یہ طریقہ کافی ہو جائے: "وحيلة التكفين بها التصدق على فقير، ثم هو يكفن، فيكون -

زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہ دینا

سوال [۴۷۰۲]: ایک مدرسہ ہے جس میں بیرونی طلبہ بہت کم ہیں، غریب مدرسہ ہے، اگر طلبا کو روپیہ دیدیں تو ممکن ہے کہ لے کر بھاگ جائیں، آخر مدرسین کی تنخواہ کس طرح دی جائے؟ مدرسین مال زکوٰۃ لیں یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صدقۂ واجبہ اور زکوٰۃ کا غرباء پر تملیکاً صرف کرنا بلا معاوضہ ضروری ہے، مدرسین وغیرہ کی تنخواہ میں براہ راست دینا جائز نہیں، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی (۱)۔ اگر طلباء پر تقسیم نہیں تجویز کردی جائے اس سے ملازمین کی تنخواہ ادا کی جائے، جو لڑکے غریب ہوں ان کو زکوٰۃ سے وظیفہ دیا جائے وہ اس سے فیس دیدیا کریں، اس طرح زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور تنخواہ کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

زکوٰۃ سے تنخواہ دینا

سوال [۴۷۰۳]: کیا فنڈ جہاں عشر وصدقات وغیرہ جمع ہوتے ہیں اس سے بچوں اور طالب علموں کو پڑھانے والے استاذ کو تنخواہ یا فریضہ دینا درست ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں اور آج کل بڑے بڑے مدارس میں جتنی زکوٰۃ وغیرہ جمع ہوتی ہے بغیر کسی حیلے کے اساتذہ کو تنخواہیں دیتے ہیں۔

- الشرائط لهما، وكذا في لعمير المسجد". (الدر المختار: ۳۴۱/۲، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمگيرية: ۱۸۹/۱، الفصل الثالث في مسائل الزكاة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۲۴/۲، باب المصرف، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۴۶۲/۱، باب المصرف، امداديه)

(وكذا في كفاية المفتي: ۲۹۳/۴، كتاب الزكاة، دار الاشاعت كراچى)

(وكذا في فتاوى دار العلوم ديوبند: ۲۰۸/۶، كتاب الزكاة، امداديه ملتان)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان "زکوٰۃ سے ملازمین مدرسہ کو تنخواہ دینا")

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو رقوم واجب التملیک ہیں ان کو براہ راست اساتذہ کی تنخواہ میں دینا درست نہیں، پڑھنے والے مستحق طلبہ کی ضروریات طعام، لباس، کتاب وغیرہ کو ان رقوم سے تملیکاً پورا کرنا درست ہے(۱)، اور سب مدارس کو اس کا اہتمام وانتظام لازم ہے کہ وہ رقوم کے امین ہیں اور مسائل شرعیہ پر عمل کے بڑے ذمہ دار ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

زکوٰۃ وعطیات کی مخلوط رقم سے تنخواہ دینا

سوال [۳۷۰۴]: جس ادارہ میں یہ نظم نہیں ہے کہ زکوٰۃ اور عطیات کی رقمیں علیحدہ ہوں بلکہ مخلوط ہوں اس سے مدرسین وملازمین کی تنخواہ دینا درست ہے یا نہیں؟ اور پھر زکوٰۃ کی رقموں میں تملیک نہیں ہوتی وہ زکوٰۃ کی رقمیں معطی کی طرف سے ادا ہوتی ہے یا نہیں؟

---

(۱) "(التمليك لا إباحة كما مر) فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التمليك، ولو أطعمه عنده ناوياً الزكاة لا تكفي" الخ. (رد المحتار: ۲/۳۴۴، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۷۵، من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۲۸، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۲۴، باب المصرف، رشيديه)

اس کی صورت یہ تجویز کی جاتی ہے کہ اول نقد روپیہ یا اجناس وغیرہ زکوٰۃ کی تملیک کرادی جائے پھر اس کی طرف سے واپس مدرسہ کے کام میں لگایا جائے۔ "وحيلة التكفين بها التصدق على فقير، ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما، وكذا في تعمير المسجد". (الدر المختار: ۲/۲۷۱، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۹۲، الفصل الثالث في مسائل الزكاة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۲۳، باب المصرف، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۶۲، باب المصرف، امداديه)

(وكذا في كفاية المفتي: ۴/۲۹۴، كتاب الزكاة، دار الإشاعت كراچي)

(وكذا في فتاوى دار العلوم ديوبند: ۶/۱۰۸، كتاب الزكاة، امداديه ملتان)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوۃ کی رقم کو تنخواہ میں دینا جائز نہیں ہے، مخلوط میں سے جتنی زکوۃ کی تنخواہ میں دی گئی ہے اتنی مقدار زکوۃ ادا نہیں ہوئی ہے(۱)۔ معطی کو اطلاع کردی جائے کہ وہ اتنی زکوۃ خود ادا کرے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۹۱ھ۔

مالِ زکوۃ سے مدرس کی تنخواہ اور کھانا

سوال[۵۱۰۷]: یہاں اکثر مدارس میں مدرسین کی تنخواہیں خورد ونوش کے علاوہ متعین کی جاتی ہیں گویا کہ کامل تنخواہ میں سے خورد ونوش کی تنخواہ کاٹ لی جاتی ہے تو اب اگر مدرسہ میں بمد زکوۃ وصدقات کوئی مال آئے تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اساتذہ کھانے کی قیمت ادا کر رہے ہیں؟

---

(۱) "ولو دفعها المعلم لخليفته إن كان بحيث يعمل له لو لم يعطه، صح، وإلا لا". (الدر المختار) "(قوله: وإلا لا)، أي لأن المدفوع يكون بمنزلة العوض، الخ". (رد المحتار، باب المصرف: ۲/۳۵۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹۰، الباب السابع في المصارف، رشيديه)

"سئل عن معلم له خليفة في المكتب يعلم الصبيان ويحفظهم ويكتب ألواحهم ولم يستأجره بشيء معلوم وما اشترط شيئاً، والمعلم يعطيه في الأحايين دراهم بنية الزكاة، هل يجوز عن زكاة؟ قال: نعم، إلا أن يكون بحيث لو لم يعطه لم يعمل له ذلك في مكتبه". (الفتاوى التاتارخانية: ۲/۲۰۹، ۲۱۰، كتاب الزكاة، قديمي)

(۲) "أما إذا ظهر أنه غني ... لا يجوز، وعليه أن يعيدها بالإجماع". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹۰، الباب السابع في المصارف، رشيديه)

"لو لم يتحر ولم يشك فظهر أنه ليس مصرفاً أعاد إجماعاً، الخ". (النهر الفائق: ۱/۴۷۳، باب المصرف، رشيديه)

"في الحديث المذكور ثلاثة أشياء، فما وجه الترجمة في التصدق على الغني؟ قلت: على الغني لا يجوز على كل حال، حتى إذا أعطى زكاته لغني يظنه فقيراً ثم بان له أنه غني، يعيد زكاته، الخ". (عمدة القاري: ۸/۴۱۰، باب إذا تصدق على غني وهو لا يعلم، دار الكتب العلمية، بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جتنی مقدار اساتذہ جز تنخواہ (حق الخدمت) کے طور پر کھائیں گے اتنی مقدار زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، اس کا حساب رکھنا ضروری ہے، اسی طرح دیگر ملازمین وغیر مستحق پر صرف کرنے کا ضمان ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ادائے زکوٰۃ بغیر تملیک کے، زکوٰۃ کا پیسہ تنخواہ میں دینا

سوال[۴۰۶۱]: اگر مہتمم مدرسہ بغیر تملیک کے مدرسین کو تنخواہ دیتا ہے، حالانکہ مہتمم سے کہہ دیا گیا ہو جو کہ بغیر تملیک کے زکوٰۃ کے مال کا صرف کرنا جائز نہیں تو اس صورت میں مدرسین کے اوپر تو کوئی گناہ لازم نہیں آئے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مدرسین کو معلوم ہے کہ یہ زکوٰۃ کا روپیہ تنخواہ میں دیا جا رہا ہے تو وہ لینے سے انکار کر دیں، اگر لے لیں گے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اور مہتمم کے ذمہ ضمان لازم ہوگا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱/۱۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱/۱۰ھ۔

زکوٰۃ کے پیسے سے مدرسہ کا قرض ادا کرنا

سوال[۴۰۶۲]: ایک مدرسہ اسلامیہ مقروض ہے اور چندہ کے پیسے سے چلتا ہے، اس کی مالی حالت بہت کمزور ہے، کیا زکوٰۃ کے پیسے سے مدرسہ کا قرض ادا کیا جا سکتا ہے جبکہ مدرسہ میں کوئی طالب علم یتیم نہیں ہے؟

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "زکوٰۃ سے تنخواہ دینا")

(۲) زکوٰۃ کی ادائیگی میں تملیک بلاعوض شرط ہے، جبکہ ملازمین مدرسہ، معلمین کو تنخواہ بطور معاوضہ دی جاتی ہے جو تملیک بلاعوض نہیں: "ولو دفعها إلى الزكوة المعتمد لخليفته إن كان بحيث يعمل له لو لم يعطه صح، وإلا لا"

(الدر المختار، کتاب الزکوٰۃ، باب المصرف: ۳۵۶/۲، سعید)

(وکذا فی کفایۃ المفتی: ۲۸۰/۴، کتاب الزکاۃ، دارالاشاعت کراچی)

مدرسہ بہت قرض دار ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوۃ ادا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ کسی غریب مستحق کو اس کا مالک بنادیا جائے (۱)، پس جو پیسہ مدرسہ میں زکوۃ کا دیا گیا ہے اگر براہ راست اس سے مدرسہ کا قرض ادا کردیا جائے گا تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اس کا ضمان لازم ہوگا۔

نــــوٹ: زکوۃ کا پیسہ براہ راست تنخواہ وتعمیر میں خرچ کرنا بھی جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "تملیکاً (لا إباحة كما مر) فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التمليك، ولو أطعمه عنده ناوياً الزكاة لا تكفي، الخ". (رد المحتار: ۲/۳۴۴، باب المصرف، سعید)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۷۵، من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۲۸۳، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۲۳، باب المصرف، رشيديه)

"وحيلة التكفين بها التصدق على فقير، ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما، وكذا في تعمير المسجد". (الدر المختار: ۲/۲۷۱، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمگيرية: ۶/۳۹۲، الفصل الثالث في مسائل الزكاة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۲۳، باب المصرف، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۶۲، باب المصرف، امداديه)

(۲) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "ويشترط أن يكون الصرف (تمليكاً) لا إباحة كما مر (لا) يصرف (إلى بناء) نحو (مسجد)". (الدر المختار) "(قوله: نحو مسجد) كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكري الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه". (رد المحتار، كتاب الزكوة، باب المصرف: ۲/۳۴۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمگيرية، كتاب الزكوة، الباب السابع في المصارف: ۱/۱۸۸، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الزكوة، باب المصرف: ۲/۱۲۰، دار الكتب العلمية، بيروت)

مدارس کے طلبہ کی انجمنوں کو زکوۃ

سوال [۴۲۰۸]: دارالعلوم دیوبند میں جتنی بھی انجمنیں ہیں مثلاً پورنیہ والوں کی الگ ہے، چمپارن کی الگ ہے، ہر ضلع کی الگ الگ ہے۔ ان انجمنوں سے طالب علم مالی و کتابی ہر صورت کا فائدہ اٹھاتے ہیں جس کو آپ بخوبی جانتے ہوں گے، ایسی انجمنوں میں زکوۃ کا مال یا صدقۃ الفطر یا چرم قربانی یا صدقہ وغیرہ جتنے بھی ایسے مال ہوں جو صاحبِ نصاب پر واجب ہورہے ہوں، ان مالوں کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کی صورت کیا ہے؟ اور اگر ناجائز ہے تو کیوں؟

محمد نعیم الدین پورنوی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوۃ، صدقۃ الفطر، قیمت چرم قربانی کا غریبوں پر صدقہ کردینا واجب ہے، پس جو انجمن صحیح مصرف میں خرچ کرنے کا انتظام کرے اس کو دینا درست ہے، محض قرض دینے یا مستعار کتابیں دینے سے زکوۃ وغیرہ ادا نہ ہوگی، البتہ پیسہ سے غریب مستحق طلبہ کو کھانا، کپڑا دینا درست ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱/۹۲ھ۔

اسکول میں زکوۃ وصدقۂ فطر

سوال [۴۲۰۹]: ۱... یہاں ایک اردو اسکول مسلمانوں کی طرف سے جاری ہے جس کے اجراء کے وقت دینیات اور کلام مجید کی تعلیم کے لئے مسلمانوں کو اطمینان دیا گیا مگر نماز، دینیات اور کلام مجید کی تعلیم نفی کے برابر ہے اور اردو وانگریزی کی تعلیم گورنمنٹ نصاب کے مطابق دی جاتی ہے۔ اس اسکول میں غرباء اور یتیم بچوں کے قیام اور نان ونفقہ کا کوئی انتظام نہیں ہے اور مدرسین کی تنخواہ اور بچوں کی ضرورت سے زیادہ حاجت مند

---

(۱) "ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً، الخ". (الدر المختار: ۲/۳۴۴، باب المصرف، سعید)

(وکذا فی التاتارخانیۃ: ۲/۲۷۵، من توضع الزکاۃ، إدارۃ القرآن کراچی)

(وکذا فی مجمع الأنہر: ۱/۲۸۳، کتاب الزکاۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲/۴۱۳، باب المصرف، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاوی دار العلوم دیوبند: ۶/۲۳۳، باب المصرف، امدادیہ)

ہیں۔ ایسی صورت میں امداد و صدقہ، زکوۃ، خیرات، چرمِ قربانی وغیرہ اس اسکول میں دیا جانا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس اسکول کے لئے کافی ذرائع آمدنی کے ہوں؟

۲- موجودہ حالات میں خود مسلمانوں کو جہالت سے باہر لانے کی غرض سے مدرسہ جاری کر کے اردو پڑھانے پر خرچ کرنا مسلمانوں کا فرض ہے یا انگریزی تعلیم پر خرچ کرنا فرض ہے؟ چرمِ قربانی، زکوۃ، فطرہ کا بیت المال میں جماعت اسلامی کے مقاصد جو اقامتِ دین ہے پر خرچ کرنا ثواب ہے یا انگریزی پر؟ امید ہے کہ مستفسرہ سوالات کے تمام وکمال شرعی احکام سے مطلع فرما کر دارین حسنات ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- اگر یتیم، غریب، مستحق بچوں کو زکوۃ، صدقۂ فطر، چرمِ قربانی کی قیمت دی جائے تو شرعاً درست ہے (۱) لیکن مدرسین کی تنخواہ یا مدرسہ کی تعمیر پر یا مدرسہ کی اور ضروریات میں خرچ کرنا جائز نہیں (۲)۔ جس اسکول کا خرچ دوسرے طریقے سے چلتا ہے اور یتیم بچوں نے اپنے مدارس (وقف) کا کوئی تعلق نہیں، تو پھر اسکول والے یہ زکوۃ وغیرہ وہاں نہیں بلکہ صرف کرتے ہیں، بلکہ بے جگہ مصرف میں تصرف کرتے ہوں گے، اس لئے وہاں اس قسم کے روپیہ وغیرہ نہیں دینا چاہئے، اور جن بچوں کو دینا کافی ہو، ان کو زیادہ ضرورت مند ہیں تو پھر کسی کو نہ

(۱) "ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحۃ کما مر" (الدر المختار). "وفي التمسک إشارۃ إلی أنہ لا یصرف إلی مجنون وصبي غیر مراهق إلا إذا قبض لهما من یجوز له قبضه کالأب والوصي وغیرهما" (رد المحتار: ۲/۳۴۴، باب المصرف، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمگیریة: ۱/۱۹۰، الباب السابع في مصارف الزکاۃ، رشیدیہ)

(وکذا في المحیط البرهاني: ۳/۲۱۲، الفصل الثامن في من توضع الزکاۃ فیه، إدارۃ القرآن کراچی)

(وکذا في خلاصۃ الفتاوی: ۱/۲۴۲، الفصل الثامن في أداء الزکاۃ، امجد اکیڈمی لاہور)

(۲) "لا یجوز أن یبنی بالزکاۃ المسجد، لأن التملیک شرط فیها ولم یوجد، وکذا لا یبنی بها القناطیر والسقایات ... والحیلۃ في هذه الأشیاء أن یتصدق بها علی الفقیر، ثم یأمره بأن یفعل هذه الأشیاء، فیحصل له ثواب الصدقۃ، ویحصل للفقیر ثواب هذه القرب" (تبیین الحقائق: ۲/۱۲۰، باب المصرف، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في الهدایة: ۱/۲۰۵، باب من یجوز دفع الصدقات إلیه ومن لا یجوز، شرکۃ علمیۃ ملتان)

(وکذا في التاتارخانیۃ: ۲/۲۰۸، باب من توضع الزکاۃ فیه، إدارۃ القرآن کراچی)

(وکذا في المحیط البرهاني: ۳/۲۱۲، باب من توضع الزکاۃ فیه، غفاریہ کوئٹہ)

www.ahlehaq.org

چاہیے اسکول میں نہیں دینا چاہیے(۱)۔

۲: مسلمان دینی معلومات حاصل کرنے کے لئے جس قدر روپیہ خرچ کریں گے سراسر عبادت اور ثواب ہے اسی طرح دوسرے مسلمانوں کو دین سے واقف کرانے کے لئے خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے جتنا بھی مال صرف کریں اس میں اجر عظیم ہے خواہ یہ معلومات کی تحصیل عربی کے ذریعہ ہو یا فارسی اور اردو کے ذریعہ ہو۔

موجودہ زمانہ میں انگریزی تعلیم کے نتائج مذہبی حیثیت سے بہت ہی خراب نکلتے ہیں جیسا کہ شب وروز مشاہدہ ہے اور جو کچھ مذہب سے ناواقفیت ہے وہ بھی ظاہر ہے اس لئے اہل اسلام کے ذمہ فرض ہے کہ وہ اولاً خود بھی مذہب اسلام سے واقفیت پیدا کریں اور دوسروں کو بھی واقف بنائیں اور جب تک مذہب میں استقلال وپختگی نہ ہو جائے اس وقت تک ہرگز انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ نہ ہوں، جو شخص مذہب کی پوری واقفیت کے ساتھ پختگی رکھتا ہے اس کو بھی ضرورت سے انگریزی تعلیم حاصل کرنے میں مضائقہ نہیں اس سے پہلے پہلے احتیاط واجتناب لازم ہے۔

جس تعلیم کے نتائج اس قدر خراب ہوں کہ عقائد واعمال سب تباہ ہو جاتے ہوں اور بگڑ جاتے ہوں اس کا حاصل کرنا اور اس پر روپیہ خرچ کرنا ناجائز ہے، چہ جائیکہ زکوۃ اور فطرہ کا اس میں خرچ کرنا، اس لئے مستحقین غرباء کو دینا اور ایسی جگہ پر اس روپیہ کو صرف کرنا واجب ہے۔ چرم قربانی طلبہ کو بھی دینا درست ہے لیکن اگر اس کو فروخت کر دیا جائے تو قیمت کسی غریب کو دینا واجب ہے نہ تو خود رکھنا جائز ہے نہ طلبہ کو دینا جائز ہے یعنی اس کا حکم زکوۃ کا سا ہو جاتا ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۱۱/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم۔

(۱) "كره نقلها إلا إلى قرابة ... أو أحوج أو أصلح أو أورع أو أنفع للمسلمين الخ"

(الدر المختار: ۲/۳۵۳، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۶۹، باب المصرف، امداديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۲۱، باب المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۲۸۰، من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن)

(۲) "فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمنه". (الدر المختار: ۶/۳۲۸، سعيد)

"وهو مصرف أيضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة"

(رد المحتار، باب المصرف: ۲/۳۳۹، سعيد)

"ويتصدق بجلدها، لأنها جزء منها، أو يعمل منه آلة تستعمل في البيت كالنطع والجراب والغربال" (الجوهرة النيرة: ۲/۱۷۴، كتاب الأضحية، قديمي)

باب صدقة الفطر ومصارفها

(صدقۂ فطر اور اس کے مصارف کا بیان)

نصاب صدقۃ الفطر

سوال[۱۰۱۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

بہشتی زیور، ص:۲۶، تیسرا حصہ، حاشیہ اول میں ذکر کیا گیا ہے(۱) جس کا حوالہ مراقی الفلاح علی حاشیہ الطحطاوی، ص:۳۹۴ ہے:

"صدقة الفطر تجب على حر مسلم مكلف مالك لنصاب أو قيمته وإن لم يحل عليه الحول، عند طلوع فجر يوم الفطر، ولم يكن للتجارة، فارغ عن الدين، و حاجته الأصلية، وحوائج عياله. والمعتبر فيه الكفاية لا التقدير، وهي مسكنه وأثاثه وثيابه وفرسه وسلاحه وعبيده للخدمة"(۲)۔

تو مضمون مذا سے ہماری عقل میں بہت کم لوگوں پر صدقۂ فطر واجب ہوگا۔

۱۔ ذیل میں بہشتی اشیاء ذکر کی گئی ہیں وہ سب ہماری حوائج للاصلیہ اور حوائج عیالیہ ہیں: مسکن، ثیاب، اثاثہ للمنزل، فرس، دابة للركوب، سلاح، كتب۔ اس کے سوا آباد کرنے کے لئے تیل بجلی، نل جوتنے کیلئے اور دودھ پینے کیلئے، بوجھ ڈھونے کیلئے، زمین، دھان، گیہوں وغیرہ، بعدا بہشتی زیور نمبر:۳ کے مسئلہ کے اعتبار سے یہ ہر ایک اگرچہ ہزاروں روپیہ کی قیمت کا ہو اور ضرورت سے زیادہ نہ ہو تو صدقۂ فطرہ واجب نہیں، یہ صحیح ہے یا نہیں؟

۲۔ ہمارے سامنے شریف الدین اور امیر الدین کے درمیان بحث ہوئی، شریف الدین کہتا ہے

---

(۱) (بہشتی زیور، ص:۲۵، تیسرا حصہ، صدقۂ فطر کا بیان، المکتبۃ المدینہ لاہور)

(۲) (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص:۳۹۴، كتاب الزكوة، باب صدقة الفطر، قديمي)

کہ اوپر میں جو ذکر کیا گیا ہے حوائج اصلیہ اور حوائج عیالیہ اگر وہ سب اشیاء عیدالفطر کے روز موجود نہ ہوں جتنا کی قیمت کا ہو صدقۂ فطر واجب ہوگا۔

امیرالدین کہتا ہے ہرگز نہیں، جتنا اشیاء اوپر میں ذکر کیا گیا ہے وہ سب ضروری اسباب ہیں اس کے سوا اگر کوئی اور اسباب موجود ہوں جو نصاب تک ہو سکتے جیسے کریم الدین کے پاس عیدالفطر کے روز تین سو من دھان یا گیہوں موجود ہے، موسم فصل آتے وقت اس کو دو سو من دھان یا گیہوں کی ضرورت ہوتی ہے باقی ایک ایک سو من دھان یہ نصاب میں شامل ہوگا اور اسی کو فاضل عن الضرورۃ کہتا ہے۔

میں نے کہا کہ عیدالفطر کے روز حوائج عیالیہ پر جتنے دھان یا گیہوں کی ضرورت ہوتی ہے باقی دھان حوائج عیالیہ یا حوائج اصلیہ نہیں، تو ان میں سے کس کی بات معتبر ہوگی؟

۳..... زید مزدوری کر کے کھاتا ہے، ایک بیگہ زمین بھی نہیں صرف اس کے پاس ایک گائے موجود ہے اور گائے کا دودھ بچوں کو پلاتا ہے، اس کی طاقت نہیں کہ بازار سے دودھ خرید کر بچوں کو پلا دے حالانکہ اس کی قیمت سے نصاب پورا ہو جاتا ہے تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہوگا یا نہیں؟

۴..... زکوٰۃ اور صدقہ کے نصاب میں کیا فرق ہے اور کس شخص پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، نیز زمین والا غریب جو یہاں لوگوں کو دھان یا روپیہ قرض دیتا ہے اور موسم فصل میں ادا کرتا ہے تو یہ زکوٰۃ کے نصاب میں شامل ہوگا یا نہیں؟

۵..... صدقۂ فطر، قربانی کے چرم کی قیمت اور زکوٰۃ کا پیسہ مدرسہ میں حیلہ کر کے دینا جائز ہوگا یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

خادم القوم محمد منصب، مہتمم مدرسہ قاسم العلوم، ساکن سندر کھنڈ، ڈاکخانہ کھوکا کھوڑی، باڑی، ضلع رنگپور، پاکستان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... مسئلہ اسی طرح ہے دیگر کتب فقہ بحر، بدائع وغیرہ میں بھی مذکور ہے، ایسے شخص پر صدقۂ فطر واجب نہیں (۱)۔

---

(۱) (ردالمحتار: ۲/۳۵۸، باب صدقۃ الفطر، سعید)

۲... صرف عید الفطر کے روز کی حوائج کا اعتبار نہیں کہ اس روز کی حاجت سے جو زائد مقدار ہو اس پر صدقۂ فطر واجب کردیا جائے:

"(و) لو لم یکن النصاب نامیاً وکذا لا تکون للسکنی ولا للتجارة، ولو کان له دار واحدة یسکنها، وفضلت عن مسکنه یعتبر الفاضل إن کانت قیمته نصاباً، وکذا ما فضل عن الثلاثة من الثیاب للبذلة والصون، وعن فرسین للغازی، وفرس وحمار للغیر، وعن نسخة واحدة من مصحف من کتب الفقه لأهلها، وثنین من التفسیر والحدیث، والواحد من المصاحف. وفي الخلاصة: لو کانت له کتب، إن کانت کتب الطب والنجوم والأدب یعتبر نصاباً...... ولو کانت له دور وحوانیت للغلة، وهي لا تکفي عیاله، فهو من الفقراء علی قول محمد، خلافاً لأبي یوسف...... ولا یعتبر مالیته نصاب من قوت شهر بلا خلاف عندنا، وقال الشافعي: تجب علی کل من یملك زیادة علی قوت یومه لنفسه وعیاله، اهـ". مجمع الأنهر: ۱/۲۲۶(۱)۔

۳... محض اس گائے کی وجہ سے صدقۂ فطر واجب نہ ہوگا(۲)۔

۴..... مقدار نصاب میں صدقۂ الفطر کے لئے نقدین کا ہونا ضروری نہیں بلکہ نقدین کے برابر کوئی اور چیز قیمتہً ہو تب بھی صدقۂ الفطر واجب ہوگا اور زکوٰۃ جب واجب ہوگی کہ نقدین ہوں یا نقدین کے قائم مقام سوائم یا مالِ تجارت ہو، الحاصل مقدار تو برابر ہی ہے لیکن زکوٰۃ کے لئے نامی اور حولی ہونا ضروری ہے حولی ہونا یعنی سال بھر کا گزرنا(۳)۔

= (وکذا في النهر الفائق: ۲/۲۰۷، باب صدقة الفطر، امدادیه)

(وکذا في تبیین الحقائق: ۲/۱۳۳، باب صدقة الفطر، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في مجمع الأنهر: ۱/۲۲۶، ۲۲۷، باب صدقة الفطر، دار إحیاء التراث العربي)

(۱) (مجمع الأنهر: ۱/۲۲۶، ۲۲۷، کتاب الزکوٰة، باب صدقة الفطر، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(وکذا في تبیین الحقائق: ۲/۱۳۳، باب صدقة الفطر، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) (راجع ص: ۲۱۳، رقم الحاشیة: ۱)

(۳) "تجب ..... علی کل حر مسلم ولو صغیراً مجنوناً ذي نصاب فارغ عن حاجته الأصلیة کدینه وحوائج عیاله وإن لم ینم کمامر، الخ". (الدر المختار: ۲/۳۵۹، صدقة الفطر، سعید) ....=

۵..... یہ چیزیں واجب التملیک ہیں، اگر مستحق کو تملیک کر دی جائیں اور پھر وہ اپنی طرف سے بلا کسی دباؤ کے بخوشی دیدے تو مصالحِ مدرسہ میں یعنی تعمیر و تنخواہ وغیرہ میں صرف کرنا شرعاً درست ہے۔ بلا تملیک درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذی الحجہ/ ۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۹/ ذی الحجہ۔

مصرفِ فطرہ وفدیہ

سوال [۴۷۱۱]: استفتاء: مخدومی حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱..... صدقۂ فطر کے مصرف اور فدیہ کے مصرف میں قولِ راجح پر کوئی فرق ہے یا نہیں؟

۲..... کئی ایام کے فدیہ صوم وصلوٰۃ کی رقم کسی ایک شخص کو ایک دم دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ درمختار سے مثل صدقۂ فطر حکم سمجھ میں نہیں آتا ہے، شامی کی عبارت سے تردد ہو گیا ہے، لہٰذا آپ سے قولِ راجح کی تحقیق مطلوب ہے۔ فقط۔

ابرار الحق، ۱۳/ رمضان/ ۷۰ھ۔

= (وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۷۱، باب صدقة الفطر، إمداديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱۳۳/۲، باب صدقة الفطر، دار الكتب العلمية بيروت)

"ولا تجب هذه الصدقة إلا على حر مسلم غني، والغني أن يملك نصاباً أو ما قيمته قيمة النصاب فاضلاً عن مسكنه، وإن كان يساوي مالاً عظيماً وثيابه وأثاثه، الخ". (الفتاوى الخانية: ۲۱۸/۲، باب صدقة الفطر، إدارة القرآن كراچي)

(۱) "ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر، لا يصرف إلى بناء نحو مسجد ..... أن الحيلة أن يتصدق على الفقير، ثم يأمره بفعل هذه الأشياء، الخ" (الدر المختار: ۳۴۴/۲، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۲۷۲/۲، من توضيع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۳۳۳/۲، من توضيع الزكاة فيه، غفاريه كوئٹه) .... =

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... دونوں کا مصرف ایک ہے(۱)۔

۲..... کئی ایام کے صوم وصلوۃ کے فدیہ کی رقم شخص واحد کو دینا درست ہے اس میں تعدد شرط نہیں

"الفدیۃ لکل صلوۃ ..... کصوم یوم، وھو الصحیح ..... ولا یشترط ھنا تعدد المساکین". مسکب الأنہر(۲)۔ "ثم إن شاء أعطی فی أول رمضان، وإن شاء أعطی فی آخره، ولا یشترط فی المدفوع إلیہ العدد بعد". طحطاوی علی مراقی الفلاح(۳)۔

شامی کی جس عبارت سے آپ کو تردد پیدا ہوا اس سے پہلے دیکھیے:

"وفدی لزوماً عنہ: أی عن المیت ولیہ الذی یتصرف فی مالہ کالفطرۃ قدراً". درمختار۔

"(قولہ: قدراً): أی تشبیہ بالفطرۃ من حیث القدر، إذ لا یشترط التملیک ھنا، بل تکفی الإباحۃ بخلاف الفطرۃ، وکذا ھی مثل الفطرۃ من حیث الجنس وجواز أداء القیمۃ. وقال القہستانی: وإطلاق کلامہ یدل علی أنہ لو دفع إلی فقیر جملۃ جاز، ولم یشترط العدد ولا المقدار، لکن لو دفع إلیہ أقل من نصف صاع لم یعتد بہ، وبہ یفتی اھ". شامی(۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/رمضان/۵۷ھ۔

(وکذا فی البحر الرائق: ۲/۴۲۴، باب المصرف، رشیدیہ)

(۱) "ولو ماتت علیہ صلوات فائتۃ وأوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلاۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ". (الدر المختار: ۲/۷۲، کتاب الصلوۃ، باب قضاء الفوائت، سعید)

"ومصرف الزکاۃ والعشر ..... وھو أیضاً لصدقۃ الفطر والکفارۃ والنذر وغیر ذلک من الصدقات الواجبۃ". (رد المحتار: ۲/۳۳۹، باب المصرف، سعید)

(وکذا فی الفقہ الإسلامی وأدلتہ: ۳/۲۰۴۸، المبحث الخامس مصرفھا ومن یأخذھا، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۱۹۴، الباب الثامن فی صدقۃ الفطر، رشیدیہ)

(۲) (الدر المنتقی فی شرح الملتقی المعروف بمسکب الأنہر: ۱/۲۵۰، فصل: یباح الفطر لمریض، کتاب الصوم، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

(۳) (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۶۸۸، فصل فی العوارض، قدیمی)

(۴) (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۴۲۴، فصل فی العوارض، سعید)

www.ahlehaq.org

صدقۃ الفطر کا حکم اور اس کی ادائیگی کی صورت

سوال[۴۶۱۴]: ما يقول العلماء في صدقة الفطر هل هو واجب أم غيره؟ وإن كان الأول فما صورة إعطائه؟ ورجل في يوم الفطر تصدق بصدقة الفطر في هذه الصورة: أعني يطبخ الطعام واللحم كما هو دأب الفنجاب، وهو أن يعطوا الطعام كثيراً لا لراغبين كما هو في الهند أوفي بعض ضلالة الفنجاب، فيأكلون ما هو في قسمتهم، ثم يعطون بقية إلى مالكه، فهذه الصورة لإعطاء صدقة الفطر جائزام لا؟ إن كان الأول فما معنى التمليك؟ وكما ذكر في كتب الفقه، والتمليك شرط حرروا بحوالة الكتب مع الصفحات بالصواب۔

الجواب حامداً ومصلياً:

صدقة الفطر واجبة صرح به الحصكفي في الدر المختار حيث قال:

"وصورة إعطائه أن يعطي نصف صاع من برأودقيقه أو سويقه أو صاع تمر أو زبيب أو شعير إلى مصرف الزكوة، ويجوز دفع القيمة وهي أفضل عند وجدان ما يحتاجه؛ لأنها أسرع بقضاء حاجة الفقير، وإن كان زمن شدة فالحنطة والشعير وما يؤكل أفضل من الدراهم. ووقت الوجوب عند طلوع فجر يوم الفطر، ويستحب إخراجها قبل الخروج إلى المصلى، وصح لو قدم أوأخر والتأخير مكروه. ويدفع كل شخص فطرته بفير واحد، واختلف في جواز تفريق فطرة واحدة على أكثر من فقير، والجواز أكثر، وبه جزم في الخانية والبدائع والزيلعي، فكان هو المذهب. ويجوز دفع ما على جماعة لواحد على الصحيح" ۲: ۲/ ۵۱۲(۱)۔ وكذا في مراقي الفلاح وحاشيتها للطحطاوي ص: ۳۹۵ (۲) والصورة المسئولة صورة الإباحة لا التمليك۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/ ۳۶۳، باب صدقة الفطر، سعید)

(۲) (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي: ص: ۷۲۳، باب صدقة الفطر، قديمي)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/ ۱۳۷، صدقة الفطر، دار الكتب العلمية بيروت) ....

نصابِ صدقۃ الفطر کی مقدار میں مولانا عبدالشکور صاحب کا موقف

سوال [۶۱۴۲]: علم الفقہ مصنفہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ میں صدقۂ فطر کے متعلق ایک روایت الحمد و پچھا تم کی گئی ہے، فتاویٰ دارالعلوم میں اس کی تغلیط کی ہے اور تحریر ہے کہ جس نے مذکورہ حساب سے ادا کیا اس کی ادائیگی صحیح نہیں ہوئی، باقی کو ادا کرنا ضروری ہے۔ اس تعارض کے دفعیہ کے لئے علامہ کی تحریر کردہ روایت کی کیا توجیہ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس اختلاف کا منشا یہ ہے کہ احمر (رتی) دو قسم کی ہے: ایک عندالاطبا، دوسری عندالاصحاب، دونوں کے وزن میں تفاوت ہے، مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے ایک وزن کو معتبر مانا اور دیگر اکابر نے دوسرے وزن کو (۱)، مصنف علم الفقہ مولانا عبدالشکور صاحبؒ نے مولانا عبدالحئیؒ کا اتباع کیا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۳/۹۰ھ۔

صاع کے وزن میں احتیاط پر عمل

سوال [۶۱۴۳]: کسی امام کے نزدیک صاع ۲۵۲ تولہ کا ہے، جس کو مولانا رد المحتار مرحوم نے

= (وكذا في المحيط البرهاني: ۲/۴۳۴، من نوع في الزكاة، غفاريه كوئٹه)

(۱) "صاع انگریزی سیر کے حساب سے جو کلدار اسی روپیہ کا ہوتا ہے، سوا دو سیر تو تولہ سات ماشہ کا ہوتا ہے یا یوں کہا جائے کہ پونے ماشہ کم دو سیر ایک پاؤ ہوتا ہے، عرض کہ پونچے ماشہ کی کوئی کمی نہیں، ایک صاع دو سیر ڈیڑھ پاؤ سمجھنا چاہیے، کیونکہ حسب تصریح محققین ایک صاع ایک ہزار چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ہر درہم دو ماشہ ڈیڑھ رتی کا، پس صاع میں دو ہزار دو سو چھ ماشے ہوئے اور ان ماشوں کے ایک سو نوے تولے سات ماشے ہوئے، اور ان تولوں کے حساب اسی تولہ فی سیر دو سیر ایک پاؤ تولے سات ماشے ہوتے"۔ (علم الفقہ، حصہ چہارم زکوٰۃ، ص: ۴۸۰، دارالاشاعت کراچی)

(۲) "وأما الفضة فقد عرفت أن نصابه مائتا درهم، وكل درهم أربعة عشر قيراطاً يعني سبعين شعيرة، فتحصل في درهم سبعة عشر رنصف أحمر، وهو ماهجتان وواحد ونصف من ذلك الأحمر، فيكون مقدار مائتي درهم ستا وثلاثين تولجة ونصف الماهجة". (عمدة القارى على هامش شرح الوقاية: ۱/۲۹۰، كتاب الزكوة، بيان نصاب الذهب والفضة، سعيد)

"واعتبر بأحمر الأطباء وهى أربعة شعيرات". (العرف الشذي على هامش الترمذي، ۱/۲۰، كتاب الطهارة، باب الوضوء بالمد، سعيد)

ایک فتاویٰ کی کتاب میں لکھا ہے مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی کتاب مطالعہ کی گئی اس میں ۲۷۰/ تولہ کا حساب ہے۔ ۲۵۲/ تولہ [illegible] صاع نہیں ملا ہے۔ ۲۵۲/ تولہ کے صاع کے حساب سے فطرہ ادا کرنے سے فطرہ ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صاع کے وزن کو جب تولہ، سیر میں منتقل کیا جاتا ہے تو حساب سے کچھ فرق نکلتا ہے۔ چنانچہ بہشتی زیور اور فتاویٰ رشیدیہ، امداد الفتاویٰ، مظاہر حق کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے (۱) اس لئے احتیاطی پہلو یہ ہے کہ جو وزن زائد ہو اس کو اختیار کیا جائے۔ کیونکہ صاع بھی مختلف تھے اور سیر بھی مختلف تھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۹۲ھ۔

فطرہ کس غلہ سے ادا کریں؟

سوال [۵۱۷۴]: ۱... صدقۂ فطر ادا کرنے کے لئے کون سا اناج یا کون سے اناج کی قیمت ادا کرنا چاہیے؟ ایک تو یہ کہ سرکاری اناج کی (کنٹرول) دوکانوں پر جو اناج مثلاً گیہوں جوار ملتا ہے وہی بازاری عام دکانوں کا اناج زیادہ بھاؤ کا ہوتا ہے اور سرکاری اناج کی کنٹرول دوکانوں کے اناج پر تو کبھی عام بازاری دوکان کا بھاؤ کم ہوتا ہے، لیکن روزانہ کا استعمال بھی سرکاری دوکان سے اناج پر ہوتا ہے۔

۲... فی الحال گیہوں نہ سرکاری اناج کی کنٹرول دکان پر ملتے ہیں اور نہ بازاری عام دوکانوں سے ملتے ہیں، ایسی حالت میں صدقۂ فطر ادا کرنے کے لئے کون سے دوکان کے اناج کی قیمت یا اس قیمت کا دوسرا اناج وغیرہ دینا چاہیے؟ آیا سرکاری اناج کی کنٹرول دوکان کے بھاؤ سے یا عام بازاری اناج کی دوکانوں کے بھاؤ سے ہونا چاہیے؟

---

(۱) راجع: (بہشتی زیور، تیسرا حصہ، ص: ۳۲، صدقۂ فطر کا بیان، دارالاشاعت)

(وفتاویٰ رشیدیہ، ص: ۴۳۰، صاع ومد ہندوستانی وزن سے کتنے کے ہیں)

(وامداد الفتاویٰ: ۲/۸۴، ۸۵، صاع کے وزن کی تحقیق، دارالعلوم کراچی)

(ومظاہر حق جدید: ۲/۲۰۵-۲۰۷، صدقۂ فطر کی مقدار، دارالاشاعت، کراچی)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔۔۔ گیہوں سے سب کی ضروریات پوری نہیں ہوتی، مجبوراً عام بازاری شرح سے خرید کر پوری کی جاتی ہے، اس لئے چلتے عام بازاری نرخ سے صدقۂ فطر ادا کیا جائے گا، نصف صاع گیہوں کی قیمت کا کوئی اور غلہ جوار، چنا وغیرہ بھی دے سکتے ہیں، اگر جو دینا چاہیں تو ایک صاع دیں(۱)۔

۲۔۔۔ جو نرخ عام بازاروں میں ہے خواہ اس نرخ سے دیدیں خواہ قریب تر جگہ جہاں عام گیہوں ملتا ہے وہاں کی قیمت کا اعتبار کرلیں(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۹/۸۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۹/۸۵ھ۔

صدقۂ فطر میں کس قیمت کا اعتبار ہوگا؟

سوال[۴۶۱۰]: صدقۂ فطر بمقدار نصف صاع گیہوں ہوتا ہے، اب نصف صاع کی قیمت بعض

---

(۱) "یجب ... نصف صاع من بر او دقیقه او سویقه او زبیب او صاع تمر او شعیر ولو ردیئا، وما لم ینص علیه کذرة وخبز یعتبر فیه القیمة، ودفع القیمة: ای الدراهم أفضل من دفع العین علی المذهب، اما فی الشدة فدفع العین أفضل، کما لا یخفی". (الدر المختار: ۲/ ۳۶۴، باب صدقة الفطر، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/ ۱۹۱، الباب الثامن فی صدقة الفطر، رشیدیه)

(وکذا فی الفقه الإسلامی وأدلته: ۳/ ۲۰۴۴، المبحث الثالث: جنس الواجب وصفته ومقداره، رشیدیه)

(وکذا فی المحیط البرهانی ۲/ ۴۰۵، الفصل الثالث عشر فی صدقة الفطر، غفاریه کوئٹه)

(۲) "ویقوم العرض بالمصر الذی هو فیه حتی لو بعث عبداً للتجارة فی بلد آخر یقوم فی ذلک البلد، إن کان فی مفازة تعتبر قیمته فی أقرب الأمصار إلی ذلک الموضع". (البحر الرائق: ۲/ ۴۰۰، باب زکاة المال، رشیدیه)

(وکذا فی فتح القدیر ۲/ ۲۱۹، باب زکاة المال، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة ۱/ ۱۸۰، الفصل الثانی فی العروض، رشیدیه)

www.ahlehaq.org

شہر میں ۲۴ آنہ ہوتے ہیں اور بعض جگہ ۲۰ آنہ اور بعض جگہ ۲۶ آنے، اب جو اختلاف اماکن کی وجہ سے قیمت میں فرق ہو گیا ہے، کس جگہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا، خصوصی کسی جگہ کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا یا ہر جگہ کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا یا جس جگہ کی پیداوار ہو اس جگہ کا اعتبار کیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس جگہ صدقۂ فطر ادا کرتا ہے اسی جگہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ شوال/ ۵۶ھ۔

فطرہ میں قیمت کہاں کی معتبر ہوگی؟

سوال [۴۷۰۲]: بمبئی وغیرہ میں گیہوں کی پیداوار نہیں ہوتی اور گیہوں فروخت ہوتا ہے، البتہ بعض گھروں میں قدرِ قلیل آٹا اور آٹا اور میدہ بکثرت بھاؤ سے فروخت ہوتے ہیں، میدہ کی قیمت آٹا اور گیہوں سے بہت مہنگا لگتا ہے۔ ایسی صورت میں میدہ کی قیمت کے حساب سے فطرے کے دام دیئے جائیں یا ہندوستان سے گیہوں کے دام معلوم کر کے قیمت ادا کیا جاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گیہوں، میدہ، آٹا تینوں میں سے کسی ایک کے دینے سے صدقہ ادا ہو جائے گا: "الفطرۃ نصف صاع من بر أو دقیق أو سویق" ہدایۃ: ۱/ ۲۰۹(۲)۔

گیہوں سے آٹا دینا افضل اور آٹا دینے سے قیمت دینا افضل ہے: "والدقیق أولی من البر،

---

(۱) "ویعتبر القیمۃ یوم الوجوب، وقالا: یوم الأداء ..... ویقوم فی البلد الذی المال فیہ، ولو فی مفازۃ ففی أقرب الأمصار إلیہ" (الدر المختار: ۲/ ۲۸۶، باب زکاۃ الغنم، سعید)

(وقد تقدم التفصیل تحت عنوان: "فطرہ کس قیمت سے ادا کریں؟")

(۲) (الہدایۃ: ۱/ ۲۰۹، باب صدقۃ الفطر، شرکۃ علمیہ ملتان)

(وکذا فی خلاصۃ الفتاوی: ۱/ ۲۳۵، الفصل السابع فی صدقۃ الفطر، امجد اکیڈمی لاہور)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲/ ۴۲۷، باب صدقۃ الفطر، رشیدیہ)

والقدر اعلم اوفق من التحقیق" ھدایۃ: ۱/۱۹۰ (۱)۔

جس قریب کی منڈی گیہوں و آٹے کی فروخت ہوتی ہے وہاں کے نرخ سے قیمت لگائی جاوے (۲)، اور رمضان کے مہینہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا اور جب آپ کے یہاں میوہ کی خرید و فروخت بکثرت ہے تو خود میوہ یا اس کی قیمت دینا چاہیے اگرچہ گیہوں سے زیادہ بیٹھے، ہندوستان سے گیہوں کا نرخ معلوم کرکے قیمت دینا کافی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

فدیہ اور فطرہ کس نرخ سے ادا کریں گے؟

سوال [۶۷۰۸]: بغرض ادائے فدیہ روزہ وفطرۂ عید نرخ بازار معتبر ہے یا کنٹرول ریٹ؟ جس کو دیا جائے مقصود ہے اس کو کنٹرول ریٹ سے گیہوں مل سکتا ہے بازار میں گیہوں گراں ملتا ہے، گو اتنا گراں نہ کہ تنگ لگا کر دیہات سے منگایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نرخ سے اپنی ضروریات پوری کی جاتی ہیں اسی نرخ سے فطرہ اور فدیہ دیدیں، ظاہر ہے کہ آجکل کنٹرول سے عامۃً ضروریات پوری نہیں ہوتیں اس لئے بازاری نرخ سے دیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۹/۹۵ھ۔

صدقۂ فطر کس نرخ سے ادا کیا جائے؟

سوال [۶۷۰۹]: کنٹرول کی حالت سب پر روشن ہے، اگر دلال لوگ خفیہ طور سے قیمت مقررہ سے زیادہ قیمت لے کر مال فروخت کردے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ (دلال اپنے پیسے سے مال خرید کر لاتا ہے، صرف اتنی بات ہے کہ حکومت نے کچھ شرائط جبریہ مقرر کردی ہے نہ کہ مالک نے)۔ اور کنٹرول ریٹ کے دام

---

(۱) (الہدایۃ، باب صدقۃ الفطر: ۱/۲۱۰، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(۲) (راجع للتفصیل العنوان المتقدم: "فطرہ کس غلہ سے ادا کریں؟")

(۳) "ویقوم فی البلد الذی المال فیہ، ولو فی مفازۃ ففی أقرب الأمصار إلیہ" (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۸۶، باب زکوٰۃ الغنم، سعید)

سے فطرہ ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وعدہ خلافی اور دروغ گوئی کی نوبت نہ آئے نیز عزت اور نقصانِ مال کا خطرہ نہ ہو(۱) (جیسا کہ علم ہونے پر مقدمہ چلتا ہے اور جرمانہ ہوجاتا ہے) تو درست ہے(۲)۔ اگر اپنے اخراجات بھی کنٹرول نرخ سے لیتا ہے تو صدقۂ فطر بھی اسی نرخ سے ادا کرنا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ جمادی الاولیٰ/ ۶۷ھ۔

---

(۱) "والإسلام يحرم الغش والخداع بكل صورة من الصور في كل بيع وشراء، وفي سائر أنواع المعاملات الإنسانية. والمسلم مطالب بالتزام الصدق في كل شؤونه، والنصيحة في الدين أعلى من كل كسب دنيوي. ... وكذلك كان سلف المسلمين يفعلون ... ولا يكذبون، وينصحون ولا يغشون. ... وتشتد الحرمة إذا أيد غشه بيمين كاذبة، وقد نهى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم التجار عن كثرة الحلف بصفة عامة، وعن الحلف الكاذب بصفة خاصة، وقال: "الحلف منفقة للسلعة ممحقة للبركة". (الحلال والحرام في الإسلام للشيخ يوسف القرضاوي، ص: ۲۱۴، ۲۱۵)

(۲) حکومت کے مقرر کردہ نرخ اگر ظالمانہ ہوں تو اس صورت میں اس سے بچنے کی تدابیر اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔

"غلا السعر على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حتى غلا السعر على عهده، فقالوا: يا رسول الله! سعر لنا. فقال: "إن الله هو المسعر القابض الباسط الرزاق، وإني لأرجو أن ألقى الله وليس أحد منكم يطالبني بمظلمة في دم ولا مال". ... فليس معنى الحديث السابق حظر كل تسعير، ولو كان من ورائه دفع ضرر أو منع ظلم فاحش، بل قرر المحققون من العلماء أن التسعير منه ما هو ظلم محرم، ومنه ما هو عدل جائز، فإذا تضمن ظلم الناس وإكراههم بغير حق على البيع بثمن لا يرضونه، أو منعهم مما أباح الله لهم، فهو حرام، وإذا تضمن العدل بين الناس، مثل إكراههم على ما يجب عليهم من المعاوضة بثمن المثل، ومنعهم مما يحرم عليهم من أخذ الزيادة على عوض المثل، فهو جائز، بل واجب. وفي القسم الأول جاء الحديث المذكور، فإذا كان الناس يبيعون سلعهم على الوجه المعروف من غير ظلم منهم، وقد ارتفع السعر، إما لقلة الشيء أو لكثرة الخلق -إشارة إلى قانون العرض والطلب- فهذا إلى الله، فإلزام الناس أن يبيعوا بقيمة بعينها إكراه بغير حق. أما الثاني فمثل أن يمتنع أرباب السلع من بيعها مع ضرورة –

www.ahlehaq.org

چاول وغیرہ سے صدقۂ فطر ادا کرنے کی صورت

سوال[۴۵۲۰]: چاول سے صدقۂ فطر ادا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بر تقدیرِ ثانی سوال یہ ہے کہ ہمارے ملک میں گیہوں وجو وغیرہ نہیں ہوتے اور ان کی قیمت ہم کو معلوم ہوتی ہے، ہاں البتہ بڑے بڑے شہروں اور گیہوں والے ملکوں میں کسی کو بھیج کر یا خط کے ذریعے سے ان کی قیمت معلوم کی جاسکتی ہے اور اس میں کس قدر تکلیف ہے، وہ مخفی نہیں، اور نیز چاول بھی گیہوں اور جو کی طرح طعام ہی ہے، پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ چاول سے صدقۂ فطر ادا نہیں کیا جاسکتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چاول سے صدقۂ فطر ادا کرنے کے متعلق کوئی نص موجود نہیں ہے، لہذا اس میں قیمت کا اعتبار ہوگا اس طرح اقرب مواضع میں گیہوں یا جو کی قیمت معلوم کر کے اس قیمت کے موافق چاول دیدیئے جائیں۔

"وما لم ينص عليه كذرة وخبز يعتبر فيه القيمة اهـ". در مختار. قال الشامي: "(قوله: وخبز) عدم جواز دفعه إلا باعتبار القيمة هو الصحيح لعدم ورود النص به، فكان كالذرة وغيرها من الحبوب التي لم يرد بها نص وكالأقط. بحر". رد المحتار: ۲/۲۶۷ (۱)۔

= الناس إليها لإلزامهم بقيمة المثل، والتسعير هنا إلزام بالعدل الذي ألزمهم الله به" (الحلال والحرام في الإسلام للشيخ يوسف القرضاوي، ص: ۲۰۹، ۲۱۰)

"ولا يسعر حاكم لقوله عليه السلام: "لا تسعروا، فإن الله هو المسعر القابض الباسط الرازق" الخ" أقول: وفيه تأمل، لأنه مثل ما قالوا: ليس مصادرة السلطان بمال، ولم يعين بيع ماله فصار يبيع أملاكه بنفسه فنفذ بيعه؛ لأنه غير مكروه على البيع، وهنا كذلك". (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۳۹۹، ۴۰۰، فصل في البيع، سعيد)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۶۴، ۳۶۵، باب صدقة الفطر، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲/۵۴۳، فصل في بيان جنس الواجب، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۳۸، باب صدقة الفطر، دار الكتب العلمية بيروت)

جب گیہوں کی روٹی گیہوں پر قیاس کرنا درست نہیں تو چاول کو گیہوں یا جو پر قیاس کرنا کیسے درست ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود، ۵/۱/۵۵ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، سعید احمد غفرلہ۔

چاول سے صدقۃ الفطر کی مقدار

سوال [۴۷۲۱]: اگر کوئی شخص فطرہ گیہوں کے چاولوں میں ادا کرے تو ادا ہوگا یا نہیں، اور انگریزی تول کے حساب سے کتنے سیر گیہوں یا چاول دینے ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ادا ہو جائیگا، گیہوں کی قیمت لگا کر اس کے عوض چاول جتنے بھی بازار میں فروخت ہوتے ہوں اس قدر چاول دیدے، وزن کے اعتبار سے گیہوں کے برابر نہ دے: "وما لم ينص عليه كذرة وخبز يعتبر فيه القيمة" اھ". در مختار: ۲/۱۲۲(۱)۔

سہارنپور کی تول سے یہ صدقۃ الفطر کی مقدار ڈیڑھ سیر چھٹانک گیہوں ہے احتیاطاً پکے پونے دو سیر دیدیے جائیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

جہاں اشیائے منصوصہ نہ ہوں، وہاں صدقۃ الفطر کس طرح ادا کیا جائے؟

سوال [۴۷۲۲]: ماقولکم رحمکم اللہ ایست آفس وتھانہ بوسیدنگ، ضلع اکیاب ملک برہما ہمارے ملک میں فطرہ کا جو اشیائے خمسہ منصوص علیہا ہے یہ کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی ہے اور نہ ہماری غذا ہے اور نہ اس کا یہاں میسر ہوتا ہے اگرچہ شہر اکیاب اور بوسیدنگ میں گیہوں کا آٹا مل جاتا ہے، لیکن چاول سے جو ہماری

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۶۳، باب صدقة الفطر، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹۲، الباب الثامن في صدقة الفطر، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۳۸، باب صدقة الفطر، دار الكتب العلمية بيروت)

www.ahlehaq.org

وکل کتب معتبرہ میں کیا ہے؟ بحوالہ کتب حدیث وفقہ حنفیہ تحریر فرمائیں، مع تعیین صفحہ جات واسمائے مطابع۔

بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ استدلال بہت ہی غلط اور لغو ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں "صاعاً من طعام" ہے اور آپ اس پر عمل کرتے ہوئے نصف صاع چاول سے ہی ادا کرنا چاہتے ہیں، لفظ "طعام" کے معنی میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، ایک بڑی جماعت اس طرف گئی ہے کہ طعام سے مراد گیہوں ہے جس کو فصیح حنطہ، بر "بھی کہتے ہیں، وہ اس کی تائید میں لغت، عرف اور دیگر احادیث صریحہ پیش کرتے ہیں:

"اختلفوا في المراد بالطعام في هذا الحديث، والمعروف أن الطعام على الإطلاق يطلق على الحنطة، وفي المجمع: قال الخطابي: إن الغالب في كلام العرب أن الطعام هو البر، وحكى الخطابي أن المراد بالطعام ههنا الحنطة وهو اسم خاص له، قال: ويدل على ذلك ذكر الشعير وغيره من الأقوات، والحنطة أعلاها فلولا أنه أرادها بذلك لكان ذكرها عند التفصيل كغيره من الأقوات ولا سيما حيث عطفت عليها بحرف "أو" الفاصلة، وقال هو وغيره: وقد كانت لفظة "الطعام" تستعمل في الحنطة عند الإطلاق حتى إذا قيل اذهب إلى سوق الطعام فهم منه سوق القمح، وإذا غلب العرف نزل اللفظ عليه الخ". أوجز المسالك ۲۸۴/۳ (۱)۔ وفتح الباري: ۲۹۰/۳ (۲)۔ "قالوا: والطعام هو البر بدليل ذكر الشعير وغيره معه الخ". شلبي حاشية زيلعي، ۳۰۸/۱ (۳)۔

بعض علماء نے لفظ "طعام" کو عام کہا ہے کہ گیہوں اور دیگر غلہ جات سب کو شامل ہے حتی کہ زبیب کو بھی شامل ہے لفظ "طعام" "قوام" "حنطة" کے ساتھ مخصوص نہیں، وہ سب کو شامل ہے، بہرکیف جن حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ پورا صاع واجب کہتے ہیں۔

---

(۱) (أوجز المسالك: ۲۸۳/۳، زكوة الفطر، المكتبة اليحيوية سهارنبور)

(۲) (فتح الباري: ۴۷۰/۳، كتاب الزكوة، باب صدقة الفطر، قديمي)

(۳) (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: ۱۳۷/۲، باب صدقة الفطر، دارالكتب العلمية، بيروت)

گیہوں میں بھی اور شعیر وغیرہ میں بھی اس حدیث سے استدلال کرکے نصف صاع واجب کیا ہے، تو کیا پھر اس حدیث سے جب کہ اس میں لفظ "صاع" موجود ہے نصف صاع کے ادا کرنے سے بری الذمہ ہو جائے گا، کیسے استدلال درست ہے؟

"صدقة الفطر نصف صاع من بر أو دقيقه أو سويقه أو زبيب، أو صاع من تمر أو شعير. وقال الشافعي: من جميع ذلك صاع، ولا يجزئ نصف صاع من بر لقول أبي سعيد الخدري: "كنا نخرج على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صاعاً من طعام أو صاعاً من شعير أو صاعاً من تمر أو صاعاً من أقط أو صاعاً من زبيب". وفي بعض طرقه: "أو صاعاً من دقيق". ولنا قوله عليه السلام في خطبته: "أدوا عن كل حر أو عبد صغير أو كبير نصف صاع من بر أو صاعاً من تمر أو صاعاً من شعير". الحديث." تبيين الحقائق: ۲/۱۳۰ (۱)۔

"قال: وروى المحدثون أحاديث كثيرة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وعن أصحابه وعن التابعين في أن صدقة الفطر من الحنطة نصف صاع، وما سوى الحنطة صاع، ثم قال: ما علمنا أحداً من أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا من التابعين روي عنه خلاف ذلك، فلا ينبغي لأحد أن يخالف ذلك، إذ كان قد صار إجماعاً في زمن أبي بكر وعمر وعثمان وعلي رضي الله تعالى عنهم أجمعين إلى زمن من ذكرنا من التابعين" أوجز: ۳/۱۲۵ (۲)۔

اشیائے منصوصہ پر غیر منصوص کو قیاس کرنا درست نہیں بلکہ غیر منصوص میں قیمت کا اعتبار ہوگا: "وما لم ينص عليه كذرة وخبز يعتبر فيه القيمة" اهـ. در مختار: ۲/۳۶۷ (۳)۔

---

(۱) (تبيين الحقائق: ۲/۱۳۰، باب صدقة الفطر، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲/۵۴۰، فصل في بيان جنس الواجب، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۴۹۰، باب صدقة الفطر، إدارة القرآن كراچي)

(۲) (أوجز المسالك: ۳/۱۲۵، زكاة الفطر، المكتبة اليحيوية)

(۳) (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۶۷، باب صدقة الفطر، سعيد)

صدقۃ الفطر وغیرہ کیلئے بیت المال

سوال [۴۲۰۳]: ہماری بستی میں الحمدللہ بیت المال قائم ہے، ہم ہر سال عیدالفطر پر صدقۂ فطر گھر گھر سے وصول کر لیتے ہیں اور عید کے بعد مجلس منتظمہ یہ طے کرتی ہے کہ بستی کے کن کن مستحقین کو متفرق دیا جائے یا یکمشت دیدیا جائے۔ اس قسم کے نظم کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا صدقۂ فطر یوم عید سے قبل وصول کیا جا سکتا ہے؟ کیا جمع شدہ صدقۂ فطر نیز زکوۃ وغیرہ سال کے اندر یا بوقت ہی تقسیم کیا جانا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صدقۃ الفطر کا ایسا انتظام کرنا کہ کسی ادا کرنے والے پر کوئی باقی نہ رہ جائے اور صحیح مصارف پر خرچ کیا جائے، بہت مناسب ہے مگر اس میں جبری صورت اختیار نہ کی جائے کہ ہر شخص صدقۂ فطر لازمی طور پر بیت المال ہی کو دے اور بیت المال کے لوگ اس پر جا کر مسلط ہو جائیں کیونکہ یہ بیت المال شرعی بیت المال نہیں بلکہ نام کا بیت المال ہے، اس لئے اموال ظاہرہ کی زکوۃ بھی جبراً وصول کرنے کا حق نہیں، چہ جائیکہ صدقۃ الفطر، پھر اس کا وجوب عیدالفطر کی صبح صادق پر ہوتا ہے حتی کہ شب عید میں اگر کوئی مر جائے تو صدقۃ الفطر واجب نہیں، اگر کسی سے پیشگی وصول کر لیا جائے اور مستحق کو دینے سے پہلے اس کا انتقال ہو جائے تو اس کے ورثہ کی طرف اس کی واپسی لازم ہوگی۔ نیز صدقۃ الفطر میں مستحب یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے ادا کر دیا جائے (۱)، اس کو وصول کر کے محفوظ کر لینا کہ پورے سال بھر تک کسی وقت ادا کر دیا جائے اس کے خلاف ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۸۹ھ۔

---

(۱) "ویستحب إخراجها قبل الخروج إلى المصلی بعد طلوع فجر عملاً بأمره وفعله علیه السلام، وصح أداؤها إذا قدمه أو أخره، الخ". (الدر المختار: ۲/۳۶۶، باب صدقة الفطر، سعید)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۶۷، باب صدقة الفطر، امدادیه ملتان)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۳۳، باب صدقة الفطر، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "والواجب على الأئمة أن يوصلوا الحقوق إلى أربابها ولا يحبسوها عنهم، ولا يحل للإمام وأعوانه من هذه الأموال إلا ما يكفيهم وعائلتهم، ولا يجعلوها كنوزاً، وما فضل من هذه الأموال قسم بين المسلمين، فإن قصر الأئمة في ذلك فوباله عليهم، الخ". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹۱، فصل: ما يوضع في بيت المال، رشيدیه)

جو عزیز مصرفِ زکوٰۃ نہیں جیسے والدین اور اولاد وغیرہ ان کو نہ دیا جائے، کذا فی رد المحتار (۱)۔

۲..... یہ پابندی عائد کرنا غلط ہے اور مرشد کے منصب سے کے لئے بھی عیب کی چیز ہے اور صدقۃ الفطر حساب سے ادا کرنا لازم ہے (۲) کمی رہ جائے گی تو واجب باقی رہ جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۲/۸۹ھ۔

صدقۂ فطر کیا امام کا حق ہے؟

سوال [۴۴۷۶]: امام مسجد مسکین ہے مگر لوگ صدقۂ فطر سے امام مسجد کو کچھ نہیں دیتے بلکہ خود اور ایسے فقیروں کو جو کہ مالدار ہیں محض اس لئے کہ ان کا حق ہے بانٹ دیتے ہیں، امام مسجد کو صدقۂ فطر سے کچھ حصہ دینا چاہیے یا نہیں، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ امام مسجد کو مسکین ہوتے ہوئے کیا صدقۂ فطر سے کچھ لینا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اکثر جگہ امام مسجد صدقۃ الفطر کو اپنا حق سمجھتا ہے، اور دینے والے یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ نماز پڑھاتا ہے اس صورت میں امامت کا معاوضہ ہو جاتا ہے اس لئے امام کو نہیں دینا چاہیے۔ غیر مسلم کو صدقۂ فطر نہیں دینا چاہیے بلکہ وہ مسلم مساکین وفقراء کا حق ہے:

"ولا تدفع (الزكوة) إلى ذمي، وجاز دفع غيرها و غير العشر و الخراج إليه: أي الذمي

---

(۱) "ولا يجوز الدفع إلى أصوله: وهم الأبوان والأجداد والجدات من قبل الأب والأم وإن علوا، ولا إلى فروعه: وهم الأولاد وأولاد الأولاد وإن سفلوا إلى آخر ما ذكر ..... وكذا بين الزوجين ... وكذا جميع الصدقات كالكفارات وصدقة الفطر والنذور، الخ". (تبيين الحقائق: ۱۲۲/۲، باب المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۲۳۳/۲، من توضع الزكاة فيه، غفاريه كوئته)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲۸۳/۲، فصل الذي يرجع إلى المؤدى إليه، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "نصف صاع من بر أو دقيقه أو سويقه أو زبيب، وجعلاه كالتمر أو صاع تمر أو شعير، الخ"

(رد المحتار: ۳۶۳/۲، باب صدقة الفطر، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱۹۱/۱، صدقة الفطر، مكتبه رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱۳۷/۲، باب صدقة الفطر، دار الكتب العلمية بيروت)

ولو واجباً كنذر وكفارة وفطر، خلافاً للثاني، وبقوله يفتى، حاوي القدسي. اهـ"

درمختار(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۱۰/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/شوال/۶۷ھ۔

کیا پوتے کا صدقۂ فطر دادا پر ہے؟

سوال[۴۲۶۷]: زید صاحبِ نصاب ہے اور اس کے ایک لڑکا ہے اور زید کے ایک پوتا ہے جس کا باپ مرگیا اور زید اور اس کے لڑکے پوتہ کا خورد ونوش کیجائی ہے، ایسی اس صورت میں زید کے پوتہ کو زکوۃ دیجاسکتی ہے یا نہیں؟ نیز زید کے اوپر اس پوتے کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ واضح ہو کہ زید کا پوتا ابھی نابالغ ہے لیکن قریب البلوغ ہے اور زید کی کفالت میں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید اپنے پوتے کو شرعاً اپنے مال سے زکوۃ نہیں دے سکتا۔ "ولا يدفع إلى أصله وإن علا، وفرعه وإن سفل، كذا في الكافي" اهـ. عالمگیری: ۱/۱۸۸(۲)۔

اگر زید کا پوتا صاحبِ نصاب ہے تو کوئی اور شخص بھی زکوۃ نہیں دے سکتا لیکن اگر وہ صاحبِ نصاب نہیں تو دوسرے لوگ اس کو زکوۃ دے سکتے ہیں، زید کا صاحبِ نصاب ہونا پوتے کے لئے موجبِ غنا نہیں، جیسا کہ ماں کے غنی ہونے سے بچہ غنی نہیں ہوتا کیونکہ دادا پر اصالۃً پوتے کا نفقہ واجب نہیں، هكذا يفهم معالي باب المصرف وباب النفقة من كتب المذهب الحنفي.

---

(۱) (الدر المختار: ۲/۳۴۱، باب المصرف، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۸، الباب السابع في المصارف، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۲۳، باب المصرف، رشيدية)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸۸، الباب السابع في المصارف، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۲۲، باب المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في المبسوط: ۲/۱۳، باب عشر الأرضين، دار الكتب العلمية بيروت)

www.ahlehaq.org

ظاہر الروایہ میں دادا کے ذمہ پوتے کا صدقۂ فطر واجب نہیں:

"و لیس علی الجد أن یؤدی الصدقة عن أولاد ابنه المعسر إذا كان الأب حياً باتفاق الروايات، و كذا لو كان الأب ميتاً في ظاهر الروايات؛ لأن ولاية الجد بثبت بواسطة الأب، فكانت ناقصة بعد وفات الأب دون حال حياته، و على الرجل أن يؤدي عن أولاده الكبار وإخوانه الصغار، و لا عن قرابته وإن كانوا في عياله و لا عن والديه وإن كانا في عياله، اهـ".

فتاوی قاضی خان علی ہامش ہندیہ: ۱/۲۲۸(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۷/۶۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/رجب/۶۳ھ۔

جب تک جزئیہ نہ ملے، اصول کے مطابق دادا باپ کے حکم میں ہوتا ہے۔

سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

امام اور مولوی کیلئے صدقۂ فطر

سوال[۴۷۲۸]: ۱..... اگر کوئی مولوی یا امام مسجد مالدار ہے تو اس کیلئے صدقۂ فطر لینا جائز ہے یا نہیں؟

۲..... صورت مذکورہ میں لینے والا دینے والا اور دینے والے کا حکم عند الشرع کیا ہے، نیز ایسے مولوی اور امام جو کہ مالدار ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

۳..... صورت بالا میں مولوی صاحب اور امام صاحب جو کہ مالدار ہیں اور صدقۂ فطر لیتے ہیں اور اگر

---

(۱) (الفتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۱/۲۲۸، فصل في صدقة الفطر، رشیدیہ)

" ولا يؤدي الجد عن نوافله الصغار وإن كانوا في عياله، و روى الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أن عليه الأداء عنهم بعد موت الأب، وهذه أربع مسائل يخالف الجد فيها الأب في ظاهر الرواية، ولا يخالف في رواية الحسن، الخ". (المبسوط: ۳/۱۱۶، باب صدقة الفطر، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في التاتارخانية: ۲/۴۳۳، باب صدقة الفطر، إدارة القرآن كراجي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹۲، باب صدقة الفطر، رشيديه)

www.ahlehaq.org

ان کو کوئی روکے کہ تمہارے لئے جائز نہیں ہے، جواب دیتے ہیں کہ ہم فقیر مسکین کو دیتے ہیں اور لوگ ان کو صدقۂ فطر کا مالک بنا کر دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر وہ لیکر فقیر مسکین کو دے بھی دیں تو دینے والے کا صدقۂ فطر ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱..... ناجائز ہے۔ "وصدقۃ الفطر کالزکوۃ فی المصارف اھ". بحر: ۲/۲۵۶(۱)۔

۲..... لینے والا گنہگار ہے دینے والے کا صدقۂ فطر ادا نہیں ہوا، دوبارہ ادا کرنا چاہئے اگر دیتے وقت اس کا علم تھا کہ یہ مالدار ہے(۲)، اگر ایسے امام سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو تو دوسرے آدمی کو امام بنانا چاہئے اور ناحق صدقۂ فطر لینے والے کو امام بنانا مکروہ ہے(۳)۔

۳..... ایسی صورت میں صدقۂ فطر ادا نہیں ہوتا یا لوگ خود کسی مسکین مستحق کو دیں (۴)، یا ان امام

(۱) (البحر الرائق: ۲/۴۴۶، باب صدقۃ الفطر، رشیدیہ)

(وكذا في الدر المختار: ۲/۳۶۹، باب صدقة الفطر، سعيد)

(وكذا في الفقه الإسلامي و أدلته: ۳/۲۰۴۸، المبحث الخامس مصرفها أو من يأخذها، رشيديه)

(۲) "مصرف الزكاة ... هو فقير، وهو من له أدنى شيء ... ومسكين من لا شيء له". (الدر المختار: ۲/۳۳۹، باب المصرف، سعيد)

"وهي تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير ... اهـ. ولا (يصرف) إلى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال كان ... الخ". (الدر المختار، باب المصرف: ۲/۳۴۷، سعيد)

(۳) "(قوله: ويكره إمامة عبد أو أعرابي أو فاسق): أي من الفسق، وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذلك". (رد المحتار: ۱/۵۶۰، باب الإمامة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۸۵، باب الإمامة، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۱۶۳، فصل في الجماعة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۴) "ويشترط أن يكون الصرف (تمليكاً) لا إباحة، كما مر". (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۴۴، سعيد)

صاحب کو مالک بنانا نہیں، سید بہ کہہ دیں کہ آپ کو وکیل بنایا ہے آپ یہ صدقۂ فطر کسی غریب مستحق کو دیدیں خود نہ رکھیں۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۵/۵۹ھ۔

نابالغ کو فطرہ دینا

سوال[۴۷۲۹]: فطرہ غریب ویتیم مسکین نابالغ بچوں کو دینے سے ادا ہوا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر غریب کے بچے نابالغ ہوں تو ان کو صدقۂ فطر دینا جائز نہیں، البتہ ان کے لئے سرپرست کو دینا جائز ہے، اگر وہ بچے سمجھدار ہوں تو خود ان کو بھی دینا جائز ہے، اگر وہ بچے مالدار کے ہیں تو ان کو کسی طرح بھی دینا درست نہیں۔ فی الدر المختار: ۲/۲۲۷: "وصدقۃ الفطر کالزکوۃ فی المصارف"(۱)۔

"ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً"۔ قال الشامی: "وفی التملیک إشارۃ إلی أنہ لا یصرف إلی مجنون وصبی غیر مراہق إلا إذا قبض لہما من یجوز لہ قبضہ کالأب والوصی وغیرھما، ویصرف إلی مراہق یعقل الأخذ"۔ ۲/۱۵۵(۲)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲۵/ذی الحجہ/۵۱ھ۔

بندہ عبدالرحمن غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، ۲۷/۱۲/۵۱ھ۔

عید کے بعد صدقۂ فطر ادا کرنا ادا ہے یا قضاء؟

سوال[۴۷۳۰]: تعلیم الاسلام میں یہ مسئلہ تحریر ہے کہ عیدین کے دن نمازِ عید سے پہلے صدقۂ فطر ادا

---

(۱) (الدر المختار: ۲/۳۶۹، باب صدقۃ الفطر، سعید)

(وأیضاً تقدم تخریجہ تحت عنوان "امام اور مولوی کے لئے صدقۂ فطر"۔)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۴۴، باب المصرف، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۱۹۰، باب المصرف، رشیدیہ)

(وکذا فی فتح القدیر: ۲/۲۷۴، باب من یجوز دفع الصدقۃ إلیہ ومن لایجوز، مصطفی البابی الحلبی مصر)

کرنا بہتر ہے، اگر نماز کے بعد ادا کرے تو بھی جائز ہے، جب تک ادا نہ کرے گا اس کے ذمہ واجب رہے گا، اگر کوئی شخص ایک سال، دو سال میں ادا کرے تو بھی ٹھیک ہے، کیونکہ عبارت سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس وقت بھی ادا ہی شمار ہوگا قضا نہیں کہیں گے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/۹۵ھ۔

صدقۃ الفطر وزکوۃ غیر مسلم کو دینا

سوال [۴۷۰۱]: زکوۃ کا مال یا غلہ وغیرہ میں سے دسواں نکال کر کسی ہندو کو دیا جائے، اسی طرح صدقۃ الفطر اگر کسی ہندو کو دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوۃ دینا ہندو کو ناجائز ہے، صدقۃ الفطر جائز ہے بشرطیکہ ہندو ذمی ہو: "لا یجوز دفع الزکوۃ إلی ذمی، وصح دفع غیر الزکوۃ من صدقات إلی الذمی کصدقۃ الفطر". زیلعی: ۱/۳۰۰(۲)۔

مگر احتیاط یہ کہ صدقۂ فطر بھی مسلم غنی کو دیا جائے گا کہ اس میں امام ابو یوسف کا اختلاف ہے وہ ناجائز فرماتے ہیں(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۱۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۱/۵۷ھ۔

---

(۱) "ویستحب إخراجها قبل الخروج إلی المصلی بعد طلوع فجر عملاً بأمره وفعله علیه السلام، وصح أداؤها إذا قدمه أو أخره، الخ" (الدر المختار: ۲/۳۶۷، باب صدقة الفطر، سعید)

(وکذا فی النهر الفائق: ۱/۴۷۳، باب صدقة الفطر، امدادیه ملتان)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۱/۳۳۷، باب صدقة الفطر، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) (تبیین الحقائق: ۲/۱۱۹، باب المصرف، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وأیضاً راجع للتفصیل العنوان المتقدم: "صدقۂ فطر کا امام کو حق ہے")

(۳) "(قوله: وصح غیرها): أی صح دفع غیر الزکاة إلی الذمی واجباً کان أو تطوعاً کصدقة الفطر -

فطرہ اور چرمِ قربانی تعلیم کے مشاہرہ میں دینا

سوال[۴۳۴۲]: زید کے گاؤں میں ایک سرکاری پرائمری اسکول قائم ہے اس میں خالص دینی تعلیم نہیں ہوتی ہے بلکہ سرکاری تعلیم ہوتی ہے، اس میں جو ایک شخص معلم ہیں وہ اس گاؤں کے پیش امام بھی مقرر ہیں، وہ معلم صاحب گورنمنٹ سے مشاہرہ پاتے ہیں اور پیش امام کا مشاہرہ گاؤں والے الگ دیتے ہیں تو زید نے پیش امام صاحب سے کہا کہ آپ ان بچوں کو ایک دو گھنٹے دینی تعلیم دیجئے آپ کو اس تعلیم کے عوض میں علیحدہ مشاہرہ دیا جائے گا، چنانچہ پیش امام صاحب اس کام کو انجام دے رہے ہیں تو زید صدقۂ فطر اور چرمِ قربانی کی رقم کو اسی مذکورہ گاؤں کے کسی یتیم، غریب سے تملیک کر کے اس پیش امام صاحب کو اس دینی تعلیم کے معاوضہ میں مشاہرہ دے رہا ہے تو یہ صورت از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دینی تعلیم کا انتظام بہت ضروری ہے، ماں باپ کی اپنی اولاد کو دینی رکھیں اور اجتماعی حیثیت سے بھی بچوں کے لئے تعلیم کا انتظام کیا جائے، جس طرح بچوں کے لئے کھانے کپڑے کا انتظام ضروری تصور کیا جاتا ہے اسی طرح ان کے لئے علم دین سکھانے کا انتظام بھی ضروری ہے، اس کے لئے آپس میں چندہ کیا جائے، بچوں سے فیس لی جائے، اگر کوئی صورت ممکن نہ ہو تو مجبوراً زکوۃ وغیرہ کا پیسہ جمع کر کے بھی مدرس کو تملیک کے بعد دے سکتے ہیں، بلاشدید مجبوری کے یہ صورت اختیار نہ کی جائے، نابالغ سے تملیک کرانا غلط ہے بالغ سے درست ہے، مگر اس پر جبر یا دباؤ نہ ہونا چاہئے(۱)۔

= والكفارات والمنذور لقوله تعالى: ﴿لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين﴾ (الممتحنة: ۸) وخصت الزكاة لحديث معاذ، وفيه خلاف أبي يوسف، ولا يرد عليه العشر، لأن مصرفه مصرف الزكاة كما قدمناه فلا يدفع إلى ذمي والصرف في الكل إلى فقراء المسلمين أحب". (البحر الرائق) "(قوله: خلافاً لأبي يوسف) أي في جواز دفع غير الزكاة إليه خلافاً لأبي يوسف قال الرملي في الحاوي القدسي: وبه نأخذ". (منحة الخالق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۴۲۳/۲، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳۵۱/۲، سعيد)

(۱) "ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر، لا يصرف إلى بناء نحو مسجد، ولا إلى كفن =

www.ahlehaq.org

بہتر صورت یہ ہے کہ کسی غریب مستحق زکوٰۃ سے کہا جائے کہ مدرس کو تنخواہ کے لئے اتنے روپے کی ضرورت ہے تم دیدو، وہ کہے گا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے میں غریب ہوں، اس سے کہا جائے کہ اپنی ضروریات کے لئے بھی تو قرض لینے کی نوبت آتی ہے اب دینی ضرورت کے لئے کسی طرح انتظام کرو، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قرض ادا کرادیگا، وہ کسی سے قرض لاکر دیدے اس سے تنخواہ ادا کردی جائے، پھر کسی وقت زکوٰۃ کا پیسہ اس کو دیدیا جائے اس سے قرض ادا کردے۔ فطرہ کا پیسہ بھی اسی طرح دیا جاسکتا ہے۔ قربانی کرنے والے اگر اپنی قربانی کی کھال مدرسہ کے مہتمم (زید) کو وکیل مالک بنادیں اور وہ فروخت کردے تو اس قیمت میں مزید کسی تملیک کی حاجت نہیں، ہاں اگر وہ لوگ جو قربانی کو فروخت کرکے اس کی قیمت زید کو دیدیں تو پھر وہ قیمت براہ راست مدرس کی تنخواہ میں نہ دے بلکہ تملیک کے بعد دے سکتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

= حیث ... إن الحیلۃ أن یتصدق علی الفقیر ثم یأمرہ بفعل هذہ الأشیاء، وهل له أن یخالف أمرہ؟ لم أرہ، والظاهر نعم". (الدر المختار: ۳۴۴/۲، باب المصرف، سعید)

(وکذا في النهر الفائق: ۴۶۲/۱، باب المصرف، إمدادیہ)

(وکذا في تبیین الحقائق: ۲۰۱/۲، باب المصرف، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(۱) "(ویتصدق بجلدها أو یعمل منه نحو غربال وجراب) ... (أو یبدله بما ینتفع به باقیاً) ... (لا بمستهلک کخل ولحم ونحوه) ... (فإن بیع اللحم أو الجلد به) أي بمستهلک (أو بدراهم تصدق بثمنه)". (الدر المختار، کتاب الأضحیۃ: ۳۲۸/۶، سعید)

باب الصدقات النافلة

(صدقاتِ نافلہ کا بیان)

غنی کو صدقہ دینا

سوال [۴۷۳۳]: کسی صاحبِ استطاعت آدمی کو دونوں وقت برابر کھلانے میں اجر ملتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اجر تو ضرور ملتا ہے (۱) مگر صدقاتِ واجبہ اس سے ادا نہیں ہوتے (۲)، غریب ومسکین کو کھلانے کا اجر زیادہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

صدقہ وخیرات میں فرق

سوال [۴۷۳۴]: صدقہ وخیرات میں کیا فرق ہے اور صدقہ کس کو کہتے ہیں، کیا کسی سید کو اس نیت سے کھانا دیا جا سکتا ہے کہ اس کا ثواب مُردوں کی روح تک پہنچے؟

---

(۱) "فأما الصدقة على وجه الصلة والتطوع، فلا بأس به، وكذلك يجوز النفل للغني". (الفتاوى التاتارخانية: ۲/۲۷۵، من توضع الزكاة فيه، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۲/۲۰۵۹، المتصدق عليه، رشيدية)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲/۴۶۹، فصل في الذي يرجع إلى المؤدى إليه، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "ولا إلى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حوائجه الأصلية من أي مال كان، كمن له نصاب سائمة لا تساوي مائة درهم الخ". (الدر المختار: ۲/۳۴۷، كتاب الزكاة، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۲۳، باب المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲/۴۷۴، فصل في الذي يرجع إلى المؤدى إليه، دار الكتب بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

صدقہ میں بھی ثواب کی نیت ہوتی ہے اور خیرات میں بھی، اس میں دونوں برابر ہیں، البتہ صدقہ کبھی واجب ہوتا ہے مثلاً نذر ماننے سے، یا میت کی طرف سے اس کے وصیت کرنے پر، یا کسی کے پاس حرام مال آجائے اور مالک تک یا اس کے ورثاء تک پہونچانا متعذر ہو تو اس کا بھی صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے اور اس اخیر کی صورت کو نیت سے بھی مستثنیٰ کیا جاتا ہے یعنی اس میں ثواب کی نیت نہیں کی جاتی ہے کہ اللہ پاک اس مال حرام کے وبال سے مجھے بچائے۔ زکوٰۃ کو بھی صدقہ کہتے ہیں جو فرض ہے، اسی طرح صدقۂ فطر ہے جو کہ واجب ہے۔ خیرات کا اطلاق ہمارے عرف میں صدقۂ نافلہ پر ہوتا ہے، صدقۂ نافلہ سید کو دینا درست ہے اور صدقۂ واجبہ درست نہیں۔

اگر میت نے وصیت نہیں کی تھی بلکہ اپنی طرف سے سید کو کھانا کھلایا اور ثواب کی نیت میت کے واسطے کرلی تو درست ہے اور صدقۂ واجبہ درست نہیں، کفارہ واجب تھا یا نذر واجب تھی اور اس نے وصیت کی تو سید کو کھلانا درست نہیں:

"قوله: وبني هاشم ومواليهم، وقال المصنف في الكافي: وهذا في الواجبات كالزكوة والنذر والعشر والكفارة، أما التطوع والوقف فيجوز الصرف إليهم اهـ" بحر: ۲/۲٤٦(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۱۰/۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

زکوٰۃ کے علاوہ صدقہ خیرات

سوال [۴۵۳۵]: آمدنی کا وہ حصہ جو زکوٰۃ دینے کے بعد بچ رہا، کیا اس رقم میں سے بھی دس فی صدی

---

(۱) (البحر الرائق: ۲/۴۲۴، باب المصرف، رشیدیہ)

(وکذا في رد المحتار: ۲/۳۵۱، باب المصرف، سعید)

(وکذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۲۳، باب في بيان أحكام المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

(وکذا في المحيط البرهاني: ۳/۲۱۲، باب من توضع الزكوة فيه، غفاريه)

تناسب سے خیرات کرنا واجب یا سنت ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

واجب یا سنت مؤکدہ (جس کے ترک پر عتاب یا عقاب ہو) تو نہیں، مواقع ضرورت میں ایثار وہمدردی کے پیش نظر اپنے حوصلہ اور وسعت کے موافق خرچ کرنا مکارم اخلاق میں سے ہے(۱) دس فیصد ہو یا کم وبیش ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۸۸ھ۔

کفارہ کی رقم، فقیر، قاضی یا استاذ کو یکبارگی دینا

سوال[۴۲۶۷]: اگر کوئی شخص کفارہ یا ساقطی کی جملہ رقم ایک دن ایک ہی وقت یا دن کے مختلف گھنٹوں میں کسی ایک فقیر، قاضی یا استاذ یا مرشد کو دیدے تو پورا کفارہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ کفارہ کا مستحق مرشد یا قاضی ہی ہے گو وہ صاحب نصاب ہی کیوں نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کفارہ کا مستحق وہ ہے جو زکوٰۃ کا مستحق ہے(۲) جس کفارہ میں تعدد شرط ہے اس میں ایک دفعہ ایک

---

(۱) "صدقة التطوع مستحبة في جميع الأوقات، وسنة بدليل الكتاب والسنة، أما الكتاب، فقوله تعالى: ﴿من ذا الذي يقرض الله قرضاً حسناً فيضاعفه له أضعافاً كثيرة﴾ [البقرة: ۲۴۵] وأمر الله سبحانه بالصدقة في آيات كثيرة. وأما السنة فأحاديث عديدة منها ... "إن العبد إذا تصدق من طيب، تقبلها الله منه، وأخذها بيمينه، فرباها كما يربي مهره أو فصيله، الخ". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۳/۲۰۵۱، حكم صدقة التطوع، رشيديه)

"اعلم أن الصدقة تستحب بفاضل عن كفايته و كفاية من يمونه ... والأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم و لا ينقص من أجره شيء". (رد المحتار: ۲/۳۵۷، الأفضل على أن ينوي الصدقة لجميع المؤمنين والمؤمنات، سعيد)

(۲) "إذا لم يستطع المظاهر الصيام، أطعم ستين مسكيناً ... الفقير والمسكين سواء فيها ... ولا يجزيه أن يعطي من هذه الكفارة من لا يجزيه أن يعطيه من زكاة المال إلا فقراء أهل الذمة، فإنه =

شخص کو دینا کافی نہیں (۱) جس قسم کے کفارہ کے متعلق دریافت کرنا ہے اس کو تعیین کے ساتھ دریافت کیا جائے، فتاویٰ عالمگیری میں تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/۸۹ھ۔

نذر کی گئی اشیاء کا تنخواہ میں استعمال

سوال[۴۷۳۶]: صدقۂ نافلہ، کفارۂ قسم، کفارۂ ظہار کے نام سے جو رقمیں یا اشیاء موصول ہوں ان کو تنخواہوں میں دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کفارۂ قسم اور کفارۂ ظہار کی رقموں کا مستحق زکوٰۃ کو مالک بنادینا ضروری ہے، معلمین کی تنخواہوں میں دینا جائز نہیں ورنہ کفارہ ادا نہیں ہوگا، جو غلہ وغیرہ اس مد میں آئے اس کا بھی یہی حکم ہے (۲)، جو اشیاء محض تحصیل ثواب کے لئے دی جائیں کسی واجب کا ادا کرنا ان سے مقصود نہ ہو ان کو تنخواہ میں دینا بھی درست ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۳/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۳/۹۳ھ۔

= بعطیهم من هذه الكفارة في قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى الخ". (الفتاوى العالمكيرية: ۵۱۳/۱، كتاب الطلاق، الباب العاشر في الكفارة، رشيديه كوئٹه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۴۷۹/۳، باب الكفارة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱۸۰/۴، كتاب الطهارة، فصل في الكفارة، رشيديه)

(۱) "كما جاز لو أطعم واحداً ستين يوماً لتجدد الحاجة، ولو أباحه كل الطعام في يوم واحد دفعة أجزأ عن يومه ذلك فقط اتفاقاً، وكذا إذا ملكه الطعام بدفعات في يوم واحد على الأصح، ذكره الزيلعي لفقد التعدد حقيقةً وحكماً الخ". (الدر المختار: ۴۷۹/۳، كتاب الطلاق، باب الكفارة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵۱۳/۱، كتاب الطلاق، الباب العاشر في الكفارة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۱۸۳/۴، كتاب الطلاق، فصل في الكفارة، رشيديه)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "کیا کفارہ کا حق ہے؟" حاشیہ رقم: ۱)

(۳) "وهذا في الواجبات كالزكاة والنذر والعشر والكفارة، فأما التطوع، فيجوز الصرف إليهم". ...

پیداوار میں سے زکوٰۃ سمجھ کر نکالا ہوا غلہ

سوال [۴۲۳۸]: چالیس من میں ایک من غلہ زکوٰۃ سمجھ کر دیتے ہیں، اس غلہ کی رقم مدرسہ میں اور مدرس کی اجرت میں دینا درست ہے یا نہیں؟ کچھ عالم کہتے ہیں کہ یہ زکوٰۃ نہیں ہے، یہ صدقۂ نافلہ ہے، اس رقم کو ہر کار خیر میں خرچ کرسکتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ صدقۂ نافلہ ہے، ہر کار خیر میں خرچ کرسکتے ہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حرام مال کا صدقہ

سوال [۴۲۳۹]: زناکار مرد و عورت نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، یا حج بھی، ساری کمائی طبلہ ڈھولک، مجیرا، ہارمونیم سے کماتے ہیں اور اچھے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حرام مال اللہ پاک کی بارگاہ میں قبول نہیں (۲)، بہ نیت ثواب حرام مال کو صدقہ کرنا بھی سخت گناہ اور خطرناک ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= (الفتاوى العالمكيرية: ١/١٨٩، كتاب الزكوة، الباب السابع في المصارف، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ٢/٣٥٠، كتاب الزكوة، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ١/٤٦٩، كتاب الزكوة، باب المصرف، امدادية ملتان)

(١) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "[illegible]"۔)

(٢) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أيها الناس، إن الله طيب لا يقبل إلا طيباً" (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، رقم الحديث: ٨٣٤٨: ٢/٤٣٩، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الزكوة، باب فضل الصدقة: ١/١٦٧، قديمي)

(٣) "إنما يكفر إذا تصدق بالحرام القطعي: أي مع رجاء الثواب الناشي عن استحلاله كما مر، فافهم". =

پیشہ ور مانگنے والوں کو صدقہ وغیرہ دینا

سوال[۴۷۳۰]: اکثر فقیر بجز نصاب ہوتے ہوئے خیرات اور صدقات کو اپنا حق سمجھتے ہیں، اسی بناء پر وہ عید الاضحیٰ میں قربانی بھی نہیں کرتے کہ ہمارے یہاں تو مانگنے میں کافی گوشت آ جائے گا، صدقات، خیرات اور عیدین قربانی کا گوشت جب لوگ انہیں دیتے ہیں تو ان کی عادت میں اور پختگی آتی ہے، اگر لوگ ایسے صاحبِ نصاب فقراء کو مطلقاً صدقات وخیرات اور عید الاضحیٰ میں قربانیوں کا گوشت نہ دیں تو کوئی بات تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے لوگ صدقات کے مستحق نہیں، ایسے لوگوں کو سوال کرنا بھی ناجائز ہے(۱)، اگر کوئی شخص ایسے لوگوں کو صدقۂ فطر یا زکوۃ وغیرہ صدقاتِ واجبہ دے گا تو اس کی زکوۃ ادا نہیں ہوگی (۲)۔

قربانی کا گوشت امیر غریب سب کو دینا اور کھانا شرعاً جائز ہے اس کے لئے غریب ہونا ضروری نہیں، البتہ جب وہ صاحبِ نصاب ہیں تو ان پر تو خود اپنی قربانی واجب ہے، اگر قربانی نہیں کریں گے تو گنہگار ہوں گے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۷/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۷/رجب/۶۴ھ۔

= (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۹۲، باب زكاة الغنم، سعيد)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۳/۲۰۵۸، التصدق من المال الحرام، رشيديه)

(۱) "ولا يحل أن يسأل شيئاً من القوت من له قوت يومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب، ويأثم معطيه إن علم بحاله لإعانته على المحرم". (الدر المختار: ۲/۳۵۴، باب المصرف، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۳۱، باب المصرف، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۳۳، في بيان أحكام المصرف، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "غنی کو صدقہ دینا")

(۳) "تجب (الأضحية) على حر، مسلم، مقيم، موسر عن نفسه، الخ". (تبيين الحقائق: ۶/۴۷۳، كتاب الأضحية، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۳۱۵، كتاب الأضحية، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۱۹۷، فصل في الذي يرجع إلى المؤدي، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۲۹۲، كتاب الأضحية، رشيديه)

جنازہ کی چادر، چٹائی، چارپائی صدقہ کرنا

سوال [۴۳۰۱]: مردہ کے اوپر جو کپڑا یا چادر حفاظت کے لیے ہوتا ہے وہ اور جو چٹائی اور چارپائی کے اوپر مردہ کے نیچے ڈالی جاتی ہے، وہ دونوں چیزیں مسجد میں دینا اولیٰ ہے یا فقراء کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دونوں چیزیں وارثوں کی ملک ہیں، جہاں ان کا دل چاہے صرف کریں، اپنے مکان میں بھی اپنی ضرورت کے لئے استعمال کر سکتے ہیں، وہاں اگر سب کو شبہ وارث ہوں تو اپنے ہی استعمال میں لانا بہتر ہے، ان کا صدقہ کرنا ازخود بھی غریبوں کو بھی دے سکتے ہیں، مسجد میں دے سکتے ہیں، لیکن اس کا خیال رہے کہ وارثوں میں کوئی نابالغ نہ ہو، نابالغ کا حصہ صدقہ کرنا جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۹ھ۔

خیرات کے لئے چندہ کر کے خود کھا لینا

سوال [۴۳۰۲]: بیوی کے انتقال کے بعد خیرات کے لئے چندہ کیا، وہ پکا کر انہوں نے کھا لیا، وہ خیرات شمار ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خیرات نہیں، بلکہ خیرات یہ ہے کہ غریب اور محتاج کو دیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۱۰/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرس مدرسہ ہذا۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

---

(۱) "وإن اتخذ طعاماً للفقراء كان حسناً إذا كانت الورثة بالغين، فإن كان في الورثة صغير لم يتخذوا ذلك من التركة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۴، رشيدية)

"ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام [illegible] وإلا سيما إذا كان في الورثة صغار أو غائب". (الدر المختار: ۲/۲۴۰، مطلب في كراهية الضيافة من أهل الميت، سعيد)

(۲) قال الله تعالى: ﴿إن تبدوا الصدقات فنعما هي وإن تخفوها وتؤتوها الفقراء فهو خير لكم﴾ (البقرة: ۲۷۱)

www.ahlehaq.org

کریں کیونکہ ایک کنواں بہت دور ہے جس سے بمشکل آب پاشی ہوسکتی ہے، نیز مخلوق اس سے ہر طرح کا فائدہ اٹھائیں تو کیا یہ کنواں صدقۂ جاریہ میں شمار ہوگا یا نہیں؟ اور صدقۂ جاریہ کا ثواب ملے گا یا نہیں جب کہ اس سے بہت زیادہ آب پاشی کا فائدہ ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یقیناً صدقۂ جاریہ ہے اس کا ثواب ملے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

زکوٰۃ ذمہ میں رہتے ہوئے صدقۂ نافلہ دینا

سوال[۵۴۲۴]: ایک شخص جس کے ذمہ زکوٰۃ واجب یا فرض روزہ باقی ہے اس کے باوجود وہ عطیہ یا نفلی روزہ رکھتا ہے تو اس کا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟ نیز اگر کسی نے ایسا کیا تو فرض میں وضع ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عطیہ دینے سے ثواب ملے گا، نفلی روزہ سے بھی ثواب ملے گا، لیکن فرض وواجب کی فکر نہ کرنا اور نفل میں مشغول ہونا نادانی اور کم عقلی ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن سعد بن عبادة رضي الله تعالى عنه، أنه قال: يا رسول الله! إن أم سعد ماتت، فأي الصدقة أفضل؟ قال: "الماء" قال: فحفر بئراً، وقال: هذه لأم سعد". (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب في فضل سقي الماء: ۱/۲۳۳، امدادیہ)

"عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "سبع يجري للعبد أجرهن بعد موته وهو في قبره: من علم علماً، أو أجرى نهراً، أو حفر بئراً، أو غرس نخلاً، أو بنى مسجداً، أو ورث مصحفاً، أو ترك ولداً يستغفر له بعد موته". (شرح الصدور في أحوال الموتى والقبور للسيوطي، باب ما ينفع الميت في قبره، ص: ۲۹۰، دار المعرفة)

(۲) "ويستحب أن لا يتصدق من عليه دين، أو من يلزمه نفقة لنفسه أو عياله، حتى يؤدي ما عليه، لأنه حق واجب، فلم يجز تركه بصدقة التطوع، ويقدم الدين؛ لأن أداء الواجب مقدم على المسنون". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۳/۲۰۵۸، صدقة المدين ومن عليه نفقة، رشيدية)

تنخواہ سے کچھ روپے زائد کٹوا کر صدقہ کرنا

سوال[۴۲۴۲]: زید نے پچاس روپے ماہوار اپنے کسی نیک کام کے لئے کٹوانا شروع کیا مقررہ مدت کے بعد زید کو اس رقم پر ۳۵/ فیصد روپے زائد ملے تو یہ روپے زید کے حق میں کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب اصل تنخواہ میں سے ماہانہ کٹواتا ہے اور اس کو کسی نیک کام میں خرچ کرنے کی نیت ہے تو یہ زائد رقم ہی اپنے کام میں کیوں لاتا ہے اس کو بھی غرباء پر صدقہ کردے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

www.ahlehaq.org

باب المتفرقات

زکوٰۃ کے صلہ میں ہدیہ دینا

سوال [۴۷۴۷]: زکوٰۃ کا مال اقرباء کو دینا افضل ہے، مگر اس کے صلہ میں وہ کوئی چیز پیش کریں ظاہر کرکے دے تو اس کے لئے کیا مستحسن ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معاوضہ تو لینا ناجائز ہے، لیکن اگر قریب مصرفِ زکوٰۃ ہے اور اس کو زکوٰۃ دیتا ہے، پھر وہ کوئی شئی ہدیۃً اس زکوٰۃ دینے والے کو دیتا ہے تو اس کا لینا درست ہے۔ "هي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى ... وأفاد بقوله: بشرط أن الدفع إلى أصوله وإن علوا وإلى فروعه وإن سفلوا وإلى زوجته وزوجها وإلى مكاتبه ليس بزكاة، وأشار إلى أن الدفع إلى كل قريب غير الأصل والفرع جائز، وهو مقيد بما في الولوالجية: رجل يعول أخته أو أخاه أو عمه فأراد أن يعطيه الزكاة، فإن لم يفرض القاضي عليه النفقة جاز؛ لأن التمليك بصفة القربة يتحقق من كل وجه، وإن فرض عليه النفقة لزمانته إنما لم يحتسب من نفقتهم جاز، وإن كان يحتسب لا يجوز اهـ". بحر: ۲/۲۰۱، ۲۰۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۱۱/۵۷ھ۔

زکوٰۃ میں مبیع کی قیمت کم کر دینا

سوال [۴۷۴۸]: صاحبِ نصاب شخص نے ایک غریب آدمی کو کوئی چیز فروخت کی جس کی قیمت تھی

---

(۱) (البحر الرائق: ۲/۴۲۵، ۴۵۳، کتاب الزکوٰۃ، رشیدیہ)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۷۰، ۱۸۰، كتاب الزكوة، دار الكتب العلمية بيروت)

روپے ہوتی تھی، غریب آدمی نے اشد واسطے اپنی غربت کی وجہ سے کچھ چھوٹ مانگی، اس شخص نے اللہ واسطے ایک روپیہ چھوڑ دیا صرف دو روپے لے لئے اب وہ صاحب کیا اس ایک روپیہ کو زکوٰۃ میں شمار کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح زکوٰۃ میں شمار کرنا جائز نہیں (۱) بلکہ اس چیز کے دو حصے کرے ایک حصہ دو روپے میں فروخت کرے اور ایک حصہ جس کی قیمت ایک روپیہ ہے بلا قیمت لئے زکوٰۃ میں دیدے، یا وہ شئی تین روپے میں فروخت کرے تین روپے وصول کرے اس کے بعد ایک روپیہ زکوٰۃ میں دیدے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

اپنی زکوٰۃ کو فقیر سے خریدنا

سوال [۳۴۴۱]: ایک عورت نے کتنے ہی سال سے اپنے زیور کی زکوٰۃ ادا نہیں کی، آٹھوں سال بقیہ کی زکوٰۃ ادا کرنے سے دشواری ہوئی البتہ ان کی بعض بہنوں نے ان سے کہا کہ آپ کی زیور میں سے کچھ زیور بحیثیت زکوٰۃ ان کو دیدیں وہ قبضہ کر کے نصف قیمت سے اس عورت کو بیچ ڈالا۔ اب اس صورت میں اس کی زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوٰۃ کے لئے ضروری ہے کہ معطی کی کوئی ذاتی منفعت بجز فریضہ کے نہ ہو، پس اگر اس شرط پر وہ اس عورت کو زکوٰۃ دیتا ہے کہ وہ شخص اس زیور کو اس عورت کے ہاتھ فروخت کر دے تو یہ شرط باطل ہے اس کا پورا کرنا معطیٰ لہ کے ذمہ ضروری نہیں، تاہم اس شرط پر بھی مستحق کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، اس کے بعد معطیٰ لہ کو اختیار ہے خواہ اس عورت کے ہاتھ فروخت کرے یا نہ کرے۔

---

(۱) "وشرط صحة أدائها نية مقارنة له: أي للأداء، ولو كانت المقارنة حكماً كما لو دفع بلا نية، ثم نوى والمال قائم في يد الفقير ..... ولذا لو قال: هذا تطوع أو من كفارتي، ثم نواه عن الزكاة قبل دفع الوكيل صح، الخ". (الدر المختار: ۲۶۸/۲، كتاب الزكاة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۶۸/۲، كتاب الزكاة، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲۹۰/۱، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

"هي: أي الزكوة تمليك جزء من المال معين شرعاً من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملك بكسر اللام، وهو الدافع- من كل وجه لله تعالى" اهـ. مجمع الأنهر: ۱۹۲/۱(۱)۔ "وهكذا في الصدقة والكتابة شرط متعارف وغير متعارف يصح، ويبطل الشرط اهـ" فتاوی عالمگیری: ۳۹۷/۴(۲)۔

اس کے بعد اس عورت کا اپنے دیئے ہوئے زیور کو نصف قیمت سے خریدنا منع ہے، اپنے دیئے ہوئے صدقہ کو خریدنے سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، کذا في أبي داود: ۲۲۵/۱(۳)۔ اگر خرید لیا ہے تو بہتر ہے کہ قیمت پوری دے، بیع کا ختم کرنا واجب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۸/۲/۵۲ھ　　سعید احمد غفرلہ۔

تحفہ میں زکوۃ ہونے کا شک

سوال[۵۰۰۴]: تحفہ لینے والے کو شک تھا کہ شاید مال زکوۃ ہے، اس صورت میں تحفہ تحائف میں کیا حکم ہے؟

---

(۱) (مجمع الأنهر: ۲۸۳/۱، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۵۲/۲، كتاب الزكاة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۲۵۷/۲، كتاب الزكاة، سعيد)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۳۹۶/۴، الباب الثامن في حكم الشرط في الهبة، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۹۲/۶، كتاب الهبة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه حمل على فرس في سبيل الله، فوجده يباع، فأراد أن يبتاعه، فسأل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك فقال: "لا تبتاعه، ولا تعد في صدقتك". (سنن أبي داود، كتاب الزكوة، باب الرجل يبتاع صدقة: ۲۳۲/۲، رقم الحديث: ۱۵۹۳، مكتبه امداديه)

(وجامع الترمذي: ۱۳۵/۱، باب ما جاء في كراهية العود في الصدقة، سعيد)

(وصحيح البخاري: ۲۰۱/۱، هل يشتري صدقة، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کی عادت یا دیگر قرائن سے معلوم ہو کہ یہ تحفہ زکوۃ سے دیتا ہے اس کی تحقیق کرلی جائے ورنہ ضرورت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۹۵ھ۔

جو رقم بقصدِ زکوۃ الگ رکھدی گئی اس میں تصرف کا حکم

سوال[۴۷۰۱]: زکوۃ یا عشر کے لئے ایک رقم متعین کرکے الگ رکھدی اب اگر اس سے دوسرا سکہ بدلنا چاہے، یا چھوٹا سکہ ہے اس کے عوض بڑا رکھنا چاہے تو جائز ہے یا نہیں؟ منشا یہ ہے کہ جو رقم الگ کی ہے یا متعین اس کی تعیین کی تو ضروری نہیں ہے؟ فقط۔

نجم الحسن عفی عنہ از خیرآباد، ضلع سیتاپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زکوۃ یا عشر کی رقم علیحدہ رکھدینے سے ملک سے خارج نہیں ہوتی، لہذا اس میں تغیر وتبدل کا تصرف جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲/رمضان/۶۷ھ۔

---

(۱) "(وافتراضها عمري): أي على التراخي، وصححه الباقاني وغيره. (وقيل: فوري): أي واجب على الفور (وعليه الفتوى)، كما في شرح الوهبانية (فيأثم بتأخيرها) بلا عذر". (الدر المختار)

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: فيأثم بتأخيرها الخ) ...... ولعل يقال: المراد أن لا يؤخر إلى العام القابل لما في البدائع عن المنتقى -بالنون-: إذا لم يؤد حتى مضى حولان، فقد أساء وأثم اهـ". (رد المحتار، كتاب الزكوة: ۲/۲۷۲، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الزكوة، فصل كيفية فرضية الزكاة: ۲/۷۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكوة: ۲/۱۶۳، ۱۶۵، قديمي)